کتاب المِلَل والنَّحل

(طبع ثانی)

تالیف

امام ابو الفتح محمد بن عبدالکریم
بن ابی بکر احمد الشہرستانیؒ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ اردو و مقدمہ
از
پروفیسر علی محسن صدیقی

قرطاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com
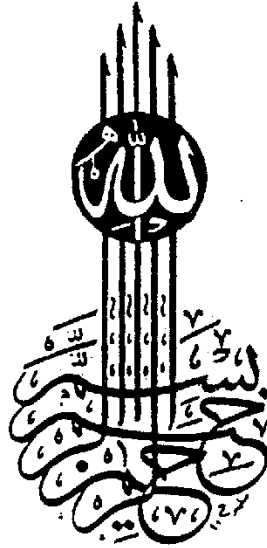
فالخيل و الليل و البيداء تعرفنی
والسيف والرمح والقرطاس و القلم

(المتنبی)

(اور گھوڑے اور رات اور صحرا مجھے جانتے ہیں
اور تلوار اور نیزہ اور کاغذ و قلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب المِلَل والنِّحَل

(طبع ثانی)

تالیف

امام ابوالفتح محمدؐ بن عبدالکریم
بن ابی بکر احمد الشہرستانیؒ

ترجمہ اردو و مقدمہ

از

پروفیسر علی محسن صدیقی

قرطاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

291
محمد ظہور رحیم
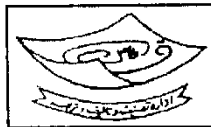
قرطاس
سلسلہ مطبوعات ۶۰
قیمت -/۲۸۰ روپے
بار اول ربیع الاول ۱۴۲۴ھ / مئی ۲۰۰۳ء
بار دوم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / جنوری ۲۰۰۷ء

جملہ حقوق محفوظ
یہ کتاب یا اس کتاب کا کوئی حصہ ادارہ یا مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر ہرگز نہیں چھاپا جا سکتا بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
تحقیق و تصنیف کے لیے کتاب کے اقتباسات مکمل حوالے کے ساتھ دیئے جائیں۔

ISBN
969-8448-39-X

زیر اہتمام
قرطاس
پوسٹ بکس نمبر 8453، کراچی یونیورسٹی،
کراچی۔ 75270
موبائل: 0300-9245853
ای میل nigarszaheer@yahoo.com

کمپوزنگ: زیبا افتخار

مکتبہ ... ۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
15225

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فہرست مضامین"

عنوان	صفحہ

مقدمۂ مترجم

مقدمات شہرستانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاهب اهل عالم

باب اول

فصل اول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

فصل سوم

فصل چھارم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ہفتم ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باب دوم ۔ اهل کتاب

فصل اول ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم ۔

فصل سوم ۔ شبهه اهل کتاب

فصل اول ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم۔ الثنویہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمۂ مترجم

۱۔ تمہید (کتب ملل و نحل کا اجمالی جائزہ):

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا تو عرب کہ جیش اسلامی کا ہر اول دستہ تھے سرزمین عرب سے فاتحانہ نکلے اور بلاد خصیب میں جو شام، الجزیرہ، عراق و جبال سے عبارت تھا، نو آباد بستیوں اور پرانی بستیوں میں آباد ہونا شروع ہوئے۔ مفتوح اقوام کے اوضاع، افکار و عقائد سے انہیں فی الجملہ آگاہی ہوئی۔ وہاں کے مذاہب سے کہ عیسائیت اور مجوسیت تھے، اُن کا سابقہ پڑا کبھی اسلامی عقائد کے احقاق کے لئے اور کبھی مخالفین کے دفع معارضات کے لئے مسلمان فضلاء کو ان مذاہب و مسائل کے مطالعہ کی ضرورت پیش آئی اور انہوں نے انہیں پڑھنے اور ان سے آگاہ ہونے میں کشادہ نظری اور خندہ جبینی کا اظہار کیا اور کلمہ حکمت کو مومن کا مال گم گشتہ سمجھ کر جہاں پایا، اپنانے کی کوشش کی۔ ابتدائی عباسی خلفاء کے دور میں جو ایرانی، یونانی اور صابی مصنفین کے مصنفات کے تراجم ہوئے، ان کی وجہ سے سیکھنے اور سمونے کے اس منہج نو کو اور تقویت بہم پہنچی۔ یہ معتزلی فضلاء تھے جنھوں نے افکار اغیار کو سیکھا اور جذب کر کے حکمت و فلسفہ کے اسلحہ سے اسلام کا دفاع کیا۔ اس علمی سرگرمی کو ساتویں عباسی خلیفہ عبد اللہ المامون (۱۹۸ھ۔ ۲۱۸ھ) کے عہد میں مہمیز ہوئی اور خلیفہ کی قائم کردہ علمی مجالس سے نقد و نظر کی ایک نئی روایت وجود میں آئی۔ یہاں ہر مذہب اور ہر مسلک کے علماء کو نہایت آزادی سے اظہار رائے کا موقع دیا گیا وہ مذاہب جو اپنی قومی حکومتوں کے دور میں بھی جرأت اظہار پر قادر نہ تھے، المامون کے علمی مباحث میں کھل کر اپنے عقائد کو بیان کرتے اور انہیں ثابت کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ کرتے تھے۔ مسلمان فضلاء ریاستی جبر کے بجائے علمی انداز میں ان کے پیش کردہ نظریات کی تحلیل و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعقیب کرتے اور انہیں فرسودہ اور دور از عقل و حکمت ثابت کرتے تھے۔ اس طرح غیر مسلم فضلاء بھی اسلام پر اعتراضات کرتے اور مجلس مامونی، ایک علمی معارضہ وفکری بے باکیٔ خیال کا ایسا منظر پیش کرتی جو اس سے پہلے نہ تو دیکھا گیا اور نہ ہی سنا گیا تھا۔

خلیفہ المامون کے عہد میں اس علمی ماحول کے زیر اثر مذاہب و مسالک کے عقائد و افکار پر مشتمل کتابوں کی تالیف کا آغاز ہوا۔ یہ کتابیں بالعموم دو طرح کی تھیں۔ ایک قسم ان کتابوں کی تھی جن میں مصنفین نے اپنے عقائد و افکار کو بیان کیا، ان کا دفاع کیا اور ان کے برسرِ صواب ہونے پر دلائل قائم کیے لیکن انہوں نے دوسرے مذاہب و مسالک سے کوئی تعرض نہ کیا۔ نہ تو ان کی تردید کی اور نہ ان کی توثیق ہی کی۔ دوسری قسم ان تصنیفات کی تھی جن کے مصنفین نے ایک سے زائد مسالک و مناحل کے عقائد و افکار کو اپنا موضوع بنایا۔ ایسی کتابیں جو ایک مسلک و منحل کے اذکار و افکار پر مشتمل تھیں، ان میں شیعی عالم حسن بن موسیٰ النوبختی (متوفی ۳۱۰ھ) کی کتاب ''فرق الشیعہ'' اور امام ابوالحسن الاشعری بصری (متوفی ۳۲۴ھ) کی کتاب ''مقالات الاسلامیین'' کو شرف تقدم حاصل ہے۔ دوسری قسم کی کتابیں جن میں ایک سے زائد مذہب و مسلک کے مقالات و احوال کو موضوع بحث بنایا گیا، ان میں امام ابوالمنصور عبدالقاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) کی مشہور کتاب ''الفرق بین الفرق'' اور امام ابومحمد علی بن حزم الظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) کی ضخیم کتاب ''الفصل فی الملل والاہواء والنحل'' اور علامہ ابوالمعالی الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی ''بیان الادیان'' اور علامہ ابوالمظفر الاسفرائینی (متوفی ۴۷۱ھ) کی کتاب ''التبصیر فی الدین'' نمایاں و ممتاز ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں بنو عباس کی سیاسی قوت میں حد درجہ ضعف آ گیا اور عمل انحطاط نے کہ تیسری صدی ہجری کے نصف آخر سے عباسیوں کی خلافت میں در آیا تھا، تشویش ناک حد تک اسے انتشار و تلاشی میں مبتلا کر دیا۔ اس عرصہ میں خلافت کے مشرقی و مغربی صوبوں حتیٰ کہ ان کے مرکز میں بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں بننے لگیں۔ یہ حکومتیں جس سرعت سے وجود میں آتی تھیں اسی سرعت کے ساتھ نقطہ موہوم کی طرح معدوم بھی ہو جاتی تھیں۔ اس سیاسی لامرکزیت وانتشار کے زمانہ میں جو خانوادہ ہائے حکمراناں وجود میں آئے انہوں نے علمی مباحث اور مناظرے کی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو آگے بڑھایا اور عقائد وافکار کے موضوع میں تنوع و وسعت پیدا کی۔ مثلاً مصر کے عبیدی (یا فاطمی) حکمرانوں کے دور میں ان کے علماء نے اسماعیلی عقائد پر کتابیں لکھیں اور قیام حکومت (۲۹۷ھ) سے پہلے اسماعیلی حکماء وفضلاء نے ''رسائل الاخوان الصفاء'' کے نام سے مذہب وفلسفہ کے اتصال سے جو فکری تحریک شروع کی، اس کی وجہ سے عقائد و مقالات پر تنقید وتعقیب اور جرح وتعدیل سے متعلق مقالات عام ہوئے اور مذہبی وعقلی روایات میں تنوع مزید پیدا ہوا۔ اس دور انحطاط سیاسی میں ''طبرستان'' میں قائم ہونے والی ''دولتِ زیدیہ'' کے زیر اثر فضلاء نے ''فرقہ زیدیہ'' کے مقالات وعقائد پر کتابیں تصنیف کیں۔ یوں سیاسی انحطاط و ملی تشتت کے اس دور میں ذہنی نشاط اور فکری بالیدگی نے امت مسلمہ کو جمود وتعطل کا شکار ہونے سے محفوظ رکھا اور ہر چند کہ سیاسی دائرے سکڑتے اور سمٹتے گئے لیکن علمی کینوس کی پہنائی بڑھتی اور پھیلتی گئی۔

یہ ملوک الطوائف جو اسلامی مملکت کے نزدیک و دور علاقوں پر متصرف تھے، انہوں نے نئے علاقے فتح بھی کئے اور یوں اسلامی فتوحات کے قدم بڑھتے گئے۔ بعد کے ان مفتوحہ خطوں میں مسلمان فضلاء نے فکری وعلمی سطح پر ایک نئی ذہنی سرگرمی کا آغاز کیا۔ مثلاً غزنویوں نے مشرق میں مزید فتوحات کیں۔ زابلستان اور ہندوستان ان کی فوجی ترک تازیوں کی بدولت اسلام کی عملداری میں شامل ہوئے۔ اب بدھ مت کے افکار وعقائد سے مسلمانوں کو مزید معلومات بہم پہنچیں اور ویدانت کے افکار و تصورات سے وہ بہتر طریقے پر آگاہ ہوئے۔ ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) کی علمی کاوشوں کے باعث ہندوؤں کے علمی وفکری اثاثوں سے اسلام کی علمی دنیا واقف ہوئی اور مشرق کے اس مرکز کی ذہنی کاوشوں سے ان کی بدولت دنیا باخبر ہوئی۔ اس طرح مذاہب و مسالک سے متعلق تصنیف کی جانے والی کتابوں میں تنوع پیدا ہوا اور اس کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا۔

پانچویں صدی ہجری کے آخر ہوتے ہوتے ملل ونحل اور عقائد وافکار سے متعلق تصانیف کا بڑا ذخیرہ وجود میں آ گیا۔ سیاسی انتشار کے نتیجے کے طور پر نئے نئے فرقے پیدا ہوئے اور مفتوحہ ممالک میں مفتوح اقوام نے اپنے عقائد وافکار کو اسلام کے لبادے میں پیش کرنا شروع کیا۔ اس طرح مختلف الخیال فرقوں کے اختلافات نے مناظرے کی شکل اختیار کر لی جس کی وجہ سے عقائد و مقالات پر تصانیف صرف علمی وفکری اظہار کا ذریعہ نہ رہیں بلکہ فکری ومسلکی تفوق و برتری اور تنگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظری کی غماز و آئینہ دار بن گئیں۔ اگر ایک طرف معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ اپنے اپنے مقالات کی صحت پر دلیلیں قائم کرتے اور اپنے مخالفین کے عقائد کی تردید کرتے تھے تو دوسری طرف شیعہ امامیہ، اسماعیلیہ و زیدیہ اپنے عقائد کی صحت پر براہین و دلائل دیتے تھے لیکن ان مناظروں کی علمی و فکری حیثیت سے زیادہ مناظرانہ و جدلیانہ حیثیت ابھر کر سامنے آئی اور حریتِ فکر و آزادی اظہار پر عوامی و حکومتی استظہار کو تفوق حاصل ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی اور معاشرتی انتشار کے ساتھ ساتھ فکری و علمی انتشار کہ تنگ نظری اور تحکم سے پیدا ہوا تھا، علم و فضل کی تلاشی و تنزل کا سبب بن گیا۔ تاریخ مناحل و مسالک میں جو کتابیں اس عہد میں چھٹی صدی ہجری تک لکھی گئیں ان میں انصاف و وسعت نظر کا فقدان تھا اور ان کی علمی جہت نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ گئی۔

مگر چھٹی صدی ہجری میں تصنیف کی جانے والی سبھی کتابیں تنگ نظری و جنبہ داری کی مثال نہ تھیں۔ ان میں بعض مستثنیات بھی تھیں۔ ایک ایسا ہی استثنائی فکری و علمی کارنامہ امام ابوالفتح بن عبدالکریم الشافعی الاشعری الشہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کی مشہور کتاب ''الملل والنحل'' ہے جو اپنے موضوع پر آج بھی بے نظیر کتاب ہے۔ سطور آیندہ میں ہم اس کا ذکر کریں گے۔

۲۔ حالات زندگانی شہرستانی:

ایران کے وسیع و عریض خطے میں ''شہرستان'' نام کے تین شہروں کا ذکر آتا ہے اور یہ تینوں زمانہ قدیم سے شہرت کے حامل رہے ہیں۔ ان میں ایک شہرستانِ فارس، دوسرا شہرستانِ اصفہان اور تیسرا شہرستان خراسان کہلاتا ہے۔ یہ آخری شہر ''نساء'' نامی شہر سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس طویل و عریض ریگستان کے کنارے پر ہے جسے ''ریگستانِ ترکستان'' کہا جاتا ہے۔ ریگستانی ہواؤں اور اٹھنے والے ریت کے بادلوں اور طوفانوں کے سبب یہ شہر اور اس کے مضافات موسم کی بے رحمی کا ہمیشہ شکار رہے اور یہاں کے کشت زار اور باغات برباد ہوتے رہے ہیں۔ کسی قسم کی صنعت و حرفت یا معاشی سہولت سے یہ شہر ہر دور میں عاری رہا ہے۔ اس کی اہمیت عہد زیر نظر میں اس لئے رہی ہے کہ وہ نیشاپور اور خوارزم کی شاہ راہ پر واقع ہے اور ان دو انتہائی اہم مراکز کے وسط میں محط رحال و مرجع رجال رہا ہے۔ امام شہرستانی کی زندگی میں یہ شہر آباد و اہم تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سلطان سنجر سلجوقی (متوفی ۵۵۲ھ) کے طویل ترین دور میں علماء عظام وفضلاء کرام کے دم سے اسے شہرت حاصل تھی مگر سلطان سنجر کے آخری دور میں ترک امراء کی نااتفاقیوں اور ترکان غز کی در اندازیوں کی وجہ سے خراسان کے دوسرے شہروں کی طرح یہ شہرستان خراسان بھی بربادی وتباہی سے دوچار رہا۔ چنانچہ ۵۴۸ھ کے نویں مہینہ میں ایک طویل محاصرہ کے بعد اس شہر پر غزوں کا قبضہ ہو گیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ امام شہرستانی یقیناً خوش قسمت تھے کہ اس سقوط سے ایک ماہ قبل شعبان ۵۴۸ھ میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

اسی شہر خراسان میں ہمارے مصنف امام شہرستانی پیدا ہوئے۔ سال ولادت سے متعلق مختلف روایتیں ہیں یعنی ۴۶۷ھ، ۴۶۹ھ اور ۴۷۹ھ۔ یہ آخری سال صحیح روایات کے مطابق ان کی ولادت کا سال ہے۔ وہ ایک علمی خانوادہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام محمد، کنیت ابوالفتح تھی۔ والد کا نام ابوالقاسم عبدالکریم اور دادا کا نام ابوبکر احمد تھا۔ باپ اور دادا کے ناموں اور ان کی کنیتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کا خاندان خوارزم وخراسان کے رددار لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

امام شہرستانی نے اپنا بچپن اور نوجوانی اپنے وطن شہرستان خراسان میں گزاری اور ان کی علمی تحصیل کا آغاز یہیں سے ہوا۔ متوسطات تک تحصیل علم کے بعد انہوں نے اپنے عہد کے دستور کے مطابق، وطن سے علمی مراکز کا سفر کیا۔ سلاجقہ کے عہد میں نیشاپور کو خراسان و ماوراء النہر میں اپنی علمی مرکزیت کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی۔ مشہور سلجوقی وزیر خواجہ نظام الملک طوسی کا قائم کردہ "مدرسۂ نظامیہ" اس شہر کی زینت تھا۔ سلسلۂ نظامیہ کے متعدد مدارس میں "نظامیۂ بغداد" کے بعد نیشاپور کا "مدرسۂ نظامیہ" اہم تھا۔ فضلاء ایران میں سے بیشتر کا اس مدرسہ سے تعلیمی یا تعلمی تعلق رہا ہے۔ چنانچہ امام شہرستانی نے اپنے وطن میں تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اسی شہر نیشاپور اور اسی مدرسہ نیشاپور کا رخ کیا۔ یہاں قیام کے دوران انہوں نے عربی زبان وادب، فقہ و اصول فقہ، تفسیر وحدیث اور فلسفہ وعلم کلام کی تحصیل کی۔ یہاں کے علماء سے استفادہ کے علاوہ انہوں نے نیشاپور کے عظیم کتب خانہ سے جو نزدیک و دور مشہور تھا، بطور خاص استفادہ کیا۔

ان فضلاء میں جن سے امام شہرستانی نے تحصیل علم کی، چند کا سطور ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ابو المظفر احمد بن محمد بن مظفر خوافی (متوفی ۵۰۰ھ) طوس کے قاضی رہ چکے تھے، نظامیہ نیشاپور کے مدرس و واعظ تھے۔ مسلکاً شافعی تھے۔ فقیہ، محدث اور استاد فن مناظرہ تھے۔ شہرستانی نے ان سے انہی علوم کی تحصیل کی۔

۲۔ ابو نصر عبدالرحیم بن ابی القاسم عبدالکریم قشیری اشعری (متوفی ۵۱۴ھ)۔ فقہ، اصول فقہ، علم کلام اور حساب کے ماہر تھے۔ ادب میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ مشہور واعظ و مناظر تھے۔ امام شہرستانی نے ان سے انہی علوم کی تعلیم پائی۔

۳۔ ابو القاسم سلیمان بن ناصر نیشاپوری (متوفی ۵۱۲ھ)۔ امام ابو المعالی جوینی کے شاگرد رشید تھے۔ علوم فقہ، اصول اور تفسیر سے خاص مناسبت تھی۔ ان سے ان کے شاگرد نے انہی علوم کی تعلیم پائی۔

۴۔ ابو الحسن علی بن احمد مدینی (متوفی ۴۹۴ھ) مشہور محدث تھے۔ شہرستانی نے ان سے فن حدیث کی اجازت حاصل کی۔

حصول علم کے بعد امام شہرستانی، اپنے وطن کے بجائے خوارزم آئے۔ یہ شہر سلاطین خوارزم شاہیہ کا دارالسلطنت اور نہایت اہمیت کا مالک تھا۔ اس عہد میں اظہار فضیلت اور حصول شہرت کا سب سے بڑا ذریعہ مجلس وعظ میں داد خطابت دینا اور مختلف مسالک کے علماء سے مناظرہ کرنا تھا۔ شہرستانی نے ان دونوں میں بڑی مہارت پیدا کی۔ وہ اگرچہ مسلکاً اشعری تھے لیکن مناظروں میں فلاسفہ اور حکماء کے مناہج وطرق کا دفاع کرتے اور ان کے احقاق پر دلائل قائم کرتے تھے۔ حدیث اور قرآن کی جانب ان کی توجہ نسبتاً کم تھی اور فلسفہ کی موشگافیوں میں زیادہ دلچسپی تھی۔ اسی لئے ان کے مخالفین ان پر "مقالات فلاسفہ" کی پیروی کا الزام لگاتے تھے۔

امام شہرستانی نے تیس (۳۰) سال کے سن میں اپنے علم و فضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور ایک واعظ و مناظر کی حیثیت سے ماوراء النہر خراسان میں وہ مشہور نزدیک و دور ہو گئے تھے۔ ۵۱۰ھ میں انہوں نے علمی سفر کا آغاز کیا جو ان کی شہرت کو عراق و حجاز تک لے گیا۔ انہوں نے اسی زمانے میں حجاز مقدس کا سفر کیا، فریضہ حج ادا کیا اور دنیائے اسلام کے نمایاں فضلاء سے علمی شناسائی بہم پہنچائی۔ اس سفر کے آخر میں وہ بغداد آئے۔ "نظامیہ بغداد" میں ان کا قیام تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) سال کے قریب رہا۔ ایک مدرس اور عالم کی حیثیت سے ان کی بڑی پذیرائی ہوئی لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک واعظ کی حیثیت سے انہیں بڑا قبول عام حاصل ہوا۔ بغداد کے اربابِ علم واصحابِ اقتدار کثرت سے ان کے مواعظ میں شریک ہوتے اور ان کے خوان علم سے بقدر ہمت فیض پاتے تھے۔ بغداد میں ان کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث حاسدوں سے انہیں تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں۔

چنانچہ شہرستانی بغداد کے طویل قیام کے بعد عازم خراسان ہوئے۔ یہاں انہوں نے اپنے وطن شہرستان میں قیام کو ترجیح دی اور بقیہ عمر اپنے وطن میں گزار دی۔ اس زمانہ میں ایک فاضلِ عصر بنام مجد الدین ابو القاسم علی کہ امام موسیٰ الکاظمؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سلطان سنجر سلجوقی کی جانب سے ترمذ کے نقیب الاشرفِ علویان تھے، شہرستانی کے وطن میں تشریف فرما تھے۔ یہ فاضل فضیلتِ علمی وعلوئے نسب کے ساتھ دربار سنجری میں مقام بلند رکھتے تھے اور سلطان کو ان کی ذات پر اعتماد وفخر تھا۔ مجد الدین ابو القاسم علی عالم بھی تھے اور علماء نواز وعلم پرور بھی۔ متعدد فضلاء ان کے دامنِ مروت وفضیلت سے وابستہ تھے۔ شہرستانی کو بھی ان بزرگ کا تقرب حاصل ہو گیا اور وہ ان کی سرپرستی سے یک گونہ مطمئن اور فکر معاش سے بے پروا ہو کر تصنیف وتالیف میں منہمک ہو گئے۔ اس فراغ وسکون نے شہرستانی کو مناظرے اور مواعظ کی ہنگامہ خیز زندگی سے مستغنی کر دیا اور وہ اطمینان خاطر کے ساتھ علمی مشاغل میں مشغول ہو گئے۔

شہرستانی نے ستر (۷۰) سال تک زندہ رہ کر شعبان ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۳ء میں اپنے وطن شہرستان میں انتقال کیا اور یہیں پیوندِ خاک ہوئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ عمر کے آخری ایام میں انہوں نے آرام نہ پایا اور غز ترکوں کے اجڈ جتھوں نے خراسان وماوراء النہر کو روند ڈالا اور آخر شہرستان کا محاصرہ کر لیا جو ایک طویل مدت تک جاری رہا۔ اس کی تباہی وبربادی کا ہولناک منظر بوڑھے شہرستانی کی بیماری میں اضافہ کا باعث ہوا اور انہوں نے دل شکستہ جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ ان کی وفات کے چند دنوں بعد ہی رمضان ۵۴۸ھ میں شہر پر غز قابض ہو گئے اور ہمارے فاضل مصنف کا شہر خاک کا ڈھیر ہو گیا۔ مگر شہرستانی کا مقبرہ حوادثِ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہا اور شاہان پہلوی کے زمانہ میں بعض فضلاء کے توجہ دلانے پر اسے مرمت کر کے بربادی سے بچا لیا گیا۔ البقاء للہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ آثار شہرستانی:

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے شہرستان واپسی کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی گزاری اور عمر کے آخری سالوں تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے کہ انہوں نے عقائد، کلام اور اصول و تاویل کے موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہوں گی۔ بالخصوص اس حال میں کہ انہیں فاضل اجل امام مجد الدین ابوالقاسم علی جیسے مربیٔ علم و فضل کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ فکر معاش سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے تھے۔ مختلف کتب و کتب خانوں کی فہارس و مندرجات کی روشنی میں ان کی ہے جن تصانیف کا پتہ چلتا ہے، ہم انہیں دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک قسم ان کتابوں کی ہے جن کا ذکر تو مختلف تذکروں میں ملتا ہے مگر ان کا وجود مفقود ہے۔ ممکن ہے کہ ایسی کتابیں یا تو صفحۂ ہستی سے نابود ہو چکی ہوں یا وہ موجود ہوں لیکن ہم ان کی موجودگی سے واقف نہیں ہیں۔ امام شہرستانی کی کتابوں کی دوسری قسم ان کتابوں کی ہے جو موجود ہیں، شائع ہو چکی ہیں یا اگر شائع نہیں ہوئی ہیں تو ان کے خطی نسخے ایران، روس اور یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ہم شہرستانی کی دونوں قسموں کی تصانیف کا ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بعض رسائل جو امام شہرستانی کی جانب منسوب ہیں اور ایران کے بعض کتب خانوں میں ان کے خطی نسخے بھی موجود ہیں، ان کے مندرجات کی داخلی شہادتیں، شہرستانی کی جانب ان کے انتساب کو مشکوک ٹھہراتی ہیں۔ ان میں ایسے افکار و اذکار کا بیان ہے جو شہرستانی کی دوسری کتابوں کے مندرجات سے بالکل متضاد و متبائن ہیں اور دونوں میں سے ایک کا الحاقی و جعلی ہونا یقینی ہے۔ چناں چہ جو کتب مشہور اور متداول ہیں، ان کے مقابلے میں یہ نادر الوجود رسائل مجہول ٹھہرتے ہیں اور ان کی صحت انتساب پر شک و شبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

مگر یہ حقیقت ہے کہ امام شہرستانی کے معاصرین میں ظہیر الدین بیہقی نے ان کی تفسیر قرآن موسوم بہ مفاتیح الاسرار و مصابیح الابرار پر ان کے روبرو سخت نکیر کی تھی اور ان کے منہج تاویل عقلی پر ان کی سخت گرفت کی تھی۔ مورخ و تذکرہ نگار سمعانی نے اسماعیلیہ قلاع (گروہ حسن بن صباح) کے ساتھ ان کے نرم گوشہ اور میلان کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے ان کی تصانیف میں فلاسفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحکماء کی جانب ان کے جھکاؤ کی تاویل وتوجیہ آسان نہیں ہے۔ امام تاج الدین سبکی اور ابن قیم نے انہیں اشعری وشافعی کہا ہے اور اس تسمیہ پر انہیں اصرار ہے۔ خود ان کی کتاب الملل والنحل کے مطالعہ سے ان کے اشعری اور شافعی ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ ان حالات میں حسنِ ظن کا تقاضا ہے کے انہیں سبکی وابن قیم کی ہم نوائی میں سنی شافعی کہا جائے اور بیہقی وسمعانی کی نکیر کو ان کی ژولیدہ ذہنی وپراگندہ خیالی یا پھر الحاق وجعل پر محمول کیا جائے۔ ولِکُل راس صُداع۔

الف۔ امام شہرستانی کی مفقود الخبر اور غیر موجود کتابیں:۔

۱۔ ''تلخیص الاقسام لمذہب الانام فی علم الکلام''۔ یہ کتاب بعض تذکروں میں ''تلخیص الاقسام لمذہب الاعلام'' کے نام سے بھی موسوم کی گئی ہے۔

۲۔ ''کتاب العیون والانہار''۔ اس کتاب کا ذکر بھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے لیکن اس کا وجود کہیں نہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا موضوع کیا تھا۔

۳۔ ''کتاب المناہج والآیات''۔ شہرستانی نے اس کتاب میں شیخ الرئیس حکیم ابوعلی سینا کے عقائد وافکار پر سخت نکیر کی ہے۔

۴۔ ''کتاب الارشاد الی عقائد العباد''۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کا موضوع عقائد وکلام ہے۔

۵۔ ''کتاب دقائق الاوہام''۔

۶۔ ''کتاب المبداء والمعاد''۔

۷۔ ''شرح سورۃ یوسف''۔

۸۔ ''کتاب الاقطار فی الاصول''۔

۹۔ ''کتاب غایۃ المرام فی علم الکلام''۔

۱۰۔ ''قصہ موسیٰ وخضر''۔

۱۱۔ ''کتاب اسرار العبادہ''۔

نمبر شمار ۵ سے نمبر شمار ۱۱ تک جو نام مذکور ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ان سبھی کا موضوع علم اصول، عقائد والہیات تھا۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض صرف اجزاء ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب۔امام شہرستانی کی موجود کتابیں:-

ا۔''نہایۃ الاقدام فی علم الکلام''۔ یہ کتاب آکسفورڈ سے شائع ہو چکی ہے۔کتاب بیس (۲۰) قاعدوں پر مشتمل ہے۔ان میں سے ہر قاعدہ میں علم کلام کے کسی اہم مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ اس سے متعلق متکلمین کی آراء اور ان کے اختلافات کو بیان کرنے کے بعد اپنے اشعری مسلک کی رائے کا ذکر کیا ہے اور اس کی ترجیح کے دلائل قائم کئے ہیں۔بعض اوقات شہرستانی نے اشاعرہ کی آراء سے بھی اختلاف کر کے اپنی منفرد رائے کا اظہار اور ان کے مرجح ہونے کا اثبات کیا ہے۔ یوں وہ نرے مقلدِ اشعری نہیں بلکہ مجتہد بھی ہیں۔

۲۔''کتاب المصارعۃ یا مصارعۃ الفلاسفۃ''۔شہرستانی نے کتاب الملل والنحل کی تالیف کے بعد امام مجد الدین ابوالقاسم علی نقیبِ ترمذ کی فرمائش پر لکھی۔اس میں الٰہیات کے سات مسائل کے متعلق شیخ الرئیس بوعلی سینا کے افکار کی تردید کی گئی ہے۔ یہ مسائل ہفت گانہ یہ ہیں۔ (۱) حصر اقسام وجود (۲) اثباتِ واجب الوجود (۳) توحید واجب الوجود (۴) علم واجب الوجود (۵) حدوث عالم (۶) حصر مبادی، اور (۷) مسائل سے متعلق اشکالات سے بحث۔ اس میں ابن سینا اور حکماء وفلاسفہ کی تردید اور اشاعرہ کے مسلک کا بڑے اہتمام سے اثبات کیا گیا ہے۔خواجہ نصیر الدین طوسی نے''مصارع المصارع'' میں شہرستانی کے مقالات کا رد کیا ہے اور شیخ الرئیس کا بدلائل دفاع کیا ہے۔اس بحث کے دوران خواجہ طوسی نے شہرستانی کی کتاب کے مکمل متن کو اپنی اس کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب''اغاثۃ اللفہان'' جلد دوم میں خواجہ طوسی کے افکار کی تردید کی ہے اور شہرستانی کے موقف کی تائید وتحسین کی ہے۔کتاب''اغاثۃ اللفہان'' مصر سے شائع ہو چکی ہے نیز''کتاب المصارع'' کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔کتاب ''مصارع المصارع'' کے خطی نسخے بھی دست یاب ہیں۔

۳۔''مفاتیح الاسرار و مصابیح الابرار'' یہ کتاب تفسیر قرآن ہے مگر مکمل نہ ہو سکی اور شہرستانی کی عمر نے وفا نہ کی کہ وہ اس کی تکمیل کر سکتے۔اس کتاب کی پہلی جلد ۵۳۸ھ میں لکھنی شروع کی گئی اور ۵۴۰ھ میں شہرستانی اس کی تسوید سے فارغ ہوئے۔دوسری جلد کی تکمیل کی تاریخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پتا نہیں چلتا کیوں کہ نسخہ خطی کے آخری صفحہ کا وہ کونہ شکستہ ہے جس میں اس کی تکمیل کے سال کا اندراج تھا۔اس کتاب کا مخطوطہ ۶۶۷ھ کا تحریر کردہ، جو نہایت بوسیدہ وکہنہ ہے،تہران کے کتاب خانہ مجلس ملی میں موجود ہے۔اس تفسیر قرآن کا ظہیر الدین بیہقی (متوفی ۵۶۵ھ) نے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ''میں نے شہرستانی سے کہا کہ قرآن کی تفسیر تاویل وتشریح صحابہ وتابعین کی اساس پر کرنی چاہیے۔اس میں حکماء وفلاسفہ کے اقوال سے تاویل کرنا اور تاویل عقلی پر اس کی بنیاد رکھنی جائز نہیں ہے'' اس تفسیر میں شہرستانی کا جھکاؤ اسماعیلیہ کے مقالات وطرق کی جانب ہے۔اسی بناء پر امام سمعانی اور تاریخ خوازم میں شہرستانی کو اسماعیلی اور ملاحدہ کا ہم خیال کہا گیا ہے مگر تاج الدین سبکی نے ان کے اسماعیلی ہونے کی تردید کی ہے اور انہیں شافعی اشعری بتایا ہے۔بہر کیف دلوں کے بھید اللہ ہی جانتا ہے۔''وللناس فیما یعشقون مذاہب''

۴۔واجب الوجود پر امام شہرستانی کا ایک طویل مکتوب معاصر فلسفی شرف الزماں ایلاقی کے نام لکھا گیا ہے۔یہ ایلاقی کے جواب کے ساتھ نہایت قدیم مخطوطہ کی شکل میں کتاب خانہ مجلس شورائی ملی تہران میں موجود ہے۔

۵۔''مجلس تاج الدین محمد بن عبدالکریم شہرستانی'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ بھی کتب خانہ شورائی ملی تہران میں محفوظ ہے۔اس رسالہ کی زبان فارسی ہے۔اور مشتملات سے مصنف کے شیعہ اسماعیلیہ یا غلاۃ شیعہ ہونے کا واضح اشارہ ملتا ہے۔اس رسالہ کے شہرستانی کے عقائد سے متغائر ومتضاد ہونے کے باعث،مشکوک ومجہول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

٤۔ کتاب ''الملل والنحل'' کا تعارف:

امام ابوالفتح محمد الشہرستانی کی جن تصانیف کا ذکر کیا گیا، ان میں ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''الملل والنحل'' کو نہایت نمایاں مقام حاصل ہے۔علمی دنیا میں یہ حقیقت ہے کہ ان کی شہرت اسی کتاب کی مرہون منت ہے۔اور اسی بے مثال تصنیف کی بدولت انہیں شہرۂ عام اور بقائے دوام نصیب ہوا۔اس لاجواب کتاب کی تحسین وتعریف میں علماء وفضلاء نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور ہر دور میں اس کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔انہوں نے اپنی یہ کتاب نقیب ترمذ امام مجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدین ابوالقاسم علی موسوی کی فرمائش پر ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۷ء میں تصنیف کی۔ ہر چند کہ اس کا ذکر ''کتاب الملل والنحل'' میں نہیں ہے مگر ان کی ایک اور کتاب ''مصارعۃ الفلاسفۃ'' میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہم سطور ذیل میں اس کتاب کے مشتملات کا نہایت اختصار سے تعارف پیش کرتے ہیں۔ جس سے قاری کے لئے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا۔

کتاب کے آغاز میں مصنف نے پانچ ''مقدمات'' قائم کئے ہیں جو مذاہب و مسالک کے قیام، افتراق و انشعاب کے اسباب کی نشاندہی کرتے اور کتاب کے نہج، ترتیب و تنسیق کی تفہیم و توجیہ کرتے ہیں۔ یہ مقدمات خمسہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ پہلا مقدمہ:- اقسام اہل عالم۔

۲۔ دوسرا مقدمہ:- ایسے قانون کا تعین جس پر اسلامی فرقوں کی تعدید ممکن ہو۔

۳۔ تیسرا مقدمہ:- مخلوقات میں سب سے پہلے کون سا شبہ پیدا ہوا اور اس سے اختلاف واعتراض کی روایت چل پڑی۔

۴۔ چوتھا مقدمہ:- ملت اسلامی میں اولین شبہات و اختلافات کا بیان اور ان سے فرقوں کے انشعاب کا ذکر۔

۵۔ پانچواں مقدمہ:- کتاب الملل والنحل کی ترتیب کو حساب کے قاعدہ پر قائم کرنے کا ذکر اور اس عمل کی توجیہ۔

اس کے بعد ''مذاہب اہل عالم'' کے عنواں کے تحت، ارباب دیانات ملل ونحل اور اہل الاہواء کا بیان ہے۔ اس میں اہل اسلام، اہل کتاب اور اہل شبہ کتاب کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے۔ اس طور سے ''مقدمات خمسہ'' اور ''مذاہب اہل عالم'' کا یہ تذکرہ کتاب کے مشتملات کا اجمالی بیان ہے اور بعد کے مباحث اس کی تفصیل ہیں، مصنف نے منطقی ترتیب و حسابی تنسیق کا نہایت ہی عمدہ امتزاج کیا ہے۔

مندرجہ بالا تمہیدات کے بعد ان کے محتویات کا تفصیلی بیان ہے اور باب اول میں مسلمان فرقوں کا، باب دوم میں اہل کتاب کے فرقوں کا اور باب سوم میں شبہ کتاب کے فرقوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرے تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

باب اول کا تعلق مسلمان فرقوں سے ہے۔ آغاز باب میں ایمان، اسلام اور احسان کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ بعد ازاں ان اختلافات کا ذکر ہے جو عقائد توحید، عدل، وعد وعید اور سمع وعقل میں مسلماں فرقوں کے مابین ہیں۔ ان اصول کے بیان کے بعد ان مسلمان فرقوں کا ذکر ہے جو ان اصول میں باہم دِگر مختلف الخیال ہیں۔ ایسے فرقے معتزلہ، جبریہ، صفاتیہ، خوارج، مرجۂ، اور شیعہ ہیں۔ ان چھ (۶) فرقوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک علیحدہ فصل مختص کی گئی ہے۔ بعد ازاں ساتویں فصل میں اہل فروع کا بیان ہے یعنی ان اسلامی فرقوں کا ذکر جو اصول بالا میں متفق الخیال ہیں مگر فروعِ مسائل و احکام میں مختلف الطرق ہیں۔ یوں امام شہرستانی نے مسلمانوں کی فرقہ بندی اہل الاصول اور اہل الفروع کے ناموں سے کی ہے۔ ان اہل الاصول کے چھ (۶) فرقوں کے حالات، چھ (۶) مختلف فصول میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان فصول کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ فصل اول میں فرقہ معتزلہ کا بیان ہے۔ شروع میں معتزلہ کے متفق علیہ عقائد کا ذکر ہے۔ اس کے بعد معتزلی متکلمین میں جو باہم دِگر اختلاف رائے ہے اور جو اپنے رئیس کے نام سے علیحدہ فرقے بن گئے ہیں، ان کے افکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف نے ایسے بارہ (۱۲) فرقوں کی نشاندہی کی ہے مثلاً الواصلیہ، الهذیلیہ، النظامیہ، البشریہ، الثمامیہ، الہشامیہ، الجاحظیہ وغیرہ۔

۲۔ فصل دوم میں فرقہ جبریہ کا ذکر ہے۔ یہاں بھی پہلے الجبریہ کا تعارف، ان کے متفق علیہ عقائد و مقالات کی نشاندہی کے بعد ان کے اختلافات اور فرقہ بندیوں کا حال درج کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک ایسے تین (۳) فرقے ہیں۔ ان کے نام ہیں فرقہ الجہمیہ، النجاریہ، اور الضراریہ۔

۳۔ فصل سوم میں فرقہ الصفاتیہ کے عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس فرقے کی نشو ونما اور تاریخی ارتقا کے بعد ان کے تین (۳) فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی الاشاعرہ، الکرّامیّہ، اور المُشبّہہ۔

۴۔ فصل چہارم فرقہ ہائے خوارج کے ذکر سے متعلق ہے۔ شہرستانی نے خوارج کے تاریخی حالات کے اندراج کے بعد ان کے آپس میں اختلافات اور ان کے تحزب کا ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے خارجی فرقے آٹھ (۸) ہیں۔ مصنف نے ان کے بیان میں ان سے وابستہ ان کے ذیلی فرقوں کے نام اور عقائد بھی درج کئے ہیں۔ یوں اصلاً ان کے بڑے فرقوں، المحکمۃ الاولیٰ، النجدات، العاذریہ، العجاردہ وغیرہ کے ساتھ ان کے چودہ (۱۴) ذیلی فرقوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس فصل کے آخر میں خارجیوں کے سرکردہ اہل ادعاء کے نام بھی درج کر دیے ہیں۔ یہ فصل عقائد وافکار کے بیان کے ساتھ تاریخی احوال کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۵۔ فصل پنجم: اس فصل میں فرقہ المرجیہ کا بیان ہے۔ ابتداء میں ''ارجاء'' کے مفہوم کا تعین کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ان کے متفق علیہ عقائد کا ذکر ہے۔ پھر ان کے مختلف فیہ عقائد درج کئے گئے ہیں اور اس اختلاف رائے کی بناء پر ان میں جو فرقے وجود میں آئے ان کی تعداد چھ (۶) ہے۔ یعنی عبیدیہ، غسانیہ، ثوبانیہ، یونسیہ، تومنیہ، اور صالحیہ۔ فصل کے آخر میں رجال مرجیہ کی اسم شماری کی گئی ہے۔

۶۔ فصل ششم میں شیعہ کا ذکر ہے۔ شیعوں کے پانچ (۵) اہم فرقوں یعنی کیسانیہ، زیدیہ، امامیہ، غلاۃ اور اسماعیلیہ کے بیان کے بعد ان فرقوں کے ذیلی گروہوں کا ذکر ہے۔ اخیر میں اس فرقے کے نمایاں افراد کی اسم شماری کی گئی ہے۔ شہرستانی نے فرقہ اسماعیلیہء قدیم کے ساتھ اسماعیلیہء جدید یا گروہ حسن بن صباح اور فرقہ باطنیہ کے افکار بھی بیان کئے ہیں۔ وہ پہلے ملل ونحل کے مصنف ہیں جنہیں اسماعیلیہ کی دعوت جدیدہ کے افکار کا علم ہوا اور انہوں نے فارسی سے بے کم وکاست اس کا عربی میں ترجمہ کر دیا۔ ان سے کوئی سو ۱۰۰ سال بعد صاحبِ دیوان علاء الدین عطاء ملک جوینی (متوفی ۶۸۱ ھ) کو اسماعیلیوں کی بربادی کے بعد اسماعیلی دعوت جدیدہ سے آگاہی ہوئی اور انہوں نے تاریخ جہاں گشای کی جلد سوم میں اس کا تفصیلی ذکر کیا۔ شہرستانی کے بیان کی جوینی کے بیان سے کلی توثیق ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ انہیں دعوتِ جدیدہ سے متعلق یہ اہم دستاویز کہاں سے ہم دست ہوئی۔ ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے فضلاء نے اس اطلاع پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے انہیں اسماعیلی اور ارباب قلعہ (باطنیہ) سے منسلک ہونے کی تہمت سے متہم کیا۔ حالاں کہ اس دستاویز کے عربی ترجمے کے آغاز میں انہوں نے یہ کہہ کر کہ ''لا معاب علی الناقل والموفق من اتبع الحق'' (نقل کرنے والے پر کوئی عیب والزام نہیں ہے اور صاحب توفیق وہی ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق اور سچ بات کے پیروی کرتا ہے) اپنی پوزیشن واضع کردی تھی اور ''دعوت جدیدہ'' کو خلاف حق کہہ کر اس سے برائت کرلی تھی ۔ اسماعیلیہ باطنیہ کے عقائد سے متعلق ان کے مخصوص ارکان اربعہ کا ذکر کتاب الملل والنحل کے امتیازات میں شمار ہوتا ہے ۔

۷ ۔ فصل ہفتم میں اہل الفروع یعنی اہل السنت والجماعت کا بیان ہے ۔ اس فصل میں اجتہاد وتقلید مقلد ومجتہد، ان کے حدود اور مجتہدین کے احکام کا ذکر ہے ۔ اہل الفروع کے دو مشہور گروہوں یعنی اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائ کے نام بھی گنوائے گئے ہیں ۔ یہاں اہل الفروع کے مسائل احکام میں باہمی اختلافات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے مگر ان کے اختلافات فروعی کو ہدایت وضلالت اور حق وباطل سے کوئی علاقہ نہیں اور ''ہر مجتہد مصیب و برسر حق ہے''۔ اس کے ساتھ باب اول اختتام پذیر ہوتا ہے ۔

کتاب کے باب دوم میں اہل الکتاب کے عقائد، تحزب اور فرقہ بندیوں کا ذکر ہے ۔ اہل الکتاب جن کے پاس محقق ومستند کتابیں ہیں، ان کے دو گروہ ہیں ۔ ایک یہود، دوم نصاریٰ ۔ ان میں اصل یہود ہیں، جن کے پاس تورات ہے، جن میں شرائع، احکام، قوانین واصول ہیں ۔ جب کہ نصاریٰ ان کے بعد آتے ہیں کیوں کہ اناجیل میں رموز وامثال اور مواعظ ونصائح ہیں ۔ ان کے ہاں جو شرائع واحکام ہیں وہ تورات میں مذکور ہیں ۔ اس طور سے یہود کو نصاریٰ پر شرف تقدم حاصل ہے ۔ اس باب میں دو (۲) فصلیں ہیں ۔ فصل اول میں یہود کا ذکر ہے ۔ شہرستانی نے یہود کے پانچ (۵) فرقوں کا ذکر کیا ہے ۔ ان کے نام ہیں : العنانیہ، العیسویہ، المقاربہ، الیوذعانیہ اور السامرہ ۔ اس فصل میں یہود کے عقائد اور الأمیّون اور ان کے مابین فرق واختلاف کا نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہے ۔

باب دوم کی دوسری فصل میں نصاریٰ کے عقائد کا ذکر ہے ۔ مصنف نے ان کے تین (۳) فرقوں یعنی الملکائیہ، النسطوریہ اور الیعقوبیہ کے عقائد ومقالات کے مختصر بیان پر اس فصل کو ختم کردیا ہے ۔

کتاب الملل والنحل کے تیسرے باب میں ان مذاہب کا ذکر ہے جن کے پاس الہامی کتب موجود نہیں ۔ مصنف کے خیال میں ان مذاہب کے انبیاء پر جو الہامی کتابیں نازل کی گئی تھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اٹھالیا گیا اور اب دنیا میں ان کا وجود نہیں ہے۔ یوں ان کی حیثیت اہل کتاب سے کم تر ہے۔ ان سے ذمیوں جیسا سلوک کیا جائے گا مگر ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں اور نہ ان کے ذبیحے کا کھانا حلال و جائز ہے جب کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبائح کو کھانا مباح و جائز ہے۔ شبہ اہل کتاب میں دو مذاہب یعنی مجوس اور مانویہ کے نام لئے گئے ہیں۔ چنانچہ فصل اول میں مجوس اور فصل دوم میں الثنویہ (المانویہ) کا ذکر ہے۔

ا۔ فصل اول میں ''مجوس'' کا ذکر ہے۔ مصنف کے خیال میں مجوس ''ملت عظمیٰ'' ہیں۔ یہاں انہوں نے صابئہ اور حنفاء کے مابین مناظرہ کی تفصیل بھی دی ہے۔ اور صابئین کے عقائد کا ابطال کیا ہے۔ مجوس کو وہ ثنویہ یعنی دو خداؤں کا ماننے والا کہتے ہیں جن میں سے ایک نور اور دوسرا ظلمت ہے۔ مجوسی فرقوں میں سے کیومرثیہ، زردانیہ اور زردشتیہ کا ذکر کرنے کے بعد زردشت کے مبادیات سے متعلق مقالہ کو درج کیا گیا ہے۔ اخیر میں زردشتی عقائد کا بیان ہے۔ اس ضمن میں زردشت کے حالات بھی کسی قدر تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں منصف کا جس خطہ سے سکونتی تعلق تھا وہاں مذاہب مجوس، خصوصاً زردشت کے مذاہب سے متعلق وقیع معلومات موجود تھیں۔ چنانچہ انہیں قلم بند کر کے انہوں نے علمی دنیا کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

۲۔ باب سوم کی دوسری فصل میں فرقہ الثنویہ کا ذکر ہے۔ یہ فرقہ بھی دو خداؤں کو مانتا ہے مگر مجوس سے ان کا یہ اختلاف ہے کہ وہ دونوں خداؤں، نور و ظلمت کو ازلی اور قدیم طاقتیں مانتے ہیں جب کہ مجوس نور کو قدیم اور ازلی مانتے ہیں اور ظلمت کو حدوث پذیر اور غیر قدیم سمجھتے ہیں۔ فرقہ الثونیہ کا عقیدہ ہے کہ نور و ظلمت، قدیم ہونے میں مساوی ہیں اور ان میں جوہر، طبیعت، فعل، حیز (مقام)، مکان اور اجناس، ارواح و ابدان میں اختلاف ہے۔ امام شہرستانی نے ثنویہ کے جن فرقوں کا ذکر کیا ہے وہ ہیں المانویہ، المزدکیہ، الدیصانیہ، المرقیونیہ، الکینونیہ، الصیامیہ اور التناسخیہ۔ اس فصل کے آخر میں مصنف نے مشہور آتش کدوں کی اسم شماری کی ہے اور اسی کے ساتھ کتاب اختتام پذیر ہوتی ہے۔ باب سوم کی دونوں فصلوں میں جو معلومات بہم پہونچائی گئی ہیں وہ نہایت بیش بہا ہیں۔

امام شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کے اس اجمالی تعارف کے بعد ہم اس کے تفصیلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعارف کے لئے متن کتاب کے ترجمہ کی قرائت کی درخواست کرتے ہیں اور اپنی اس گفتگو کو کتاب سے متعلق بعض آراء کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

تاج الدین عبد الوہاب سبکی نے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ ''الملل والنحل'' مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے اور ابن حزم ظاہری کی ضخیم کتاب ''الفصل فی الملل والاہواء والنحل'' سے بدرجہا بہتر وعمدہ ہے۔

مگر امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کے خیال میں شہرستانی کی کتاب ''الملل والنحل'' چنداں وقیع نہیں ہے۔ ان کے خیال میں اسلامی فرقوں کے حالات ومقالات انہوں نے ابو منصور البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) کی کتاب ''الفرق بین الفرق'' سے نقل کر دیے ہیں اور چونکہ بغدادی ایک متعصب شخص تھے اس لئے ان سے نقل کئے گئے عقائد ومقالات خالی از شبہ نہیں ہیں۔ اسی طرح شہرستانی نے فلاسفہ کے افکار واذکار کو ابو سلیمان محمد بن طاہر بن بہرام منطقی بغدادی (متوفی ۳۷۵ھ) کی کتاب ''صوان الحکمۃ'' سے نقل کر دیا ہے اور عربوں سے متعلق معلومات ابوعمرو الجاحظ بصری (متوفی ۲۵۵ھ) کی کتاب ''ادیان العرب'' سے منقول ہیں۔ بنابریں امام رازی کے خیال میں شہرستانی کی کتاب ماسوا ان معلومات کے جو حسن بن صباح کے ''فصول چہارگانہ'' سے متعلق ہیں، کسی اہمیت کی مالک نہیں ہے۔ امام رازی کا یہ بیان درست نہیں ہے کیوں کہ ''الفرق بین الفرق'' اور ''الملل والنحل'' کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شہرستانی نے متعدد کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کا ذکر ان کی کتاب میں موجود ہے۔ یوں وہ ''الفرق بین الفرق'' کے ناقل نہیں ہیں۔ رہا یہ امر کہ ''صوان الحکمۃ'' سے فلاسفۃ کے اقوال نقل کر دئے گئے ہیں اس کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ''صوان الحکمۃ'' ناپید ہے۔ بہرکیف شہرستانی کا یہی احسان کیا کم ہے کہ ان کے ذریعہ یہ گمشدہ کتاب جزوی طور پر ہی سہی اہل علم کے مطالعہ کی غرض سے موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شہرستانی نے اپنی کتاب میں اس عہد تک لکھی گئی کتب مناحل وملل سے استفادہ کیا اور باطنیہ کے علاوہ حنفاء وصابئہ سے متعلق ان کی معلومات نادر ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خود امام رازی نے تاریخ عقائد سے متعلق ایک مختصر کتاب بنام ''عقائد مسلمین ومشرکین'' تصنیف کی ہے۔ راقم نے اس کا ترجمہ، ضروری حواشی ومقدمہ کے ساتھ ۱۹۷۵ء میں شائع کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ امام رازی کے بیشتر بیانات کی توضیح وتشریح امام شہرستانی کی کتاب ''الملل و النحل'' کے مشتملات سے کی گئی ہے۔ اور امام رازی کی کتاب کی، شہرستانی کی کتاب کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مترجم نے امام ابومنصور عبدالقاہر بغدادی کی کتاب ''الفرق بین الفرق'' کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ جو ضروری حواشی کے ساتھ منتظر اشاعت ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی اشاعت کب عمل میں آتی ہے۔ بغدادی کی کتاب مناظرانہ انداز میں لکھی گئی ہے اور اپنے مخالفین خصوصاً معتزلہ، مشبہہ، اور باطنیہ (اسماعیلیہ اولیٰ) پر انہوں نے کڑے الفاظ میں تنقید کی ہے۔ اور اپنے مخالفیں کے خلاف تند و تیز جملے استعمال کئے ہیں۔ اس کے برعکس ''الملل والنحل'' میں شہرستانی کا اسلوب علمی، زبان شائستہ اور بیان متوازن ہے۔ انہوں نے بالعموم سنجیدہ علمی لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور بیان واقعہ سے زیادہ کسی جنبہ داری وتعصب کا اظہار نہیں کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ بغدادی اور شہرستانی کی ان تصانیف میں ایک سو سال کا تقدم و تاخر ہے۔ وہ علمی ترقی کا دور تھا، یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ شہرستانی جدید سے منہ موڑ کر ایک سو سالہ معلومات کے بیان کرنے پر قانع ہو سکتے تھے۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ شہرستانی نے دنیائے اسلام کا طویل سفر کیا تھا، بغداد، عراق و حجاز کے کتب خانے ان کی دسترس میں تھے۔ نظامیہ بغداد کے علاوہ نظامیہ نیشاپور کا بے نظیر کتب خانہ ان کے تصرف میں تھا۔ امام مجد الدین ابو القاسم علی کاظمی کے ذخیرۂ کتب کے علاوہ سلطان سنجر سلجوقی (متوفی ۵۵۲ھ) کے کتب خانے بھی ان کے مطالعہ میں تھے۔ ایک وسیع النظر اور کثیر المطالعہ عالم جیسے کہ امام شہرستانی تھے، ان کی علمی جلالتِ شان سے یہ بات بعید تھی کہ وہ صد سالہ قدیم معلومات پر اکتفا کرتے اور باسی طعام، اہل علم کی ضیافت کے لئے پیش کر دیتے۔ بہر کیف علماء و فضلاء کا ہر دور میں ان کی کتاب ''الملل والنحل'' کو تحسین و توثیق کی نظروں سے دیکھنا اور اس کی بیش بہائی کا کھلے دل سے اعتراف کرنا، بے سبب نہ تھا اور آج بھی یہ کتاب اسلامی عقائد و افکار کی تفہیم اور تعلیم کے لئے ایک بنیادی ماخذ اور اہم کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ راقم الحروف نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں ''فاضل اسلامیات'' کے نصاب کی تکمیل کے دوران اس کی سبقاً سبقاً قرائت کی اور اس وقت سے آج تک کہ پچاس (۵۰) سال سے زیادہ ہوا یہ اس کے مطالعہ میں رہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔منہج ترجمۂ اردو :

جیسا کہ عرض کیا گیا، مترجم کو امام شہرستانی کی کتاب الملل والنحل سے زمانہ طالب علمی سے شغف و دلچسپی تھی۔ بعد کے زمانوں میں یہ شوق بڑھتا ہی گیا۔ اسلامی فرقوں کے نشوو ارتقاء کی تاریخ اور ادیان وملل کے حالات سے اس کو دلچسپی بھی اسی کتاب کی بدولت پیدا ہوئی۔ اس موضوع کی کتابوں میں سے امام ابو منصور عبدالقاہر بغدادی کی مشہور کتاب ''الفرق بین الفرق'' امام فخر الدین رازی کی کتاب ''عقائد مسلمین ومشرکین'' اور صاحب دیوان عطاء ملک جوینی کی تاریخی کتاب ''تاریخ جہاں کشای'' جلد سوم سے طالب علمانہ تعلق بھی امام شہرستانی کی کتاب ہی سے پیدا ہوا اور اس نے ان کتابوں کے ترجمے کیے۔ اس دوران برابر یہ خیال ہوتا تھا کہ کتاب الملل والنحل کا ترجمہ بھی اردو میں ہونا چاہیے۔ یہ دیکھ کر کہ اس کتاب کے یورپی زبانوں میں ترجموں کے علاوہ فارسی اور ترکی میں بھی ترجمے ہو چکے ہیں، اس کے ترجمۂ اردو کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ اسلامی زبانوں میں عربی، فارسی اور ترکی کی طرح اردو بھی نہایت وسیع، وقیع زبان ہے اور اس کا بڑا خزانہ کتاب الملل والنحل سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ آخر راقم الحروف نے اس کتاب کے اردو ترجمے پر کمر ہمت باندھ لی اور جب کراچی یونیورسٹی سے وظیفہ یاب ہو گیا تو یک گونہ فرصت بھی ہم دست تھی، اس لئے اب عدیم فرصتی کا بھی کوئی عذر نہ تھا۔ اپنی کم سوادی اور علمی بے بضاعتی کے اعتراف کے باوجود، امام شہرستانی کی کتاب کے ترجمہ کی جرأت کرنا ایسا ہی ہے کہ ایک بڑھیا مصر کے بازار میں اپنے سوت کا ایک گٹھا لے کر یوسفؑ کی خریداری کی نیت سے آئی تھی۔ یقینا معمولی صلاحیت کے باوصف وہ غیر معمولی کام کی انجام دہی کا عزم رکھتی تھی۔ اس ہیچ مدان کو بھی اس پیرزن کی طرح معذور سمجھئے، اور اس ترجمے کو جو ایک طویل علمی ریاضت کا نتیجہ ہے، بنظر اصلاح دیکھئے اور مترجم کی لغزشوں کی نشاندہی سے صرف نظر نہ کیجئے۔ العذرُ عندَ کرامِ الناسِ مقبولُ

الملل والنحل ایک مستند علمی کتاب ہے، اس کے اردو ترجمہ میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس کے اعلیٰ علمی پایہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عقائد کی تفہیم کی غرض سے ترجمہ کرتے وقت بین القوسین ضروری اضافے کئے گئے ہیں۔ اصطلاحات علمی کو قائم رکھا گیا ہے۔ البتہ جہاں ضروری سمجھا گیا وہاں ان کی بین القوسین وضاحت کر دی گئی ہے۔ ترجمہ کی زبان میں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی علمیت کی وجہ سے کسی قدر مشکل اسلوب اپنایا گیا ہے اور ایسا یا تو مترجم کی کم سوادی کے سبب ہوا ہے یا پھر موضوع کتاب کی فخامت کے باعث ایسا کیا گیا ہے۔ مصنف کی علمی جلالتِ شان کے پیشِ نظر اور ان کی غیر جانب داری کے سبب مترجم کی یہ کوشش رہی کہ کتاب اپنے ترجمہ میں اس عظمت سے محروم نہ رہے۔

ترجمہ کے وقت مترجم کے پیش نظر کتاب الملل و النحل کا جو نسخہ رہا ہے، اسے مصری فاضل محمد سید الکیلانی نے ایڈٹ کیا ہے اور مصر ہی کے مشہور طباعتی ادارے ''شرکۃ مطبعۃ و مکتبۃ مصطفیٰ البابی و اولادہ'' نے اسے ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں شائع کیا ہے۔ فاضل موصوف نے مصر، ہندوستان اور یورپ کے مطبوعہ نسخوں اور مصری کتب خانوں میں موجود مخطوطات کی مدد سے ایک نہایت ہی عمدہ نسخہ ترتیب دیا ہے۔ مزید سہولت کی غرض سے موضوع کی رعایت سے ابواب، فصول اور بعض عنوانات قائم کئے ہیں۔ اس ترتیب و تبویب کی وجہ سے متنِ کتاب میں تنظیم و تنسیق پیدا ہوگئی ہے اور مطالب کی تفہیم آسان تر ہوگئی ہے۔ مترجم اردو نے فاضل مشار الیہ کی تبویب و تفصیل کو برقرار رکھا ہے۔ مترجم نے اس مصری ایڈیشن کے علاوہ کتاب کے ایرانی ایڈیشن اور علامہ افضل الدین ترکہ شہید ور ۸۵۰ء کے ترجمہ فارسی سے بھی مراجعت کی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی کی کتاب ''الفصل فی الملل والاھواء والنحل'' کے حاشیہ پر چھپی ہوئی کتاب الملل والنحل شہرستانی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ امام ابو الحسن اشعری، استاد ابو منصور بغدادی و علامہ اسفرائنی کی کتب ''مقالات الاسلامین''، ''الفرق بین الفرق'' اور ''التبصیر فی الدین'' سے بعض مقالات کی تفہیم میں مدد لی گئی ہے۔ یوں فہم و افہام مطالب کی ہر امکانی کوشش کی گئی ہے کتاب کے ہر باب یا فصل پر اصل عربی کے صفحات نمبر درج کر دئے گئے ہیں تا کہ اگر قارئین کرام اصل سے مراجعت کرنا چاہیں تو انہیں کوئی دقت نہ ہو۔ السعی منّی و الا تمام من اللہ۔

❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمات

(از صفحہ ۱۱ آغاز تا صفحہ ۳۹۔ اصل کتاب)

اللہ کے لئے حمد ہے، شکر گزاروں کی جانب سے حمد، اس کے تمام تر محامد کے ساتھ، اس کی تمام تر نعمتوں پر، کثیر، پاکیزہ اور بابرکت حمد، جیسا کہ وہ اس کا اہل و حق دار ہے۔ اور اللہ کا درود ہو (حضرت) محمد مصطفیٰ پر، کہ رسول رحمت ہیں، خاتم النبیین ہیں اور ان کی طیب و طاہر آل پر، ایسا درود جس کی برکت روز جزا تک باقی رہے۔ جیسا کہ (اللہ نے) درود بھیجا (حضرت) ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک اللہ حمید (ستودہ) اور مجید (بزرگ) ہے۔

(حمد و نعت کے) بعد (عرض ہے کہ) چوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اہل عالم کے ارباب دیانات (الہامی مذہب) و ملل (ملت و شریعت) اور اہل اہواء (غیر الہامی مذہب) و نحل (خود ساختہ) کے مقالات (عقائد و افکار) کے مطالعہ اور ان کے مصادر و موارد سے آگہی و واقفیت اور ان کی بیش بہا مشہور معلومات کے حصول کی توفیق عطا فرمائی ہے، اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ ان (معلومات) کو ایک ایسے مختصر (رسالہ) میں جمع کردوں جو مختلف ادیان کے پیروؤں اور مختلف نحل کے ماننے والوں کے تمام (افکار و عقائد) پر مشتمل ہو۔ تاکہ صاحب بصیرت کو اس سے عبرت حاصل ہو اور عبرت پذیروں کو اس سے بصیرت ملے۔

جو مدعا و مطلوب ہے اس پر غور و خوض کرنے سے پہلے پانچ مقدمات کا پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے (جو یہ ہیں):۔

۱۔ مقدمہ اولیٰ: اہل عالم کے اقسام کے مطلق و مجمل بیان میں۔

۲۔ مقدمہ ثانیہ: ایسے قانون کے متعین کرنے میں جس پر اسلامی فرقوں کے تعدد کی بنیاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مقدمہ ثالثہ: مخلوقات میں پہلے شبہ وشک کے وقوع اور اس امر کے بیان میں اور یہ کہ کون اس کا مصدر (آغاز) اور کون اس کا مُظہِر (ظاہر کرنے والا اور آخر) ہے۔

۴۔ مقدمہ رابعہ: ملت اسلامیہ کے پہلے اختلاف (شبہ) کے واقع ہونے اور اس کے انقسام کی کیفیت کے ذکر میں اور یہ کہ کون اس کا مصدر (نقطہ آغاز) اور کون اس کا مظہر (ظاہر کنندہ وآخر) ہے۔

۵۔ مقدمہ خامسہ: اس سبب کے بیان میں جس نے اس کتاب (الملل والنحل) کی ترتیب کو حساب کے طریقہ پر قائم کرنے کو ضروری ٹھہرایا۔

پہلا مقدمہ

اہل عالم کی اجمالی تقسیم

(۱) کچھ لوگوں نے اہل عالم کو سات اقالیم کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے۔ اور ہر اقلیم میں بسنے والوں کو ان اختلاف طبائع اور انفس سے ان کا حصہ دیا ہے جن کا اظہار ان کے رنگوں اور زبانوں سے ہوتا ہے۔

(۲) کچھ دوسروں نے (اہل عالم کو) مشرق، مغرب، جنوب وشمال کی چار سمتوں کے لحاظ سے تقسیم کیا ہے اور ہر علاقہ (کے باشندوں) کے اختلاف طبائع اور تباین شرائع (شریعتوں کے جدا ہونے) کے حق کو پورا پورا ادا کیا ہے۔

(۳) بعض (علماء) نے (اہل عالم کو) امتوں کے اعتبار سے منقسم کیا ہے اور کہا ہے کہ بڑی بڑی امتیں چار ہیں: عرب، عجم، روم اور ہند۔ بعد ازاں ان امتوں (قوموں) میں باہم دگر تعلق اور یکسانیت قائم کی اور کہا کہ عرب وہند اپنے مسلک ومذہب میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور خواص اشیاء کے اثبات، احکام ماہیات وحقائق کے مطابق حکم دنیا اور امور روحانیہ کے استعمال کی جانب ان کا رجحان ومیلان زیادہ ہے۔ (اسی طرح) روم وعجم قریب قریب ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب ومسلک پر (عمل پیرا) ہیں اور طبائع اشیاء کے اثبات، احکامِ کیفیات وکمیات کے مطابق حکم اور امور جسمانیہ کے استعمال کی طرف ان کا میلان ورجحان بیشتر ہے۔

(۴) ایسے علماء بھی ہیں جنہوں نے (اہل عالم کی) آراء ومذاہب کے اعتبار سے تقسیم کی ہے۔ اس کتاب (الملل والنحل) کی تالیف میں ہمارا مقصد ومدعا یہی ہے۔ (اہل عالم) کی صحیح ودرست تقسیم کی رو سے ''اہل الدیانات والملل'' اور ''اہل الاہواء والنحل'' میں منقسم کئے گئے ہیں۔

سوار باب دیانات علی الاطلاق، مجوس، یہود، نصاریٰ اور مسلمین ہیں اور اہل الاہواء والآراء مثلاً فلاسفہ، دہریہ، صابیہ، ستارہ پرست، بت پرست اور براہمہ (برہمن، ویدانت کے ماننے والے) ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کئی کئی فرقے ہیں۔ جہاں تک اہل الاہواء کا تعلق ہے تو ان کے مقالات (افکار وعقائد) عدد معلوم میں منضبط نہیں ہوئے (یعنی ان کے مختلف فرقوں اور عقائد کی تعداد معلوم نہیں ہے)

اہل الدیانات کے مذاہب خبر وارد (مذہبی تذکروں اور اخبار) کے حکم سے (معلوم) فرقوں میں منحصر ہیں۔ سو مجوس کے ستر، یہود کے اکہتر، نصاریٰ کے بہتر اور مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوگئے۔ ان فرقوں میں ناجی (نجات پانے والا) ایک ہی فرقہ ہے۔ کیوں کہ دو متقابل قضایا میں سے حق ایک ہی ہوتا ہے۔ اور تقابل شریعت میں دو متناقض ومتقابل قضیے میں صدق وکذب منقسم ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک برسرِ حق ہوگا جب کہ دوسرا ایسا نہیں ہوگا۔ معقولات میں یہ بات محال ہے کہ دو متخاصم ومتضاد پر یہ حکم لگایا جائے کہ وہ دونوں ہی محق اور صادق ہیں۔ چوں کہ ہر عقلی مسئلہ میں حق ایک ہی ہوتا ہے، یہ واجب وضروری ہے کہ تمام مسائل میں حق ایک ہی فرقہ کے ساتھ ہو اور ہم نے اس بات کو سمع (شریعت) سے بھی جانا ہے۔ اس کے متعلق تنزیل (قرآن) میں اللہ عزوجل نے خبر دی ہے کہ: ''وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِه يَعْدِلُوْنَ'' (الاعراف۔ ۱۸۱)۔ ''اور ہماری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حق بات کی ہدایت اور اس کے مطابق انصاف کرتے ہیں''۔ اسی طرح نبی (کریم) علیہ السلام نے فرمایا: ''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے نجات پانے والا ایک ہی ہوگا اور باقی ہلاک ہوجائیں گے (نجات نہیں پائیں گے)''۔ آپ (ﷺ) سے دریافت کیا گیا کہ کون سا فرقہ نجات پائے گا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ''اہل السنت والجماعت''۔ اب آپ (ﷺ) سے پوچھا گیا کہ ''سنت و جماعت'' کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''وہ (مسلک و روش) جس پر اس وقت میں اور میرے اصحاب (کرام) ہیں (وہی سنت و جماعت ہے)''۔ نیز (رسول اکرم) علیہ السلام نے یہ (بھی) فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ روز قیامت تک حق پر غالب (قائم) رہے گا''۔ یہ بھی (رسول اکرم) ﷺ نے فرمایا:
''میری امت ضلالت و گمراہی پر متفق اور مجتمع نہ ہوگی۔''

دوسرا مقدمہ

ایسے اصول کا تعین جن پر اسلامی فرقوں کے تعدد کا انحصار ہو

جاننا چاہیے کہ اسلامی فرقوں کی تعداد (کے تعین کرنے) میں اصحابِ مقالات (عقائد و افکار اسلامی سے بحث کرنے والوں اور ان پر لکھنے والوں) کے جو انداز اور طریقے ہیں وہ نہ تو کسی ایسے قانون (اصول) پر مبنی ہیں جن کی سند اصل یا نص (شرعی) میں ہو اور نہ وہ ایسے قاعدہ پر استوار ہیں جس کی خبر و آگاہی ہو۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) میں نے (اصحاب مقالات میں سے) ایسے دو مصنف بھی نہ پائے جو (اسلامی) فرقوں کی تعدید میں کسی ایک منہاج اور طریقہ پر متفق ہوں۔

جو بات معلوم ہے اور جس میں کوئی نزاع و اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسرے سے کسی ایک مقالہ (عقیدہ) اور کسی ایک مسئلہ میں علیحدہ رائے رکھتا ہے اس کو صاحب مقالہ (یعنی ایک علیحدہ عقیدہ رکھنے والا) نہیں شمار کیا جا سکتا۔ ورنہ مقالات شمار و حصر کی حد سے بھی زیادہ ہو جائیں گے اور ایسا شخص جو مثلاً جواہر کے احکام کے مسئلہ میں علیحدہ رائے رکھتا ہو، اصحابِ مقالات میں شمار ہوگا (اور ایک الگ فرقہ کا بانی قرار دیا جائے گا، اس بناء پر ان مسائل میں ایک ضابط وضع کرنا ضروری ہے جو اصول و قواعد ہوں اور جن میں اختلاف (آراء) کو ایسا اختلاف سمجھا جائے جو ایک علیحدہ مقالہ ہو اور اس مقالہ کو پیش کرنے والے کو ایک جداگانہ عقیدہ رکھنے والا (صاحب مقالہ) محسوب کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب مقالات میں سے کسی نے اس ضابط کے وضع کرنے کی جانب توجہ نہیں دی بلکہ انہوں نے امت (اسلامیہ) کے مذاہب کو جیسا اتفاق ہوا اور جس طرح انہوں نے اسے پایا کسی قانون اور کسی اصول کی اتباع کئے بغیر مطلقاً بیان کر دیا۔ بناء علیہ میں نے جہاں تک ممکن ہوا کوشش کر کے (اسلامی فرقوں کو) چار قواعد میں محدود کیا کہ یہی بڑے اصول ہیں (اور انہی کی اساس پر اسلامی فرقوں کی تعداد کا تعین ممکن ہے)۔

قاعدہ اول: صفات وتوحید (باری تعالیٰ): یہ چند مسائل پر مشتمل ہیں یعنی ایک جماعت صفات ازلیہ کا اثبات کرتی ہے جبکہ ایک دوسری جماعت اس کی نفی کرتی ہے۔ صفات ذات اور صفات فعل، جو اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے، جائز یا محال ہے۔ ان (مسائل) میں اشعریہ، کرامیہ، مجسمہ، اور معتزلہ کے مابین اختلافات ہیں۔

قاعدۂ دوم: قدر وعدل: یہ (امور) چند مسائل پر مشتمل ہیں۔ یعنی قضاء، قدر، جبر، کسب، خیر وشر، ارادۂ الٰہی، مقدور اور معلوم۔ ایک جماعت (ان کو) ثابت کرتی ہے اور دوسری جماعت ان کی نفی کرتی ہے۔ اور ان مسائل میں قدریہ، نجاریہ، جبریہ، اشعریہ، اور کرامیہ کے مابین اختلافات ہیں۔

قاعدہ سوم: وعد، وعید، اسماء واحکام: ان میں ایمان، توبہ، وعید، ارجاء، تکفیر وتضلیل کے مسائل شامل ہیں۔ ان (مسائل) کا ایک جماعت ایک وجہ اور طریقہ پر اثبات کرتی ہے جبکہ دوسری جماعت ان کی نفی کرتی ہے۔ ان میں مرجئہ، وعیدیہ، معتزلہ، اشعریہ اور کرامیہ کے درمیان اختلافات ہیں۔

قاعدہ چہارم: سمع، عقل، رسالت وامامت: یہ (مباحث) چند مسائل پر مشتمل ہیں یعنی تحسین، تقبیح، صلاح، اصلح، لطف، عصمت نبی، شرائط امامت۔ یہ (امامت) ایک جماعت کے ہاں نص سے ثابت ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک اجماع (امت) سے۔ جو لوگ (امامت میں) نص کے قائل ہیں ان کے مطابق اس کے منتقل ہونے کی کیفیت اور جو لوگ اجماع کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس کے اثبات کی کیفیت۔ شیعہ، خوارج، معتزلہ، کرامیہ اور اشعریہ کے درمیان ان (امور) میں اختلافات ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو اگر آئمہ امت میں سے کسی ایک امام کو ہم نے ان قواعد کے کسی ایک مقالہ میں منفرد (الگ رائے رکھنے والا) پایا تو ہم نے اس کے مقالے کو ایک (علیحدہ) مذہب اور اس کی جماعت کو ایک (علیحدہ) فرقہ شمار کر لیا اور اگر ہم نے کسی ایک (امام) کو کسی ایک مسئلہ میں منفرد پایا تو ہم نے اس کے مقالہ کو ایک علیحدہ مذہب اور اس کی جماعت کو ایک (مستقل) فرقہ نہیں قرار دیا بلکہ ہم نے اسے اس (امام) کے ساتھ منسلک کر دیا جس کا دوسرے مقالہ میں وہ ہم خیال ہے اور ہم نے (اس کے منفرد) مسائل کو فروع کی جانب لوٹا دیا جو کوئی علیحدہ مذہب محسوب نہیں کی جاتیں اور ایسا ہم نے اس لئے کیا تاکہ مقالات لامتناہی اور لا انتہاء نہ ہو جائیں۔ جب وہ مسائل جو اختلاف کے قواعد و اساس ہیں، متعین ہو گئے تو اسلامی فرقوں کے اقسام بھی واضح ہو گئے اور بڑے بڑے (فرقے) چار (فرقوں) میں منحصر اور محدود ہو گئے۔ ہر چند کہ ان میں سے بعض (فرقے) بعض دوسرے (فرقوں) میں (عقائد و افکار کی یکسانی کے سبب) داخل ہو گئے ہیں۔

بڑے بڑے اسلامی فرقے چار ہیں:

(۱) القدریہ (۲) الصفاتیہ (۳) الخوارج (۴) الشیعہ

بعد ازاں (ان فرقوں میں سے) بعض، بعض دوسروں کے ساتھ مل گئے ہیں اور ہر فرقہ سے متعدد اصناف (شاخیں، قسمیں) پھوٹ پڑی ہیں اور یوں ان کی تعداد تہتر فرقوں تک جا پہنچی ہے۔

کتب مقالات کے مصنفین دو طریقوں سے (فرقوں) کی ترتیب قائم کرتے ہیں:-

اول یہ کہ انہوں نے مسائل کو ''اصول'' بنا کر ہر مسئلہ میں ایک ایک گروہ اور ایک ایک فرقہ کے مذاہب کو قلم بند کیا ہے۔

دوم یہ کہ رجال و اصحابِ مقالات کو انہوں نے ''اصول'' قرار دے کر ایک ایک مسئلہ میں ان کے مذاہب کو قلم بند کیا ہے۔

اس مختصر (کتاب الملل و النحل) کی ترتیب اس آخری طریقہ کے مطابق ہے کیونکہ میرے خیال میں اقسام (مذاہب) کو بیان کرنے میں یہ زیادہ باقاعدہ و منضبط (طریقہ) اور حساب کے باب میں زیادہ مناسب و عمدہ ہے۔

میں نے اپنی ذات پر یہ پابندی عائد کر رکھی ہے کہ ہر فرقہ کے مذہب کو ویسا ہی بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں جیسا کہ میں نے اسے ان کی کتابوں میں پایا ہے (اس میں) نہ تو میں ان کی جنبہ داری و حمایت کروں اور نہ ان پر اعتراض کر کے ان کے دلائل کو توڑوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ صحیح کو فاسد سے نمایاں و واضح کردوں اور حق کو باطل سے متعین کردوں۔ ہر چند کہ افہام ذکیہ (ذکی الفہم حضرات) پر دلائل عقلیہ کے مدارج میں لحاتِ حق اور نفحاتِ باطل مخفی و پوشیدہ نہیں رہتے (یعنی وہ لوگ جو سمجھ دار ہیں جب عقلی دلیلوں پر غور کرتے ہیں تو ان کی نگاہ میں حق و باطل کا فرق واضح اور ان کی عقل میں سچ اور جھوٹ کی تمیز از خود پیدا ہو جاتی ہے۔) بہر کیف توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

تیسرا مقدمہ

''مخلوقات میں پہلے اختلاف کے وقوع اور جن سے اس کا آغاز ہوا
اور جن سے اس کا ظہور ہوا، ان کا بیان
(یعنی مخلوقات میں پہلے اختلاف کے وقوع اور اس کا آغاز اور اختتام کرنے والوں کا بیان)

جاننا چاہیے کہ مخلوق میں جو پہلا شبہ (شک، اختلاف) واقع ہوا، وہ ابلیس لعین کا شبہ تھا۔ اس کا صدور (آغاز) نص کے مقابلے میں ابلیس کی خودرائی سے حکم کے معارضہ میں ہوا و ہوس کو اختیار کرنے سے اور جس مادہ سے اس کی تخلیق ہوئی تھی اس کو اس مادہ سے بڑا اور اعلیٰ خیال کرنے سے جس سے (حضرت) آدم علیہ السلام کی تکوین ہوئی یعنی آگ کو طین (گندھی ہوئی مٹی) پر فضیلت دینے سے ہوا۔

(ابلیس کے) اس شبہ (شک و اختلاف و اعتراض) سے سات شبہے پیدا ہوئے، مخلوقات میں رائج ہوئے اور لوگوں کے ذہنوں میں سرایت کر گئے یہاں تک کہ یہ بدعت و ضلالت کے مذہب (کی اساس) بن گئے۔ (ابلیس کے) یہ شبہے چاروں اناجیل یعنی لوقا، مرقس، یوحنا، اور متی کی اناجیل میں مرقوم ہیں، (اسی طرح) یہ تورات میں ابلیس اور فرشتوں کے مابین (حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمؑ کو) سجدہ کرنے کے حکم اور اس کے اس سے انکار کے معاملے کے بعد مناظرہ کی شکل میں متفرق انداز میں مذکور ہیں۔

(ابلیس نے) جیسا کہ اس سے منقول ہے کہا" میں نے یہ تسلیم کیا کہ باری تعالیٰ میرا الٰہ اور میرا خالق ہے، وہ عالم ہے، قادر ہے، اس کی قدرت اور مشیت کے بارے میں کوئی سوال (اعتراض) نہیں کیا جا سکتا، اور وہ جب کسی چیز (کی تخلیق) کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے" کن" (ہو جا) سو وہ ہو جاتی ہے (فیکون)۔ وہ حکیم (حکمت و دانائی والا) ہے۔ مگر اس کی حکمت و دانائی کے حوالے سے چند سوالات ہیں۔" فرشتوں نے کہا" وہ (سوالات) کیا ہیں؟" (ابلیس) ملعون نے کہا وہ سات سوالات ہیں:۔

"اول: مجھے پیدا کرنے سے پہلے (اللہ کو) اس بات کا علم تھا کہ مجھ سے کونسا فعل سرزد ہوگا۔ تو اس نے مجھے پیدا ہی کیوں کیا؟ اور مجھے پیدا کرنے میں اس کی کونسی حکمت تھی؟"

"دوم: جب اس نے مجھے اپنے ارادہ و مشیت کے حسب اقتضاء پیدا کیا تو مجھ پر اپنی معرفت اور اطاعت کی ذمہ داری کیوں عائد کی؟ اور اس ذمہ دار بنانے (مکلف کرنے) میں آخر کونسی حکمت تھی جب کہ کسی اطاعت سے اسے کوئی نفع نہیں پہونچتا اور کسی معصیت سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا۔"

"سوم: چوں کہ (اللہ نے) مجھے پیدا کیا اور مکلف ٹھہرایا، اس لئے میں نے معرفت اور اطاعت کی تکلیف (ذمہ داری) کو لازم پکڑا، (اللہ) کی معرفت حاصل کی اور اس کی اطاعت اختیار کی۔ پھر اس نے مجھے آدم کی اطاعت اور انہیں سجدہ کرنے کا مکلف کیوں کیا؟ اور اس تکلیف (مکلف کرنے) میں خصوصاً اس امر کے بعد کہ اس سے میری معرفت و اطاعت میں کوئی اضافہ نہ ہوا، کونسی حکمت (و مصلحت) تھی۔"

"چہارم: (اللہ نے) مجھے پیدا کیا اور مجھے مطلقاً اطاعت و معرفت کا مکلف ٹھرایا اور (بعد ازاں) اس تکلیف (سجود آدم) کا خصوصاً مکلف قرار دیا۔ میں نے آدم کو سجدہ نہ کیا تو اس نے مجھ پر پھٹکار (لعنت) کیوں کی اور مجھے جنت سے کس لئے نکال دیا؟ آخر اس میں کونسی حکمت تھی حالاں کہ میں نے اس کے سوا کسی برائی کا ارتکاب نہ کیا تھا کہ یہ کہا کہ تیرے سوا کسی کو سجدہ نہ کروں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا (لا اسجدُ الا للکَ)؟"

"پنجم: اس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے مطلقاً وخصوصاً مکلّف کیا سو میں نے اس کی اطاعت نہ کی اس لئے اس نے مجھ پر لعنت کی اور مجھے (جنت سے) بھگا دیا۔ پھر مجھے آدم تک جانے کا راستہ کیوں دکھایا کہ میں دوسری بار جنت میں داخل ہوا اور انہیں اپنے وسوسہ سے گمراہ کیا کہ انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا اور (اللہ نے) میرے ساتھ جنت سے انہیں بھی نکال دیا۔ اس میں کونسی حکمت (ومصلحت) تھی؟ حالانکہ اگر وہ مجھے جنت میں (دوسری مرتبہ) داخل ہونے سے روک دیتا تو آدم آرام سے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہتے۔ (آدم میرے وسوسہ سے محفوظ رہتے اور ہمیشہ جنت میں بنے رہتے۔)"

"ششم: (اللہ نے) مجھے پیدا کیا اور عمومی وخصوصی ذمہ داریوں کا مکلّف و پابند کیا پھر مجھ پر لعنت کی (جنت سے نکال دیا) بعد ازاں (دوبارہ) جنت کی راہ دکھائی (ان وجوہ سے) میرے اور آدم کے درمیاں دشمنی (خصومت) پیدا ہوگئی۔ تو مجھ کو کیوں ان کی اولاد پر مسلط (با اختیار) کر دیا۔ کہ میں انہیں دیکھتا ہوں اور وہ مجھ کو نہیں دیکھ سکتے۔ میرا وسوسہ ان پر اثر انداز ہوتا ہے اور ان لوگوں کی طاقت وقوت، قدرت واستطاعت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آخر اس میں کونسی حکمت ومصلحت تھی؟ حالاں کہ اگر (اللہ نے اولاد آدم کو) اپنی فطرت پر پیدا کیا ہوتا اور انہیں گمراہ نہ ہونے دیا ہوتا تو وہ پاک صاف، حکم کو ماننے والے اور اطاعت کرنے والے کی زندگی گزارتے اور یہ بات ان کے لئے مناسب تر اور حکمت (ومصلحت) کے زیادہ سزاوار ہوتی۔"

"ہفتم: میں نے یہ ساری باتیں تسلیم کیں کہ (اللہ نے) مجھے پیدا کیا، مطلق (آزاد) ومقید (پابند)، پابندیاں (تکلیف) عائد کیں، جب میں نے اس کا حکم نہ مانا، تو مجھ پر لعنت کی اور مجھے (جنت) سے نکال دیا؟ پھر جب (دوبارہ) میں نے جنت میں داخل ہونا چاہا تو مجھے اس کی صلاحیت عطا کی اور مجھے (جنت) کا راستہ دکھایا۔ جب (وہاں) میں نے اپنا کام کر دکھایا (یعنی آدم کو بہکایا) تو مجھے (وہاں سے) نکال دیا۔ پھر مجھے بنی آدم پر مسلط کر دیا۔ سو جب میں نے مہلت مانگی تو اس نے مجھ کو کیوں مہلت دی؟ میں نے کہا: وانظرنی الیٰ یوم یبعثون (الاعراف۔ ۱۴) "(اے اللہ) مجھے (اولاد آدم کو بہکانے اور ورغلانے کی) قیامت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک مہلت دے۔'' (اللہ نے) کہا: فانك من المنظرين الیٰ یوم الوقت المعلوم (الحجر۔ ۳۷،۳۸) ''بے شک تو وقت معلوم یعنی روز قیامت تک مہلت دیئے جانے والوں میں ہے۔'' اس (مہلت عطا کرنے) میں کونسی حکمت تھی؟ جب کہ اگر تو نے مجھ کو اس وقت ہلاک کر دیا ہوتا، تو آدم اور ساری مخلوقات کو میرے (شر) سے نجات و راحت مل جاتی اور دنیا میں کسی طرح کا شر باقی نہ رہتا۔ کیا نظام خیر پر دنیا کی بقا شر کے ساتھ اس کے (غلط ملط) کر دینے سے بہتر نہ تھی؟''

(ابلیس نے فرشتوں سے) کہا کہ اپنے دعویٰ پر ہر مسئلہ میں یہ میری حجت و دلیل ہے۔

انجیل کے شارح کا بیان ہے کہ (ابلیس کے ان شبہات و اعتراضات کو سن کر) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر یہ وحی کی کہ (ابلیس) سے کہہ دو کہ ''تو اپنے اقرار میں کہ میں تیرا معبود اور تمام مخلوقات کا معبود ہوں، نہ تو صادق ہے اور نہ مخلص، کیونکہ اگر تو اس امر کی تصدیق کرتا کہ میں سارے جہاں کا الٰہ (معبود) ہوں، تو مجھ سے حجت کر کے میری حکم عدولی نہ کرتا۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں جو کچھ کرتا ہوں اس پر کوئی سوال (اعتراض) نہیں کیا جاسکتا، جب کہ مخلوقات (اپنے افعال میں) جواب دہ اور مسئول ہیں۔''

یہ جو میں نے بیان کیا، تورات میں مذکور اور انجیل میں اسی طرح مسطور و مرقوم ہے جس طرح کہ میں نے تحریر کیا ہے۔

(شہرستانی کہتے ہیں کہ) میں ایک عرصہ تک غور و فکر کرتا رہا اور (اس غور و فکر کے نتیجے میں) کہتا ہوں کہ یہ بات سب کو معلوم ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں کہ بنی آدم کے دلوں میں جو شبہے پیدا ہوئے وہ سب کے سب شیطان مردود کے گمراہ کرنے سے، اس کے وسوسوں کے باعث اور اس کے شکوک کے سبب وجود میں آئے۔ چونکہ یہ شبہات سات میں محصور و محدود ہیں اس لئے بڑے بدعات و ضلالات انہی ساتوں کی طرف لوٹتے ہیں (یعنی ان بڑے بڑے ضلالات و بدعات کا منبع و مخرج وہی شیطان کے سات شکوک و شبہات ہیں۔) ہر چند کہ ان کی عبارتیں مختلف اور ان کے طرق علیحدہ و جدا ہوں مگر کفر و شرک و ضلالت کے فرقے ان (سات) شبہات سے متجاوز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ (شیطان کے یہ سات شبہات و اعتراضات) طرح طرح کی گمراہیوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں تخم کی طرح ہیں (کہ ساری گمراہیاں انہی سے پیدا ہوتی ہیں) اور یہ ساری (ضلالات) اعتراف کے بعد امر (حکم الٰہی) کے انکار اور نص (حکم شرعی) کے مقابلے میں ہوائے نفس کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے (وجود میں آئی) ہیں۔

سو جن لوگوں نے (حضرات) نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد (مصطفٰی) اللہ کے درود و سلام ان سب پر ہوں، سے جدال کیا (اور ان کی مخالفت کی) ان سب نے اپنے اپنے شبہات کے اظہار میں اسی لعینِ اول (ابلیس) کی روش اختیار کی اور اس کی اتباع کی۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے تکلیف (فرائض و واجبات کی ادائیگی) اٹھ جائے اور اصحاب شرائع و تکالیف کا انکار کیا جائے کیوں کہ (ان منکرین کے) اس قول میں کہ: ''ابشر یهدوننا (التغابن۔ ۶) کیا ایک بشر ہماری ہدایت کرے گا؟'' اور (ابلیس) کے اس قول میں کہ :ااسجد لمن خلقت طيناً (الاسراء۔ ۶۰) کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟'' کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اختلافات کا انقطاع ہو جاتا ہے کہ: وما منع الناس ان یومنوا اذجاء هم الهدیٰ الا ان قالوا ابعث الله بشراً رسولاً (الاسراء۔ ۹۴) اور لوگوں کو ایمان لانے سے، جب ان کے پاس ہدایت آگئی کسی چیز نے نہیں منع کیا مگر یہ کہ انہوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایمان لانے سے وہی بات مانع آئی جو متقدم اول (یعنی ابلیس) نے کہی تھی کہ :''ما منعك الا تسجد اذامرتك قال انا خير منه خلقتنى من نار و خلقته من طين (الاعراف۔ ۱۱)۔ (اللہ نے ابلیس سے کہا) تجھے سجدہ کرنے سے، جب میں نے تجھے حکم دیا، کس چیز نے روکا؟ (ابلیس نے) کہا میں (آدم سے) بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو گندھی ہوئی مٹی سے۔'' اور (ابلیس کی) ذریت کے متاخر (یعنی فرعون) نے وہی بات کہی جو اس متقدم (یعنی ابلیس نے) کہی تھی کہ :''ام انا خير من هذا الذى هو مهين ولا يكاد يبين (الزخرف۔ ۵۲) (فرعون نے کہا) میں اس شخص (حضرت موسیٰ) سے بدرجہا بہتر ہوں جو ذلیل ہے اور بات بھی اچھی طرح نہیں کر سکتا۔'' اسی طرح اگر ہم (ضلالات و بدعات کے مرتکبین) کے متقدمین کے اقوال کا تتبع کریں تو ہم انہیں ان کے متاخرین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اقوال کے مطابق پائیں گے۔ (اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے) : کذالك قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم (البقرہ۔ ۱۱۸) اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا جو ان سے پہلے گزرے ہیں، ان لوگوں کے دل ایک جیسے ہو گئے۔'' (اور نیز یہ فرمایا) : ''فما کانوا لیومنوا بما کذبوا به من قبل (یونس۔ ۷۴) (معجزہ دیکھ کر بھی یہ لوگ) جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے تھے، اس پر ایمان نہ لائے۔'' پس جب لعین اول (ابلیس) نے اس (ذات) پر عقل کو حکم (ثالث) ٹھرایا جس پر اس کو حکم (ثالث) نہیں ٹھرایا جاسکتا تھا، تو اس کے لئے یہ بات لازم ہوگئی کہ مخلوق میں خالق کے حکم کو جاری کرے (یعنی جو چیز خالق کے لئے ضروری ہے وہ مخلوق کے لئے بھی ضروری ہو) یا پھر خالق میں مخلوق کے حکم کو جاری وساری کرے (یعنی جو بات مخلوق کے لئے ضروری ہے وہی خالق کے لئے بھی ضروری ہو)۔ ان میں سے پہلی بات غلو ہے (یعنی مخلوق کو بڑھا کر خالق کے درجے میں لا ڈالنا ہے) اور دوسری بات تقصیر (کوتاہی) ہے۔ (یعنی خالق کو گھٹا کر مخلوق کے برابر کر دینا ہے)۔

یوں (مذکورہ بالا) پہلے شبہ (شک) سے حلولیہ، تناسخیہ، مشبہ اور روافض کے غلاۃ کے مذاہب وجود میں آئے کہ ان لوگوں نے ایک شخص کے حق میں غلو سے کام لیا اور اسے الوہی اوصاف سے متصف کر دیا۔

(مذکورہ بالا) دوسرے شبہ (شک) سے قدریہ، جبریہ اور مجسمہ کے مذاہب نکلے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وصف میں کوتاہی اور کمی سے کام لیا اور اس کو مخلوق کے افراد کی صفات سے متصف کر دیا۔

معتزلہ افعال میں مشبہ (مشبہۃ الافعال) ہیں اور مشبہ صفات میں حلولیہ (حلولیۃ الصفاۃ) ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یک چشم ہے۔ خواہ (دونوں میں سے) کوئی سی بھی آنکھ کانی ہو۔ کیوں کہ جس (فرقہ) نے یہ کہا کہ (اللہ سے) اسی امر (کا صدور) حسن (پسندیدہ) ہے، جس کا ہم (انسانوں) سے حسن (پسندیدہ) ہے۔ اور اس سے اسی فعل (کا سرزد ہونا) قبیح (ناپسندیدہ) ہے۔ جس (کا ظہور) ہم (انسانوں) سے قبیح (ناپسندیدہ) ہے۔ یعنی (جس فعل کا صدور انسانوں سے مستحسن ہے، اللہ سے بھی وہی مستحسن ہے اور جو انسانوں سے غیر مستحسن ہے وہ اللہ سے بھی غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستحسن ہے) اس نے خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا ۔ (اسی طرح) جس کا یہ خیال ہے کہ جن چیزوں سے مخلوق کو متصف کیا جاتا ہے انھیں سے خالق کو بھی متصف کرنا چاہئے ، یا جن صفات سے خالق کو متصف کیا جاتا ہے انھیں سے مخلوق کو بھی متصف کیا جانا چاہیے (یعنی خالق و مخلوق صفات میں مشترک ہیں) تو وہ حق سے ہٹ گیا (اعتزل عن الحق) ۔ قدریہ کا اصول یہ ہے کہ ہر شی میں اس کی علت طلب کی جائے اور یہ لعین اول (ابلیس) کے اصولوں میں سے ہے ۔ کیوں کہ اس نے (اللہ سے) پہلے خلق (اپنے پیدا کئے جانے) کی علت طلب کی ، بعد ازاں مکلّف کرنے کی حکمت دریافت کی اور تیسری دفعہ (حضرت) آدم کو سجدہ کرنے کا پابند (مکلّف) کرنے کے فائدہ کی وجہ پوچھی ۔ (ابلیس کی اس روش سے) خوارج کے مذہب کی نشو نما ہوئی ۔ کیونکہ خوارج کے اس قول میں کہ :''لا حکم الا للہ اللہ کے سوا کسی کے لئے حکم نہیں ہے اور یہ کہ ہم آدمیوں کو حکم (ثالث) نہیں بناتے ۔''اور (ابلیس) کے اس قول میں کہ :''قال لم اکن لا سجد لبشر خلقته من صلصال من حماء مسنون (الحجر ۔ ۳۳) (وہ بولا میں وہ نہیں کہ ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے کالے اور سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا جو سوکھ کر کھنکھن بولنے لگتا ہے ۔'') کوئی فرق نہیں ہے ۔

معتزلہ نے اپنے خیال میں توحید میں غلو سے کام لیا تا آنکہ (باری تعالیٰ سے) صفات کی نفی کر کے وہ تعطیل (صفات کے انکار) تک جا پہنچے ۔ جب کہ مشبہ نے کوتاہی اور تقصیر کو اختیار کیا تا آنکہ خالق کو اجسام کی صفات سے متصف کر دیا اور روافض نے نبوت اور امامت میں غلو کیا یہاں تک کہ وہ حلول تک جا پہنچے اور خوارج نے تقصیر (کمی) کو اپنایا یہاں تک کہ لوگوں کو حکم (ثالث) بنانے تک کی نفی کر دی ۔

جب غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ تمام شبہات لعین اول (ابلیس) کے شبہات سے پیدا ہوئے ۔ یہ (شبہات) اول (ابلیس) سے صادر ہوئے اور آخر میں ان (فرقوں) سے ان کا ظہور ہوا ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے :''ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین (البقرہ ۔ ۱۶۸) اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیوں کہ وہ تم لوگوں کا کھلا دشمن ہے ۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی (کریم) ﷺ نے اس امت کے ہر گمراہ فرقے کو گزشتہ گمراہ قوموں سے تشبیہ دی ہے۔فرمایا: ''قدریہ اس امت (مسلمہ) کے مجوس ہیں۔'' اور فرمایا: مشبہ اس امت (مسلمہ) کے یہود ہیں اور روافض (امت مسلمہ کے) نصاریٰ ہیں۔'' نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجملاً فرمایا: تم لوگ اپنے سے پہلی قوموں کے راستہ پر شانے سے شانے اور قدم سے قدم ملا کر ضرور چلو گے، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسیں تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔''

چوتھا مقدمہ

ملت اسلامیہ میں پہلے شبہ کے وقوع، اس کے انشعاب اور آغاز کا بیان

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ وہ شبہات جو آخری زمانے میں پیدا ہوئے بعینہ ویسے ہی شبہات ہیں جو ابتداء میں واقع ہوئے تھے۔ یہی ہر نبی کے زمانے اور ہر صاحب ملت وشریعت کے دور میں ثابت کرنا ممکن ہے کہ آخری زمانے میں ان کی ''امت کے شبہات'' انہیں شبہات سے پیدا ہوئے جو شروع میں ان کے کافر، ملحد اور بیشتر منافق مخالفین نے اٹھائے تھے۔ اگرچہ گزشتہ اقوام کے متعلق یہ بات کافی مدت گزر جانے کے باعث مخفی ہوگئی ہو مگر اس امت (مسلمہ) کے بارے میں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان میں پیدا ہونے والے شبہات نبی (کریم) علیہ السلام کے زمانے کے منافقین کے شبہات کے سبب وجود میں آئے کہ وہ آپ (ﷺ) کے امر ونہی کے احکام پر خوش نہ تھے اور انہوں نے انھیں قبول نہ کیا اور جن (مسائل) میں عقل وفکر کی گنجائش نہ تھی (منافقین) نے ان میں (دخل اندازی کا) آغاز کیا۔ ان (امور) کے متعلق ان لوگوں نے سوالات کئے اور ان میں غور کیا جن پر غور کرنے اور سوال کرنے سے ان کو روکا گیا تھا۔ انہوں نے ایسے (مسائل) میں باطل کی حمایت میں جدال کیا جن میں جدال جائز نہ تھا۔

ذوالخویصرہ تمیمی سے متعلق روایت پر غور کرو۔ اس نے (رسول اکرم ﷺ سے) کہا: ''اے محمد ﷺ! عدل کرو، کیوں کہ تم نے انصاف نہیں کیا۔'' اس پر (نبی کریم) علیہ الصلوٰۃ والسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: ''اگر میں نے عدل نہیں کیا تو پھر کون کر سکتا ہے؟'' اس (کے جواب میں) اس ملعون نے اس بات کا پھر اعادہ کیا کہ: یہ وہ تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔'' یہ (اعتراض) نبی (کریم) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف صریح خروج (بغاوت) ہے۔ اگر امام برحق کے خلاف اعتراض کرنے والا خارجی (باغی) ہو جاتا ہے تو جو رسول علیہ السلام پر اعتراض کرتا ہے وہ بدرجہ اتم خارجی کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ کیا یہ (اعتراض) عقل کو تحسین و تقبیح (اشیاء) کا (معیار) تسلیم کرنا نہیں ہے؟ اور نص کے مقابل ہوائے (نفس) سے تحکم نہیں ہے؟ اور کیا یہ عقل کے قیاس سے امر (شارع) کو قبول کرنے سے اباء و استکبار نہیں ہے؟ اس لئے نبی (کریم) علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ذوالخویصرہ) کے متعلق فرمایا: ''اس شخص کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جو دین سے ایسے باہر نکل جائے گی جیسے تیر کمان سے باہر نکل جاتا ہے...... الخ''

منافقین کے ایک دوسرے گروہ کے حال پر نظر ڈالو جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر کہا: ''ہل لنا من الامر من شیء (آل عمران ۔ ۱۵۴) کہ ہمارے بس کی کیا بات ہے؟'' اور انہی منافقین کا یہ قول کہ: ''لو کان لنا من الامر شیء ما قتلناھھنا (آل عمران۔ ۱۵۴) ہمارا کچھ بھی بس چلتا ہوتا تو ہم یہاں مارے ہی نہ جاتے۔'' اور ان کا یہ قول کہ: ''لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا (آل عمران ۔ ۱۵۲) اگر وہ لوگ ہمارے پاس ٹھہرے رہتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے۔'' کیا یہ (اقوال) صریحاً قدر نہیں ہیں؟ (اسی طرح) مشرکین کے ایک گروہ کا یہ کہنا کہ ''لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیء (النحل۔ ۳۵) اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی اور چیز کی پرستش نہ کرتے۔'' اور ایک دوسری جماعت کا یہ قول کہ: ''انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ (یٰس ۔ ۴۷) کیا ہم انہیں کھلائیں کہ اگر اللہ انہیں چاہتا تو کھلا سکتا ہے؟'' یہ جبر کی تصریح نہیں ہے تو کیا ہے؟

ایک اور جماعت کے حال پر غور کرو جس نے اللہ کی ذات میں، اس کے جلال میں تفکر کر کے اور اس کے افعال میں تصرف کر کے جدال و نزاع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس (جدال) سے منع فرمایا اور انہیں خوف دلایا۔ ارشاد ہوا: ''ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال (الرعد ۔ ۱۴) اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر اہل زمین میں سے جس پر چاہتا ہے اس کو گرا دیتا ہے اور منکر ایسے ہی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالاں کہ اس کے داؤں ایسے سخت ہیں کہ ان کا توڑ نہیں۔" (منافقین کے) یہ (شبہات) نبی (کریم) علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ حیات میں تھے جب کہ آپ شوکت و قوت اور صحت جسمانی کے ساتھ (لوگوں کے درمیان) موجود تھے۔ منافقین دھوکے سے اسلام ظاہر کرتے تھے مگر بباطن وہ کافر تھے۔ ان کے (اس باطنی) نفاق کا اظہار (آنحضرت ﷺ) کی حرکات وسکنات پر ان کے وقت بے وقت اعتراضات سے بھی ہوتا تھا۔ سو ان کے یہ اعتراضات تخم تھے اور ان سے جو شبہات اٹھے وہ (ان بیجوں سے اگنے والی) کھیتی کے مانند تھے۔ (یعنی منافقین کے اعتراض کی کوکھ سے ان کے شبہات وشکوک اور اختلافات نے جنم لیا)۔

جہاں تک ان اختلافات کا تعلق ہے جو آپ ﷺ کی علالت کے دوران اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم کے مابین واقع ہوئے تو یہ اختلافات اجتہادی تھے اور ان سے (صحابہ کرام) کا مقصد شریعت کے مراسم کا قیام اور مناہج دین کا دوام تھا (یعنی شریعت باقی اور دین جاری وساری رہے)۔

پہلا اختلاف وتنازع جو (نبی اکرم) علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علالت کے دوران میں واقع ہوا وہ (واقعہ قرطاس) ہے جس کو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی سندوں کے ساتھ (حضرت) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب نبی (کریم) ﷺ کی آخری علالت میں شدت آئی تو آپ نے فرمایا: "لاؤ میں تم لوگوں کے لئے ایک تحریر لکھ دوں تا کہ تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔" اس پر (وہاں موجود کسی صاحب نے اور بقول بعض) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ پر درد کا غلبہ اور مرض کی سختی ہے (اس لئے آپ کو زحمت نہ دی جائے) ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔" جب لوگوں کا شور زیادہ ہوا تو نبی (اکرم) ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ یہاں سے اٹھ جاؤ، میرے سامنے شور کرنا مناسب نہیں ہے۔" ابن عباس نے (اس روایت کو بعد کے دنوں میں بیان کرتے وقت کہا): "بہت بڑی مصیبت کہ ہمارے لئے کہ رسول کریم ﷺ کی یہ تحریر نہ لکھی جا سکی۔"

دوسرا اختلاف جو (رسول اکرم علیہ السلام کی آخری) علالت کے دوران پیش آیا (اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تعلق جیش اسامہ کی روانگی سے ہے) آپ (ﷺ) نے فرمایا: ''اسامہ کے لشکر کو روانگی کے لئے تیار کرو۔'' اس پر ایک گروہ نے کہا: ہم پر آپ کے حکم کی بجا آوری لازم ہے اور اسامہ مدینہ سے باہر (روانگی کے قصد سے) نکل چکے تھے۔ مگر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بیماری بہت بڑھ گئی ہے، ہمارا دل ان سے جدا ہونے پر آمادہ نہیں ہے سو ہم یہیں رکے رہیں گے اور آپ ﷺ کی صحت کا انتظار کریں گے۔

میں نے ان دونوں تنازعوں کو اس لئے یہاں بیان کیا ہے کہ کبھی کبھی مخالفین نے انہیں ایسے اختلافات میں شمار کیا ہے جو دین کے امور پر اثر انداز ہوئے۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے اور ان سب کا مقصد یہ تھا کہ دلوں کے اضطراب کی حالت میں آتش فتنہ کو جو انقلاب امور کے وقت بھڑک اٹھی ہے بجھایا جا سکے۔

تیسرا اختلاف (آنحضرت ﷺ کے) وصال کے وقت پیدا ہوا۔ (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے کہا جو یہ کہے گا کہ محمد (ﷺ) مر گئے ہیں میں اس کو اپنی اس تلوار سے قتل کر دونگا۔ بلکہ وہ اس طرح آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے ہیں جیسے کہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تھے۔ (حضرت) ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے کہا: جو محمد کی پرستش کرتا تھا تو اسے جان لینا چاہئے کہ محمد (ﷺ) وفات پا گئے اور جو کوئی محمد (ﷺ) کے الٰہ (معبود) کی پرستش کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بے شک الٰہِ محمد زندہ ہے، نہ مرا ہے اور نہ مرے گا۔ بعد ازاں انہوں نے یہ ارشاد خداوندی پڑھا: ''وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابكم ومن ينقلب علیٰ عقبيه فلن يضر الله شيئاً و سيجزي الله الشاكرين (آل عمران - ۱۴۴) اور محمد اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، سو اگر وہ مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو کیا تم لوگ پیچھے پلٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے پلٹے گا وہ اللہ کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچائے گا (بلکہ اپنے ہی کو نقصان پہنچائے گا) اور اللہ جلد ہی شکر گزاروں کو جزائے خیر دے گا۔'' سب لوگ (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کی جانب رجوع ہو گئے اور ان کی اتباع کی۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا معلوم ہوا کہ میں نے (حضرت) ابو بکر کے پڑھنے سے پہلے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا اختلاف اس (مسئلہ) پر ہوا کہ نبی (کریم) علیہ السلام کو کہاں دفن کیا جائے؟ اہل مکہ نے آپ (ﷺ کے جسد مبارک کو) مکہ واپس لے جانا چاہا کہ وہ آپ ﷺ کی جائے ولادت تھی، آپ کی ذات کو اس سے انس تھا، وہاں آپ ﷺ زیادہ رہے تھے، آپ کے خاندان کا وہی وطن تھا اور وہی آپ کی جائے قیام تھا۔ انصار مدینہ نے آپ ﷺ کو مدینہ میں سپرد خاک کرنا چاہا کیوں کہ وہی آپ کی ہجرت کا مکان اور نصرت و مدد کا مرکز تھا۔ کچھ لوگوں نے آپ کے (جسم اطہر) کو بیت المقدس منتقل کرنا چاہا کیوں کہ وہی انبیاء کا مدفن تھا اور وہیں سے آپ ﷺ آسمان کی طرف معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ بعدازاں (صحابہ نے) آپ کو مدینہ میں دفن کرنے پر اتفاق کیا کیوں کہ (نبی اکرم) علیہ السلام سے یہ مروی ہے کہ: ''انبیاء وہیں دفن کئے جاتے ہیں جہاں انہیں موت آتی ہے۔''

پانچواں اختلاف، امامت (کے مسئلہ) میں ہوا۔ امت (مسلمہ) کے درمیان سب سے بڑا اختلاف یہی امامت کا اختلاف ہے کیوں کہ اسلام میں کسی دین کے رکن (کے سلسلہ) میں امامت (کے مسئلہ) سے زیادہ ہر زمانے میں تلوار نہیں کھینچی گئی۔ صدر اول (ابتدائی زمانہ اسلام) میں اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کے حق میں ایک طرح کی سہولت مہیا کر دی تھی کہ) امامت (کے مسئلہ) پر جہاں مہاجرین و انصار کے مابین اختلاف پیدا ہوا اور انصار نے کہا: ''(اے مہاجرین) ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ ان لوگوں نے اپنے تئیں (حضرت) سعد بن ابی عبادہ انصاری (کی امامت) پر اتفاق کر لیا۔ اسی وقت (حضرت) ابوبکر (صدیق) اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہما) بنو ساعدہ کے سقیفہ (سائبان) میں پہنچے۔ (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان ہے کہ (سقیفہ کے) راستے میں ہی اپنے دل میں ایک کلام مرتب کر رہا تھا (کہ وہاں پہنچ کر اسے لوگوں کے سامنے بیان کروں گا) جب ہم سقیفہ پہنچے تو میں نے وہی بات کہنی چاہی۔ مگر (حضرت) ابوبکر نے مجھے روک دیا اور حمد و ثنا کے بعد وہی بات کہی جو میں اپنے دل میں سوچے ہوئے تھا گویا انہیں اس چھپی ہوئی بات (غیب) کی خبر تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ انصار گفتگو (بات چیت) چھیڑیں میں نے (حضرت ابوبکر کی جانب) اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی پھر (وہاں موجود) تمام لوگوں نے بھی ان کی بیعت کر لی اور فتنہ ختم ہو گیا۔ (حضرت) ابوبکر (صدیق) کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعت اچانک ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو شر سے بچا لیا۔ جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی کی بیعت کر لی تو ان دونوں نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا اس لئے ان دونوں (بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی جائے) کو قتل کر دو اور انصار جو اپنے دعوے سے دست بردار ہو گئے اس کی وجہ نبی (کریم) ﷺ کی حدیث تھی جس کو (حضرت) ابو بکر (صدیق رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا تھا کہ: ''الآئمة من قریش (امام تو قریش میں سے ہوں گے)۔'' یہ بیعت سقیفہ میں ہوئی (اور بیعت خاصہ تھی) پھر جب (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مسجد (نبوی) میں آئے تو لوگ کثرت سے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور بخوشی آپ کی بیعت کر لی۔ صرف بنو ہاشم کا ایک گروہ اور بنو امیہ میں سے ابو سفیان (نے اس سے تخلف کیا) (جہاں تک) امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو آپ نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی تعمیل میں مشغول تھے جو آپ (ﷺ) کی تجہیز و تدفین اور قبر (مبارکہ) کے قریب موجود رہنے کے سلسلہ میں کسی تنازعہ و مخالفت کے بغیر تھا۔

چھٹا اختلاف (باغ) فدک اور نبی (کریم) ﷺ کی میراث کے معاملے میں رونما ہوا۔ (حضرت) فاطمہ نے (فدک وغیرہ کا) دعویٰ کبھی میراث کے طور پر کیا اور کبھی اس بنیاد پر کہ (رسول اللہ ﷺ نے اس کو ہبہ کر کے حضرت فاطمہ کو) اس کا مالک بنا دیا تھا۔ (یہ دعویٰ میراث و ہبہ) نبی (کریم) علیہ السلام کی اس مشہور حدیث سے مسترد ہوا کہ: ''نحن معاشر الانبیاء لا نورث، ما ترکناہ صدقة (یعنی ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ یعنی مسلمانوں پر وقف ہوگا)۔''

ساتواں اختلاف مانعین زکوٰۃ سے قتال (جنگ) کرنے کے متعلق رونما ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم ان (مانعین زکوٰۃ) سے اس طرح قتال نہ کریں گے جیسے کہ کفار سے کیا جاتا ہے۔ بعض دوسروں نے کہا کہ ہم (مانعین زکوٰۃ) سے قتال کریں گے۔ تا آنکہ (حضرت) ابو بکر (صدیق) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (زکوٰۃ میں) دی جانے والی رسی بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے اس پر قتال کروں گا۔ وہ بنفس نفیس قتال کے لئے (مدینہ سے باہر) گئے اور تمام صحابہ کی جماعت نے ان کی اتباع کی۔ اپنے دور خلافت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے (مانعین زکوۃ کی توبہ اور پشیمانی کے بعد) ان کے سبایا (عورتیں اور بچے جو غلام اور باندی بنا لئے گئے تھے) واموال کی واپسی کا حکم دیا۔

آٹھواں اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) نے (حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ عنہ) کو اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین مقرر کیا بعض لوگوں نے کہا: ''آپ نے ہم پر ایسے شخص کو امیر بنایا ہے جو بڑے سخت گیر ہیں۔'' مگر یہ اختلاف (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے اس ارشاد سے ختم ہو گیا کہ: ''اگر مجھ سے میرا رب قیامت کے دن پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے (مسلمانوں) پر جس شخص کو والی (امیر) مقرر کیا وہ ان کے لئے سب سے اچھا تھا۔''

(حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے دور میں دادا کی میراث (میراث الجد)، بھائیوں (کی میراث)، کلالہ (وہ میت جس کا نہ کوئی بیٹا اور نہ باپ زندہ ہو) انگلیوں کے کٹ جانے کے تاوان (عقل الاصابع)، دانتوں کے توڑ دینے کی دیتیں (دیات الاسنان) اور بعض جرائم جن کی سزاؤں سے متعلق کوئی نص نہیں آئی ہے (مثلاً شراب خوار کی سزا) جیسے مسائل میں (صحابہ کے مابین) جزوی اختلافات ہوئے۔ مگر وہ جلد رفع ہو گئے۔ (اس عہد میں) رومیوں سے جنگیں، اہل عجم کے خلاف جہاد اور مسلمانوں کی کثرت فتوحات، اسیران جنگ اور مال غنیمت کی فراوانی جیسے مسائل (صحابہ کرام کو درپیش تھے)۔ تمام مسلمان (حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ کی رائے پر عامل تھے اور انہی کی اتباع کرتے تھے۔ (اس دور میں) اسلام کی دعوت پھیلی، مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، اسلام غالب ہوا، اہل عجم (اسلام کے) مطیع ہو گئے۔

نواں اختلاف، شوریٰ کے معاملہ اور اس سلسلہ میں اختلاف رائے سے (متعلق) ہے۔ تمام (اہل شوریٰ) نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کی متفقہ بیعت (خلافت) کر لی۔ ان کے دور میں امور (حکومت) منظم ہوئے، دعوت (اسلام) جاری رہی اور فتوحات کی کثرت ہوئی، بیت المال (مال وزر سے) پر ہو گیا۔ (حضرت عثمان نے) بہترین طریقہ سے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے ساتھ کھلے ہاتھ سے معاملہ کیا (یعنی لوگوں کے ساتھ نرمی، خوش خلقی اور فیاضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پیش آئے) مگر ان کے اموی قرابت داروں نے انہیں بدنام کیا جس کی وجہ سے ان پر ظلم کیا گیا۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے) زمانے میں اختلافات پیدا ہوئے اور ان پر بعض (نئے واقعات) کے ظہور کی بناء پر لوگوں نے الزامات عائد کئے حالاں کہ (دراصل) یہ الزامات سب کے سب بنوامیہ کے اعمال سے تعلق رکھتے تھے۔

ان (الزامات) میں سے ایک یہ ہے کہ (حضرت عثمان نے) حکم بن (ابی العاص بن) امیہ کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دیدی حالاں کہ انہیں آنحضرت ﷺ نے (مدینہ سے) نکال دیا تھا اور انہیں ''طرید رسول اللہ'' (یعنی اللہ کے رسول کا جلا وطن کیا ہوا) کہا جاتا تھا۔ (حضرت عثمان نے) (حضرات) ابوبکر (صدیق) اور (حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں (حکم کی) سفارش کی تھی لیکن ان (حضرات) نے اسے قبول نہ کیا تھا۔ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے (حکم کو) ان کی یمن کی قیام گاہ سے چالیس فرسنگ مزید دور بھگا دیا تھا۔ (ان الزامات میں سے) یہ بھی ہے کہ (حضرت عثمان نے) (حضرت) ابوذر (غفاری رضی اللہ عنہ) کو (مدینہ سے نکال کر) ربذہ (کے مقام پر) جلاوطن کر دیا۔

(ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ) (حضرت) عثمان نے) مروان بن حکم سے اپنی بیٹی بیاہ دی اور انہیں افریقہ کے مال غنیمت کا خمس جو دو لاکھ دینار تھا، بخش دیا۔

(ان الزامات میں سے) ایک یہ ہے کہ انہوں نے (حضرت) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (رضی اللہ عنہ) کو جو ان کے رضاعی بھائی تھے، پناہ دی، حالاں کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کا خون مباح کر دیا تھا (یہی نہیں) بلکہ انہوں نے (ابن سعد) کو مصر کے صوبہ کا والی (امیر و حاکم) مقرر کر دیا۔

(حضرت عثمان پر یہ الزام بھی ہے کہ) انہوں نے (حضرت) عبداللہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) کو بصرہ کا والی (گورنر) مقرر کر دیا جہاں انہوں نے بہت سی بدعنوانیاں کیں جس کے سبب لوگ ان کے خلاف ہو گئے۔

(حضرت عثمان کے) امراء عسکر تھے، معاویہ بن ابی سفیان گورنر شام، سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ، اور ان کے بعد ولید بن عقبہ اور سعید بن عاص، عامل بصرہ تھے عبداللہ بن عامر اور عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن سعد بن ابی سرح مصر کے گورنر تھے۔ان سبھوں نے انہیں چھوڑ دیا، ان کا ساتھ نہ دیا یہاں تک کہ جوان کے لئے مقدر تھا وہ ہو گیا، وہ اپنے گھر میں مظلوم قتل ہوئے اور ان پر جو مظالم ہوئے اس کے سبب ایسے فتنے اٹھے جو پھر ٹھنڈے نہ ہوئے۔(حضرت عثمان پر جو الزامات لگائے گئے وہ سب بے اصل اور خود ساختہ تھے۔اور ان سے کوئی فرقہ بندی نہیں ہوئی۔فرقہ بندی کا آغاز عہد علوی میں ہوا ان الزامات کی بے اصل کے لئے ابن العربی کی العواصم من القواصم اور شاہ ولی اللہ کی ازالۃ الخفاء دیکھئے)

دسواں اختلاف، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیدا ہوا۔لوگوں نے ان (کی خلافت) پر اتفاق کیا اور ان کی بیعت کی (مگر پھر ان کے مخالف ہو گئے) سب سے پہلے (حضرات) طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) مکہ چلے گئے، پھر (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو یہ لوگ بصرہ لے گئے اور بعد ازاں (حضرت علی سے) جنگ کی۔(حضرت) زبیر کو (جنگ سے واپسی کے وقت دھوکہ سے) ابن جرموز نے قتل کر دیا۔یہ (ابن جرموز) نبی (کریم) ﷺ کے اس ارشاد کی رو سے کہ: ''حضرت صفیہ کے بیٹے (زبیر) کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو'' جہنمی تھا۔(حضرت) طلحہ (رضی اللہ عنہ) کو جنگ سے علحیدگی کے وقت (چھپ کر) کسی نے تیر سے مارا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔رہیں (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا تو انہوں نے جو کچھ کیا وہ دوسروں (کے دباؤ) کے سبب کیا، اور (مدینہ) واپس چلی گئیں۔

بعد ازاں (حضرت علی) اور (حضرت) معاویہ کے مابین مخالفت ہوئی اور جنگ صفین پیش آئی۔اسی طرح خوارج نے (حضرت) علی کی مخالفت کی اور انہیں تحکیم (ثالثی) پر زبردستی آمادہ کیا۔

(حضرت) عمرو بن عاص نے (حضرت) ابو موسیٰ اشعری سے (تحکیم کے موقع پر) غداری کی۔اور یہ اختلاف (حضرت علی کی) وفات تک باقی رہا۔

اسی طرح (حضرت علی) اور شراۃ (خوارج) کے درمیاں جنہوں نے نہروان میں خروج کیا، اختلافات رونما ہوئے۔(یہ اختلافات) زبانی بھی تھے اور ان کے نتیجے میں لڑائیاں بھی ہوئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں متعدد (باغی خوارج) نے بغاوت کی، مثلاً اشعث بن قیس، مسعود بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی وغیرہ۔ (لیکن ان کی بغاوت کا کسی تاریخ سے پتا نہیں چلتا)

(حضرت علی کے) دور میں متعدد غلات (حد سے بڑھ کر مبالغہ کرنے والے) ظاہر ہوئے جنہوں نے ان کے حق میں غلو سے کام لیا۔ مثلاً عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی۔

ان دونوں ہی گروہوں سے بدعت و ضلالت (گمراہی) کا آغاز ہوا۔ اور (حضرت علی کے متعلق) نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی صداقت ثابت ہوگئی کہ: "(علی کے بارے میں) دونوں ہی ہلاک ہو جائیں گے محبّ غالی (غلو سے کام لینے والا دوست) اور مبغض قالی (بغض و عداوت رکھنے والا دشمن)۔"

(امامت کے متعلق) یہ اختلافات دو طرح کے ہیں۔ اول وہ اختلافات جن کا تعلق (مسئلہ) امامت سے ہے۔ دوم وہ (اختلافات) جو اصول سے تعلق رکھتے ہیں پھر امامت کے متعلق اختلافات دو طرح کے ہیں:

اول یہ خیال کہ امامت (امت مسلمہ کے) اتفاق اور اختیار (انتخاب) سے قائم ہوتی ہے۔

دوم یہ عقیدہ کہ امامت (اللہ اور رسول کی جانب سے) نص اور تعیین سے (منعقد) ہوتی ہے۔

جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ امامت (امت مسلمہ) کے اتفاق و اختیار سے (منعقد) ہوتی ہے ان کے ہاں ہر اس شخص کی امامت (درست) ہے جس کے (انتخاب) پر یا تو تمام امت نے یا امت کی ایک معتبر جماعت نے اتفاق کیا ہو۔ (یہ انتخاب یا تو) مطلقاً ہے (اور امام کے خاندان کی کوئی شرط نہیں) یا اس شرط کے ساتھ کہ (امام) قریش کے قبیلے سے ہو جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے یا وہ بنو ہاشم سے ہو جیسا کہ ایک دوسری جماعت کی رائے ہے۔ ان کے علاوہ (امامت کی) متعدد شرائط اور بھی ہیں جن کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ جو لوگ (امامت کے بارے میں) پہلی (شق) کے قائل ہیں ان کے نزدیک (حضرت) معاویہ اور دوسرے اموی خلفاء کی امامت بھی درست ہے۔

خارجیوں نے ہر زمانے میں کسی ایک امام پر اتفاق کیا ہے بشرطیکہ وہ ان کے عقائد پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی رہے اور ان کے معاملات میں عدل کی روش اختیار کرے، بصورت دیگر ان لوگوں نے اس (امام کو) یا تو چھوڑ دیا، یا اسے ہٹا دیا اور زیادہ تر اس کو قتل کر دیا۔

وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ امامت نص سے ثابت ہوتی ہے انہوں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے بعد اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ پر نص کیا (اپنا جانشین مقرر کیا) یہ لوگ کیسانیہ کہلاتے ہیں، ان میں (ابن حنفیہ کے) بعد اختلاف ہوا۔ ایک گروہ نے یہ کہا کہ وہ مرے نہیں ہیں جلد ہی لوٹ آئیں گے اور دنیا کو عدل سے معمور کر دیں گے۔ کچھ دوسروں نے کہا کہ وہ مر گئے اور ان کے بعد امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہو گئی۔ یہ لوگ بھی مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نے کہا کہ امامت ان کی نسل میں یکے بعد دیگرے وصیت کے ساتھ باقی ہے۔ دوسروں نے کہا کہ امامت ان کے خاندان سے باہر منتقل ہو گئی۔ پھر یہ اختلاف پیدا ہوا کہ (غیر خاندان کا وہ شخص جس کو امامت منتقل ہو گئی) کون ہے؟ بعض نے کہا وہ شخص بنان بن اسماعیل نہدی ہے۔ بعض دوسروں کے خیال میں یہ شخص علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ اوروں کے خیال میں یہ شخص غیر، عبداللہ بن حرب کندی ہے۔ ایک اور گروہ نے کہا کہ وہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہے۔ ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ دین نام ہے ایک شخص کی اطاعت کا۔ یہ لوگ تمام احکام شرعیہ کی تاویل ایک شخص معین (کی ذات) پر کرتے ہیں۔ ان کا بیان آگے آتا ہے۔

وہ لوگ جو (حضرت علی کے بعد) محمد بن حنفیہ پر نص کیے جانے کے قائل نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ (حضرت علی کے بعد) امامت کی نص (حضرت) حسن اور (حضرت) حسین رضی اللہ عنہما پر ہوئی۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ (حضرت) حسن اور (حضرت) حسین کے علاوہ کسی اور دو بھائیوں پر نص کرنا جائز نہیں ہے۔ بعد ازاں ان میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے امامت کو (حضرت) حسن کی اولاد میں جاری کیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن (مثنیٰ) کو امام مانا، ان کے بعد یہ لوگ ان کے بیٹے عبداللہ کی امامت کے اور ان کے بعد ان کے بیٹے محمد اور ان کے بعد محمد کے بھائی ابراہیم کی امامت کے قائل ہوئے۔ ان دونوں (بھائیوں محمد اور ابراہیم نے)، (عباسی خلیفہ) المنصور کے زمانے میں (حکومت کے خلاف) خروج کیا اور مارے گئے۔ اس گروہ میں ایسے لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ محمد الامام (مرے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور) دوبارہ واپس آئیں گے۔

ان لوگوں میں ایک جماعت نے (امامت کی) وصیت کو (حضرت) حسین کی اولاد میں جاری کیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن حسین (ملقب بہ) زین العابدین کو امام مانا۔ ان کے بعد ان لوگوں میں اختلاف ہوا، زیدیہ نے کہا کہ (علی بن حسین کے بیٹے) زید امام ہیں۔ (زیدیہ کا) مذہب یہ ہے کہ ہر وہ فاطمی جو عالم، زاہد اور شجاع ہو امامت (کے دعوے سے حکومت وقت کے خلاف) خروج کرے وہ امام واجب الاتباع ہوگا۔ ان لوگوں کے ہاں (حضرت) حسن کی اولاد کی جانب امامت کا لوٹنا جائز ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے (ہر امام کی وفات کے بعد) توقف کیا اور یہ کہا کہ وہ لوٹ کر آئیں گے۔ کچھ دوسروں نے (ایک امام کی موت کے بعد) ہر اس شخص کی امامت کی بات کی جو ان کے زمانے میں (مجوزہ شرائط پوری کرتا تھا) ان لوگوں کے مذاہب کی تفصیل آگے آتی ہے۔ رہے امامیہ تو انہوں نے (علی بن حسین کے بعد) محمد بن علی الباقر کو، اور بعد ازاں جعفر صادق بن محمد الباقر کو امام مانا۔ ان میں ان کے بعد اختلاف رونما ہوا کہ ان کے پانچ بیٹوں محمد، اسماعیل، عبداللہ، موسیٰ، اور علی میں سے کون امام ہے؟ جو لوگ محمد کی امامت کو ماننے والے ہیں وہ عماریہ کہلاتے ہیں، جو لوگ اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں اور اس بات سے کہ وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہو گیا تھا انکار کرتے ہیں مبارکیہ کہلاتے ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ نے (اسماعیل پر) توقف کیا اور کہا کہ وہ واپس آئے گا، دوسروں نے اس کے بعد امامت کو اس کی اولاد میں یکے بعد دیگرے ہمارے زمانے تک جاری کیا، یہ سب اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ ایک گروہ نے عبداللہ افطح کو امام مانا اور چوں کہ وہ لاولد مر گیا تھا اس لئے ان لوگوں نے کہا کہ وہ لوٹ کر دوبارہ آئے گا (اور پھر اس کی امامت کا سلسلہ شروع ہوگا)۔

ان میں سے ایک گروہ نے موسیٰ کو امام مانا اور کہا کہ اس کے والد نے اس پر نص کی تھی اور یہ کہا تھا: ''تمہارا ساتواں (امام) تمہارا قائم ہوگا اور وہ صاحب تورات کا ہم نام ہوگا۔'' ان لوگوں میں پھر اختلاف ہوا، کچھ نے کہا کہ وہی امام ہے اور دوبارہ واپس آئے گا کیوں کہ وہ مرا نہیں ہے۔ کچھ نے اس کی موت کے بارے میں توقف کیا۔ یہ لوگ ممطورہ کہلاتے ہیں۔ بعض دوسروں نے (موسیٰ) کی موت کا اقرار کیا اور اس کے بعد اس کے بیٹے علی بن موسیٰ رضا کو امام مانا۔ یہ لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القطعیہ کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے ہر امام کی موت کے بعد اس کے بیٹوں کی امامت میں اختلاف کیا۔ اثنا عشریہ نے علی الرضا کے بعد اس کے بیٹے محمد، پھر اس کے بیٹے علی، اس کے بعد اس کے بیٹے حسن اور بعد ازاں اس کے بیٹے محمد، القائم، المنتظر کو جو بارھواں ہے، امام مانا۔ اور کہا کہ وہ زندہ ہے، مرا نہیں ہے واپس آئے گا اور دنیا کو جو ظلم و جور سے معمور ہوگی، عدل و انصاف سے پر کردے گا۔ (اثنا عشریہ کے) علاوہ دوسروں نے حسن عسکری کے بعد اس کے بھائی جعفر کو امام مانا پھر اس پر توقف کیا یا محمد کے حال میں شک کا اظہار کیا۔ امامت کے سلسلہ کے اجراء سے متعلق ان لوگوں میں طویل خبط و دور از کار باتیں ہیں۔ یعنی توقف، موت کے بعد رجعت، غیبت، پھر غیبت کے بعد رجعت یہ امامت سے متعلق اختلافات کا اجمالی ذکر ہے، ہر مذہب کے ذکر میں اس کی تفصیل آئے گی۔

رہے ''اصول'' میں اختلافات تو صحابہ (کرام) کے زمانے کے اختتام پر معبد جہنی، غیلان دمشقی اور یونس اسواری کے قدر سے انکار اور خیر و شر کے قدر کی طرف نسبت دینے کی بدعت رونما ہوئی، انہی کی روش واصل بن عطاء الغزال نے اختیار کی۔ وہ (امام) حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کا شاگرد تھا، اس کا شاگرد عمرو بن عبید تھا جس نے (واصل کے بیان کردہ) مسائل قدر پر اضافہ کیا۔ یہ عمرو (اموی خلیفہ) یزید ناقص (متوفی ۱۲۷ھ) کے دور میں اس کے داعیوں (حامیوں) میں تھا۔ بعد ازاں (عباسیوں کے عہد میں) وہ (خلیفہ) المنصور (متوفی ۱۵۸ھ) کا حامی اور اس کی امامت (خلافت) کا قائل ہو گیا۔ المنصور نے (عمرو بن عبید کی) تعریف کی اور اس کے متعلق کہا: ''میں نے لوگوں کے لئے دانے بکھیرے، ان سبھی نے انہیں چگا ماسوائے عمرو بن عبید کے'' (یعنی ہر شخص نے اس کی مالی اعانت قبول کی صرف عمرو بن عبید نے مالی مدد قبول کرنے سے انکار کر دیا)۔

خوارج میں سے (فرقہ) وعیدیہ اور جبریہ میں سے مرجئہ اور قدریہ نے اپنی بدعت کا آغاز (امام) حسن (بصری) کے زمانے میں کیا۔ واصل ان سب سے اور اپنے استاد (امام حسن بصری) سے ''المنزلۃ بین المنزلتین'' کے عقیدہ کی بناء پر الگ ہو گیا سو، اسے اور اس کے ساتھیوں (اصحاب) کو معتزلہ کا نام دے دیا گیا۔ (امام) زید بن علی (متوفی ۱۲۲ھ) واصل کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد تھے اور ''اصول'' (کی تعلیم) انہیں سے حاصل کی تھی ، اس وجہ سے تمام زیدیہ، معتزلی ہو گئے۔ جن لوگوں نے (امام) زید بن علی کا اس بناء پر ساتھ چھوڑ دیا (رَفض) کہ انہوں نے ''اصول'' میں اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر دیا تھا اور تولّی و تبرّیٰ میں (ان لوگوں کے) ہم خیال نہ تھے، وہ کوفہ کے باشندے تھے اور انہیں رافضہ (روافض، رافضی) کے نام سے موسوم کیا گیا (کیوں کہ ان لوگوں نے انہیں کوفہ بلایا، ساتھ دینے کا وعدہ کیا مگر عین وقت پر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور امام زید شہید کر دیے گئے)۔ بعد ازاں جب (عباسی خلیفہ) المامون (متوفی ۲۱۸ھ) کے دور میں (یونانی) فلاسفہ کی کتابیں شائع اور عام ہوئیں اور معتزلی شیوخ (علماء) نے ان (کتابوں) کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کلام کے مناہج (اسالیب وطرق) کو (فلاسفہ کے مناہج اور اصول کے) ساتھ خلط ملط کر کے اسے ایک مستقل اور علیحدہ فن بنا دیا۔ جس کو ''علم کلام'' کا نام دیا گیا (اس کی وجہ تسمیہ) یا اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے جس مسئلہ پر سب سے زیادہ بحث کی وہ ''مسئلہ کلام'' تھا سو پوری نوع کو یہی نام دے دیا۔ (اسکی دوجہ تسمیہ) یہ بھی ہے کہ فلاسفہ کے ہاں ''منطق'' کے نام سے ایک مستقل فن موجود تھا، اس کے مقابلے میں (معتزلہ نے) اس فن کو ''کلام'' کے نام سے موسوم کیا کیوں کہ ''منطق'' اور ''کلام'' دو مترادف اور ہم معنی لفظ ہیں۔

ابو ہذیل علاف (معتزلہ کا) شیخ اکبر تھا۔ اس نے اس مسئلہ میں فلاسفہ (کے خیالات) سے اتفاق کیا کہ: باری تعالیٰ علم سے عالم ہے اور اس کا علم اس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدرت سے قادر ہے اور یہ قدرت اس کی ذات ہے۔ اس شخص نے کلام (باری) اور ارادۂ (باری) اور بندوں کے افعال، قدر کے عقیدہ، آجال (اجل، موت) اور ارزاق (رزق، روزی) کے (مسائل میں) نئی نئی باتیں کہیں اور طرح طرح کی بدعتیں کیں۔ اس کا ذکر اس کے مذہب کے بیان میں آئے گا۔ (ابو ہذیل علاف) اور ہشام بن حکم کے درمیان تشبیہ کے احکام کے بارے میں متعدد مناظرے ہوئے۔ ابو یعقوب شحام اور آدمی، ابو ہذیل کے اصحاب وشاگرد ہیں اور ان تمام (مسائل) میں اس کے ہم خیال ہیں۔

بعد ازاں ابراہیم بن سیار نظام (معتزلی) کا (عباسی خلیفہ) المعتصم (متوفی ۲۲۷ھ) کے عہد میں ظہور ہوا۔ اس نے فلاسفہ کے مذاہب کے اثبات و استقرار میں نہایت درجہ غلو سے کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا اور سلف سے قدر و رفض میں اور اپنے ساتھی (معتزلہ) سے بعض مسائل میں جن کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے علیحدہ مسلک اختیار کیا۔ اس کے تلامذہ میں محمد بن شبیب، ابو شمر، موسیٰ بن عمران، فضل حدثی اور احمد بن خابط ہیں۔ اس کی تمام بدعات میں الاسواری نے اس کی موافقت کی ہے۔ اسی طرح اسکافیہ جو جعفر اسکافی کے پیرو ہیں اور جعفریہ جو جعفر بن مبشر اور جعفر بن حرب کے پیروکار ہیں (نظام کی تمام تر بدعات میں اس کے ہم مسلک ہیں)

اس کے بعد بشر بن معتمر کی بدعت کا ظہور ہوا۔ یعنی اس نے ''تولد'' کا عقیدہ پیش کیا اور اس میں بڑے مبالغہ سے کام لیا۔ فلاسفہ میں سے طبیعین کی طرف اس کا میلان زیادہ رہا۔ (اس نے یہ بدعت بھی کی کہ) یہ عقیدہ اپنایا کہ اللہ تعالیٰ بچوں کو عذاب دینے (تعذیب الاطفال) پر قادر ہے لیکن اگر وہ ایسا کرے تو ظالم ہوگا۔ ایسے ہی چند اور (مسائل) ہیں جن میں یہ اپنے اصحاب سے علیحدہ رائے رکھتا ہے۔

(بشر) کا شاگرد ابو موسیٰ المردار ہے (اسے زہد و تقشف کی وجہ سے) ''راہب معتزلہ'' کہا جاتا ہے۔ اس نے (اپنے استاد سے) یہ علیحدہ رائے قائم کی کہ قرآن کا معجزہ اس کی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے باطل ہے۔ اس کے زمانے میں سلف پر قرآن کو قدیم ماننے کی وجہ سے بڑی سختیاں ہوئیں۔ اس کے شاگرد دونوں جعفر (جعفر بن مبشر اور جعفر بن حرب) ہیں۔ ابو زفر و محمد بن سوید، مردار کے ساتھی (صاحب و شاگرد) ہیں جب کہ ابو جعفر اسکافی و عیسیٰ بن ہیثم، جعفر بن حرب (اشج کے صاحب اور شاگرد) ہیں۔

جن لوگوں نے عقیدہ قدر میں مبالغہ کیا ان میں ہشام بن عمرو الفوطی اور اس کا شاگرد اصم ہیں۔ ان دونوں نے یہ کہہ کر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت) پر قدح کی کہ امامت اسی صورت میں منعقد ہوتی ہے جب کہ تمام افراد امت کا اس پر مکمل اجماع ہو جائے۔ الفوطی اور اصم کا اس (مسئلہ) پر اتفاق ہے کہ اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا انہیں جاننا محال (مستحیل) ہے۔ ان دونوں نے معدوم کو شئی ماننے سے بھی انکار کیا ہے۔

ابو الحسین خیاط اور احمد بن علی شطوی، عیسیٰ صوفی کے پیرو اور شاگرد ہیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے ابو مجالد کی صحبت لازم پکڑی اور اس کے شاگرد ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعبی ابوالحسین خیاط کا شاگرد ہے۔ اس کا مذہب بعینہ (اپنے استاد کا) مذہب ہے۔ مگر معمر بن عباد سلمی، ثمامہ بن اشرس نمیری اور ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ ایک ہی زمانے میں تھے۔ یہ سب رائے اور عقیدہ میں ایک دوسرے کے قریب تھے اور چند مسائل میں اپنے اصحاب سے منفرد و علیحدہ رائے رکھتے تھے۔ ان (مسائل) کو ہم اپنے مقام پر بیان کریں گے۔

متاخرین (معتزلہ) میں ابوعلی الجبائی، اس کے صاحب زادہ ابو ہاشم، قاضی عبدالجبار اور ابوالحسین بصری نے اپنے اصحاب کے اصول وطرق کی تلخیص کی اور ان سے بعض مسائل میں علیحدہ رائے قائم کی۔ ان کا بیان آگے آتا ہے۔

عباسی خلفاء ہارون، مامون، معتصم، واثق اور متوکل کے زمانے میں علم کلام کو فروغ ہوا اور اس کی انتہا صاحب ابن عباد اور دیلمی امراء کے عہد میں ہوئی۔

معتزلہ کے (دور) متوسطین کے (علماء) میں ضرار بن عمرو، حفص الفرد اور حسین النجار ہیں۔ متاخرین میں سے بعض نے چند مسائل میں اپنے شیوخ کی مخالفت کی اور ان کے خلاف رائے قائم کی۔

(معتزلہ میں) (اموی والی خراسان) نصر بن سیار (فزاری) کے زمانے میں جہم بن صفوان کو فروغ ہوا۔ اس نے (مسئلہ) جبر کے متعلق اپنی بدعت (نئے خیالات) کا اظہار ترمذ (کے شہر) میں کیا۔ اس شخص کو بنوامیہ کے آخری دور اقتدار میں سلم بن احوز مازنی نے مرو میں قتل کرادیا۔

معتزلہ اور سلف کے مابین ہر زمانہ میں صفات (باری تعالیٰ) کے بارے میں اختلافات رہے ہیں۔ سلف (صفات کے متعلق) معتزلہ سے جو مناظرے کرتے تھے، ان کی بنیاد کسی علم کلام کے قانون پر نہ تھی بلکہ ایسے اقوال پر تھی جن سے مخالفوں کو بند کردیا جاتا تھا۔ ان (علماء سلف) کو "صفاتیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ سو ان میں سے کچھ باری تعالیٰ کی صفات کا ایسے معانی کے طور پر اثبات کرتے تھے جو (اللہ کی) ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اور کچھ (ان صفات کا) اثبات یوں کرتے تھے کہ انہیں مخلوقات کی صفات کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ یہ تمام لوگ کتاب (قرآن) اور سنت (رسول) کے ظاہری مفاہیم و معانی سے وابستہ اور اس سے تعلق رکھتے تھے۔ عبداللہ بن سعید کلابی، ابوالعباس قلانسی، اور حارث بن اسد محاسبی (سلف میں) سب سے زیادہ متین و مدلل بحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ (آخر آخر) ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری اور ان کے استاد ابوعلی جبائی کے درمیان تحسین و تقبیح کے بعض مسائل میں مناظرہ ہوا۔ اشعری نے اپنے استاد (الجبائی) پر کچھ ایسے اعتراضات کیئے جن سے ان کا جواب بن نہ پڑا۔ (اس سبب سے اشعری) اپنے استاد سے علیحدہ ہو گئے اور گروہ سلف سے جا ملے اور ان کے مذہب کی کلامی قاعدہ پر مدد کی۔ (اشعری کا) یہ مذہب ایک منفرد (علیحدہ و مستقل) مذہب (و مسلک) بن گیا۔ ان کے طریقے اور اصول کو محققین (اشاعرہ) کی ایک جماعت نے مرتب و منظم کیا۔ قاضی ابوبکر باقلانی، استاد ابواسحاق اسفرائینی اور استاد ابوبکر بن فورک ان (اشعری علماء) میں شامل ہیں۔ ان کے مابین کوئی زیادہ اختلاف رائے نہیں ہے۔

(اس زمانے میں) بجستان میں ایک زاہد منش شخص جس کا نام ابوعبداللہ محمد بن کرّام تھا، ظاہر ہوا۔ یہ شخص کم علم تھا، اس نے ہر مذہب (مسلک) سے اس کے رذیل و باطل مسائل کو اخذ کیا اور انہیں ایک کتاب میں ثبت کیا اور غرجہ، غور اور بلاد خراسان کے سواد کے کم فہم باشندوں میں اس (مسلک) کو رواج دیا۔ یوں اس نے لوگوں میں اعتبار و عزت پائی اور (اپنے مزعومات کو) ایک مستقل مذہب بنا دیا۔ (سلطان) محمود بن سبکتگین (متوفی ۴۲۱ھ) نے (کرّام کی) حمایت کی اور ان کرّامیہ کی وجہ سے اصحاب حدیث اور شیعوں پر بڑی مصیبتیں توڑیں۔ کرامیہ کا مذہب، خوارج کے مذہب سے زیادہ قریب ہے یہ (کرّامیہ) مُجَسِّمہ ہیں، اس سے صرف محمد بن ہیصم مستثنیٰ ہے کیوں کہ وہ (اپنے عقائد میں) معتدل ہے۔

پانچواں مقدمہ

''حساب کے طریقہ پر اس کتاب کی ترتیب کے سبب کا بیان اور حساب کے طریقوں کی جانب اشارہ''

چوں کہ حساب کی بناء حصر و اختصار پر ہے اور اس کتاب کی تالیف سے میرا مقصد بھی اختصار کے ساتھ مذاہب کا حصر ہے، اس لئے میں نے ترتیب کے اعتبار سے استیفاء کا طریقہ اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ تقسیم وتبویب کے لحاظ سے اپنے پیش نظر حساب کے مناہج (طریقوں) کو رکھا ہے اور اس علم (حساب) کے طریقوں کی کیفیت اور اس کے اقسام کی کیت کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے تا کہ میرے بارے میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ میں فقیہ و متکلم ہونے کے سبب (حساب) کے اصول و مراسم سے اجنبی و ناواقف ہوں اور اس کے مدارک (فہم، ادراک) اور معالم (علامات، نشانات) سے میرا قلم نا آشنا ہے۔ سو میں نے حساب کے طریقوں میں سے محکم (قوی) اور بہتر طریقہ کو ترجیح دی، اس پر واضح اور مناسب ترین دلائل قائم کئے۔ علم عدد پر اسے مبنی کیا اور واضع اول سے اس ضمن میں مدد طلب کی۔ تو میں کہتا ہوں کہ حساب کے مراتب (درجے) ایک سے شروع ہو کر سات پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ (مراتب) اس سے متجاوز نہیں ہوتے :-

پہلا مرتبہ : صدر حساب ہے اور یہی پہلا موضوع ہے اس پر پہلی تقسیم وارد ہوتی ہے۔ یہ ''فرد'' ہے، ایک اعتبار سے اس کا ''زوج'' نہیں اور ایک اعتبار سے وہ ''جملہ'' ہے جو تقسیم و تفصیل قبول کرتا ہے (یعنی اس کی تقسیم و تفصیل کی جا سکتی ہے)۔ اس حیثیت سے کہ وہ ''فرد'' ہے اس کو کسی ''اخت'' کی ضرورت نہیں جو ''صورت'' اور ''مدۃ'' میں اس کے ''مساوی'' ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ ''جملہ'' ہے اس کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ ''مدہ'' (پھیلاؤ) کی ''صورت'' کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ''طرف'' (کنارے) سے دوسری ''طرف'' (کنارے) تک ہو اور اس کے نیچے (تحت) ''حشو'' (بھرتی) کے طور پر مجملات التفاصیل (تفصیلات کا اجمال)، تقدیر (قدر، اندازہ) وتقریر (اثبات) اور نقل (منتقل ہونا) وتحویل (تبدیلی) کو لکھا جائے اور ''وجوہ مجموع کے کلیات''، الحاق وموضوع کی حکایات (بیانات) اور ان کے نیچے (تحت) بائیں جانب سے واضح طور پر مجموع کے مبالغ (مبلغ) کی کمیات (مقداریں) لکھی جائیں۔

دوسرا مرتبہ: اصل ہے اور اس (مرتبہ) کی شکل محقق و واضح ہے۔ یہ ''مجموع اول'' پر وارد ہونے والی پہلی تقسیم ہے۔ یہ ''زوج'' ہے، ''فرد'' نہیں ہے۔ اسے دو قسموں میں محدود کرنا ضروری ہے۔ اس کی کوئی تیسری تقسیم نہیں ہو سکتی اور (اس مرتبہ میں) ضروری ہے کہ ''مدہ'' (پھیلاؤ، کھینچاؤ) کی ''صورت'' صدر (حساب، پہلا مرتبہ) سے کوتاہ (اقصر) ہو، کیونکہ ''جزء'' ''کل'' سے اقل (کم) ہوتا ہے۔ اس کے نیچے (تحت) ''حشو'' کے طور پر وہ (عدد) لکھا جائے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو "توجیہ" "تنویع" اور "تفصیل" کی قبیل سے مخصوص کر دے۔ اس (عدد) کی ایک "اخت" (بہن، مساوی عدد) بھی ہے جو "مدہ" میں اس کے مساوی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ مقدار میں بھی اس کے مساوی ہو۔

تیسرا مرتبہ : "اصل" ہی ہے اور اس کی شکل بھی محقق ہی ہے۔ یہ دوسری تقسیم ہے جو "موضوع اول و دوم" پر وارد ہوئی۔ اس کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ (پہلی) دونوں قسموں سے کم ہو اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ یہ چاروں اقسام سے زائد ہو۔ اہل صنعت (ماہرین حساب) میں سے جنہوں نے (اس اضافہ کو) جائز قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے اور وہ لوگ علم حساب کے موضوع سے ناواقف ہیں۔ ہم اس کا سبب بیان کریں گے۔ اس (مرتبہ) کی "صورت" اور "مدہ" سے جس سے اصل کا تعلق ہے تھوڑی سی کم (اقصر) ہے اور یہ بھی اسی طرح "حشو" اور بارز اس "مدہ" کے طور پر لکھی جائے گی۔

چوتھا مرتبہ : مطموس ہے اور اس کی شکل "ط" کی ہے۔ اس کا چار سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کا "اقل" (کم تر) پر اقتصار کیا جائے۔ اس کی مدت گزشتہ (مراتب) سے کم (اقصر) ہے۔

پانچواں مرتبہ : صفر ہے۔ اس کی شکل "س" جیسی ہے اور یہ وہاں تک جائز ہے جہاں تک کہ تقسیم اور تبویب کا خاتمہ ہوتا ہے اور گزشتہ (مراتب) سے اس کی "مدۃ" کوتاہ (اقصر، کم) ہے۔

چھٹا مرتبہ : "معوج" ہے اور اس کی "ء" شکل ہے۔ یہ بھی وہاں تک جائز ہے جہاں پر تفصیل کا خاتمہ ہوتا ہے۔

ساتواں مرتبہ : "معقد" ہے۔ اس کی شکل "لا" ہے۔ لیکن یہ ایک طرف (کنارے) سے دوسری طرف (کنارے) تک پھیلتا ہے۔ یہ (مدہ، پھیلاؤ) اس لئے نہیں ہے کہ وہ "صدر حساب" ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسی انتہا (نہایت) ہے جس سے بدایت (آغاز) متشاکل ہوئی ہے۔

یہ حساب کی صورتوں (صور) کی از روئے "نقش" کیفیت اور اس کے ابواب کی اجمالی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیت ہے۔(حساب کے)ابواب میں سے ہر قسم کی ایک ''اخت'' (بہن، یکساں عدد) ہے جو اس کے بالمقابل ہوتا ہے۔(اس طرح)دس کا ایک ''زوج'' (جوڑا) بھی ہوتا ہے جو ''مدہ'' میں اس کے مساوی ہوتا ہے۔اس بات سے کسی حال میں غفلت برتنا جائز نہیں ہے اور حساب (ایک طرح کی) تاریخ وتوجیہ ہے۔

اب میں اس ''صورت'' کی کیت (مقدار) کا ذکر کرتا ہوں۔تمام اقسام کا انحصار سات میں ہے، ''عدد اول'' کیوں ''فرد'' ہوا اور اپنی صورت میں ''زوج'' نہ ہوا؟ ''اصل'' صرف دو قسموں میں محدود کیوں ہوئی اس کی تیسری تقسیم کیوں نہیں ہوسکتی؟ اس ''اصل'' کو صرف چار اقسام میں کیوں محدود کردیا گیا؟ اور آخر کیوں دوسری اقسام حصر (شمار، حد) سے باہر نکل گئیں؟ (ہم ان سب کا ذکر کریں گے)۔

پس میں کہتا ہوں کہ وہ عقلاء جنہوں نے علم حساب وعدد میں کلام کیا ہے۔''واحد'' (ایک) کے متعلق وہ مختلف الخیال ہیں کہ آیا وہ عدد ہے؟ یا پھر وہ عدد کا مبداء (آغاز) ہے اور عدد میں داخل نہیں ہے؟ یہ اختلاف لفظ واحد کے مشترک ہونے کے سبب پیدا ہوا ہے اس لئے ''واحد'' کا لفظ بول کر اس سے وہ چیز مراد لی جاتی ہے جس سے عدد ترکیب پاتا ہے۔کیوں کہ اثنین (دو) کے اس کے سوا کوئی معنی نہیں ہیں کہ ''واحد'' (ایک) کو مکرر (دوبارہ) کہا گیا ہے۔اور یہ پہلی تکرار ہے۔یہی حالت ثلاثہ (تین) اور اربعہ (چار) کی ہے۔(اس طرح واحد) کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جس سے عدد حاصل ہوتے ہیں۔یعنی وہ عدد کی علت ہے، اس میں داخل نہیں ہے اس سے عدد ترکیب نہیں پاتے۔''واحدیۃ'' (واحد ہونا) تمام اعداد کو ملتزم ہے (یعنی واحد ہر عدد میں موجود ہے) لیکن اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس سے عدد ترکیب پاتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ایسا ہے کہ ہر موجود اس کی ''جنس'' یا ''نوع'' سے ہوتا ہے یا اس کا تشخص ایک (واحد) سے ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے ''اِنْسَان وَاحِد'' (ایک آدمی) اور ''شَخْص وَاحِد'' (ایک شخص)۔عدد میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ثلاثہ تین واحد ہے۔اس لئے ''واحدیۃ'' پہلے معنی کی رو سے عدد میں داخل ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے وہ عدد کی علت ہے اور تیسرے معنی کے اعتبار سے وہ عدد کے ساتھ لازم و ملزوم (ملازمۃ للعدد) اور وابستہ ہے۔ان تینوں اقسام میں سے کوئی ایسی قسم نہیں ہے جس کے معنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باری تعالیٰ پر اطلاق کیا جاسکے، سو (اللہ) واحد ہے اور دوسرے احد (ایک، اکائی) کی طرح نہیں، یعنی ان وحدات (اکائیاں) اور کثرت کا اس سے وجود ہوا اور اس پر تقسیم کے وجوہ میں سے کسی وجہ (سبب، بنیاد) سے انقسام ہونا محال ہے۔

علم عدد کے اکثر ماہرین کا یہ خیال ہے کہ ''واحد'' (ایک) عدد میں داخل نہیں ہے۔ سو عدد سے اول وثانی کا صدور ہوا ہے (عدد اول وثانی کا مصدر ہے) اور وہ ''زوج'' اور ''فرد'' میں منقسم ہے۔ ''فرد اول'' (پہلا فرد) تین (کا عدد) ہے اور ''زوج اول'' (پہلا زوج، جوڑا) چار ہے۔ چار سے اوپر جو (عدد) ہے وہ مکرر (اعداد کی تکرار) ہے۔ مثلاً خمسۃ (پانچ) کہ ایک عدد اور ایک فرد سے مرکب ہے اور اس کو ''العدد الدائر'' کہا جاتا ہے اور ستۃ (چھ) دو فردوں سے مل کر بنا ہے اور اس کو ''العدد التام'' کا نام دیا گیا ہے اسی طرح سبعۃ (سات) ایک فرد اور ایک زوج سے مرکب ہے اور اس کو ''العدد الکامل'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ثمانیۃ (آٹھ) دو زوج سے مرکب ہے۔ یہ (اعداد کا) دوسرا آغاز ہے اور (اس کتاب میں) یہ ہمارا مقصد اور موضوع نہیں ہے۔

''صدر حساب'' واحد (ایک) کے مقابلے میں ہے جو عدد کی علت ہے اور (عدد میں) داخل نہیں ہے وہ فرد ہے جس کی کوئی اخت (بہن، ہم جنس، مساوی عدد) نہیں ہے اور چوں کہ عدد کا مصدر (آغاز، نکلنے کی جگہ) اثنین (دو) ہیں اس لئے اس سے محقق (ثابت شدہ، تحقیق کردہ) دو قسموں میں محصور ومحدود ہوگا اور چوں کہ عدد فرد اور زوج میں منقسم ہیں تو اس سے اصل چار میں محصور ومعدود ہوا۔ کیوں کہ فرد اول تین ہے اور زوج اول چار ہے یہ (عدد کی) نہایت (انتہا وخاتمہ) ہے۔ ان کے علاوہ جو اعداد ہیں وہ انہی سے مرکب ہیں اس بناء پر عدد میں کلی بسائط عامہ ایک، دو، تین، اور چار اور یہی (بسائط عامہ کا) کمال ہے جو (اعداد) ان سے زائد ہیں وہ سب مرکبات ہیں (اور انہی عددوں سے مل کر بنے ہیں)۔ ان کا کوئی حصر وشمار نہیں۔ اسی لئے آخری ابواب کسی معلوم عدد میں محدود نہیں ہیں بلکہ وہاں تک وسیع اور پھیلے ہوئے ہیں جہاں خود حساب جا کر متناہی (ختم) ہو جاتا ہے۔ معدود پر عدد کی ترکیب اور مرکب پر بسیط کے اندازہ لگانے کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ ایک دوسرا علم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ مقدمات

جب (پانچوں) مقدمات مکمل تقریر وعمدہ تحریر پر ختم ہو چکے تو اب ہم (حضرت) آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے زمانے تک کے اہل عالم کے افکار وعقائد کے تذکرہ کا آغاز کریں گے (اور کوشش کریں گے کہ) کسی مذہب کا بیان (سپرد قلم ہونے سے) نہ رہ جائے۔

ہم ہر باب اور ہر قسم کے بیان میں قابل ذکر امور کو تحریر کریں گے۔ تا آنکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس لفظ کو اس باب میں کیوں رکھا گیا ہے اور ہم جس فرقے کا ذکر کریں گے اس کے نیچے ان (مسائل) کو لکھیں گے جو مذہب اور اعتقاد کی رو سے اس کے تمام اصناف میں عام ہوں گے اور ہر صنف (قسم) کے تحت ایسے (مسائل) کو تحریر کریں گے جو اس کے اپنے مخصوص اور ایسے (مسائل) ہوں گے جن میں وہ اپنے اصحاب سے منفرد اور الگ رائے رکھتے ہوں گے۔

ہم اسلامی فرقوں میں پورے کے پورے تہتر فرقوں کے اقسام کو بیان کریں گے اور ان فرقوں کے ذکر میں جو ملت حنفی (اسلامی) سے خارج ہیں ان کے ایسے (اقسام کے) بیان پر اکتفا کریں گے جو "اصل" اور "قاعدہ" کی رو سے زیادہ مشہور اور معروف ہوں گے۔ جسے مقدم کرنا زیادہ مناسب ہوگا اس کو پہلے بیان کریں گے اور جو تاخیر کے لائق ہوگا اس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

علم حساب کا تقاضہ ہے کہ "خطوط" (علامات ونشانات) میں سے جو محدود ہیں ان کو ان کے مقابل (سامنے) تحریر کیا جائے جو "حشو" کے طور پر لکھے جاتے ہیں اور علم انشاء کی شرط یہ ہے کہ حواشی کو رسوم معہود (مقررہ طریقہ) پر یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ میں نے (اپنی کتاب میں) دونوں ہی فنوں کے تقاضوں اور شرطوں کو ملحوظ ومرعی رکھا ہے۔ ابواب کو حساب کی شرط پر پھیلایا ہے اور حواشی کو فن انشاء کے اسلوب (کی پیروی) میں ترک کر دیا ہے، میں اللہ سے مدد کا طالب ہوں، اسی پر اعتماد کرتا ہوں۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل (نگران) ہے۔

❁❁❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاهب اهل عالم

ارباب دیانات وملل اور اہل اہواء ونحل (کا بیان)

اسلامی فرقوں اور ان کے علاوہ دوسرے (مذاہب کے) ماننے والوں میں ایسے (فرقے، لوگ) ہیں جن کے پاس ایک حقیقی نازل شدہ کتاب موجود ہے جیسے یہود ونصاریٰ اور کچھ (فرقے) ایسے ہیں جن کے پاس ''شبہ کتاب'' ہے مثلاً مجوس اور مانوی۔ وہ (فرقے) جن کے پاس حدود (سزائیں) اور احکام تو ہیں مگر کوئی کتاب نہیں ہے مثلاً ''فلاسفہ اولیٰ'' دہریہ، ستارہ پرست، بت پرست، اور براہمہ (برہمن)، ہم ان (سب) کے ارباب (بانیان مذاہب) اور اصحاب (تلامذہ) کا تذکرہ کریں گے اور ان میں سے ہر گروہ کی کتابوں سے ان کے مآخذ ومصادر کو ان کی اصطلاحات کے مطابق اور ان کے مناہج (طریقوں) سے آگہی اور ان کے مبادی وعواقب (اختتام، انجام) کی سخت چھان پھٹک کے بعد (اپنی کتاب میں) نقل کریں گے۔

بعد ازاں نفی اور اثبات کے درمیان گردش کرنے والی (دائر) صحیح تقسیم دراصل ہمارا یہ قول ہے کہ: اہل عالم مذہب کے اعتبار سے منقسم ہیں اہل الدیانات میں اور اہل الاہوا میں''۔ کیوں کہ جب انسان کسی بات کا اعتقاد رکھتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے تو یا تو اس میں اپنے سوا کسی اور سے اس نے استفادہ کیا ہوگا یا پھر وہ اپنی ذاتی رائے پر قائم ہوگا۔ جو اپنے سوا کسی اور سے (مذہب کے متعلق) استفادہ کرتا ہے وہ مسلم اور مطیع ہے۔ دین نام ہے اطاعت کا۔ اور مسلم مطیع ہی متدین (ایک دین پر قائم) ہے اور جو اپنی رائے ہی کو سب کچھ سمجھ کر اس پر جما ہوا ہوگا وہ محدث ومبتدع (نئی بات پیدا کرنے والا) ہوگا۔ نبی (اکرم) علیہ السلام سے مروی ہے کہ: ''جس نے مشورہ پر عمل کیا وہ کبھی شقی (بد بخت) نہ ہوگا اور جس نے خود رائی سے کام لیا وہ کبھی سعید (نیک بخت) نہ ہوگا'' وہ شخص جو اپنے علاوہ کسی اور سے استفادہ کرتا ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اتفاقیہ کسی مذہب کو پالیتا ہے اور اس کا پیرو (مقلد) ہو جاتا ہے۔ وہ یوں کہ اس کے والدین یا اس کے معلم کسی باطل اعتقاد کے پیرو ہوتے ہیں اور وہ شخص اس کے حق و باطل ہونے کے متعلق اور اس بارے میں درست وغلط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کو پرکھے بغیر اسے اپنا لیتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسا شخص مستفید (استفادہ کرنے والا) نہیں ہوتا کیوں کہ اس نے کوئی فائدہ اور علم حاصل نہیں کیا اور نہ اس نے کسی بصیرت اور یقین کی بناء پر استاد کی اتباع کی (اللہ فرماتا ہے): ''الا من شهد بالحق و هم يعلمون (الزخرف۔ ۸۵) مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ لوگ صاحبان علم ہیں۔'' یہ (ہدایت کی) شرط عظیم ہے، پس عبرت حاصل کرو۔

اسی طرح کبھی کبھی اپنی رائے پر عمل کرنے والا شخص (المستبد برأیہ) مقامِ استنباط اور اس کی کیفیت کو جان کر اور اسکا علم حاصل کر کے (عقائد وافکار کا) استنباط کرتا ہے، اس صورت میں وہ واقعی و حقیقی مستبد نہیں ہوتا کیوں کہ اس نے اس فائدہ کی قوت کے ذریعہ علم حاصل کیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): ''لعلمه الذين يستنبطونه منهم (النساء۔ ۸۲) اسے وہ لوگ جانتے ہیں جو ان لوگوں سے استنباط (اخذ مسائل) کرتے ہیں''۔ یہ رکن عظیم ہے، اس سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

وہ لوگ جو مطلقاً اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں (مستبدون بالبرائی مطلقا) وہ نبوت کے انکاری ہیں مثلاً فلاسفہ، صابئہ، اور براہمہ۔ یہ لوگ شرائع (شریعت) اور احکام امری کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے عقلی حدود وضع کر رکھی ہیں جن کی بنیاد پر ان کے لئے زندگی گزارنا ممکن ہوا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے سوا کسی اور سے استفادہ کرتے ہیں (مستفیدون) وہ نبوتوں کے قائل ہیں۔

اور جو لوگ احکام شرعیہ کے قائل ہیں وہ حدود عقلیہ کے بھی قائل ہیں مگر اس کا الٹ درست نہیں (یعنی جو لوگ حدود عقلیہ کے قائل ہیں وہ احکام شرعیہ کے قائل نہیں ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب دیانات و ملل

اہل اسلام، اہل کتاب اور اہل شبہ کتاب (کا بیان)

میں یہاں دین، ملت، شریعت، منہاج، اسلام، حنیفیہ، سنت اور جماعت کے معنی پر کلام کروں گا۔ کیوں کہ یہ ایسی اصطلاحات (عبارات) ہیں جو تنزیل (قرآن) میں مذکور ہیں۔ ان (الفاظ) میں سے ہر ایک کے ایک مخصوص معنی اور ایک ایسی حقیقت ہے جو لغت و اصطلاحات کی رو سے اس کے موافق و ہم آہنگ ہے۔ ہم نے دین کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ وہ طاعت و انقیاد (حکم برداری) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران - ۱۸) بے شک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔" کبھی کبھی (دین کا لفظ) جزاء (بدلہ) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے "کما تدین تدان" یعنی جیسا کرو گے ویسا بدلہ پاؤ گے اور بعض اوقات اس سے روز قیامت کا حساب مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ذالک الدین القیم (التوبۃ۔ ۳۵) اور یہی سیدھا راستہ ہے۔" جو "متدین" مسلم مطیع اور جزاء اور روز قیامت کا اقرار کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" و رضیت لکم الاسلام دیناً (المائدۃ۔ ۴) اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند فرمایا۔"

چوں کہ نوع انسانی اپنی معیشت کے انصرام اور اپنے معاد (آخرت) کی تیاری میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے اور اس مل جل کر رہنے (اجتماع) کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ ایسی صورت میں ہو جس سے تمانع اور تعاون حاصل ہو۔ یعنی تمانع سے وہ اپنی صلاحیت کے مطابق اپنا تحفظ کر سکے اور جو اسے ملا ہوا ہے اسے محفوظ رکھ سکے۔ جب کہ تعاون کے ذریعہ وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکے جو اسے نہیں ملی ہیں۔ اجتماع (آپس میں مل بیٹھنے) کے اس طرز کو "ملت" کہتے ہیں۔ وہ خاص طریقہ جس کے ذریعہ آدمی اس ہیت اجتماعی (ملت) تک پہنچ سکے "منہاج" "شرعہ" اور "سنت" کہلاتا ہے۔ اس "سنت" پر اتفاق کرنے کو "جماعت" کہا جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لکل جعلنا منکم شرعة و منها جاً(المائدہ۔ ۴۷) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شرعہ (طریقہ) اور ایک منہاج (راستہ، روش) کو مقرر کر دیا"۔

کسی "ملت" کی وضع اور کسی "شریعت" کے آغاز کا کسی ایسے واضع و شریعت دہندہ کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا جو اللہ کے ہاں سے ایسی نشانیوں (آیات) کے ساتھ مخصوص نہ ہو جو اس کی سچائی پر دلالت کرتی ہوں۔ یہ نشانیاں (آیات الٰہی) (اس نبی کے) اپنے دعویٰ میں شامل ہوتی ہیں (وہ دعویٰ اپنی دلیل بھی ہوتا ہے اور آیات الٰہی اس دعویٰ کے ضمن میں ہی موجود ہوتی ہیں) کبھی کبھی (وہ آیات الٰہی) اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور بعض اوقات (وہ آیات الٰہیؐ) دعویٰ (نبوت) سے متاخر ہوتی ہیں (اس کے بعد آتی ہیں)۔

بعد ازاں یہ جان لینا چاہئے کہ (حضرت) ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ملت ہی "ملت کبریٰ" ہے اور یہی وہ "حنیفیۃ" ہے جو "صبوۃ" (حق سے پھر جانا، سیدھے راستے سے بھٹک جانا، سچ سے منہ موڑ لینا) کی ضد ہے اور اس سے اس کا تقابل تضاد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم (اپنے مقام پر) اس کی کیفیت بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ملة ابیکم ابراهیم (الحج۔ ۷۸) تمہارے پدر بزرگوار ابراہیم کی ملت"۔

شریعت کا آغاز (حضرت) نوح علیہ السلام سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً(الشوریٰ۔ ۱۳) اے لوگو! اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس پر چلنے کا اس نے نوح کو حکم دیا"۔ "حدود" و "احکام" کی ابتداء (حضرت) آدم، (حضرت) شیث اور (حضرت) ادریس علیہم السلام سے ہوئی۔ "شرائع" (شریعتیں)، "ملل" (ملتیں) "مناہج" (طریقے) اور "سنن" (سنتیں) مکمل، احسن و اجمل طور سے (حضرت) محمد (مصطفیٰ) علیہ السلام پر اختتام پذیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً(المائدہ۔ ۲۔) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے ایک دین کے بطور پسند فرمایا"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یہ بھی) کہا گیا ہے کہ: (حضرت) آدم کو "اسماء" کے (علیہ ؑ) کے ساتھ مخصوص کیا گیا، (حضرت) نوح کو ان اسماء کے معانی (کا علم دے کر) مخصوص کیا گیا، (حضرت) ابراہیم کو یہ خصوصیت بخشی گئی کہ وہ ان دونوں (اسماء و معانی اسماء) کے جامع تھے، (حضرت) موسیٰ کو تنزیل (نزول کتاب و وحی) کے ساتھ خاص کیا گیا، (حضرت) عیسیٰ کو تاویل (تنزیل کے معانی و مفاہیم کی تشریح و توضیح و تاویل) کے ساتھ مخصوص کیا گیا اور (حضرت محمد) مصطفیٰ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کو یہ خصوصیت دی گئی کہ وہ ان دونوں (تنزیل و تاویل) کو (حضرت) ابراہیم کی ملت پر جمع کر دیں۔

(یہ ضروری ہے کہ) ان انبیاء میں سے ہر ایک شریعت گزشتہ اور سنن ماضیہ کی تصدیق کرنے والا ہو تا کہ وہ امر کو خلق پر مقدر اور دین کو فطرت انسانی کے مطابق منظم کر سکے۔ یہ نبوت کی خصوصیت ہے اس میں انبیاء کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو اپنی خلق کے نمونے پر قائم کیا ہے تا کہ اپنی خلق سے اپنے دین پر اور اپنے دین سے اپنی خلق پر استدلال کرے اور لوگوں کی رہنمائی کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

(از صفحہ ۴۰ تا ۴۳ ۔ اصل کتاب)

المسلمون

(اہل اسلام)

(۱) ہم اسلام کے معنی بیان کر چکے ہیں ۔ یہاں ہم اس کے، ایمان کے اور احسان کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں ۔ ہم اس مشہور حدیث سے جس کی رو سے جبرئیل علیہ السلام ایک بدو کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت (اقدس) میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے زانوئے مبارک سے زانو ملا کر بیٹھے۔ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ مبداء کیا ہے، وسط کیا ہے اور کمال کیا ہے؟

"(جبرئیل نے) کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ (ما الاسلام ؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اس کے رسول ہیں اور یہ کہ صلوۃ قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم میں وہاں تک جانے کی استطاعت ہو تو (بیت اللہ) کا حج کرو ۔ (جبرئیل نے) کہا: آپ نے سچ فرمایا پھر (جبرئیل نے) پوچھا: ایمان کیا ہے؟ (ما الایمان ؟) (نبی) علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر (یوم آخر) پر ایمان لاؤ اور اس پر ایمان لاؤ کہ تقدیر اچھی یا بری (اللہ ہی کی طرف سے ہے) (جبرئیل نے) کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر (جبرئیل نے) پوچھا : احسان کیا ہے؟ (ماالاحسان ؟) (نبی اکرم) علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اللہ کی یوں عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے ۔ (جبرئیل نے) کہا: آپ نے سچ ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں (جبرئیل نے) پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ (متیٰ الساعۃ؟)۔ (نبی) علیہ السلام نے فرمایا: (اس بات کو جس سے دریافت کیا گیا ہے (المسئول عنھا) وہ اسے دریافت کرنے والے (السائل) سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ تب نبی (کریم) ﷺ نے (صحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرامؓ سے) فرمایا: یہ جبرئیل تھے جو تم لوگوں کو تمہارے دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔''

(رسول اکرم ﷺ نے) یوں اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کیا ہے۔ اسلام (کے لفظ) سے کبھی کبھی ظاہری اطاعت پذیری (بظاہر منقاد ہونا) مراد ہوتی ہے اور اس میں مومن و منافق دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قالت الاعراب آمنا، قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا (الحجرات۔ ۱۳) بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے یعنی ظاہری انقیاد و اطاعت قبول کر لی۔'' سو تنزیل (قرآن) نے (ایمان اور اسلام کے) درمیان فرق کر دیا۔

چوں کہ تسلیم (سپردگی، اطاعت) اور انقیاد (فرماں برداری) ظاہری کے معنوں میں (لفظ) اسلام وجہ اشتراک ہے (مومن و منافق کے مابین) اس لئے وہ ''المبداء'' ہے۔ بعد ازاں جب (اسلام) کے ساتھ اخلاص ہو کہ آدمی اللہ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخر کی تصدیق کرے اور اس بات کا اقرار کرے کہ تقدیر خیر و شر اس معنی میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے کہ آدمی کو جو ملا ایسا ممکن نہ تھا کہ وہ اسے نہ ملتا اور اسے جو نہ ملا وہ اس کو نہ مل سکتا تھا۔ تو ایسا شخص سچا ایمان والا (مومن حق) ہوگا۔ پھر جب اسلام اور تصدیق (ایمان) آدمی میں جمع ہو جائیں اور مجاہدہ۔ مشاہدہ سے مقترن ہو جائے (یعنی عبادت و ریاضت سے جلوہ ہائے خداوندی اس پر عیاں ہو جائیں) اور اس کا غیب، شہود ہو جائے تو یہ (درجہ) کمال ہے۔ سو اسلام ''مبداء'' ہوا، ایمان ''وسط'' ٹھہرا اور احسان ''کمال'' قرار پایا۔ اس (توجیہ) کی بناء پر لفظ مسلمین ناجی (نجات پانے والا) اور ہالک (ہلاک ہو جانے والا، نجات نہ پانے والا) دونوں ہی کو شامل ہے۔ (اس توجیہ سے اس پہلے باب میں جن مسلمان فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ناجی بھی ہیں اور ہلاک ہو جانے والے اور نجات نہ پانے والے بھی۔)

کبھی کبھی اسلام کے متصل (مقارن) احسان کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه (البقرۃ۔ ۱۱۲) جو اللہ کے آگے جھک گیا اور وہ نیکوکار ہے تو اس کے رب کے ہاں اس کا اجر ہے''۔ اس (معنی) پر اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات بھی محمول کیے گئے ہیں: ''ورضيت لكم الاسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیناً (المائدہ۔ ۴) اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند فرمایا۔'' اور: '' ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران۔ ۱۹) بے شک اللہ کے ہاں (پسندیدہ) دین اسلام ہی ہے۔'' اور: '' اذ قال ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین (البقرہ۔ ۱۳۰) جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ اسلام لاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں نے اہل عالم کے پروردگار کی اطاعت قبول کی (اس پر اسلام لایا)۔'' اور فلا تموتن الا و انتم مسلمون (البقرہ۔ ۱۳۲) پس تم لوگوں کو موت نہ آئے مگر یہ کہ تم لوگ صاحب اسلام ہو۔'' ان (آیات قرآنی) کی رو سے اسلام کو فرقہ ناجیہ کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے (یعنی جو لوگ حقیقی مسلمان ہیں وہی نجات پائیں گے اور جو منافق ہیں وہ نجات سے دور ہی رہیں گے) واللہ اعلم۔

(۲) اہل الاصول جن میں '' توحید''، '' عدل''، '' وعد''، وعید''، سمع''، اور '' عقل'' (کے مسائل پر) اختلافات ہیں۔ یہاں ہم '' اصول''، '' فروع'' اور تمام کلمات (اصطلاحات) کے متعلق گفتگو (کلام) کرتے ہیں۔

کچھ متکلمین کہتے ہیں کہ: '' اصول، نام ہے باری تعالیٰ کی معرفت کا اس کی وحدانیت اور صفات کے ساتھ، اور رسولوں کی معرفت کا ان کی آیات (نشانیوں) اور بینات (دلیلوں) کے ساتھ۔'' مختصر یہ کہ '' ہر وہ مسئلہ جس میں دو متخاصمین ((اختلاف کرنے والے، نزاع کرنے والے) کے درمیاں حق کا تعین کیا جائے، وہ اصول سے تعلق رکھتا ہے''۔'' اور یہ بات معلوم ہے کہ دین چوں کی '' معرفت'' اور '' طاعت'' میں منقسم ہے اس لئے '' معرفت'' اصل ہے اور '' طاعت'' فرع ہے۔ سو جو '' معرفت'' اور '' توحید'' کے بارے میں کلام کرتا ہے وہ '' اصولی'' ہے اور جو '' طاعت'' اور '' شریعت'' کے متعلق گفتگو کرتا ہے وہ '' فروعی'' ہے۔ (بناء بریں) '' اصول'' علم کلام کا موضوع ہے (علم کلام میں اصول سے بحث کی جاتی ہے) اور '' فروع'' علم فقہ کا موضوع ہے (یعنی علم فقہ میں '' فروع'' سے بحث کی جاتی ہے۔)

بعض (دوسرے) دانش وروں (عقلاء) کا یہ کہنا ہے کہ: '' ہر وہ بات جو عقل میں آئے اور اس تک غور و فکر (نظر) اور استدلال کے ذریعہ پہنچا جا سکے، وہ '' اصول'' سے تعلق رکھتی ہے اور ہر وہ بات جو ظن و گمان کی قبیل سے ہو اور اس کی (کنہہ تک) '' قیاس'' اور '' اجتہاد'' کے توسل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسائی ممکن ہو، اس کا تعلق ''فروع'' سے ہے۔''

(مسئلہ) ''توحید'' کے متعلق ''اہل السنت'' اور تمام ''صفاتیہ'' اس بات کے قائل ہیں کہ:
''اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے، اس کا کوئی قسیم نہیں ہے، وہ اپنی ازلی صفات میں (بھی) واحد ہے اس کا کوئی نظیر نہیں ہے اور وہ اپنے افعال میں بھی واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔''

(اس مسئلہ توحید کے متعلق) ''اہل العدل'' (یعنی معتزلہ) کا عقیدہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے، اس کی کوئی تقسیم اور صفت نہیں ہے، وہ اپنے افعال میں بھی واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سو اس کی ذات کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے اور اس کے افعال میں اس کا کوئی قسیم نہیں ہے۔ اور دو (۲) قدیموں کا وجود اور دو قادروں کے درمیاں ایک ''مقدور'' کا ہونا محال ہے اور یہی ''توحید'' ہے۔''

(مسئلہ) ''عدل'' میں اہل السنت کا عقیدہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں اس معنی میں عادل ہے کہ وہ اپنے ملک اور اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کے مطابق حکم دیتا ہے۔ سو ''عدل'' نام ہے کسی شے کو اس کی اپنی جگہ پر رکھنے کا اور یہ مشیئت و علم کے حسب اقتضاء ملکیت میں تصرف ہے اور ''ظلم'' اس کی ضد ہے۔ سو اللہ سے حکم میں جور و ستم کا اور تصرف میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(عدل کے متعلق) اہل اعتزال کا عقیدہ ہے کہ: ''عدل وہ ہے جس کا عقل، حکمت و دانائی سے تقاضا کرے اور وہ ہے درست و مصلحت کے مطابق فعل کا صادر کرنا (اصدار)۔''

(مسئلہ) وعد و وعید کے بارے میں اہل السنت کا عقیدہ یہ ہے کہ: ''وعد و وعید اللہ کا کلام ازلی ہے، اس نے جس چیز کا حکم دیا ہے (اس کی تعمیل پر اجر نیک کا) وعدہ کیا ہے اور جس چیز (کے کرنے) سے منع کیا ہے (اس کے ارتکاب پر عذاب کی) وعید کی ہے۔ سو وہ سب لوگ جن کو نجات ملی اور وہ ثواب کے مستوجب ٹھہرے وہ (اللہ کے) وعد کے سبب سے ہوئے اور وہ سارے لوگ جو ہلاک ہوئے اور عقاب (عذاب) کے مستحق ہوئے وہ (اللہ کے) وعید کے سبب (ایسے ہوئے)۔ عقل کی رو سے (اللہ پر) کوئی چیز واجب و ضروری نہیں ہے۔''

(اس مسئلہ میں) اہل العدل (معتزلہ) کہتے ہیں کہ ''(اللہ کا) کوئی کلام ازل میں نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ اس نے اپنے حادث کلام کے ذریعہ (افعال نیک پر) وعد اور (اعمال بد پر) وعید کی ۔ سو جس شخص نے نجات پائی وہ اپنے فعل کے سبب ثواب کا حق دار و مستحق ہوا اور جو گھاٹے میں رہا وہ اپنے فعل کے باعث عقاب (عذاب) کا مستوجب ٹھہرا اور عقل، حکمت و دانائی کے اعتبار سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔''

(مسئلہ) ''سمع'' اور ''عقل'' کے بارے میں اہل السنّت کہتے ہیں کہ: ''واجبات'' سب کے سب ''سمع'' (شریعت) سے حاصل ہوتے ہیں اور ''معارف'' سارے کے سارے ''عقل'' سے حاصل ہوتے ہیں۔ عقل نہ تو حسن کا معیار ہے اور نہ قبح کا اور نہ کسی اقتضاء کا اور نہ کسی واجب کا (یعنی عقل کے ذریعہ نہ تو اشیاء کے اچھے ہونے یا ان کے برے ہونے کا پتا چل چکتا ہے اور نہ عقل کی رو سے کوئی حکم نافذ ہوسکتا ہے اور نہ وہ کسی کو واجب ہی کرسکتی ہے) اور ''سمع'' معرفت پیدا نہیں کرتی بلکہ اسے واجب کرتی ہے۔''

(مسئلہ سمع میں) اہل العدل (معتزلہ) کہتے ہیں کہ: ''معارف تمام کی تمام عقل سے جانی جاتی ہیں۔ عقل کے غور و خوض سے واجب ہوتی ہیں اور منعم (انعام کرنے والے) کا شکر ''ورودِ سمع'' (شریعت کے آنے) سے پہلے ہی واجب و ضروری ہے۔ اور حسن (اچھائی) اور قبح (برائی) حسن (اچھے) اور قبح (برے) کی ذاتی صفتیں ہیں۔

پس یہ قواعد، وہ مسائل ہیں جن کے متعلق ''اہل الاصول'' نے کلام کیا ہے۔ انشاء اللہ ہم ہر گروہ کے مذہب کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ ہر علم کا ایک موضوع اور چند مسائل ہیں جنہیں ہم جہاں تک ممکن ہوا، انشاء اللہ تعالیٰ سپردِ قلم کریں گے۔

(۳) معتزلہ، ان کے علاوہ جبریہ، صفاتیہ اور مختلط (ملے جلے فرقے)۔

معتزلہ اور صفاتیہ کے یہ دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی طرح قدریہ اور جبریہ، مرجئہ اور وعیدیہ اور شیعہ اور خوارج (ایک دوسرے کے مقابل اور باہم دگر ایک دوسرے کی ضد ہیں) یہ تضاد تمام فریقوں کے مابین ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔ (اور ان میں سے) ہر فرقہ کا اپنا عقیدہ ہے، ان کی کتابیں ہیں جنہیں ان لوگوں نے تصنیف کیا ہے اور حکومتیں رہی ہیں جنہوں نے ان کی مدد و معاونت کی ہے اور ان کا اقتدار رہا ہے جس کی اطاعت ہوئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

(از صفحہ ۴۳ تا ۸۵ ۔ اصل کتاب)

"المُعتَزِلَه"

(متفق علیہ عقاید)

ان لوگوں کو اصحاب العدل والتوحید کہا جاتا ہے۔ انہیں القدریہ اور العدلیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ ان میں قدریہ کا لفظ مشترک ہے۔ ان کے قول کے مطابق قدریہ وہ لوگ ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خیر و شر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے۔ مگر (المعتزلہ) اپنے کو (قدریہ کے) نام سے موسوم کرنے سے اس لئے احتراز کرتے ہیں کہ (جناب) نبی (کریم) علیہ السلام کے اس ارشاد کی رو سے کہ "قدریہ اس امت (مسلمہ) کے مجوسی ہیں" اس نام سے ذم اور عیب کا پہلو نکلتا ہے۔ الصفاتیہ ان کے بالاتفاق معارض و مقابل ہیں۔ لیکن الجبریہ اور القدریہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کے مابین تقابل تضاد ہے۔ سو لفظ ضد کا اس کی ضد پر کیسے اطلاق کیا جاسکتا ہے؟ نبی (کریم) علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: "القدریہ (مسئلہ) قدر میں اللہ کے دشمن (خصماء) ہیں" (مسئلہ) قدر میں خصومت (نزاع) اور خیر و شر کو اللہ کے فعل اور بندے کے فعل پر منقسم کرنا (ایسی بات ہے) جس کا اس شخص کے مذہب میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو تسلیم و توکل کا قائل ہے اور تمام اقوال کو قدر محتوم (حقیق تقدیر الٰہی) اور حکم محکوم پر محمول کرتا ہے۔

معتزلی گروہوں میں جو عقائد عام و مشترک ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور قدم (قدیم ہونا) اس کی ذات کا مخصوص ترین وصف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(المعتزلہ) صفات قدیم کی بالکل نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اللہ) عالم بالذات ہے، قادر بالذات ہے، حی بالذات ہے۔ وہ (عالم) علم سے نہیں ہے، (قادر) قدرت سے نہیں ہے اور (حی) حیات سے نہیں ہے۔ (یعنی اسکی صفات اس کی ذات میں داخل ہیں۔ اس سے الگ کوئی شے نہیں ہیں)۔ یہ (علم قدرت وحیات) قدیم صفتیں ہیں اور ایسے معانی ہیں جو (اللہ) کی ذات کے ساتھ قدیم ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ صفات قدیم ہونے میں (اللہ) کی شریک ہو جائیں تو پھر یہ (صفات) الوہیت میں بھی اس کی شریک ہو جائیں گی۔

(۲) معتزلہ کا اس (مسئلہ) میں اتفاق ہے کہ (اللہ کا) کلام اپنے محل میں محدث (حادث) اور مخلوق ہے۔ (کلام) حرف وآواز (سے عبارت) ہے۔ مصاحف (قرآن) میں جو حروف لکھے ہوئے ہیں وہ اسی کا بیان وتذکرہ ہیں۔ اور جو چیز محل (مقام، جگہ) میں پائی جائے وہ عرض ہے اور اسی وقت فنا ہو جاتی ہے (سو کلام الٰہی حادث وفنا پزیر ہے)۔

(۳) (اس مسئلہ میں بھی) ان لوگوں کا اتفاق ہے کہ ارادہ، سمع، بصر، (کی صفات) ایسے معانی نہیں ہیں جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہوں۔ مگر اس بارے میں کہ ان (صفات) کا وجود کیونکر ہے اور ان کے معانی ومطالب کا محمل کیا ہے (المعتزلہ) کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔

(۴) معتزلہ دنیا میں آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی رویت کا انکار کرنے اور ہر قسم کی تشبیہ کی نفی وانکار میں باہم دگر متفق الخیال ہیں خواہ یہ تشبیہ جہت میں ہو، خواہ مکان میں، خواہ صورت میں، خواہ جسم میں، خواہ تحیز میں، خواہ انتقال (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے) میں، خواہ زوال میں، خواہ تغیر میں اور خواہ تاثیر میں ہو۔ یہ لوگ اس ضمن میں جو آیات متشابہات ہیں ان کی تاویل کو واجب وضروری جانتے ہیں۔ اس نہج وطریقہ کو انہوں نے توحید کا نام دیا ہے۔

(۵) ان لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بندہ (عبد) اپنے اچھے برے تمام افعال کا خالق ہے اور جو وہ کرتا ہے اس پر آخرت میں وہ ثواب یا عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس بات سے کہ اس کی جانب شر، ظلم اور کفر ومعصیت کے افعال منسوب کئے جائیں، کیونکہ اگر وہ ظلم کا خالق ہوا تو وہ ظالم بھی ہوگا بالکل اسی طرح جیسے اگر وہ عدل کا خالق ہو تو عادل کہلائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) اس بات پر بھی ان لوگوں میں اتفاق رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف صلاح وخیر کرتا ہے اور حکمت کی رو سے اس پر واجب ہے کہ وہ بندوں کی مصلحتوں کی رعایت کرے (اللہ تعالیٰ کا فعل صرف صلاح وخیر پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بندوں کی مصلحتوں کو ملحوظ رکھے)۔ رہی بات ''اصلح'' اور ''لطف'' کی تو اس کے واجب ہونے میں (معتزلہ کے مابین) اختلاف ہے۔ اس کو وہ لوگ عدل کہتے ہیں۔

(۷) اس (مسئلہ) میں وہ متفق ہیں کہ جب مرد مومن دنیا سے اس حال میں رخصت ہوگا کہ اس نے (اللہ کی) اطاعت اور (گناہوں سے) توبہ کی تو وہ ثواب اور جزائے (خیر) کا حق دار ہوگا۔ تفضل (مہربانی، عنایت) ثواب سے ماوراء ایک دوسرا معنیٰ ہے۔ اور جب مرد مومن دنیا سے اس حال میں رخصت ہوگا کہ جس گناہ کبیرہ کا اس نے ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ نہیں کی ہے تو وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ جلنے کا مستحق ٹھہرے گا۔ مگر اس پر کفار سے ہلکا عذاب ہوگا۔ اس روش کو انہوں نے وعد ووعید کا نام دیا ہے۔

(۸) اس پر بھی معتزلہ کا اتفاق ہے کہ معرفت (الٰہی) کے اصول اور (اللہ کی) نعمت کا شکریہ، شریعت کے آنے (ورود سمع) سے پہلے ہی (بندوں پر) واجب ہے۔ اور حُسن (کونسی چیز اچھی ہے) اور قبح (کونسی چیز بری ہے) کی معرفت عقل کی رو سے واجب وضروری ہے اسی طرح حَسن (اچھے) کو اختیار کرنا اور قبیح (برے) سے اجتناب کرنا واجب وضروری ہے۔ تکالیف (شرعیہ) کا درود اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جسے اس نے بندوں کی جانب انبیاء علیہم السلام کے توسط سے امتحان واختیار (آزمائش) کی غرض سے بھیجا ہے۔ تاکہ: ''جو ہلاک ہو اس کو اللہ دلیل سے ہلاک کرے اور جو زندہ رہے اسے وہ دلیل سے زندہ رکھے (انفال۔۴۲)

(۹) امامت (کے مسئلہ) میں معتزلہ کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ یا وہ نص سے (مستفید) ہوتی ہے یا اختیار (امت) سے؟ (اس کی تفصیل) ان کے ہر گروہ کے عقائد کے بیان میں آئے گی۔

اب ہم معتزلہ کے ہر گروہ کے اہم مقالات (عقائد) کو بیان کرتے ہیں جن کے سبب وہ ایک دوسرے سے ممتاز ونمایاں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱ ۔ الواصلیہ

یہ لوگ ابو حذیفہ واصل بن عطاء الغزال الالثغ (توتلے) کے پیرو ہیں۔ وہ (واصل) حسن بصری کا شاگرد تھا اور ان سے علوم اور اخبار (احادیث) کا درس لیتا تھا۔ یہ دونوں (حسن بصری اور واصل غزال) عبدالملک بن مروان اور ہشام بن عبدالملک کے عہد (خلافت) میں تھے ادریس بن عبداللہ حسنی کے ملک میں جس نے ابوجعفر المنصور (صحیح الہادی) کے زمانہ (خلافت) میں المغرب (شمالی افریقہ) میں خروج کیا تھا (اور اپنی حکومت قائم کرلی تھی) اس فرقہ کے تھوڑے سے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ ان لوگوں کو الواصلیہ کہتے ہیں۔ اُن کے اعتزال کا مدار چار قواعد پر ہے:

قاعدہ اول:

باری تعالیٰ کی علم، قدرت، ارادہ اور حیات کی صفات کے انکار کا عقیدہ۔ یہ مقالہ (عقیدہ) ابتداء میں ناپختہ تھا۔ واصل بن عطاء اس میں (اپنے دعوی کی بنیاد) قول ظاہر پر رکھتا تھا۔ اور وہ یہ کہ دو قدیم وازلی خداؤں کے وجود کے محال ہونے پر لوگوں کا اتفاق ہے۔ وہ کہتا تھا کہ جو (اللہ کے لئے) صفات قدیمہ کا اثبات کرتا ہے وہ (دراصل) دو خداؤں کا اثبات کرتا ہے۔ اس کے پیروؤں نے فلاسفہ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس (مسئلہ) میں (فلسفیانہ) استدلال کا آغاز کیا۔ اور اس غور وفکر کا انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو علم وقدرت کی (صفات کی) طرف راجع کر دیا اور پھر یہ حکم لگایا کہ (علم وقدرت کی) یہ دونوں صفات اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ اور یہ یا تو ذات قدیم (الٰہی) کے اعتبارات ہیں جیسا کہ جبائی کا خیال ہے یا پھر یہ دو حالتیں ہیں جیسا کہ ابو ہاشم کی رائے ہے۔ ابوالحسن بصری کا رجحان اس طرف ہے کہ (عالمیت و قادریت کی) ان دونوں صفتوں کو ایک صفت کی جانب لوٹا دیں اور یہ عالمیت (کی صفت) ہے۔ یہ فلاسفہ کے مذہب کے عین مطابق ہے۔ ہم اس کی تفصیل (آگے چل کر اپنے موقع پر) بیان کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔سلف (صالحین) اس مسئلہ میں معتزلہ کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کی صفات کا قرآن وسنت میں ذکر موجود ہے (اوران کا انکار نہیں کیا جا سکتا)۔

قاعدہ دوم :

عقیدہ قدر۔اس (مسئلہ) میں معتزلہ نے معبد جہنی اور غیلان دمشقی کا مسلک اختیار کیا ہے۔ واصل بن عطاء نے اس قاعدہ پر قاعدہ صفات سے بھی زیادہ زور دیا ہے، (یعنی اس نے عقیدہ قدر کا نفی صفات کے عقیدے سے بھی زیادہ شدت سے اثبات کیا ہے) اس کا قول ہے کہ باری تعالیٰ حکیم (صاحب حکمت و دانش) اور عادل ہے۔اس کی طرف شر یا ظلم کی نسبت جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ بندے سے اپنے حکم کے خلاف کام کی خواہش کرے۔اور خود ہی بندوں پر ایک حتمی حکم جاری کرے پھر اس پر انہیں جزا وسزا دے۔اس لئے بندہ خیر وشر، ایمان وکفر اور طاعت ومعصیت کا فاعل ہے اور اس کو اس کے فعل پر جزاء دی جاتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے (بندے) کو ان تمام (افعال) پر قادر بنایا ہے۔اور بندوں کے افعال، حرکات، سکنات، اعتبارات نظر وعلم میں محدود ہیں۔ (واصل مزید) کہتا ہے کہ یہ بات محال ہے اللہ بندے سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرے اور بندے کے لئے اس کام کو کرنا ممکن نہ ہو اور وہ اس کام کے کرنے کی اپنے میں طاقت محسوس نہ کرتا ہو (یعنی یہ بات محال ہے کہ اللہ بندے سے ایک کام کرنے کو کہے اور بندہ نہ اسے کر سکتا ہو اور نہ اس کے کرنے پر قدرت محسوس کرتا ہو) جو شخص اس بات کا انکار کرتا ہے وہ گویا ضرورت کا انکار کرتا ہے۔ان کلمات پر (واصل نے) آیات قرآنی سے استدلال کیا ہے۔

(شہرستانی کا بیان ہے کہ) میں نے (حضرت) حسن بصری کی جانب منسوب ایک رسالہ دیکھا ہے جسے انہوں نے عبدالملک بن مروان کے (مسئلہ) قدر وجبر سے متعلق استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ان کا یہ جواب قدریہ کے مذہب کے مطابق ہے۔انہوں نے آیات قرآنی اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے (شہرستانی کا خیال ہے کہ) شاید یہ رسالہ واصل بن عطاء کی تحریر ہے۔کیونکہ (حضرت) حسن بصری اس مسئلہ میں کہ قدر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے، سلف کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ یہ کلمات (سلف) کے نزدیک ایک طرح سے متفق علیہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور یہ بات) تعجب کی ہے کہ (حسن بصری نے) حدیث میں وارد اس لفظ کو (کہ قدر خیر و شر اللہ کی جانب سے ہے) مصیبت و عافیت، شدت و راحت، مرض و شفا اور موت و حیات وغیرہ افعال الٰہی پر محمول کیا اور انہیں اُس خیر و شر اور حسن و قبح سے جو اپنے بندوں کے اکتساب سے صادر ہوتے ہیں، فروتر قرار دیا۔ معتزلہ کے ایک گروہ نے اپنے (علماء) کے مقالات میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

قاعدہ سوم :

دو منزلوں کے درمیاں ایک منزل (المنزلۃ بین المنزلتین) کا عقیدہ۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک شخص (حضرت) حسن بصری کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: ''اے پیشوائے دین! ہمارے زمانے میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو کافر قرار دیتا ہے اور اس کے نزدیک گناہ کبیرہ کفر ہے جس کے ارتکاب سے آدمی ملت اسلامی سے خارج ہو جاتا ہے، یہ گروہ خوارج کا (فرقۂ) وعیدیہ ہے۔ اور ایک دوسری جماعت ہے جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کرنے والوں کے معاملے میں تاخیر سے کام لیتی ہے اور اس کے خیال میں ایمان کی موجودگی میں گناہ کبیرہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ اس (جماعت) کے مذہب کی رو سے عمل سرے سے ایمان کا رکن ہی نہیں ہے اور ایمان کے ساتھ کسی معصیت سے اسی طرح کوئی ضرر واقع نہیں ہوتا جس طرح کہ کفر کی موجودگی میں کسی طاعت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا یہ (جماعت) امت مسلمہ کی مرجیہ ہے۔ سو آپ (حسن بصری) اس بارے میں ہمارے لئے ان میں سے کس عقیدہ کا فیصلہ کریں گے؟''

(حضرت) حسن بصری نے اس (مسئلہ) پر غور کیا اور اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتے واصل بن عطاء بول اٹھا کہ: ''میں نہ یہ کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مطلق مومن ہے اور نہ یہ کہ وہ مطلق کافر ہے۔ بلکہ وہ (کفر و ایمان کے) دو درجوں کے درمیان ایک درجہ میں ہے (المنزلۃ بین المنزلتین) ''نہ تو مومن ہے اور نہ کافر ہی ہے''۔ (یہ کہہ کر واصل وہاں سے) اٹھا اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے پاس الگ ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے جو جواب دیا تھا اسی کو (حضرت) حسن بصری کے تلامذہ کی ایک جماعت کے روبرو ثابت کرنے لگا۔ اس لئے (حضرت) حسن نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''واصل ہم سے علیحدہ ہوگیا''۔ سو واصل اور اس کے ساتھیوں کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

(واصل کی) تقریر کی صورت یہ ہے کہ: ''ایمان چند اچھی خصلتوں (خصال خیر) کا نام ہے۔ جب یہ کسی شخص میں اکٹھا ہو جائیں تو اسے مومن کہا جائے گا اور یہ مدح و تعریف کا نام ہے اسی طرح فاسق شخص میں خصال خیر جمع نہیں ہوتیں اور وہ مدح و ستائش کا مستحق نہیں ہوتا، سو اسے مومن نہیں کہا جائے گا۔ مگر ایسا شخص مطلقاً کافر بھی نہیں ہوتا کیونکہ (اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی) شہادت اور تمام اعمال خیر اس میں پائے جاتے ہیں اور ان کے انکار کا کوئی جواز نہیں ہے۔ لیکن جب وہ دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ گناہ کبیرہ سے توبہ نہ کی ہو تو وہ جہنمی ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت میں دو ہی فریق ہوں گے۔ ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں، مگر (فاسق) پر (کافر کے مقابلے میں) ہلکا عذاب ہوگا اور اس کا درجہ کافروں کے درجہ سے اوپر ہوگا'' اس (عقیدہ) میں عمرو بن عبید نے (واصل کی) اتباع کی۔ وہ (مسئلہ) قدر اور انکار صفت میں پہلے ہی اس کا ہم خیال تھا۔

قاعدہ چہارم :

یہ ہے کہ اصحاب جمل اور اصحاب صفین میں سے ایک فریق خطاء و غلطی پر تھا مگر یہ متعین نہیں کہ ان میں سے کون برسر خطاء تھا (حضرت) عثمان، ان کے قاتلین اور ان کے خاذلین (انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں اور ان کی مدد نہ کرنے والوں) کے متعلق بھی (واصل) کا یہی قول ہے کہ ان دونوں میں سے ایک فریق ضرور فاسق ہے جس طرح کہ متلاعنین (دو لعان کرنے والوں) میں سے ایک فریق لامحالہ فاسق ہے مگر یقین کے ساتھ نہیں (کہ کون سا فریق فاسق ہے) (یعنی ان فریقوں (اصحاب جمل اور اصحاب صفین، خاذلین و قاتلین عثمان اور خود حضرت عثمان) کا یہ کمتر درجہ ہے کہ ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ متلاعنین کی شہادت قابل قبول نہیں ہوتی)۔ اس لئے (حضرات) علی، طلحہ و زبیر کی شہادت سبزی کے ایک گٹھے پر بھی قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ واصل کے نزدیک یہ بات جائز ہے (حضرات) عثمان و علی (دونوں ہی) غلطی پر ہوں۔ واصل معتزلہ کا رئیس ہے، مشاہیر، صحابہ و ائمہ اہل بیت پر طعن تشنیع کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بانی ہے (مبدء الطریقۃ) (اس سلسلہ میں) عمرو بن عبید نے (واصل) کی رائے کی موافقت کی ہے اوراس بات کا اضافہ کیا ہے کہ فریقین (حضرات عثمان وعلی) تعین کے بغیر فاسق ہیں۔ اس کا قول ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے دو آدمی مثلاً (حضرت) علی اوران کے لشکر کا ایک شخص یا طلحہ وزبیر اگر کسی معاملے میں شہادت دیں تو ان دونوں کی شہادت قبول نہیں کی جائیگی۔ اس قول سے فریقین کو فاسق ٹھہرانا اوران کا دوزخی ہونا لازم آتا ہے۔ عمرو بن عبید راویان حدیث میں تھا اوراپنے زہد کے لئے معروف ومشہور تھا اور واصل معتزلہ میں اپنے فضل وادبیت کے لئے شہرت رکھتا تھا۔

۲۔ "الھزیلیة"

یہ (گروہ) معتزلہ کے شیخ طائفہ کے مقدم، ان کے مسلک کو متعین کرنے والے اوران کے مناظر ابو ہذیل حمدان بن ہذیل علاف کا پیرو ہے۔ (ابو ہذیل نے) اعتزال (کے مسلک) کو عثمان بن خالد طویل کے واسطہ سے واصل بن عطاء (غزال) سے حاصل کیا۔ واصل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے (مسلک اعتزال) ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ سے اخذ کیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس نے حسن بن ابی الحسن بصری سے (اعتزال کی تعلیم) پائی۔ (ابو ہذیل) اپنے ساتھی (معتزلہ) سے دس بنیادی مسائل میں منفرد ہے:

قاعدہ اول:

یہ کہ باری تعالی علم سے عالم ہے اوراس کا علم اس کی عین ذات ہے۔ وہ قدرت سے قادر ہے اوراس کی قدرت اس کی عین ذات ہے۔ حیات سے حی (زندہ) ہے اوراس کی حیات اس کی عین ذات ہے۔ واصل نے یہ بات (یونانی) فلسفیوں سے اخذ کی ہے، جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات واحد ہے اوراس میں کسی اعتبار سے کثرت نہیں ہے صفات اس کی ذات کے سوا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم بالذات معانی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ (صفات) اس کی ذات ہیں اور یہ اسلوب یالوازم سے تعلق رکھتی ہیں۔اس کا بیان آگے آتا ہے۔

اس قول میں کہ اللہ علم سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے عالم ہے اور اس قول میں کہ اللہ علم سے عالم ہے اور یہی علم اس کی ذات ہے، یہ فرق ہے کہ پہلا قول صفت کی نفی (انکار) ہے اور دوسرا قول ایسی ذات کا اثبات ہے جو بعینہ صفت ہے۔ یا ایسی صفت کا اثبات ہے جو عین ذات ہے۔اگر ابو ہذیل ان صفات (باری) کو وجود ذات (باری) سمجھتا ہے تو یہ (صفات) بعینہ نصاریٰ کے اقانیم یا ابو ہاشم (معتزلی) کے احوال (جیسی) ہیں۔

قاعدہ دوم :

ابو ہذیل نے ایسے ارادات کا اثبات کیا ہے جن کا کوئی محل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان (ارادات) کا مرید (ارادہ کرنے والا) ہے۔وہ پہلا شخص ہے جس نے اس مقالہ (عقیدہ) کو ایجاد کیا اور متاخرین (معتزلہ) نے اس کی اتباع کی۔

قاعدہ سوم :

کلام باری تعالیٰ کے بارے میں (ابو ہذیل کا) قول ہے کہ کچھ کلام کسی محل میں نہیں ہیں اور وہ (اللہ کا) قول "کن" ہے۔ اور بعض کلام الٰہی محل میں ہیں، مثلاً امر، نہی، خبر، استخبار (خبر طلب کرنا)۔ یوں اس کے نزدیک امر تکوینی (کن، تخلیق) امر تکلیف (امر، نہی وغیرہ) سے مغائیر وعلیحدہ ہیں۔

قاعدہ چہارم :

(مسئلہ) قدر میں اس کا عقیدہ وہی ہے جو دوسرے معتزلہ کا ہے مگر (فرق یہ ہے کہ) وہ قدری الاولیٰ (بندہ ابتداء میں اپنے افعال پر قادر اور ان کا خالق ہے) اور جبری الآخرۃ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آخرت میں بندہ اپنے افعال پر قادر نہیں بلکہ مجبور ہے) کیونکہ اہل جنت وجہنم کی آخرت میں حرکات (اعمال) کے متعلق اس کا مذہب یہ ہے کہ وہ سب کی سب ضروری (لازمی) ہیں اور بندوں کو ان پر کسی قسم کی قدرت حاصل نہ ہوگی کیونکہ وہ تمام اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ اگر (اہل جنت وجہنم کی حرکات) بندوں کا کسب (یعنی ان کا فعل) ہوتیں تو پھر وہ ان کے مکلف بھی ہوتے (اور چونکہ آخرت میں بندے پر اعمال کی ذمہ داری نہیں اور وہ غیر مکلف ہے اس لئے یہ اعمال وحرکات اس کی اپنی پیدا کی ہوئی نہیں ہیں بلکہ اللہ کی تخلیق ہیں)۔

قاعدہ پنجم :

ابو ہذیل کا کہنا ہے کہ اہل جنت وجہنم کی حرکات منقطع ہو جائیں گی۔ اور وہ لوگ دائمی سکون و بے حرکتی کی حالت میں رہیں گے۔ اس سکون (بے حرکتی) میں اہل جنت کے لئے لذتیں اکٹھا ہو جائیں گی اور اہل جہنم کے لئے آلام (ومصائب) مجتمع ہو جائیں گے۔ یہ (عقیدہ) جہم کے مذہب کے قریب ہے کیونکہ وہ جنت وجہنم کے فنا ہو جانے کا قائل ہے۔ ابو ہذیل نے یہ مسلک اس لئے اختیار کیا کہ اس نے حدوث عالم (دنیا کے فنا ہو جانے) کے مسئلہ میں یہ التزام کیا ہے اور (اس خیال کا اظہار کیا ہے) کہ وہ حوادث جن کا آغاز نہیں (یعنی جو آغاز میں لامتناہی ہیں) وہ ان حوادث جیسے ہیں جنکا انجام (آخر) نہیں (یعنی جو اپنے انجام میں لا متناہی ہیں) کیونکہ ان (حوادث) میں سے ہر ایک (غیر متناہی آغاز والا اور غیر متناہی انجام والا) لا متناہی ہے۔ ابو ہذیل نے کہا کہ میں ایسی حرکات کا قائل نہیں ہوں جو آخر میں غیر متناہی ہیں اسی طرح میں ایسی حرکات کا بھی قائل نہیں ہوں جو آغاز میں غیر متناہی ہیں (یعنی حرکات غیر متناہی نہیں ہیں بلکہ متناہی ہیں) اس لئے (اہل جنت وجہنم) دائمی سکون (بے حرکتی) کی حالت میں ہوں گے۔ شاید ابو ہذیل کا یہ خیال ہے کہ حرکت کے متعلق جو بات لازم آتی ہے (یعنی یہ کہ وہ متناہی ہے اور اس کی انتہا ہے) وہ بات سکون کے بارے میں لازم نہیں آتی (یعنی یہ کہ سکون غیر متناہی ہے اور اس کی انتہا نہیں ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ ششم :

استطاعت کے متعلق (ابو ہذیل کا یہ) قول ہے کہ وہ سلامتی وصحت کے علاوہ دوسری اعراض کی طرح ایک عرض ہے۔ اس نے افعال قلوب وافعال جوارح کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ قدرت کے بغیر افعال قلوب سرزد نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے فعل کی حالت میں قدرت کے ساتھ استطاعت ہوتی ہے مگر اس نے اس بات کو افعال جوارح میں جائز ٹھہرایا ہے اور (فعل پر) قدرت کے تقدم کا قائل ہے یوں (آدمی سے) اس قدرت سے پہلی حالت میں فعل سرزد ہوتا ہے ہر چند کہ فعل دوسری حالت میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ (ابو ہذیل نے) کہا کہ وہ حالت جس میں (آدمی سے) فعل سرزد ہوگا اس حالت کے سوا ہے جس میں اس سے فعل سرزد ہو چکا ہے۔ پھر بندے کے فعل کے نتیجے میں جو (دوسرا فعل) پیدا ہوتا ہے وہ بھی اسی کا فعل ہے اور یہ (افعال اور اس کے نتیجے میں سرزد ہونے والے افعال) رنگ، مزا، مہک اور ان تمام چیزوں کے سوا ہیں جن کی کیفیت جانی جا سکتی ہے وہ ادراک اور وہ علم جو دوسرے آدمی میں سنانے اور سکھانے سے پیدا ہوتے ہیں ان کے متعلق (ابو ہذیل کا) قول ہے کہ اللہ ان دونوں (ادراک، علم) کو اس آدمی میں ابداع وتخلیق کرتا ہے اور یہ دونوں (افعال) بندوں کے افعال نہیں ہیں۔

قاعدہ ہفتم :

درود وسمع سے پہلے بندے کے مکلف ہونے سے متعلق ہے۔ (ابو ہذیل کہتا ہے کہ) بندہ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دلیل سے پہچانے۔ اگر اس نے اس معرفت میں کوتاہی کی تو وہ عذاب ابدی کا مستحق ہوگا۔ (بندے پر یہ بھی واجب ہے کہ) اچھے کی اچھائی اور برے کی برائی کو بھی جانے اور یوں اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اچھائی مثلاً سچ اور انصاف کو کرے اور برائی مثلاً جھوٹ اور ظلم سے روگردانی اختیار کرے۔ (ابو ہذیل کا) یہ بھی قول ہے کہ ایسی طاعات (عبادات) بھی ہیں جن سے اللہ کی (خوشنودی) اور اس کا تقرب مقصود نہیں ہوتا۔ مثلاً اول حال میں کہ ہنوز معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوتی دلیل پر غور کرنے کا ارادہ گو یہ فعل عبادت ہے مگر اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربت خداوندی مقصود نہیں ہے۔ (ابو ہذیل) اس بات کا بھی قائل ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو گناہ پر مجبور کیا جائے جو اس امر میں جس پر اس کو مجبور کیا جارہا ہے توریہ اور تعریض سے واقف نہیں ہے تو اس کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے اور (اس گناہ کا) بوجھ اس سے اٹھالیا جائے گا (اس کذب کا گناہ اس پر نہ ہوگا)۔

قاعدہ ہشتم :

آجال (اجل، مدت حیات، موت) اور ارزاق (روزی) سے متعلق (ابو ہذیل) کا یہ خیال ہے کہ اگر کوئی شخص قتل نہ بھی کیا جائے تو بھی اسی وقت مر جائے گا۔ اور اس کی عمر میں کوئی اضافہ اور کمی جائز نہیں ہے۔ رزق (کے متعلق اس کا خیال ہے کہ وہ) دو قسموں میں منقسم ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمام نفع بخش امور پیدا کئے ہیں اُن کے بارے میں یہ کہنا جائز ہے کہ اس نے انہیں بندوں کے رزق کے طور پر پیدا کیا ہے۔ اس بناء پر اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے وہ چیز کھائی یا اس چیز سے نفع اٹھایا جس کو اللہ نے رزق کے طور پر پیدا نہیں کیا ہے۔ تو یہ (کہنے والا) غلطی پر ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ اجسام میں ایسی چیز بھی شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا (اور یہ بات محال ہے)۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے یہ ارزاق (رزق، روزی) جو پیدا کی ہیں، ان میں سے جو حلال ہیں وہی ان کا رزق (روزی) ہیں اور جو حرام ہیں وہ اس کا رزق نہیں ہیں یعنی آدمی ان (حرام رزق سے فائدہ اٹھانے پر) مامور نہیں ہے۔

قاعدہ نہم :

کعبی نے (ابو ہذیل کا یہ قول) نقل کیا ہے کہ اللہ کا ارادہ غیر مراد ہے (یعنی جو شئے مقصود و مطلوب ہے یا ارادہ کا ہدف ہے، ارادہ اس سے مختلف ہے) سو کسی شئے کو تخلیق کرنے کا ارادہ (خداوندی) خود (نفس) تخلیق ہے اور کسی شئے کی تخلیق اس کا غیر ہے۔ بلکہ (ابو ہذیل کے نزدیک) خلق ایک ایسا قول ہے جو اپنے محل میں نہیں ہے۔ اس کے خیال میں اللہ کے ہمیشہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیع وبصیر ہونے کا یہ مفہوم ہے کہ وہ مستقبل میں سمیع وبصیر ہوگا۔اسی طرح (اللہ کے) ہمیشہ سے غفور ورحیم، محسن، خالق، رازق، مثیب (ثواب بخشنے والا)، معاقب (عذاب دینے والا)، موالی (محبت کرنے والا)، معادی (ناپسند کرنے والا)، آمر (حکم دینے والا) اور ناہی (منع کرنے والا) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا مستقبل میں ہوگا۔

قاعدہ دھم :

کعبی نے (ابو ہذیل کا یہ عقیدہ) بیان کیا ہے کہ جو شئے غائب ہے اس پر ایسے بیس افراد کی خبر (بیان، گواہی) کے بدون حجت قائم نہیں ہوسکتی جن میں کم از کم ایک یا ایک سے زائد افراد جنتی ہوں اور روئے زمین ایسی جماعت سے خالی نہیں رہ سکتی جو (اللہ کے دوست) اور معصوم ہوں، جو نہ جھوٹ بولتے ہوں اور نہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں۔یہی لوگ حجت (شرعی) ہیں اور تواتر (خبر متواتر) حجت نہیں ہے۔کیونکہ یہ بات جائز ہے کہ ایک ایسا گروہ جس کی تعداد بے شمار ہو، کذب کا مرتکب ہو جبکہ ان میں اولیاء اللہ اور کوئی ایک معصوم بھی نہ ہو۔

ابو ہذیل کے اصحاب (تلامذہ) میں، ابو یعقوب شحام اور آدمی ہیں اور یہ دونوں اس کے ہم عقیدہ ہیں (ابو ہذیل) نے ایک سو سال کی عمر پائی (۱۳۵ھ تا ۲۳۵ھ) اور المتوکل (عباسی خلیفہ ۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

۲۔ "النظّامیّہ"

(یہ گروہ پیرو ہے) ابراہیم بن سیار بن ہانی النظام کا۔اس نے فلاسفہ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے کلام کو معتزلہ کے کلام کے ساتھ خلط ملط کردیا۔یہ اپنے اصحاب (معتزلہ) سے جن مسائل میں منفرد و مختلف ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں :-

15838

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا مسئلہ :

(نظّام نے) اس قول پر کہ "خیر وشر کا صدور ہم بندوں سے ہوتا ہے" یہ اضافہ کیا کہ اللہ تعالٰی شرور (برائیوں) اور معاصی (گناہوں) کے کرنے پر قادر نہیں ہے اور یہ باری تعالٰی کی مقدرت وطاقت میں نہیں ہیں۔ یہ قول معتزلہ کے خلاف ہے کیونکہ ان لوگوں کا یہ حتمی قول ہے کہ اللہ (افعال شر کے کرنے) پر قادر ہے، مگر وہ انہیں اس لئے نہیں کرتا کہ وہ برے (قبیح) ہیں۔ نظام کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ قبح (برائی) قبیح (برے) کی ذاتی صفت ہے اور یہی (قبح، برائی) اللہ کی جانب صدور فعل کی حالت میں (شرور و معاصی) کو منسوب کرنے میں مانع ہے، اس لئے (اللہ سے) فعل قبیح (فعل بد) کے وقوع کو جائز قرار دینا بھی قبیح ہے۔ یوں یہ امر واجب وضروری ہے کہ اللہ سے (سرے سے افعال شر و قبح کا صدور ہی) مانع ومحال ہو۔ اس طور پر عدل کو کرنے والے (فاعل العدل) کو ظلم پر قادر ہونے (قدرۃ علی الظلم) کی صفت کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔

(نظام نے) اس خبط پر یہ بھی اضافہ کیا کہ (اللہ) ایسے فعل پر قادر ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس میں اس کے بندوں کی صلاح وخیر ہے اور (اللہ) اس پر قادر نہیں ہے کہ دنیا میں اپنے بندوں کے ساتھ ایسے کام کرے (اس سے ایسے افعال سرزد ہوں) جن میں ان کے لئے کوئی صلاح وخیر نہ ہو۔ یہ (عقیدہ) اللہ تعالٰی کی اس قدرت کے تعلق سے ہے جو دنیوی امور میں اسے حاصل ہے۔ لیکن جہاں تک آخرت سے متعلق امور کا تعلق ہے تو نظام نے ان کے بارے میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کو ایسی قدرت کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اہل دوزخ کے عذاب میں ذرا بھی اضافہ کر دے یا اس میں تھوڑی سی بھی کمی کر دے۔ اسی طرح (اللہ تعالٰی کو یہ قدرت بھی حاصل نہیں ہے کہ) کہ وہ اہل جنت کی نعمتوں میں سے کچھ کم کر دے اور یہ کہ وہ جنتیوں میں سے کسی کو وہاں سے نکال دے کیونکہ (اللہ کو) اس پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ منہا) (نظام) پر یہ اعتراض کیا گیا (کہ اس کے اس عقیدہ کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ اللہ) جو کچھ کرتا ہے اس پر وہ مطبوع ومجبور ہے (یعنی وہ اپنے افعال میں صاحب اختیار نہیں ہے) اس لئے کہ درحقیقت قادر وہ ہے جو کسی فعل کے کرنے کا یا اسے چھوڑ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ (اس اعتراض کا نظام نے یہ) جواب دیا ہے کہ "مجھ پر قدرت خداوندی کے سلسلہ میں مخالفین جو الزام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگاتے ہیں (کہ اللہ فعل بد کے کرنے پر قادر نہیں ہے) وہی الزام مخالفین پر فعل خداوندی کے بارے میں عائد ہوتا ہے (کہ اللہ فعل بد پر قادر ہونے کے باوجود اسے کرتا نہیں اور یوں وہ ترک فعل پر مجبور ہے) کیونکہ مخالفین کے نزدیک قدرت ہوتے ہوئے بھی یہ بات محال ہے کہ اللہ (فعل بدکو) انجام دے۔سو ہمارے (عقیدہ) اور تمہارے (عقیدہ) میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' اس نے یہ عقیدہ فلاسفہ قدماء سے اخذ کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں جواد (سخی) کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کا ذخیرہ کرے جس کو وہ نہ کرے (اور جو اس کے لئے بالکل بے کار ہو)۔سو جو اللہ نے ابداع وایجاد کیا وہ اس کی قدرت ہے خواہ وہ اس کے علم میں ہو اور جس پر اس کو قدرت حاصل ہے اور جو اس کا مقدور ہے وہ وہی ہے جو نظام، ترتیب وصلاح فعل کے اعتبار سے سب سے اچھا (احسن) اور سب سے مکمل (اکمل) ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ :

ارادۂ (الٰہی) کے متعلق (نظام کا) یہ قول ہے کہ درحقیقت باری تعالیٰ صفت ارادہ سے متصف نہیں ہے۔اور جب شریعت کی رو سے اللہ کو اس کے افعال میں (صفت ارادہ سے) متصف کیا جاتا ہے۔تو یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق اس (ارادہ) کا خالق ومنشی (نشونما کرنے والا، ظاہر کرنے والا) ہے۔اور جب اسکو اس صفت سے موسوم کیا جاتا ہے کہ وہ بندوں کے افعال کا مرید (ارادہ کنندہ) ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کا حکم دینے والا (آمر) اور ان سے روکنے والا (ناہی) ہے۔کعبی نے ارادہ سے متعلق اپنا مذہب (نظام) سے اخذ کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ :

(نظام کا) قول ہے بندوں کے تمام افعال صرف حرکات ہیں ۔اور سکون بھی حرکت اعتماد ہے۔اور علوم وارادات حرکت نفس ہیں۔اس نے اس حرکت سے حرکت نقلہ (ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہونے کی حرکت) مراد نہیں لی ہے بلکہ اس کے نزدیک حرکت نام ہے کسی تغیر کے مبداء کا (حرکت کسی قسم کے مبداء تغیر کا نام ہے) (اور یہ ایسا ہی ہے) جیسا کہ فلاسفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کیف (کیفیت)، کمیت، وضع، (رکھنا)، اَین (کہاں، جہت)، متیٰ (کب) وغیرہ کی حرکات کو ثابت کرنے کے سلسلہ میں کہا ہے۔

چوتھا مسئلہ :

(نظام نے) اس مسئلہ میں بھی (فلاسفہ کی) موافقت کی ہے کہ انسان حقیقت میں نفس و روح (کا نام) ہے اور جسم (اس نفس و روح کا) آلہ و قالب ہے۔ مگر اس نے (فلاسفہ) کے مذہب کو سمجھنے میں کوتاہی کی اور ان میں سے طبعیین کے عقیدے کی جانب مائل ہوگیا اور وہ یہ کہ روح جسم لطیف ہے جو جسم میں جالی کی طرح پھنسی ہے اور اپنے اجزاء کے ساتھ قالب میں یوں داخل ہے جیسے گلاب میں پانی (عرق)، تل میں روغنیت (تیل) اور دودھ میں گھی داخل ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ روح ہے جس کو قوت، استطاعت، حیات و مشیئت حاصل ہے۔ وہ بنفسہ مستطیع ہے اور یہ استطاعت فعل کے سرزد ہونے سے پہلے ہوتی ہے۔

پانچواں مسئلہ :

کعبی نے (نظام کا یہ) قول بیان کیا ہے کہ ہر وہ فعل جو اپنے (محل وقوع سے) تجاوز کر جائے۔ ایجاب خلقت کی (دلیل) سے، اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ (اس کی توضیح یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے (مثلاً) پتھر کی ایسی طبیعت بنائی ہے اور اس کو ایسی تخلیق پر پیدا کیا ہے کہ جب تم اسے ہٹاؤ گے تو وہ نیچے کی جانب جھک جائے گا اور جب یہ ہٹانے کی قوت اپنی انتہا کو پہونچ جائے گی تو پتھر اپنی طبیعت (فطرت، تخلیق) کے سبب اپنی جگہ پر واپس آ جائے گا (یعنی پتھر کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے ایسی کی ہے کہ وہ نیچے کی طرف آئے گا، سو اگر کوئی شخص اس کو پوری قوت سے اوپر کی جانب پھینکے تو وہ واپس اپنی اصلی جگہ پر آ جائے گا، یہ پھینکنے کا فعل انسان کا ہے، لیکن اپنی جگہ پر واپس آ جانے کا فعل اس بناء پر اللہ تعالیٰ کا فعل کہلائے گا کہ کہ اس نے پتھر میں یہ خصوصیت پیدا کی ہے کہ وہ نشیب کی جانب جھکے)۔ جواہر اوران کے متعلق احکام کے بارے میں (نظام کا) ایک الگ مذہب ہے جو متکلمین وفلاسفہ کے مذاہب کے خلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا مسئلہ :

(نظام) جزء لایتجزّیٰ کے انکار میں فلاسفہ کا ہم خیال ہے (یعنی کوئی جز ایسا نہیں ہے جس کا جزء نہ ہو سکے)۔ مگر اس نے طفرہ (اچھلنا، کودنا) کی انوکھی بات کہی ہے۔ جب اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ایک چیونٹی چٹان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک قطع مسافت کرتی ہے اور یوں ایک لامتناہی کو طے کرتی ہے (سو جزء لایتجزیٰ سے انکار کی وجہ سے یہ لازم آیا کہ) ایک متناہی نے غیر متناہی کو طے کیا (اس کے جواب میں نظام نے) کہا کہ وہ (چیونٹی) کچھ مسافت چل کر اور کچھ مسافت اچھل کر طے کرتی ہے۔ اُس کی مثال اس نے ایک پچاس ہاتھ لانبی رسی سے دی جو ایک (سو ہاتھ گہرے) کنویں کے بیچوں بیچ آر پار لگی ہوئی لکڑی میں بندھی ہوئی ہے اور اس رسی میں ایک ڈول بھی بندھا ہوا ہے (کنویں کے وسط میں پڑی لکڑی سے بندھی اس پچاس ہاتھ لانبی رسی میں بندھا ڈول، کنویں کے آخری سرے (یعنی کنویں کے پیندے میں ہے) اب ایک دوسری رسی جس کی لمبائی بھی پچاس ہاتھ ہے اس میں ایک کانٹا، اُکس یا آنکس بندھا ہوا ہے۔ اس کانٹے سے درمیانی ڈول والی رسی کو کھینچا جائے تو وہ ڈول جو کنویں کے پیندے میں ہے کھینچ کر کنویں کے سرے پر آجائے گا۔ (کنویں کی گہرائی سو ہاتھ ہے، اس عمل سے درمیانی لکڑی سے بندھی ہوئی رسی میں لٹکا ہوا ڈول کنویں کے آخری سرے پر آجائے گا) یوں ایک پچاس ہاتھ لانبی رسی سے بندھا ہوا ڈول سو ہاتھ کی مسافت طے کر کے اوپر آجائے گا۔ اس نے اس مسافت کو ایک ہی وقت میں کچھ عام رفتار (مشی) سے اور کچھ اچھل کر (طفرہ) سے طے کیا ہوگا۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ نظام کو) یہ معلوم نہیں کہ طفرہ (اچھلنا) بھی قطع مسافت ہی کی ایک صورت ہے۔ سو جو اعتراض (نظام پر) وارد ہوتا ہے وہ مندفع نہیں ہوتا (باقی رہتا ہے)۔ مشی اور طفرہ میں صرف فرق اس قدر ہے کہ ایک سرعت (تیز رفتاری) ہے اور دوسری (بطئی) سست رفتاری ہے۔

ساتواں مسئلہ :

(نظام کا) کہنا ہے کہ جواہر اکٹھا ہو جانے والے اعراض (عرض) سے مل کر بنتے ہیں، وہ اپنے اس قول میں کہ الوان (رنگ)، طعوم (مزے)، اور روائح (مہکیں) اجسام ہیں، ہشام بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم کا ہم خیال ہے۔ سو (نظام نے) کبھی تو یہ کہا کہ اجسام (جسم) اعراض (عرض) ہیں اور کبھی یہ کہا کہ اعراض (عرض) اجسام (جسم) کے سوا کچھ اور نہیں ہیں۔

آٹھواں مسئلہ :

(نظام کا) مذہب ہے کہ اللہ تعالی نے اس کائنات کو جیسی کہ وہ اس وقت ہے، اس کی معدنیات، نباتات، حیوانات اور انسان ان سبھی کو ایک ساتھ ایک ہی دفعہ میں پیدا کیا ہے۔ اور (حضرت) آدم علیہ السلام کی تخلیق ان کی ذریت کی تخلیق سے پہلے نہیں ہوئی، ہاں اللہ تعالی نے ان میں سے کچھ کو کچھ اوروں میں پوشیدہ کر دیا۔ سو (اولاد آدم کا) تقدم و تاخران کے پوشیدگی سے ظہور کے سبب ہے نہ کہ ان کی پیدائش و وجود میں آنے کی وجہ سے۔ (نظام نے) یہ عقیدہ فلاسفہ کے اس گروہ سے اخذ کیا جنہیں "اصحاب الکمون والظہور" کہا جاتا ہے۔ (فلاسفہ) طبیعین کی جانب (فلاسفہ) الٰہیین کے مقابلے میں اس کا رجحان زیادہ ہے۔

نواں مسئلہ :

(نظام کا) قول ہے کہ قرآن کا معجزہ اس بات میں ہے کہ وہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دیتا ہے۔ اس سے معارضہ (اعتراض و مقابلہ) کے دعوے رد کر دیئے گئے اور عربوں کو اس کے (معارضہ کے) اہتمام سے زبردستی اور عاجز کر کے روک دیا گیا یہاں تک کہ اگر ان سے (یہ جبر) اٹھا لیا جاتا تو وہ بلاغت، فصاحت، اور نظم و ترتیب میں قرآن کی سورتوں جیسی سورتیں (بنا کر) لا سکتے تھے۔

دسواں مسئلہ :

(نظام کا) خیال ہے کہ اجماع حجت شرعی نہیں ہے۔ اسی طرح شرعی احکام میں قیاس کا حجت ہونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ حجت امام معصوم کا قول ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں مسئلہ :

(نظام کا) میلان رفض کی جانب تھا اور کبار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں۔ اس نے پہلے کہا کہ "امامت (کا انعقاد) صرف نص وتعین سے ہوتا ہے (اور یہ نص) ظاہر اور کھلی ہوئی (واضح) ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ پر متعدد مواقع پر (امامت کی) نص کی تھی۔ اور اسے اس انداز سے ظاہر کیا تھا جو جماعت (مسلمین) پر مشتبہ ومشکوک نہیں تھا۔ مگر عمر نے اس کو چھپایا اور یہ وہی تھے جنہوں نے سقیفہ (بنی ساعدہ) میں ابوبکر کی بیعت کا انصرام کیا تھا۔" (نظام نے) (حضرت عمر) کی جانب اس بناء پر شک کی نسبت کی ہے کہ انہوں نے (صلح) حدیبیہ کے موقع پر رسول علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ "کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا (کفار قریش) باطل پر نہیں ہیں؟" (رسول ﷺ) نے فرمایا: "ہاں" (ہم حق پر ہیں اور کفار قریش برسر باطل ہیں) اس پر (حضرت) عمر نے کہا: "تو پھر ہم اپنے دین میں کیوں ذلت گوارا کریں؟" (نظام لعین کا) خیال ہے کہ (حضرت عمر کا یہ سوال) دین میں شک وتردد ہے اور (رسول ﷺ نے جو) فیصلہ کر دیا اس کے بارے میں (حضرت عمر کے) نفس میں جرح کا پایا جانا ہے۔ (نظام نے) مزید افتراء پردازی یہ کی کہ (حضرت) عمر نے (حضرت ابوبکر کی) بیعت کے روز (حضرت) فاطمہ کے پیٹ پر مارا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور (حضرت) عمر چلا چلا کر یہ کہہ رہے تھے کہ: "ان کے گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو!" حالانکہ اس وقت گھر میں (حضرات) علی، فاطمہ، حسن، اور حسین کے سوا کوئی نہ تھا۔ (نظام مردود نے) یہ بھی کہا کہ (حضرت عمر نے) جو نصر بن حجاج کو مدینہ سے بصرہ جلاوطن کر دیا، تراویح کی بدعت جاری کی، حج تمتع سے لوگوں کو منع کر دیا اور اپنے عمال پر جرمانے کیے، تو یہ ساری باتیں (دین میں) نئی باتیں (احداث) تھیں۔ اس کے بعد (نظام لعین نے) امیر المومنین (حضرت) عثمان پر الزام تراشیاں کیں اور کہا کہ انہوں نے حکم بن (ابی العاص بن) امیہ کو مدینہ واپس بلا لیا حالانکہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ سے) جلاوطن کر دیا تھا۔ انہوں نے (حضرت) ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کر دیا حالانکہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے دوست تھے۔ انہوں نے (حضرت) ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور انہوں نے لوگوں میں فساد پھیلایا (اس طرح انہوں نے) (حضرت) معاویہ کو شام کا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت) عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا والی بنایا۔ انہوں نے مروان بن حکم سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور یہی لوگ تھے جنہوں نے (حضرت عثمان کے) کاموں کو خراب و برباد کیا۔ انہوں نے (حضرت) عبداللہ بن مسعود کو اپنے مصحف (جمع کردہ قرآن کے نسخہ) کو باقی رکھنے اور اس قول کی بناء پر جو انہیں ناگوار گزرا مارا۔ (نظام کے خیال میں) یہ تمام باتیں (حضرت عثمان نے) نئی کیں۔

بعدازاں (نظام نے) اپنی بے شرمی پر یہ اضافہ کیا کہ (حضرات) علی اور عبداللہ بن مسعود میں ان کے اس قول کی بناء پر کہ "اس کے بارے میں اپنی رائے کہتا ہوں" عیب نکالا (اور انہیں برا کہا)۔ اس نے (حضرت) عبداللہ بن مسعود کو ان کی اس روایت (حدیث) کی بناء پر کہ "سعید وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں سعید تھا اور شقی وہ ہے جو شکم مادر میں شقی تھا" جھٹلایا۔ اسی طرح اس نے (حضرت) عبداللہ بن مسعود کی اس لئے بھی تکذیب کی کہ انہوں نے (معجزہ) شق القمر اور جنات کو جاٹوں سے تشبیہ دینے کی روایتیں کی ہیں۔ اس نے جنات کے (وجود سے) یکسر انکار کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں۔

بارھویں مسئلہ :

درود سمع (انبیاء کی آمد اور ان کی شریعتوں کے آنے) سے پہلے غور و خوض کرنے والے شخص کے متعلق (نظام کا) یہ کہنا ہے کہ اگر وہ شخص صاحب عقل اور پختہ نظر والا ہے تو اس پر باری تعالیٰ کی معرفت کا حصول، نظر (غور و فکر) اور استدلال سے واجب ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ان تمام افعال میں جو (انسان کے) تصرف و دائرہ کار میں (داخل) ہیں، ان میں حُسن (اچھائی) اور قُبح (برائی) کو پرکھنے کا معیار عقل ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ دو فاطروں (فاطرین) کا ہونا ضروری ہے کہ ان میں سے ایک (انسان کو) اِقدام (یعنی فعل خیر کے کرنے) کا حکم دے اور دوسری (برائیوں سے) رکنے کا حکم دے تاکہ اختیار درست و صحیح ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں مسئلہ :

(نظام نے) وعد اور وعید کے مسائل کے متعلق کلام کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جس شخص سے ایک سو ننانوے درم میں چوری یا ظلم سے خیانت کی، وہ اس کی وجہ سے فاسق نہ ہوگا تا آنکہ اس کی خیانت نصاب زکوۃ تک پہونچ جائے جو دوسو درم یا اس سے زائد ہے۔ اس وقت وہ شخص فسق کا مرتکب ہوگا۔ یہی حال زکوۃ کے تمام نصابوں کا ہے (یعنی جب تک چوری، غصب وغیرہ کی رقوم یا سوائم یار کاز وغیرہ کی مقدار نصاب زکوۃ سے کم ہوگی آدمی فاسق نہ ہوگا۔ البتہ جب یہ رقوم و سوائم نصاب زکوۃ کے مساوی ہوں گے تو آدمی فاسق ہو جائے گا)۔ معاد (آخرت) کے متعلق اس کا یہ قول ہے کہ (اللہ کا) فضل (وکرم) بچپن ہی میں مر جانے والوں پر اس نوعیت کا ہوگا جس نوعیت کا فضل حیوانات پر ہوتا ہے۔ (علی) اسواری (متوفی ۲۴۰ ھ) نے (نظام کے) تمام عقائد و اقوال میں اس سے اتفاق کیا ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس فعل پر قدرت نہیں ہوتی جس کو وہ نہیں کرتا یا جس کے متعلق اس نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اسے نہیں کرے گا۔ مگر انسان (ایسے افعال پر) قدرت رکھتا ہے، کیونکہ بندے کی قدرت دو متضاد افعال کی صلاحیت رکھتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ دو متضاد امور میں سے ایک کو دوسرے (متضا) کے بجائے وہ ایجاد کرے گا۔ اور خطاب (دعوت معروف) ابولہب جیسے شخص سے بھی منقطع نہ ہوگا ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ جلد ہی ایسی آگ میں جلے گا جس سے شعلے اٹھ رہے ہوں گے (سورۃ لہب۔ آیت ۳)۔

ابو جعفر اسکافی (متوفی ۲۴۰ ھ) اور اس کے معتزلی پیروکار (نظام کے) ہم خیال ہیں (اسکافی نے) اس پر اس امر کا اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عقلاء (صاحبان عقل) پر ظلم کرنے پر قادر نہیں ہے، مگر اس کو اطفال اور مجانین (پاگلوں) پر ظلم کی قدرت حاصل ہے۔

اسی طرح دو جعفروں، یعنی جعفر بن مبشر اور جعفر بن حرب نے بھی (نظام سے) اتفاق کیا ہے اور (اس کے افکار پر) صرف اس قدر اضافہ کیا ہے کہ جعفر بن مبشر کا یہ قول ہے کہ امت (محمدی) کے فاسق افراد میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زندیقوں (زنادقہ) اور مجوس سے بھی زیادہ برے ہیں۔ اسکا یہ بھی خیال ہے کہ شرابی پر حد شرعی کے اجراء پر صحابہ (کرام) کا اجماع غلط ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ حدود میں نص (قرآن) اور توقیف کا اعتبار کیا جاتا ہے (نہ کہ صحابہ کے اجماع کا)۔ اس (جعفر بن مبشر) نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک حبہ کی چوری کا مرتکب شخص بھی فاسق اور ایمان سے خارج ہے۔

محمد بن شبیب، ابوشمر اور موسیٰ بن عمران، نظام کے اصحاب (تلازمہ و متبعین) میں ہیں لیکن ان سبھوں نے (عقیدہ) وعید اور (عقیدہ) المنزلۃ بین المنزلتین میں اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب، ارتکاب کبیرہ سے ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ (جعفر) ابن مبشر (عقیدہ) وعید کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ عقاب (عذاب) کا استحقاق اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا سزاوار استحقاق ورود سمع (شریعت کے آنے) سے پہلے ہی غور و فکر سے وابستہ ہے (یعنی آدمی پر حسن و قبح میں غور و فکر اور عقل سے فرق کرنا واجب ہے، اس میں شریعت کے آنے اور انبیاء سے سماعت کی ضرورت نہیں ہے، جنھوں نے ورود شریعت سے پہلے بھی غور و فکر سے کام نہ لیا اور گناہوں کا ارتکاب کیا تو وہ مستحق عذاب ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ آتش دوزخ میں جلیں گے)۔ مگر (جعفر بن مبشر کی رائے کے برخلاف) نظام کے تمام اصحاب کا یہ عقیدہ ہے کہ خلود فی النار (یعنی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہنا) کی معرفت (پہچان) صرف سمع (شارع سے سننے) سے ہوتی ہے۔

نظام کے اصحاب (پیرووں) میں فضل الحدثی اور احمد بن خابط (بھی) ہیں۔ الراوندی کا بیان ہے کہ ان دونوں کا یہ خیال تھا کہ مخلوقات کے دو خالق ہیں ان میں سے ایک قدیم ہے اور وہ باری تعالیٰ ہے، جبکہ دوسرا محدث (فانی) ہے وہ مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''تم مٹی سے ایسی چیز پیدا کرتے ہو جو پرندے کی شکل کی ہے (المائدہ آیت ۱۰۹)۔ مگر الکعبی کو حدثی سے جو حسن عقیدت تھی اس کی وجہ سے اس نے حدثی کے متعلق (الراوندی کی) اس روایت کو جھٹلایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤۔ ''الخَابِطیّہ اور الحَدَثِیّہ''

الخابطیہ :- احمد بن خابط کے اصحاب (تلامذہ وتبعین) ہیں ۔ اسی طرح فضل الحدثی کے پیرو الحدثیہ :- کہلاتے ہیں ۔ یہ دونوں نظام کے اصحاب میں شامل تھے ۔ انہوں نے بھی فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور نظام کے مذہب میں تین بدعتوں کو شامل کیا۔

پہلی بدعت :

مسیح علیہ السلام (کی ذات) میں الوہیت کے احکام میں سے بعض احکام کا اثبات ہے۔(اور یہ عقیدہ) نصاریٰ کے موافق ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ (مسیح ہی) آخرت میں مخلوقات کا محاسبہ کریں گے ۔ (الخابطیہ اور الحدثیہ کے خیال میں)اس ارشاد خداوندی سے وہی (مسیح)مراد ہیں۔(وجاء ربك و الملك صفا صفا(الفجر ۲۲)یہ(مسیح ہی)ہیں جو بادلوں کے سائے میں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وہی مراد ہیں(او یاتی ربك (البقرہ ۲۰۹) اور نبی (کریم)علیہ الصلوۃ والسلام کے ان ارشادات سے بھی (مسیح ہی)مراد ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا'' اور'' خدائے جبار دوزخ کی آگ میں اپنی ٹانگ ڈال دے گا۔'' احمد بن خابط کا یہ گمان ہے کہ مسیح (خدا تھا اور اس) نے جسمانی قالب دھار لیا اور وہی کلمۂ (الٰہی) ہے جس نے جسمانی شکل وصورت اختیار کر لی ہے۔ (یہ عقیدہ) نصاریٰ کے عقیدے جیسا ہے۔ کیونکہ یہی نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔

دوسری بدعت :

تناسخ کا عقیدہ ہے ۔ ان دونوں (احمد بن خابط اور فضل الحدثی) کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو صحیح ، سالم ، عاقل ، اور بالغ پیدا کیا اور ایک ایسے مقام (دار ، کائنات) میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انہیں ٹھہرایا جوان کے موجودہ مقام (دار، کائنات) سے مختلف تھا۔ (اللہ نے) ان لوگوں میں اپنی معرفت اور علم کو تخلیق کیا اور ان پر اپنی نعمتیں ارزانی فرمائیں۔ یہ بات جائز نہیں ہے کہ اللہ اول اول جس کی تخلیق کرے وہ عاقل، ناظر، (غور وفکر کرنے والا) اور معتبر کے سوا کچھ اور ہو۔ اللہ نے ابتداء میں (مخلوقات کو) صرف ادائیگی شکر کا مکلف کیا۔ سو کچھ لوگوں نے (اللہ کے) تمام احکام کی اطاعت کی اور کچھ دوسروں نے اس کے سارے احکام کی نافرمانی کی، جب کہ کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے بعض احکام کی اتباع کی اور بعض کی حکم عدولی کی۔ جن لوگوں نے (اللہ کے) تمام احکام کی اتباع کی، انہیں اس نے دارالنعیم میں جہاں وہ آغاز میں تھے، رہنے دیا اور جنہوں نے اس کے تمام احکام کی خلاف ورزی کی انہیں اللہ نے (دارالنعیم سے) نکال کر دارالعذاب میں ڈال دیا جو آگ ہے۔ مگر جن لوگوں نے بعض احکام کو مانا اور بعض احکام کی خلاف ورزی کی، انہیں اللہ نے دارالدنیا (دنیا) میں لا ٹھہرایا اور یہ کثیف جسم انہیں پہنا دیئے اور ان کے گناہوں کے بقدر انہیں مفلسی، نقصان، سختی، نرمی، مصائب ولذات میں مبتلا کر کے انسانوں اور سارے حیوانات کی مختلف صورتوں میں متشکل کر دیا۔ سو جس کے گناہ کم اور طاعت زیادہ ہوتی ہے اس کی صورت اچھی (احسن) اور اس کی مصیبتیں کم ہوتی ہیں اور جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اس کی صورت قبیح (اقبح) اور اس کے مصائب زیادہ ہوتے ہیں۔ جب تک کہ اس کے ساتھ اس کے گناہ اور اس کی اطاعتیں موجود ہیں وہ بار بار ایک، شکل سے دوسری شکل میں حیوان کے (وڑن، روپ میں) باقی رہے گا۔ (بقول شہرستانی) یہ بعینہ تناسخ کا عقیدہ ہے۔

ان دونوں (ابن خابط اور الحدثی) کے زمانے میں احمد بن ایوب بن مانوس معتزلہ کا شیخ تھا۔ وہ بھی النظام کے شاگردوں میں تھا۔ احمد بن خابط کی طرح یہ بھی تناسخ اور اس بات کا قائل تھا کہ (اللہ نے) اس کائنات کو یک بارگی تخلیق کیا ہے۔ مگر اس نے یہ بھی کہا کہ جب (تبدیلی جسم کے عمل میں) نوبت بہیمیت (جانوروں) تک جا پہنچے گی تو تکالیف (شرعی بھی آدمی سے) اٹھالی جائیں گی (یعنی جب اس ایک جسم سے دوسرے جسم میں خلق کئے جانے کی نوبت یہاں تک آ پہونچے گی کہ آدمی کسی جانور کے روپ میں تخلیق کیا جائے تو پھر وہ کسی شرعی حکم کی بجا آوری پر مامور نہ ہوگا) اور وہ اسی طرح غیر مکلف ہوگا جس طرح دارالجزاء (آخرت) میں آدمی تکالیف شرعیہ یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرونہی کی پابندی پر مامور نہیں ہوگا۔ان دونوں (ابن خابط اور الحدثی) کا یہ بھی مذہب ہے کہ دیار (مقام استقرار انسان، کائنات) پانچ ہیں :-

ان میں سے دو دار ثواب ہیں۔ان میں سے ایک میں (لوگوں کے لئے) کھانے پینے اور شادی بیاہ کے سامان اور باغ اور نہریں ہوں گی، جب کہ دوسرا دار (ثواب) اس سے برتر ہے جس میں اکل وشرب اور نکاح بیاہ (کے سامان) نہ ہونگے۔ بلکہ یہاں روحانی پناہ گاہیں (امن و سکوں کے مقامات) اور غیر جسمانی روح وریحان ہوں گے۔

تیسرا (مقام استقرار) دار العقاب المحض (خالص عذاب اور سزا کا مقام) ہے اور یہ آتش جہنم ہے۔اس میں کسی قسم کی ترتیب نہیں ہے (یعنی درجہ بندی نہیں ہے) بلکہ بطریق تساوی مساوات ہے (یعنی عذاب میں کوئی تفریق نہیں ہے، بلکہ سبھی کو مساوی عذاب بھگتنا پڑے گا)۔

چوتھا (مقام استقرار) دار الابتداء ہے جہاں دار الدنیا کی طرف اتارے جانے سے پہلے مخلوقات کی تخلیق ہوئی تھی اور یہ جنت اولیٰ (پہلی جنت) ہے۔

پانچواں (مقام استقرار) دار الاجلاء ہے اور یہ وہ (مقام) ہے جہاں مخلوقات پہلے (دار، مقام) سے منتقل ہوئیں اور یہاں ان پر تکلیف شرعی (یعنی احکام کی پابندی و بجا آوری لازمی) ہے۔

یہ تکوین (تخلیق و ایجاد) و تکریر (تکرار و اعادہ) کا عمل دنیا میں اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ دونوں پیمانے (میکالان) یعنی میکال الخیر (نیکی کا پیمانہ) اور میکال الشر (برائی کا پیمانہ) نیکوں اور بروں سے بھر نہ جائیں گے۔سو جب میکال الخیر پر ہو جائے گا تو تمام عمل خیر ہو جائیں گے، مطیع خالص نیکوکار (خیر خالص) ہو جائے گا اور جنت میں منتقل ہو جائے گا۔اس میں ذرا بھی تاخیر و درنگ نہ ہوگی کیونکہ غنی کا تاخیر کرنا (ایک طرح کا) ظلم ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ: ''مزدور کو اس کے پسینے خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کردو'' (سو اجر نیک کے مستوجب کو اللہ فوراً جنت میں منتقل کر دے گا اور اس میں ذرا بھی تاخیر سے کام نہ لے گا کہ یہ تاخیر ظلم ہے) اور جب میکال الشر (برائی کا پیمانہ) بھر جائے گا، تو تمام اعمال معصیت و گناہ ہو جائیں گے اور عاصی (گنہ گار) شر محض ہو جائے گا اسے دوزخ میں منتقل کر دیا جائے گا اور اس میں پلک جھپکنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برابر بھی تاخیر نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے (فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون (اعراف ۳۴) اور جب ان کا وقت مقررہ آپہنچے گا تو ایک پل بھی تاخیر و تقدیم نہ کی جائے گی۔

تیسری بدعت :

باری تعالیٰ کی رویت (دیدار) سے متعلق جو اخبار (احادیث) میں وارد ہوا ہے، مثلاً (نبی کریم) علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ "تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح کہ تم لوگ چودھویں کی رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیدار میں کوئی کمی و نقص نہ ہوگا" ان تمام (اخبار و احادیث) کو ان دونوں (ابن خابط اور الحدثی) نے عقل اول کی رویت پر محمول کیا ہے۔ (یہ عقل اول) پہلی تخلیق ہے وہی عقل فعال ہے جس سے تمام موجودات پر صور و اشکال کا فیضان ہوتا ہے اور نبی (کریم) علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد سے (عقل اول) مراد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور اس سے کہا: "سامنے آ۔ سو عقل سامنے آئی۔ پھر اللہ نے اس سے فرمایا: پیچھے آ۔ سو عقل پیچھے آئی۔ اب اللہ نے فرمایا: قسم ہے میرے عزو جلال کی، میں نے تجھ سے زیادہ خوب صورت کوئی چیز پیدا نہیں کی، میں تیرے ذریعہ (لوگوں کو) عزت دونگا اور تجھ ہی سے (لوگوں کو) ذلت دونگا، تیرے توسط سے (لوگوں کو) عطا یا دوں گا اور تجھ ہی سے (لوگوں کو) کچھ دینے سے رکوں گا"۔ یہی (عقل اول، عقل فعال) قیامت کے دن ظاہر ہوگی اور اس کے اور ان صورتوں اور شکلوں کے درمیان جو اس سے نکلی ہیں (اس کے فیضان سے وجود میں آئی ہیں) حجابات اٹھا لئے جائیں گے لوگ اس (عقل فعال) کو یوں دیکھیں گے جیسے کہ لوگ چودھویں کی رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ مگر (وہ ذات جس نے) عقل کو پیدا کیا ہے اس کو یقیناً دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور مبدع کو مبدع ہی سے تشبیہ دی جاتی ہے (مبدع یعنی خالق کو مبدع یعنی خالق ہی سے تشبیہ دی جاتی ہے)۔

ابن الخابط کا یہ قول ہے کہ حیوانات کی ہر نوع ایک علیحدہ امت ہے (اس کی دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "(وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امثالکم (الانعام ۳۷) اور زمین پر جو بھی رینگنے والا (جانور) ہے اور جو بھی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے، تمہارے ہی جیسی امتیں ہیں''۔

ہر امت میں اس کی نوع سے ایک رسول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''(وما من امة الا خلا فیها نذیر (الفاطر ۲۴) اور ہر امت میں ایک ڈرانے والا آیا (بھیجا گیا) ہے۔

احمد بن ابن خابط اور فضل الحدثی کے تناسخ سے متعلق دوسرے عقائد و طرق بھی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے تناسخیہ (تناسخ کے قایل فرقوں)، فلاسفہ اور معتزلہ کے عقائد کو آپس میں (خلط ملط) کر کے (ایک نیا مذہب ایجاد کیا) ہے۔

۵۔ ''البِشْرِیّہ''

یہ لوگ بشر بن معتمر کے اصحاب (متبعین) ہیں۔ وہ معتزلی علماء میں نہایت عالم و فاضل (شخص) تھا۔ اس نے سب سے پہلے ''تولد'' کے عقیدے کو ایجاد کیا اور اس میں نہایت درجہ مبالغہ سے کام لیا۔ (بشر) اپنے اصحاب (معتزلہ) سے چھ مسائل میں منفرد ہے:-

مسئلہ اول:

(بشر) کا خیال ہے کہ رنگ، مزہ، مہک، اور تمام وہ چیزیں جن کا ادراک کیا جا سکے، ان سب کا تعلق ''سمع'' سے ہے۔ اگر رویت کے اسباب بندے کے فعل سے وابستہ ہوں تو یہ جائز ہے کہ وہ بندے کے افعال سے بطور تولد کے حاصل ہو۔ بشر نے اس (خیال) کو (فلاسفہ) طبیعیین کے قول سے اخذ کیا ہے، لیکن ان لوگوں نے (ایسے افعال میں جو) متولد ہوں اور (ایسے افعال میں) جو قدرت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ کبھی کبھی یہ لوگ (فلاسفہ طبیعیین) قدرت کو متکلمین کے طریقہ سے ثابت نہیں کرتے۔ اور (ان لوگوں کے نزدیک) فعل کی قوت اور انفعال کی قوت اس قدرت کا غیر ہیں جسے متکلمین ثابت کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ دوم :

(بشر) کہتا ہے کہ استطاعت سے مراد سلامتیٔ فطرت اور (اعضاء) جوارح کی صحت ہے۔اور ان کا آفات (نقائص) سے پاک ہونا ہے۔ (بشر نے) کہا : میں یہ نہیں کہتا کہ (آدمی سے) اس (استطاعت) کی بدولت پہلی حالت میں اور نہ دوسری حالت میں فعل سرزد ہوتا ہے، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ انسان سے فعل سرزد ہوتا ہے اور فعل دوسری ہی حالت میں ہوتا ہے۔

مسئلہ سوم :

(بشر کے نزدیک) اللہ تعالیٰ بچہ کو عذاب دینے پر قادر ہے لیکن اگر وہ ایسا کرے تو وہ اس پر ظلم کرے گا۔ مگر اللہ کے بارے میں یہ کہنا مستحسن (درست ، اچھا) نہیں ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اگر اس نے ایسا کیا (یعنی بچہ کو عذاب دیا) تو وہ بچہ بالغ اور عاقل تھا اور اس نے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، سو عذاب کا مستحق تھا۔ مگر یہ متضاد بات ہے۔

مسئلہ چهارم :

کعبی نے یہ بیان کیا ہے کہ (بشر کا یہ) گمان ہے کہ اللہ کا ارادہ اس کے افعال میں سے ایک فعل ہے اور اس (ارادہ) کی دو صورتیں ہیں کہ یا وہ صفت ذات ہے یا صفت فعل ۔ اگر صفت ذات ہے تو (اس کا مفہوم یہ ہوا کہ) اللہ ہمیشہ سے اپنے تمام افعال (کے کرنے) کا اور اپنے بندوں کی تمام طاعات کا ارادہ کرنے والا ہے، کیونکہ وہ حکیم (صاحب حکمت) ہے اور حکیم کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جس (فعل) میں صلاح اور بھلائی جانے اس کا ارادہ نہ کرے۔ اور اگر (اللہ کا ارادہ) اس کے فعل کی صفت ہے تو اس صورت میں اگر اپنے کسی فعل کے احداث (تخلیق) کی حالت میں وہ اس کا ارادہ کرے گا تو وہ (ارادہ) اس کی تخلیق (پیدا کردہ) ہوگا اور یہ تخلیق سے پہلے ہوگا۔ کیونکہ جس کے سبب سے کسی شئی کا وجود ہوتا ہے اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہو۔ اور اگر اس (ارادہ) سے اللہ کے بندوں کا فعل مراد لیا جائے تو پھر (ارادہ الٰہی) اس (فعل) کا امر و حکم ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ پنجم :

(بشر کے خیال میں) اللہ کے ہاں ایسا لطف (وکرم) ہے کہ اگر اس کا مظاہرہ کرے تو تمام اہل زمین ایمان لائیں اور اس پر ثواب کے حق دار ہو جائیں۔لیکن اللہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بندوں پر وہ (اس لطف کو)ارزانی فرمائے ۔اس طرح اس پر اصلح کی رعایت بھی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ جس صلاح (وخیر) پر قادر ہے اس کی کوئی غایت اور نہایت نہیں ہے ۔سو ہر اصلح سے زیادہ اصلح (شے) موجود ہے ۔اس بناء پر اللہ تعالیٰ پر صرف یہ امر واجب ہے کہ وہ بندوں کو (افعال خیر سرانجام دینے کی) قدرت واستطاعت عطاء کردے ۔اوران کے وسوسے اور شبہات کو دعوت (حق) اور رسالت (انبیاء) کے ذریعہ زائل کردے ۔ورودسمع (شریعت کی آمد) سے پہلے (ذات باری کے متعلق) غور وفکر کرنے والا شخص اس کو غور وفکر اور استدلال کے ذریعہ جانتا ہے (اسکو غور وفکر اور استدلال کے ذریعہ باری تعالیٰ کی ذات سے متعلق علم حاصل ہو جاتا ہے)اور چونکہ (بندہ) اپنے فعل میں (غور وفکر اور استدلال کے سبب)صاحب اختیار ہوتا ہے ۔وہ اس امر سے مستغنی اور بے پروا ہوتا ہے کہ دو خاطر (خاطرین)غور واستدلال کی راہ میں اسکی مزاحم ہوں۔ کیونکہ یہ دو خاطر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہوتیں بلکہ شیطان کی جانب سے ہوتی ہیں ۔جو (ورود سمع سے قبل ہی کنہہ باری تعالیٰ میں) غور وفکر سے کام لیتا ہے شیطان اس کے دل میں شبہ وشک ڈالنے پر قادر نہیں ہوسکتا ۔اور اگر (شیطان دل میں شک وشبہ ڈالنے پر) قادر ہو جائے تو اس سے متعلق جو بات کہی جائے گی وہ اس (شیطان) کے بارے میں کہی جانے والی بات کی طرح ہوگی ۔

مسئلہ ششم :

(بشر کا)قول ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ سے توبہ کرنے کے بعد اس کا پھر ارتکاب کیا تو پہلے (گناہ کے)عذاب کا بھی وہ مستحق ہوگا (یعنی جس گناہ کی پہلے توبہ کی تھی اس کی بھی اسے سزا دی جائے گی) کیونکہ اس کی توبہ اس شرط پر قبول ہوئی تھی کہ وہ اس کا پھر اعادہ نہ کرے گا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔ ''اَلْمُعَمَّرِيَّہ''

یہ لوگ مُعَمَّر بن عباد سلمی کے اصحاب (پیرو) ہیں۔ (مَعَمَّر) صفات (باری) کی نفی اور یہ کہ قدر خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے کے انکار کے عقیدے کی تدقیق و تحقیق میں اہل اعتزال میں نہایت نمایاں ہے۔ اس نے اس ضمن میں (مخالفوں کی) تکفیر (کافر قرار دینے) اور تضلیل (گمراہ ٹھہرانے) میں بڑا اہتمام کیا ہے۔ اس شخص نے اپنے اصحاب (یعنی معتزلہ) سے جن مسائل میں علیحدہ رائے قائم کی ان میں سے (چند) یہ ہیں :-

(اول) :- (معمر کا) قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کے سوا کچھ اور پیدا نہیں کیا ہے۔ اور اعراض (عرض) اجسام کی پیدا کردہ (اختراعات) ہیں۔ (یہ اعراض اجسام میں) یا تو بالطبع ہوتی ہیں مثلاً آگ جو احراق (جلانے کی خاصیت) کو پیدا کرتی ہے۔ سورج جو حرارت پیدا کرتا ہے اور چاند جو تکوین (رنگ آمیزی) کو پیدا کرتا ہے (تو نار میں احراق، شمس میں حرارت اور قمر میں تکوین جو اعراض ہیں طبعی و خلقی ہیں) یا پھر (یہ اعراض اجسام میں) اختیاری (و ارادی) ہوتی ہیں مثلاً جاندار (حیوان) جو حرکت، سکون، اجتماع (اکٹھا ہونا) اور افتراق (علیحدہ ہونا) کو حدوث میں لاتا ہے (پیدا کرتا ہے) حیرت کی بات یہ ہے کہ (معمر) کے نزدیک جسم کا حدوث (تخلیق) اور اس کا فنا ہو جانا عرض ہیں۔ پھر وہ یہ کیسے کہتا ہے کہ یہ (حدوث و فنائے جسم) اجسام کا فعل ہیں؟ اور چونکہ (معمر کے خیال میں) اللہ تعالیٰ عرض کا خالق نہیں ہے اس لئے وہ جسم کی تخلیق (حدوث) اور اس کے فنا کا خالق نہیں ہو سکتا کیونکہ حدوث (تخلیق) عرض ہے۔ اس سے (معمر پر) یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل سے اصلاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کا کلام یا تو عرض ہے یا جسم۔ اگر وہ (کلام) عرض ہے تو (ماننا پڑے گا کہ) اس کو باری تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کیونکہ دراصل متکلم وہی ہوتا ہے جس سے کلام کا فعل سرزد ہو۔ یا پھر (معمر کے لئے) یہ بات لازم آئے گی کہ کلام باری تعالیٰ عرض نہ ہو اور اگر وہ یہ کہے کہ (کلام باری تعالیٰ) جسم ہے تو اس سے خود اس کا یہ عقیدہ کہ اللہ نے کلام کو (ایک) محل (مقام) میں پیدا کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باطل ہو جائے گا کیونکہ ایک جسم دوسرے جسم کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ (معمر) اللہ کی ازلی صفات کا قائل نہیں ہے اور نیز وہ اعراض کا بھی خالق نہیں ہے اس لئے (معمر کے) مذہب کے مطابق اللہ کا کوئی کلام ہی نہ ہوگا جس سے وہ تکلم کرے گا اور جب اس کا کوئی کلام نہ ہوگا تو وہ نہ آمر (حکم دینے والا) ہوگا اور نہ ناہی (روکنے والا)۔ اور جب (کسی بات کے کرنے کا) کوئی حکم (امر) ہی نہ ہوگا اور (کسی بات سے رکنے سے کوئی) نہی نہ ہوگی تو سرے سے کوئی شریعت ہی نہ ہوگی۔ یوں (معمر کا یہ) مذہب ایک بڑی رسوائی کا باعث ہے۔

(دوم):۔ (معمر کا) عقیدہ ہے کہ اعراض ہر نوع میں غیر متناہی ہوتی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ہر عرض جو کسی محل کے ساتھ قائم ہوتی ہے، وہ اس کے ساتھ اس معنی کے سبب قائم ہوتی ہے جو اس قیام کا موجب ہوتا ہے۔ یہ تسلسل کا اقتضاء کرتا ہے (یعنی یہ سلسلہ جملہ اعراض میں جاری ہوتا ہے) اور اس مسئلہ کی بناء پر اس کو اور اس کے پیروں کو اصحاب المعانی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ (معمر نے) اس پر یہ بات اضافہ کی کہ حرکت جو سکون کی مخالف ہے، یہ (مخالفت) اس کی ذات کے سبب نہیں بلکہ اس معنی کے سبب سے ہے جو اس مخالفت کا موجب ہوا ہے۔ اسی طرح مثل (ایک جیسی چیز) مثل (اپنی ہی جیسی دوسری چیز) سے جو مغائیر (جدا) اور مماثل ہوتی ہے۔ (تو یہ بھی ایک معنی کے سبب سے ہوتی ہے جو اس مغایرت یا مماثلت کا موجب ہوتا ہے) یہی بات کہ ضد (ایک دوسرے کے مخالف) جو ضد سے متضاد ہوتی ہے وہ بھی ایک معنی کے باعث ہوتی ہے (جو اس تضاد کا موجب ہوتا ہے)۔

(سوم):۔ کعبی نے (معمر سے) یہ نقل کیا ہے کہ (اس کے نزدیک) کسی شئی کا ارادہ الہی' اللہ کی ذات کا، اس شئی کو تخلیق کرنے کا، امر کا، اخبار (خبر دینے) کا اور حکم دینے کا غیر ہے (یعنی اللہ کا ارادہ اس کی ذات کا، کسی شے کی تخلیق کا، اللہ کے امر، خبر دینے، اور حکم دینے سے مغایئر اور اس سے جدا ہے)۔ یوں اس نے ایک ایسے مجہول امر کی نشاندہی کی ہے جو معروف نہیں ہے (جسے کوئی نہیں جانتا)۔ اس کا یہ بھی قول ہے کہ ارادہ کے سوا (کسی شے کے صدور میں) انسان کا کوئی فعل نہیں ہوتا خواہ یہ ارادہ فعل کے ساتھ ہو۔ (مباشرۃً) یا فعل اسکے نتیجے میں وجود میں آئے (تولیداً)۔ انسان کے وہ افعال جن کا وہ خیر و شر میں مکلف کیا گیا ہے از قسم قیام، قعود، حرکت،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکون، ان سب کا تعلق اس کے ارادہ سے ہے۔ اور ایسا نہ تو بطریق مباشرہ ہے اور نہ بطریق تولید۔ یہ بات بڑی حیرت کی ہے۔ اس نے انسان کی حقیقت کے متعلق اپنے عقیدے کی بنیاد پر اس خیال کو قائم کیا ہے۔ کیونکہ (معمر) کے نزدیک انسان معنی یا جوہر ہے جس کا کوئی جسد (جسم) نہیں اور جو جسد (جسم) کا غیر ہے۔ وہ عالم ہے، قادر ہے، مختار (صاحب اختیار) ہے، حکیم (صاحب عقل و دانش) ہے، نہ متحرک ہے، نہ ساکن ہے، نہ متکون ہے اور نہ متمکن، اسے نہ تو دیکھا جا سکتا ہے، نہ چھوا جا سکتا ہے، نہ محسوس کیا جا سکتا ہے، نہ ٹٹولا جا سکتا ہے، اور نہ وہ کسی جگہ اتر سکتا ہے یا کہیں حلول کر سکتا ہے، نہ کوئی مکان اس کا احاطہ کر سکتا ہے اور نہ زمان میں وہ محصور ہے۔ بلکہ وہ جسم کا مدبر (تدبیر کنندہ) ہے، اور بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا تعلق ہے (یعنی وہ بدن کا انتظام کرتا ہے اور اسے تصرف میں لاتا ہے)۔ (معمر نے یہ رائے) فلاسفہ سے اخذ کی ہے۔ جو نفس انسانیہ کا اثبات کرتے ہیں کہ وہ جوہر ہے جو اپنے نفس کے ساتھ قائم ہے، نہ تو وہ متحیز (کسی جگہ میں) ہے اور نہ اس کا کوئی تمکن (مکان) ہے۔ فلاسفہ نے انسان کی جنس سے موجودات عقلیہ مثلاً عقول مفارقہ کا اثبات کیا ہے۔ چونکہ معمر بن عباد کا میلان فلاسفہ کے مذہب کی جانب تھا اس لئے اس نے نفس کے، جسے وہ انسان کا نام دیتا ہے، افعال و قالب جو انسان کا جسد ہے کے افعال کے مابین فرق کیا اور کہا کہ نفس کا فعل صرف ارادہ ہے، اور نفس انسان ہے، سو انسان کا فعل ارادہ ہے۔ اور اس کے علاوہ جو حرکات، سکنات و اعتمادات ہیں، وہ سب جسد (جسم) کا فعل ہیں۔

(چہارم):- (معمر کے) متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس قول کا کہ ''اللہ قدیم ہے'' منکر تھا۔ کیونکہ لفظ قدیم کا ماخذ قَدَمَ یَقْدُمُ ہے اور وہ فعل ہے (اور فعل کو تجدد و حدوث لازم آتا ہے جو قدم ذاتی کے منافی ہے)۔ اس نے یہ بھی کہا کہ (صفت قدم سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنے کے باعث) تقدم زمان کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وجود زمانہ کے ساتھ قائم نہیں ہے۔

(پنجم):- (معمر سے) یہ بھی منقول ہے کہ اس کا یہ خیال ہے کہ خلق (تخلیق کا عمل) مخلوق (تخلیق شدہ) کا غیر ہے اور احداث (حدوث کرنا، پیدا کرنا) محدث (حدوث دادہ، پیدا کردہ) کا غیر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ششم):۔جعفر بن حرب نے (معمر کا) یہ قول نقل کیا ہے کہ "یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا اپنے سے علم ہو، کیونکہ عالم (جاننے والا) اور معلوم (جسے جانا جاتا ہے) دونوں اس صورت میں ایک ہو جائیں گے (اور یہ بات محال ہے)۔ یہ بات بھی محال ہے کہ (اللہ کو) اپنے غیر کا علم ہو۔ (اور یہ ایسا ہی ہے) جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ "یہ بات محال ہے کہ (اللہ) موجود ہونے کی حیثیت سے موجود پر قادر ہے۔" (شہرستانی کا بیان ہے کہ) شاید اس روایت میں کوئی خلل ہے کیونکہ کوئی صاحب عقل ایسی غیر معقول بات نہیں کہہ سکتا۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) یہ شخص (معمر بن عباد) فلاسفہ کی جانب رجحان رکھتا تھا اور ان کا مذہب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا علم انفعال نہیں ہے یعنی وہ معلوم کے تابع نہیں ہے، بلکہ اس کا علم، علم فعلی ہے۔ سو اللہ اس اعتبار سے کہ وہ فاعل ہے، عالم ہے اور یہ اس کا علم ہی تھا جس نے اس فعل کو واجب کیا (جس سے اس کا یہ فعل سرزد ہوا) اور یہ اپنے حدوث کی حالت میں یقیناً موجود سے متعلق ہوتا ہے۔ مگر اپنے عدم پر استقرار کے باوجود معدوم کے ساتھ اسکا تعلق درست و جائز نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ علم اور عقل ہے۔ اور اس (اللہ) کا عقل، عاقل، و معقول ہونا ایک ہی شئی (بات) ہے۔ سو (فلاسفہ کے اس عقیدے کے تتبع میں) ابن عباد نے کہا ہے کہ (اللہ کے متعلق یہ) نہیں کہا جائے گا کہ وہ اپنے کو جانتا ہے کیونکہ اس سے عالم اور معلوم کے مابین فرق و امتیاز ہو جائے گا (جو درست نہیں ہے) اسی طرح (اللہ کو) اپنے غیر کا بھی علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کا علم غیر (دوسرے سے) حاصل ہوتا ہے۔ اس بناء پر یا تو (معمر بن عباد کی جانب اس عقیدے کی) نسبت غلط ہے یا پھر (فلاسفہ کے عقائد پر) محمول کرنا چاہئے۔ مگر ہم (معمر) بن عباد کے حامی اور پیرو نہیں ہیں کہ اس کے کلام (عقیدے) کی کوئی توجیہہ پیش کریں۔

۷۔ "اَلْمُرْدَارِیَّہ"

یہ لوگ ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح کے پیرو ہیں۔ اس شخص کا لقب "مردار" تھا۔ یہ بشر بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معتمر کا شاگرد تھا اور اسی سے تحصیل علم کی تھی۔ وہ زاہد تھا اور ''راہب المعتزلہ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی (معتزلہ) سے جن مسائل میں الگ رائے قائم کی، ان میں سے (چند) یہ ہیں :-

اول :- قدر کے متعلق اس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے (کذب) اور ظلم کرنے پر قادر ہے اور اگر وہ جھوٹ بولے یا ظلم کرے تو وہ کاذب اور ظالم اللہ ہوگا۔ اللہ (مردار) کے اس قول سے برتر ہے۔

دوم :- تولد (افعال) کے بارے میں اس کی رائے وہی ہے جو اس کے استاد (بشر) کی ہے۔ اور اس پر اس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک فعل (فعل واحد) کا بر طریق تولد دو فاعلوں سے سرزد ہونا جائز ہے۔

سوم :- قرآن کے متعلق (مردار کا) یہ عقیدہ ہے کہ لوگ وضاحت، نظم، (کلام) اور بلاغت میں قرآن کے مثل ایک دوسرا قرآن (لانے پر) قادر ہیں۔ اس نے خلق قرآن کے مسئلہ میں نہایت مبالغہ آمیز باتیں کہی ہیں (یہ مردار ہی ہے جس نے قرآن کو مخلوق بتانے کے عقیدے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے)۔ مردار نے ان لوگوں کو جو قرآن کے قدیم ہونے کے قائل ہیں، اس بناء پر کافر قرار دیا ہے کہ (وہ قرآن کو قدیم مان کر) دو قدیم (اللہ اور قرآن) کا اثبات کرتے ہیں اور (دو قدماء کے قائل ہو گئے ہیں جو کفر کو مستلزم ہے) اس نے ایسے شخص کی بھی تکفیر کی (کافر ٹھہرایا) ہے جو سلطان (قوت حاکمانہ) کی ہم جلیسی اختیار کرے اور کہا ہے کہ وہ نہ تو کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کا وارث ہوتا ہے (وہ ایسے شخص کو بھی کافر قرار دیتا ہے جو حکمران وقت (سلطان) سے ربط و ضبط رکھتا ہو) اسی طرح (مردار نے) اس کی بھی تکفیر کی ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ (اللہ کو) آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، وہ بھی (مردار کے نزدیک) کافر ہے۔ اس نے کفر سازی (تکفیر) میں بڑے غلو سے کام لیا ہے یہاں تک کہ اس کے خیال میں وہ لوگ بھی کافر ہیں جو ''لا الـــٰه الا الـلـه'' کہتے ہیں۔ ابراہیم بن سندی نے ایک دفعہ (مردار سے) تمام اہل زمین کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے (اس کے جواب میں) سب کی تکفیر کی (کافر ٹھہرایا)۔ اس پر ابراہیم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے کہا :-''جنت جس کا پھیلاؤ ارض و سماوات تک ہے اس میں صرف تم اور تمہارے تین ہم خیال ہی داخل ہوں گے؟ اس کا مردار کوئی جواب نہ دے سکا۔

(مردار کے) تلامذہ میں دونوں جعفر (جعفر بن حرب ثقفی متوفی ۲۳۴ھ اور جعفر بن مبشر ہمدانی متوفی ۲۳۶ھ)، ابوزفر، اور محمد بن سوید ہیں۔ اس کے اصحاب (متبعین) میں ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی، عیسیٰ بن ہیثم، اور جعفر بن حرب الاشج ہیں۔

کعبی نے جعفران (دونوں جعفروں) سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لوح محفوظ میں تخلیق کیا اور اس کا وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بات محال ہے کہ ایک ہی شئے (الشئی الواحد) ایک ہی حالت (حالة واحدة) میں دو جگہوں (مکان) میں ہو۔ سو وہ (قرآن) جو ہم پڑھتے ہیں، اس (قرآن) کی حکایت (بیان و نقل) ہے جو لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا گیا (مکتوب اول) ہے۔ اور یہ (حکایت بیان و نقل قرآن) ہمارا (انسانوں کا) فعل اور تخلیق ہے۔ (کعبی کا بیان ہے) کہ قرآن (کے خلق یا غیر خلق ہونے سے متعلق) مختلف اقوال میں سے اس نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (جعفران) اس بات کے قائل ہیں کہ عقل تحسین و تقبیح کی بنیاد ہے (یعنی عقل کے ذریعہ انسان اشیاء کے اچھے یا برے ہونے کا علم و ادراک حاصل کرتا ہے اور اشیاء کے حسن و قبح کے ادراک کی غرض سے ورودِ سمع یعنی شریعت الٰہی کا آنا ضروری نہیں ہے) عقل کے ذریعہ اللہ کی معرفت اس کے تمام احکام و صفات کے ساتھ شریعت کی آمد سے پہلے واجب و ضروری ہے۔ اور عقل کے لئے یہ جاننا لازمی ہے کہ اگر اس نے اس ضمن میں کوتاہی کی اور اللہ کی معرفت کا ادراک نہ کیا اور اس کا شکر ادا نہ کیا تو اللہ اسے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں مبتلا کرے گا (عـاقبہ' عقوبة دائمة) یوں ان دونوں نے تخلید (عذاب دائمی) کو عقل سے واجب و لازمی ٹھہرایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ "اَلثُّمامیّہ"

یہ ثمامہ بن اشرس نمیری (متوفی ۲۱۳ھ) کے پیروؤں کا گروہ ہے۔ (ثمامہ) دین کی سخافت (ہلکا پن، بے عقلی) اور اپنے نفس (ذات) کی خلاعت (بے شرمی، بے حیائی) کا جامع تھا (یعنی ثمامہ کا مذہب رکیک اور واہیات تھا اور خود اس کی ذات بے حیائی کا مجموعہ تھی)۔ اس کا اعتقاد تھا کہ اگر فاسق شخص بغیر توبہ کے اپنے فسق پر مرے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔ ایسا شخص اپنی زندگی میں (ایمان و کفر کی) دو منزلوں کے درمیان ایک منزل میں ہوگا (یعنی نہ مومن ہوگا نہ کافر)۔ (ثمامہ) اپنے اصحاب (معتزلہ) سے چند مسائل میں منفرد ہے (یعنی ان مسائل میں اس نے معتزلہ سے الگ رائے قائم کی ہے) :-

مسئلہ اول :- افعال متولد کا کوئی فاعل نہیں ہوتا۔ (ثمامہ نے یہ رائے اس لئے قائم کی ہے کیونکہ) افعال متولدہ کے اسباب کے فاعل کی جانب انہیں منسوب کرنا ممکن نہ تھا اس لئے کہ اس صورت میں انہیں کسی مردے کی طرف بھی منسوب کرنا پڑتا مثلاً یہ کہ ایک شخص سے کسی فعل کے سبب کا صدور ہوا بعد ازاں وہ مر گیا اور اس کی موت کے بعد فعل تولد سرزد ہوا (اس صورت میں اگر اس فعل تولد کا فاعل اس کے سبب کو پیدا کرنے والے کو مان لیا جائے تو وہ اس فعل تولد کے صدور سے پہلے مر چکا ہوگا اور یوں اس کی نسبت مردہ کی جانب ہوگی جو محال ہے)۔ اسی طرح ثمامہ کے لئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ ان افعال متولدہ کو اللہ کی طرف منسوب کرے کہ ان کا فاعل اللہ ہے، اس لئے کہ اس ضمن میں کسی فعل قبیح کی بھی اس کی طرف نسبت کرنی ہوگی جو محال ہے۔ اس طور سے ثمامہ مخمصہ میں پڑ گیا اور اسے اس بات کا قایل ہونا پڑا کہ افعال متولدہ کا فاعل سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

مسئلہ دوم :- کفار، مشرکین، مجوس، یہود، نصاریٰ، زنادقہ، اور دہریوں کے بارے میں ثمامہ کا عقیدہ ہے کہ سب قیامت میں (فنا ہو کر) مٹی ہو جائیں گے۔ بہائیم (چوپایوں)، پرندوں، اور (کمسنی میں مر جانے والے) اہل ایمان کے بچوں کے متعلق بھی اسکا یہی عقیدہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی ان سبھوں کا نہ کوئی حشر ہوگا اور نہ حساب کتاب)۔

مسئلہ سوم :- استطاعت، جوارح (ظاہری اعضاء) کی سلامتی، صحت و نقائص سے ان کے مبرا و خالی ہونے کا نام ہے۔ اور (استطاعت) فعل (کے صدور) سے پہلے ہوتی ہے۔

مسئلہ چہارم :- ثمامہ کا عقیدہ ہے کہ معرفت (پہچان اور علم) نظر (دیکھنے کے فعل) سے (متولد) پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ دوسری تمام متولدات (افعال متولدہ) کی طرح ایک ایسا فعل ہے، جس کا کوئی فاعل نہیں ہے۔

مسئلہ پنجم :- (اشیاء کی) تحسین (اچھے ہونے) اور تقبیح (برے ہونے) میں وہ اس بات کا قایل ہے کہ اس کی (معرفت) عقل کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ کہ (اللہ کی) معرفت شریعت کے آنے (ورود سمع) سے پہلے (عقل کے ذریعہ) واجب و ضروری ہے۔ اس کا یہ عقیدہ اس کے ساتھی (معتزلہ) جیسا ہے۔ مگر اس نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ کفار میں سے جو شخص اپنے خالق کو نہیں جانتا، وہ معذور ہے۔ اس کا یہ بھی قول ہے معارف سب کے سب (تمام معارف) ضروری ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کر سکا تو اس کے لئے وہ مامور بھی نہ تھا (یعنی آدمی جو معرفت خداوندی سے بے بہرہ رہا، اس نے کوئی گناہ نہ کیا کیونکہ اسے معرفت الٰہی کے حصول کا حکم بھی نہیں دیا گیا اور ایسا شخص) دوسرے جانداروں (حیوانات) کی طرح رسوائی اور دوسروں کی عبرت پذیری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

مسئلہ ششم :- ارادہ کے سوا آدمی کا کوئی فعل نہیں ہوتا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ حدث ہے جس کا کوئی محدث (پیدا کرنے والا، ظاہر کرنے والا) نہیں ہے۔ ابن الراوندی نے (ثمامہ کا) یہ قول نقل کیا ہے کہ: "عالم (دنیا) اللہ کا طبعی (وفطری) فعل ہے"۔ شہرستانی کا خیال ہے کہ (شاید اس قول سے ثمامہ کی مراد فلاسفہ کا یہ خیال ہو کہ (اللہ تعالیٰ) موجب بالذات ہے اور (دنیا کی) ایجاد (تخلیق) بر بنائے ارادہ نہیں ہے"۔ اس صورت میں ثمامہ پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو فلاسفہ پر کیا جاتا ہے کہ (اس قول کی بناء پر) یہ لازم آئے گا کہ عالم (دنیا) کو قدیم مانا جائے کیونکہ موجب اپنے موجب سے جدا نہیں ہوتا (سو اللہ، عالم سے جدا نہ ہوگا اور عالم بھی اسی کی طرح قدیم ہو جائے گا اور یہ امر محال ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثمامہ (عباسی خلیفہ) المامون (۱۹۸ تا ۲۱۸ ھ) کے عہد میں تھا۔ اسے مامون کے دربار میں بڑی عزت حاصل تھی۔

۹۔ ''اَلھِشَامیّہ''

یہ ہشام بن عمرو الفوطی (متوفی ۲۲۶ ھ) کے متبعین کا گروہ ہے۔ قدر کے مسئلہ میں وہ اپنے اصحاب سے زیادہ متشدد اور غالی تھا۔ وہ باری تعالیٰ کی جانب افعال کو منسوب کرنے کا سخت انکاری تھا خواہ وہ تنزیل (قرآن) میں ہی کیوں نہ مذکور ہوں۔ (ان میں سے کچھ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں) :-

(۱) :- (الفوطی) کا قول ہے کہ اللہ، اہل ایمان کے دلوں میں الفت ومحبت نہیں ڈالتا بلکہ خود مومنین اپنے اختیار (وارادہ) سے یہ تالیف (الفت) پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ (اس کے قول کے برخلاف) تنزیل (قرآن) میں آیا ہے: ''(اے نبیؐ) آپ نے ان (مومنین) کے دلوں کو نہیں جوڑا ہے، مگر اللہ نے ان کے مابین یہ تالیف (ومحبت) پیدا کی ہے (الانفال ۶۳)۔''

(۲) :- (الفوطی) کہتا ہے کہ اللہ مومنین کے لئے ایمان کو پسند نہیں کرتا اور نہ (ایمان کو) ان کے دلوں میں مزین وآراستہ کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ (قرآن میں) فرماتا ہے کہ: ''(اللہ نے) تمہارے لئے ایمان کو محبوب وپسندیدہ کر دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں آراستہ وپیراستہ کر دیا۔ (الحجرات ۷)۔''

(۳) :- (اسی طرح فوطی نے) طبع (مہر لگا دینا)، ختم (مہر لگا دینا)، سد (دیوار، رکاوٹ) اور ان جیسے (افعال کی) اللہ کی جانب نسبت کی نفی وانکار میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ حالانکہ ان سب کے (باری تعالیٰ کی جانب منسوب ہونے سے متعلق) تنزیل (قرآنی آیات) وادر ہوئی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ نے (کفار کے) دلوں اور کانوں پر مہر (ختم) لگا دی ہے (البقرہ ۷)۔'' اور ارشاد ہوا: ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے (دلوں) پر ان کے کفر کے سبب مہر لگا دی ہے (النساء ۱۵۵)۔'' اور فرمایا کہ: ''اور ہم نے (ان بدکاروں کے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے ایک دیوار کھڑی کردی اور (اسی طرح) ان کے پیچھے ایک دیوار کھڑی کردی۔ (یٰسں ۹)''
(شہرستانی کہتے ہیں کہ) کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ شخص (ہشام الفوطی) کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ آیا یہ قرآن کے الفاظ کا اور ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہونے کا انکار ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو یہ صریحاً کفر ہے۔ یا پھر یہ (ان الفاظ کے) ظاہری معنوں (ظواہر) کا اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرنے کا انکار ہے اور ان (الفاظ) کی تاویل کو واجب وضروری جانتا ہے؟ اور یہی (دوسری صورت) بعینہ ہشام الفوطی کے اصحاب کا مذہب ہے۔

(۴) :- اور (ہشام الفوطی) کی بدعتوں میں سے باری تعالیٰ کی (ذات کی جانب رہنمائی یعنی) دلالات (دلائل، نشانیاں) سے متعلق اس کا یہ قول ہے کہ اعراض (عرض) اس کے خالق ہونے کی دلیل (نشانیاں) نہیں ہیں اور اعراض (عرض) سرے سے دلالات ہونے کی صلاحیتیں ہی نہیں رکھتیں۔ بلکہ اجسام (جسم) اللہ کے خالق ہونے کی دلیل (نشان) ہیں۔ (شہرستانی کے بقول) یہ بات بھی اچنبھے کی ہے (بڑی عجیب ہے)۔ (یہاں اشعری کا یہ بیان بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ الفوطی وغیرہ معتزلہ کے نزدیک عرض اللہ کی ذات اور جناب محمد رسول ﷺ کی نبوت پر دلیل و برہان نہیں ہوسکتی اور قرآن بھی ان کے ہاں عرض ہی ہے۔ سو قرآن ان لوگوں کے زعم میں ذات باری تعالیٰ اور نبوت محمدی ﷺ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور یہ بات نہایت حیرت زا ہے)۔

(۵) :- امامت کے بارے میں (الفوطی کی) بدعت (انوکھی بات) یہ ہے کہ (امامت) فتنہ اور لوگوں کے اختلاف کے زمانے میں منعقد نہیں ہوتی، ہاں اتفاق وامن وسکون کی حالت میں اس کا انعقاد جائز ہے۔ اسی طرح الفوطی کے اصحاب میں سے ابوبکر الاصم کہتا تھا کہ امامت صرف اسی صورت میں منعقد ہوتی ہے جب اس پر سب کا اجماع واتفاق ہو جائے اس نے یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اعتراض کیا ہے (یعنی اس کی صحت سے انکار کیا ہے) کیونکہ ان کی بیعت (امامت) ایام فتنہ میں ہوئی، تمام صحابہ کا اس پر اتفاق نہ ہوا، اور ہر طرف ایک گروہ ان (حضرت علی) کی مخالفت میں موجود وباقی تھا،

(۶) :- (الفوطی کی) ایک بدعت یہ بھی ہے کہ (اس کے نزدیک) جنت اور دوزخ اس وقت (یعنی قبل از وقت) پیدا نہیں کی گئی ہیں۔ کیونکہ (ابھی) ان کے وجود سے کوئی فائدہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ سب ان لوگوں کے وجود سے خالی رہیں گی جو (جنت) سے فائدہ اور (دوزخ) سے نقصان وتکلیف اٹھاسکیں۔اس کا یہ مسئلہ معتزلہ کے اعتقاد کے بطور باقی ہے۔

(۷) :- وہ موافات کا بھی قائل تھا۔اور یہ کہ ایمان وہی (صادق) ہے جو موت کو وفا کرے (یعنی مرنے تک باقی رہے)۔اس نے کہا کہ جس شخص نے ساری عمر اللہ کی اطاعت کی، اور اللہ کو یہ علم ہے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہوگا جو اس کے سارے اعمال کو باطل کردے گا، خواہ وہ فعل گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، تو ایسا شخص وعد (انعام الٰہی اور وعدہ جنت) کا حق دار نہ ہوگا۔اسی طرح اس کے برعکس بھی ہے (یعنی جس شخص نے تمام عمر گناہ کیے مگر اللہ کے علم میں یہ بات ہے کہ آخر آخر اس سے ایسا نیک عمل سرزد ہوگا جس سے اس کے سارے گناہ دھل جائیں گے، تو یہ شخص وعید (عذاب الٰہی اور دوزخ) کا مستحق نہ ہوگا۔

(۸) :- (ہشام الفوطی کا) معتزلہ میں سے پیرو (صاحب) عباد (بن سلیمان ضمری متوفی بحدود ۲۵۰ھ ہے) یہ شخص اس بات کے کہنے سے منع کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو پیدا کیا ہے۔کیونکہ کافر (مجموعہ) ہے کفر اور انسان کا۔اور اللہ تعالیٰ کفر نہیں پیدا کرتا۔(عباد) کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبوت عمل (نیک) کی جزاء ہے (یعنی نبوت انسان کے کسب ومحنت سے حاصل ہوتی ہے) اور اس وقت تک باقی رہے گی جب تک دنیا باقی ہے (یہ رہتی دنیا تک باقی رہے گی اور نبی آتے رہیں گے) اشعری نے عباد سے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا گمان یہ تھا کہ یہ نہیں کہا جانا چاہئے کہ: ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے قایل (بولنے والا) اور نہ غیر قایل (نہ بولنے والا) ہے۔'' اس (زعم) میں اسکافی (عباد کا) ہم خیال ہے۔ان دونوں کا یہ قول ہے کہ: ''(اللہ کو) متکلم (کلام کرنے والا) نہیں کہنا چاہئے''۔

(۹) :- اشیاء اپنے وجود میں آنے (تکوین) سے پہلے معدوم ہیں، اشیاء نہیں ہیں۔ اور یہ (اشیاء) وجود میں آنے کے بعد جب اپنا وجود کھودیتی ہیں، تو انہیں اشیاء کہا جاتا ہے۔اس معنی کی بناء پر وہ یہ کہنے سے منع کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا ان کی تکوین (وجود میں آنے) سے پہلے بھی عالم تھا۔یعنی یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ اشیاء کی تکوین سے پہلے بھی ان کا جاننے والا تھا)۔

(۱۰) :- (الفوطی) اپنے مذہب کے مخالفین کو قتل کرنے، دھوکے سے مار ڈالنے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اموال کو زبردستی (غصب کر لینے) اور چوری سے لے لینے کو جائز قرار دیتا تھا۔ کیونکہ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ سب (مخالفین) کافر ہیں اور ان کے خون اور انکے مال و جائیداد مباح و حلال ہیں (یعنی انہیں چھینا یا لوٹا جانا چاہیے)۔

۱۰۔ "اَلْجَا حِظِیَّہ"

(الجاحظیہ) ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کے اصحاب (پیرو) ہیں۔ یہ شخص فضلائے معتزلہ اور ان کے صاحب تصنیف (علماء) میں تھا۔ اس نے فلاسفہ کی کثیر کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے بیشتر مقالات (عقائد و افکار) کو اپنی بلیغ عبارتوں اور اپنے لطیف حسن براعت سے مخلوط و ملمزوج کیا۔ (الجاحظ) معتصم (باللہ عباسی خلیفہ متوفی ۲۲۷ھ) اور (خلیفہ عباسی) المتوکل (علی اللہ متوفی ۲۴۷ھ) کے زمانے میں تھا۔ یہ اپنے اصحاب (معتزلہ) سے جن مسائل میں منفرد (علیحدہ، جدا) ہے ان میں سے (چند درج ذیل) ہیں:۔

۱۔ (الجاحظ کا) یہ قول ہے کہ معارف سب کے سب بالطبع ضروری ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی بندوں کے افعال سے متعلق نہیں ہیں۔ اور ارادہ کے سوا بندے کا کوئی کسب نہیں ہے۔ بندے سے افعال بالطبع حاصل ہوتے ہیں اور یہی ثمامہ کا بھی قول ہے۔ (الجاحظ) سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ ارادہ کی اصل اور اس کے اعراض کی جنس سے ہونے کا انکاری تھا، سو اس کا یہ خیال ہے کہ جب فاعل (جس سے فعل کا صدور ہو یا جس کے ساتھ فعل قائم ہو) سے سہو (بھول چوک) ختم ہو جائے گی اور وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کا جاننے والا (عالم) بھی ہوگا، تو پھر وہ حقیقتاً مرید (یعنی صاحب ارادہ) ہوگا۔ جہاں تک اس ارادہ کا تعلق ہے جو دوسرے (غیر) کے ارادے سے وابستہ ہے، تو وہ اس کی جانب نفس کا میلان ہے۔ (الجاحظ) نے اس (فکر) پر یہ اضافہ کیا کہ (فلاسفہ) طبعیین کی طرح اجسام کے لئے طبائع (طبیعت) کا اثبات کیا اور ان کے لئے ان سے مخصوص افعال بھی ثابت کئے۔ اس نے عدم جوہر کے استحالہ (محال) ہونے کی بھی بات کی، سو (اس کے خیال میں) اعراض (عرض) بدلتی رہتی ہیں اور جوہر کے لئے فنا ہونا جائز نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ (الجاحظ کا) اہل دوزخ کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ عذاب میں نہ رہیں گے بلکہ ان کا مزاج (ان کی طبیعت) آگ کے مزاج وطبیعت میں بدل جائے گا (وہ لوگ آگ کے ہم مزاج اور ہم طبع ہو جائیں گے)۔ (الجاحظ) یہ کہتا تھا کہ آگ (دوزخ) اہل دوزخ کو اپنی جانب کھینچ لے گی، ایسا نہیں ہوگا کہ لوگ اس میں داخل ہوں گے بلکہ آگ خود دوزخیوں کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔ صفات (باری تعالیٰ) کی نفی میں جاحظ کا مذہب فلاسفہ کا مذہب ہے (جاحظ فلاسفہ کا ہم مذہب ہے) اور اس بات کے اثبات میں کہ قدر وخیر وشر بندے کی جانب سے ہوتی ہے اس کا مذہب معتزلہ کا مذہب ہے (وہ معتزلہ کا ہم مذہب ہے)۔ کعبی نے جاحظ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ باری تعالیٰ کو جب مرید (صاحب ارادہ) کی صفت سے متصف کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس پر اپنے افعال میں سہو (بھول چوک) اور جہل طاری نہیں ہوتے (اپنے افعال میں اس پر سہو اور جہل کا اطلاق درست نہیں ہے) اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ (اپنے افعال میں) وہ مغلوب ومقہور ہو (کوئی اسے مغلوب ومقہور کرلے)۔

۳۔ (الجاحظ) یہ بھی کہتا ہے کہ مخلوقات میں جو صاحبان عقل ہیں وہ سب یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکا خالق ہے، انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ ان کو ایک نبی کی ضرورت ہے اور اپنی اسی معرفت (خالق ونبی) کے سبب وہ حجت گزار و محجوج (پابند اور مکلّف ہیں)، پھر ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جنہیں توحید باری کا علم ہے اور دوسرے وہ جو توحید باری سے ناواقف ہیں۔ (عالم بالتوحید اور جاہل بالتوحید)۔ جاہل معذور ہے اور عالم محجوج (حجت گزار، مکلّف و پابند اور جواب دہ) ہے۔ جس شخص نے دین اسلام کو اختیار کیا، سو اس بات کا اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہے اور نہ صورت۔ اسے آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا، وہ عادل ہے، ظلم و جور نہیں کرتا، اور معاصی (گناہوں) کا قصد وارادہ نہیں کرتا۔ اس شخص نے اس اعتقاد اور یقین کے بعد ان سب باتوں کا اقرار کیا تو وہ سچا مسلمان ہے۔ اور جو ان سب باتوں کو جاننے کے بعد ان سب کا انکار کردے تشبیہ و جبر کا قائل ہو جائے تو ایسا شخص مشرک اور حقیقی کافر ہے۔ اگر کسی شخص نے ان تمام باتوں میں سے کسی پر بھی غور وخوض نہ کیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں تو یہ شخص مومن ہے اور اس پر کوئی سرزنش نہیں ہے اور اس (اقرار) کے علاوہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اور بات کا مکلف (جواب دہ) بھی نہیں ہے۔

۴۔ ابن الراوندی نے الجاحظ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن جسد (جسم) ہے اور یہ بات جائز ہے کہ وہ ایک دفعہ آدمی اور دوسری بار حیوان میں بدل جائے۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسی کہ ابوبکر الاصم سے مروی ہے کہ اس کے خیال میں قرآن جسم مخلوق ہے۔

۵۔ (الجاحظ نے) اعراض (کے وجود) کا بالکل انکار کیا ہے۔ (اسی طرح) اس نے صفات باری تعالیٰ کا بھی انکار کیا ہے۔

۶۔ (الجاحظ کا) مذہب بعینہ فلاسفہ کا مذہب ہے مگر اس کا اور اس کے متبعین کا رجحان فلاسفہ الٰہیین کے مقابلے میں فلاسفہ طبعیین کی جانب زیادہ ہے۔

۱۱۔ ''اَلْخَیَّاطِیَّہ اور اَلْکَعْبِیَّہ''

ابوالحسین بن ابی عمرو الخیاط (متوفی ۳۰۰ھ) کے یہ لوگ پیرو ہیں۔ یہ شخص ابوالقاسم بن محمد کعبی (متوفی ۳۱۹ھ) کا استاد ہے۔ یہ دونوں (استاد و شاگرد) بغداد کے معتزلہ (سے تعلق رکھتے) ہیں اور دونوں کا مذہب (ومسلک) ایک ہے۔ ماسوا اس کے کہ الخیاط نے معدوم کو شئی ثابت کرنے میں بڑے غلو سے کام لیا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ: ''شئی اسے کہتے ہیں جسے جانا جائے اور جس کے متعلق خبر دی جائے۔ اور جوہر عدم میں بھی جوہر ہے، (اسی طرح) عرض عدم میں بھی عرض ہے۔'' اس نے تمام اجناس (جنس) اور اصناف (صنف) میں بھی اس کا اطلاق کیا ہے (یعنی ہر جنس اور ہر صنف سے تعلق رکھنے والی شئی جب نہیں تھی، معدوم اور نیست تھی، تب بھی وہ تھی)۔ یہاں تک کہ اس نے یہ تک کہا کہ سیاہی (سواد) عدم میں بھی سیاہی (سواد) تھی۔ اسی طور سے صفت وجود اور وہ صفات جو وجود وحدوث کو لازم ہیں ان کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہی (جس کے متعلق الخیاط نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ عدم میں بھی شئی تھی)۔ اس نے معدوم پر ثبوت کے لفظ کا اطلاق کیا اور باری تعالیٰ سے صفات کی نفی اور انکار کے بارے میں اپنے اصحاب (معتزلہ) جیسے عقائد و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افکار کا اظہار کیا۔ قدر، سمع، اور عقل سے متعلق بھی اس نے وہی کہا ہے (جو دوسرے معتزلی علماء کہتے ہیں)۔

الکعبی اپنے استاد (الخیاط) سے جن مسائل میں منفرد اور جداگانہ افکار کا حامل ہے ان میں سے کچھ (درج ذیل) ہیں۔

ا۔ وہ کہتا ہے کہ باری تعالیٰ کا ارادہ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہونے والی صفت نہیں ہے۔ اور نہ وہ اپنی ذات سے صاحب ارادہ (مرید للذات) ہے اور نہ اس کا ارادہ محل میں یا لا محل میں حادث ہے (نہ محل میں نہ لا محل میں حادث ہے بلکہ جب (اللہ پر) مرید (صاحب ارادہ) کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ عالم و قادر ہے اپنے فعل میں نہ مکرہ (مجبور) اور نہ کارہ (کراہیت کرنے والا) ہے۔ پھر جب یہ کہا جائے کہ اللہ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے۔ (ھو مرید لا فعالہ) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (ان افعال کا) اپنے علم کے مطابق خالق ہے۔ اور جب یہ کہا جائے کہ اللہ اپنے بندوں کے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے (ھو مرید لا فعال عبادہ)، تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ان (افعال) کا آمر (حکم دینے واالا) اور ان سے راضی ہے۔ (اللہ) کے سمیع و بصیر ہونے کے متعلق (کعبی کا) قول بھی اس (تاویل) کی جانب راجع ہے (یعنی اس کی بھی یہی تاویل و توجیہ ہے)، سو (اللہ) اس معنی میں سمیع ہے کہ وہ مسموعات (سنی جانے والی اشیاء) کا جاننے والا (علیم) ہے۔ اور وہ اس مفہوم میں بصیر ہے کہ وہ مبصرات (دیکھی جانے والی اشیاء) کا عالم (جاننے والا) ہے۔

رویت (باری) کے متعلق (الکعبی) کا عقیدہ وہی ہے جو اس کے (معتزلی) اصحاب کا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ محال ہے (رویت کے منفی و محال ہونے کا جو عقیدہ معتزلی علماء کا ہے وہی عقیدہ الکعبی کا بھی ہے)۔ مگر (کعبی کے) اصحاب کا یہ قول ہے کہ باری تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور مرئیات (جو اشیاء دیکھی جا سکتی ہیں) کو دیکھتا ہے۔ اس (رویت) کا اسے جو ادراک حاصل ہے وہ اس کے عالم ہونے (کی صفت) پر اضافہ ہے کعبی نے اس (قول) کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ:
"ہمارے اس قول کے معنی کہ (اللہ) اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور مرئیات کو دیکھتا ہے یہ ہے کہ وہ ان کا فقط عالم (جاننے والا ہے اور انہیں دیکھتا نہیں ہے)۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ "اَلْجُبَّائِیّہ اور اَلْبَھْشَمِیّہ"

(الجبائیہ) ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی (متوفی ۳۰۳ھ) کے اور (البہشمیہ) ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد السلام (متوفی ۳۲۱ھ) کے متبعین (اصحاب و پیرو) ہیں۔ یہ دونوں (باپ بیٹے) بصرہ کے (مدرسہ) اعتزال سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دونوں نے اپنے ساتھی (معتزلہ بصرہ) سے چند مسائل میں جداگانہ رائے قائم کی ہے، اسی طرح بعض مسائل میں ان دونوں کا مسلک ایک دوسرے سے جداگانہ و علیحدہ ہے۔ وہ مسائل جن میں ان دونوں کے خیالات اپنے (معتزلی) اصحاب سے منفرد و جدا ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:-

اول:- یہ دونوں ایسے ارادات حادثہ کا کہ کسی محل میں نہیں اثبات کرتے ہیں جن کے ساتھ باری تعالیٰ متصف ہو اور جن کا ارادہ کرنے والا (مرید) ہو۔ جب باری تعالیٰ اپنی ذات کی بڑائی (کے اظہار) کا ارادہ کرتا ہے تو یہ بڑائی (تعظیم و عظمت) کسی محل میں نہیں ہوتی۔ اور جب وہ عالم (دنیا) کو فناء کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ فناء کسی محل میں نہیں ہوتی۔ ان صفات میں سے مخصوص ترین صفات اللہ کی جانب اس اعتبار سے راجع ہوتی ہیں کہ (اللہ) بھی کسی محل میں نہیں ہے۔ ایسی موجودات کا اثبات (ثابت کرنا) جو اعراض ہیں یا اعراض کے حکم میں ہیں جن کا کوئی محل نہیں ہے، اُن موجودات کے اثبات کی طرح ہے جو جواہر یا جواہر کے حکم میں ہیں اور ان کا کوئی مکان نہیں ہے۔ یہ بات فلاسفہ کے مذہب کے قریب ہے کہ انہوں نے بھی ایسی عقل کا اثبات کیا ہے جو جوہر ہے اور کسی محل و مکان میں نہیں ہے۔ یہی حال نفس کلیہ اور عقول مفارقہ کا بھی ہے۔

دوم:- ان دونوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے کلام کے ساتھ متکلم ہے جسے وہ ایک محل میں تخلیق کرتا ہے۔ ان دونوں کے نزدیک کلام کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اصوات مقطعہ اور حروف منظومہ ہیں۔ اور متکلم وہ ہے جو کلام کرے (من فعل الکلام) نہ کہ وہ جس کے ساتھ کلام قائم ہو (لا من قام بہ الکلام) (یعنی متکلم وہ ہے جس سے تکلم کا فعل سرزد ہو نہ کہ فعل تکلم اس سے قائم ہو) مگر الجبائی نے یہ کہہ کر اپنے اصحاب کی خاص طور سے مخالفت کی کہ: "اللہ تعالیٰ ہر قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قرائت کے وقت اپنے لئے محل قرائت (پڑھنے کی جگہ) میں ایک کلام پیدا کرتا ہے''۔ (الجبائی نے) اس خیال کا اظہار اس وقت کیا جب اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ: ''جو قاری پڑھتا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور جو کلام اس سے سنا جاتا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔'' سو اس نے (امر) محال کو اختیار کیا کہ ایک ایسے امر کا اثبات کیا جو غیر منقول (سمجھ میں نہ آنے والا) اور غیر مسموع (سنا نہ گیا) ہے یعنی ایک ہی جگہ (محل واحد) میں دو کلاموں کا اثبات کیا۔ (قاری کی تلاوت قرآن بیک وقت قاری کا کلام ہے اور چونکہ اس قرائت کے محل میں اللہ اپنے لئے بھی ایک کلام تخلیق کر لیتا ہے، سو وہ اس کا کلام بھی ہے یوں محل واحد میں دو کلام ہوئے جن کا الجبائی نے اثبات کیا ہے اور یہ محال ہے)۔

سوم :- ان دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ دار القرار (دنیا) میں رویت باری تعالیٰ آنکھوں (ابصار) سے محال ہے۔

چہارم :- (ان باپ بیٹے کا) اس پر بھی اتفاق ہے کہ فعل کی تخلیق و ابداع (ایجاد) بندے کے لئے ثابت ہے۔

پنجم :- خیر و شر، طاعت (فرماں برداری) و معصیت (نافرمانی) کی نسبت (بندے) کی جانب از روئے استقلال و استبداد ہے (یعنی خیر و شر طاعت و معصیت کے ارتکاب میں وہ پورا پورا اختیار رکھتا ہے)۔ اس (مسئلہ) پر بھی ان دونوں (الجبائی اور ابو ہاشم) کا اتفاق رائے ہے۔

ششم :- (اس مسئلہ میں بھی یہ دونوں متفق ہیں کہ) استطاعت فعل (کے صدور) سے پہلے ہوتی ہے۔ اور یہ (استطاعت) سلامتی فطرت اور صحت جوارح (ظاہری اعضاء) پر ایک زائد قدرت (کا نام) ہے۔

ہفتم :- ان دونوں (حضرات) نے ان معانی کے قیام میں جن کے ثبوت میں حیاۃ کی شرط ہے، بنیہ (فطرت، اساس) کا ایک شرط کے طور پر اثبات کیا ہے (یعنی بنیہ کو ایک شرط قرار دیا ہے)۔

ہشتم :- ان دونوں کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ معرفت اور منعم کا شکر اور حسن و قبح کی معرفت واجبات عقلیہ ہیں (یعنی عقل انسانی سے یہ امور واجب ٹھہرتے ہیں اور ان کا ادراک وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی عقل سے کرتا ہے)۔

نہم :- ان دونوں نے شریعت عقلیہ کا اثبات کیا ہے اور شریعت نبویہ کو مقدرات احکام اور طاعات کی طرف لوٹا دیا ہے کیونکہ ان کی جانب عقل راہ نہیں پاتی اور نہ فکر ہی ان کی سمت ہدایت کرتی ہے۔ اور عقل وحکمت کے حسب اقتضاء (خدائے) حکیم (ودانا) پر مطیع (اطاعت گزار) کو ثواب دینا اور عاصی (گنہ گار) کو عذاب دینا ضروری ہے۔ مگر اس میں تاقیت (اوقات ثواب وعقاب) اور تخلید (خلود ثواب وعقاب) کی معرفت سمع (شریعت نبویہ) سے حاصل ہوتی ہے۔

دہم :- (الجبائی اور ابو ہاشم) کے نزدیک "ایمان" اسم مدح ہے اور وہ ایسی نیک خصال وعادات سے عبارت ہے کہ اگر وہ کسی میں جمع ہو جائیں تو اسے مومن کہا جائے گا۔ اور جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو اس کو فوراً فاسق سمجھا جائے گا، وہ نہ مومن ہوگا اور نہ کافر۔ اگر اس شخص نے (گناہوں سے) توبہ نہ کی اور اسی (فسق کی) حالت میں مر گیا، تو وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ جلے گا۔

یازدہم :- ان دونوں نے اس (مسئلہ) پر اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسی کوئی چیز اٹھا نہیں رکھتا (دور نہیں کرتا) جس کے متعلق اسے یہ علم ہو کہ اگر وہ (بندوں کو) اسے عطا کر دے تو (بندے) اس کی طاعت وفرماں برداری کریں گے۔ توبہ (کو قبول کرنا، بندوں کو اس کی توفیق ارزانی فرمانا) صلاح، اصلح ولطف (کرم) ہے، کیونکہ (اللہ تعالیٰ) قادر، عالم و جواد ہے، عطا کرنے سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، بخشش سے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور ذخیرہ کرنے سے اس کے مُلک یا مِلک میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہوتا۔ اور جو اصلح (زیادہ صالح، مناسب ترین) ہے (ضروری نہیں کہ) وہ الذ (لذیذ ترین، لذت دہ) بھی ہو۔ بلکہ (اصلح وہ ہے) جو عاقبت (آخرت میں، انجام کار) میں اعود (سود مند ومفید تر) ہو اور عاجلہ (دنیا) میں اصوب (زیادہ صائب، مناسب ترین) ہو۔ خواہ وہ (بادی النظر میں) مولم (رنج دہ، المناک) اور مکروہ (ناپسندیدہ) ہی ہو۔ اس کی مثال حجامت (پچھنے لگانے) فصد (فاسد خون نکلوانے) اور دوا پینے کی ہے (جو بظاہر اور شروع میں تکلیف دہ ہوتی ہیں مگر انجام کار جن سے جسم کو صحت وآرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوتا ہے)۔ (اسی طرح) یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، وہ اس سے زیادہ مناسب (واصلح) عمل پر قادر ہے۔ تکلیف (اعمال وافعال کی ذمہ داری، جوابدہی) سب کی سب الطاف (خداوندی) ہیں۔اور انبیاء (علیہم السلام) کی بعثت، شرائع (شریعتوں) کا برپا کیا جانا، احکام کا اجراء ونفاذ اور مناسب ترین (اصوب) طریقہ کی آگاہی عطاء کرنا، یہ ساری باتیں الطاف (الٰہی) ہیں۔

جن (مسائل) میں (جبائی اور ان کے بیٹے ابو ہاشم نے) ایک دوسرے کے خلاف رائے ظاہر کی ہے ان میں سے (چند مسائل درج ذیل) ہیں :-

(۱) :- صفات باری تعالیٰ کے متعلق الجبائی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ "اپنی ذات" سے عالم ہے (عالم لذاتہ) "اپنی ذات" سے قادر حی ہے (قادر حی لذاتہ) اور "اپنی ذات" (لذاتہ) کے قول کے معنی یہ ہیں کہ اس کا عالم ہونا کسی صفت کا جو علم ہے یا کسی حال کا جو اس کے عالم ہونے کا موجب ہو مقتضی نہیں ہے۔

مگر ابو ہاشم کے خیال میں (اللہ تعالیٰ) اس مفہوم میں "اپنی ذات کے ساتھ عالم ہے" (عالم لذاتہ) کہ "وہ ایک حالت والا ہے" (ذو حالۃ) جو اس کے "ذات موجود" ہونے کے ماورا ایک معلوم صفت ہے (صفۃ معلومۃ)۔اور یہ صفت ذات کے تعلق سے جانی جاتی ہے، اس سے الگ اس کا کوئی تشخص نہیں ہے۔ یوں (ابو ہاشم نے) ایسے احوال کا اثبات کیا ہے جو ایسی صفات ہیں جو نہ تو موجود ہیں، نہ معدوم اور نہ معلوم ہیں اور نہ ہی مجہول۔ یعنی ان (صفات کی) خود اپنی کوئی پہچان نہیں ہے بلکہ ذات (یعنی موصوف) کے ساتھ (ان کی معرفت حاصل ہوتی) ہے۔ (ابو ہاشم) کہتے ہیں: "عقل شئی کی مطلقاً معرفت اور کسی صفت کے ساتھ اس کی معرفت کے درمیان ضروری فرق کا ادراک رکھتی ہے۔ سو جس نے ذات کو جان لیا، اس نے اس کے عالم ہونے کو نہیں جانا (جسے ذات کا علم حاصل ہوا اس کو اس بات کا علم حاصل نہیں ہوا کہ وہ عالم بھی ہے)۔ اور (اسی طرح) جس نے جوہر کی معرفت پالی، اس نے یہ معرفت نہیں پائی کہ وہ متحیز اور عرض کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کسی ایک قضیہ میں اشتراک موجودات کا، اور دوسرے قضیہ میں افتراق موجودات کا ادراک کر لیتا ہے اور اس امر کو بھی ضرورت کے تحت وہ جان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتا ہے کہ جو وجہ اشتراک ہے وہ اس سے جو وجہ افتراق ہے، الگ اور اس کا غیر ہے۔ان عقلی قضایا کا کوئی صاحب عقل انکار نہیں کرتا یہ (قضایا) نہ تو ذات کی جانب راجع ہوتے ہیں اور نہ ان اعراض کی جانب (رجوع ہوتے ہیں) جو ذات کے ماوراء ہیں کیونکہ (اگر ایسا نہ ہوتو) عرض کا عرض کے ساتھ قیام لازم آئے گا (جو محال ہے)۔ اس بناء پر یہ بات متعین و ثابت ہوگئی کہ وہ (قضایا، صفات) احوال ہیں۔ سو عالم کا عالم ہونا ایک حال ہے جو اس کے ذات کے ہونے کے ماورا ایک صفت ہے (اس کی ذات سے ہٹ کر ایک صفت ہے) یعنی (اس حال اور صفت کا) مفہوم اس کی ذات کے مفہوم سے علیحدہ اور جدا ہے۔ یہ صورت (اللہ تعالیٰ کی) قادر اور حی ہونے کی ہے (کہ ذات اور حال کے مفاہیم ایک دوسرے سے علیحدہ اور غیر ہیں)۔ بعد ازاں (ابو ہاشم نے) باری تعالیٰ کے لئے ایک دوسری حالت کا اثبات کیا جو ان احوال کا موجب ہوتی ہے۔

اس مسئلہ میں (ابو ہاشم کی) مخالفت ان کے والد (الجبائی) اور دوسرے تمام منکرین احوال (معتزلہ) نے کی ہے اور (موجودات میں) اشتراک و افتراق کو الفاظ و اسماء اجناس کی جانب لوٹا دیا ہے (پر محمول کیا ہے)۔ اور کہا ہے کہ: ''کیا احوال (باہم دگر) احوال ہونے کے اعتبار سے مشترک نہیں ہیں اور خصائص (خصوصیات) میں ایک دوسرے سے مفترق (جدا، علیحدہ) نہیں ہیں؟ ہم یہی بات صفات کے متعلق بھی کہتے ہیں ورنہ حال کے لئے بھی ایک حال کا اثبات کرنا پڑے گا جس سے تسلسل لازم آئے گا (جس کا سلسلہ کہیں منقطع نہیں ہوگا) بلکہ یہ یا تو مجرد الفاظ کی جانب راجع ہے، جو اپنی اصل میں اس طور سے وضع کئے گئے ہیں کہ ان میں بہت سی چیزیں (اشیاء، ذوات) مشترک ہوتی ہیں۔ اس کا مفہوم ذوات (اشیاء) میں کوئی معنی یا صفت ثابتہ نہیں ہیں، جو ایسے طریقہ پر وضع کئے گئے ہیں کہ بہت سی ذوات (واشیاء) کو شامل ہوں اور ان میں بہت سی چیزیں (ذوات) مشترک ہوں، کیونکہ یہ محال ہے۔ یا پھر یہ راجع ہیں وجوہ واعتبارات عقلیہ کی جانب جو قضایائے اشتراک و افتراق کا مفہوم ومطلب ہیں۔ اور یہ وجوہ مثلاً نسبتیں، اضافتیں، قرب و بعد وغیرہ بالاتفاق صفات میں شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اسی (مسلک) کو ابو الحسین بصری (متوفی ۴۳۶ھ) اور ابو الحسن اشعری (متوفی ۳۳۴ھ) نے اختیار کیا ہے۔

اس مسئلہ پر (الجبائی، ابو ہاشم اور ان کے اصحاب معتزلہ) نے اس مسئلہ کو مرتب کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ "معدوم شئی ہے" (ان المعدوم شئی)۔ سو جو لوگ معدوم کو شئی ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ ہم نے معتزلہ کے ایک گروہ سے نقل کیا ہے، (ان کے اس خیال کی بناء پر) صفات ثبوت (معدوم) میں سے کوئی صفت بھی باقی نہ رہے گی جو موجود نہ ہو (یعنی ہر معدوم صفت موجود ہوگی) اس طور سے قدرت کے لئے اس کے ایجاد میں وجود کے ماسوا کوئی اثر ثابت نہ کیا جا سکے گا۔ وجود، احوال کی نفی کرنے والوں (الجبائی وغیرہ) کے مذہب کے مطابق لفظ مجرد کے سوا کسی اور طرف راجع نہیں ہوتا۔ اور احوال کا اثبات کرنے والوں (ابو ہاشم وغیرہ) کے مذہب کی رو سے (وجود) ایک ایسی حالت ہے جسے نہ وجود سے متصف کیا جا سکتا ہے اور نہ عدم سے۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) اس قول میں تناقض اور استحالہ ہے۔ احوال کی نفی کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اسے شئے ثابت کرتے ہیں مگر اس کو اجناس کی صفتوں کیساتھ موسوم نہیں کرتے۔ الجبائی کے نزدیک باری تعالیٰ کا مخصوص ترین (اخص) وصف "قدم" (قدیم ہونا) ہے۔ اور اخص میں اشتراک، اعم (زیادہ عام) میں اشتراک کو واجب کرتا ہے۔ (یوں باری تعالیٰ کی صفات کا اس کی ذات کے ساتھ قدیم ہونے میں کہ اخص صفات ہے اشتراک، اس امر کو مستلزم ہوگا کہ الہیت میں جو اس کی اعم صفات ہے اشتراک ہو جائے)۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) کاش میں یہ جانتا کہ (الجبائی کے لئے) اشتراک اور افتراق اور حقیقی عموم و خصوص کا اثبات کیسے ممکن ہوگا، کیونکہ وہ احوال کی نفی کرنے والوں میں ہیں، جہاں تک ابو ہاشم کے مذہب کا تعلق ہے (جو احوال کے قائل ہیں) تو (ان کے لئے یہ اثبات آسان ہے) بجز اس کے کہ جب قدم (قدیم ہونا) کی حقیقت سے بحث کی جائے گی تو وہ نفی اولیت کی جانب راجع ہوگی۔ اور نفی کا باری تعالیٰ کا اخص (خاص تر) وصف ہونا محال ہے۔

(۲) :- (الجبائی اور ابو ہاشم نے) اللہ کے سمیع و بصیر ہونے (کے مفہوم) میں اختلاف کیا ہے۔ الجبائی کہتے ہیں کہ: "اللہ کے سمیع و بصیر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ حی (زندہ) ہے اور اس پر کوئی آفت (نقص) وارد نہیں ہوتا۔ (اس مسئلہ میں) ان کے بیٹے (ابو ہاشم) کا یہ خیال ہے کہ اللہ کا سمیع ہونا ایک "حالت" ہے اور (اسی طرح) اس کا بصیر ہونا بھی ایک "حالت" ہے۔ اور اس کا بصیر ہونا ایک ایسی حالت ہے جو اس کے عالم ہونے کے علاوہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں قضیوں اور مفہوموں، متعلقوں اور اثروں میں اختلاف ہے۔ (کیونکہ یہ دونوں قضیئے، دونوں مفہوم،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں تعلقے اور دونوں اثر ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔) مگر (ابو ہاشم کے) علاوہ ان کے دوسرے اصحاب کا قول ہے کہ (اللہ کے سمیع و بصیر ہونیکا) مطلب یہ ہے کہ وہ مبصرات (جو چیزیں دیکھی جاتی ہیں) کا مدرک (ادراک کرنے والا) ہے اور مسموعات (جو چیزیں سنی جاتی ہیں) ان کا مدرک ہے۔

(۳) :۔ ان دونوں نے ''لطف'' کے بعض مسائل میں بھی اختلاف کیا ہے۔ الجبائی کہتے ہیں کہ جو شخص باری تعالیٰ کو اس کے حال سے جانتا ہے اگر وہ لطف (الٰہی کے سبب سے) ایمان لائے تو اس کا ثواب قلت مشقت کے سبب کم ہوگا۔ اور جو بغیر لطف (الٰہی) ایمان لائے اس کا ثواب اس کی کثرت مشقت کے باعث زیادہ ہوگا۔ اللہ کے لئے یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ بندے کو لطف کے بغیر تکلیف دے (مکلّف کرے) اور یہ کہ اللہ (کے لئے یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ) اس کے درمیان جو (بے لطف کے مشقت برداشت کر کے ایمان لاتا ہے) اور اس کے درمیان جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ بہمہ وجوہ لطف کے بغیر اطاعت گزاری نہ کرے گا۔ مساوات برتے اور ان دونوں کو (ثواب میں) مساوی قرار دے۔ (الجبائی) کہتے ہیں کہ اگر (اللہ) بندے کو لطف کے بغیر مکلّف ٹھہرائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ وہ اس کے حال کو اس کی علت (مرض، برائی) دور کئے بغیر خراب کر رہا ہے (اور یہ امر محال ہے، سو اصلاح بندہ کی غرض سے لطف الٰہی ضروری ہے)۔

اس مسئلہ میں ابو ہاشم نے بعض مواقع پر (الجبائی کی) مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات پسندیدہ ہے کہ وہ بندوں کو ایمان لانے کا بغیر کسی لطف کے نہایت مشقت کے ساتھ، مکلّف ٹھہرائے''

(۴) :۔ (الجبائی اور ابو ہاشم نے گناہوں کے) بدلے میں الم (عذاب) دینے (کے مسئلہ) میں بھی اختلاف کیا ہے۔ الجبائی یہ کہتے ہیں کہ (فعل الم) ابتداء میں عوض (بدلہ) کے سبب جائز ہے (خواہ آدمی سے وہ فعل جس کے بالمقابل یہ عوض ہے، سرزد ہی نہ ہوا ہو)۔ اس بناء پر (الجبائی) کے ہاں بچوں کو الم دینا (جائز) ہے۔ ان کے بیٹے ابو ہاشم کا قول ہے کہ (گناہوں کے عوض الم دینا) عوض اور عبرت پذیری کی شرط پر جائز ہے۔ الاعواض (گناہوں کے عوض الم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے) کے متعلق الجبائی کے مذہب کی وضاحت و تفصیل دو طرح سے کی جا سکتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اعواض کی مانند (بقدر) تفضّل (فضل و عنایت الٰہی) جائز ہے (یعنی اللہ اپنے کرم سے گناہوں پر الم نہ دے اور فضل و کرم کرے) اس کی استثنائی صورت یہ ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ ایسے شخص کو عوض سے کوئی فائدہ نہ ہوگا (اور اس کے لئے) ایک الم جو (عوض پر مقدم ہو (ضروری ہے)۔ دوسرے یہ کہ وہ یہ کہنا چاہتے ہوں کہ یہ (الم دینا) اس لئے پسندیدہ ہے کہ عوض (بدلہ) کا (گنہ گار) مستحق ہے اور تفضّل (عنایت و کرم) کا وہ حق دار نہیں ہے۔ سو ان لوگوں کے خیال میں ثواب دو چیزوں کی بناء پر تفضّل سے جدا و منفعل ہے۔ پہلی چیز مثاب (جسے ثواب دیا جائے) کی تعظیم (بڑائی) اور اجلال (بزرگی) ہے، جو نعیم (انعام الٰہی) سے مقارن ہے (یعنی اس سے متصل و قریب ہے)۔ دوسری چیز ایک مقدار جو تفضّل (عنایت خداوندی) پر اضافہ ہے اور یہ مقدار کا اضافہ ہے، صفت کا اضافہ نہیں ہے۔

ان کے بیٹے (ابوہاشم) کہتے ہیں کہ ابتداء میں عوض کا مثل بطور تفضّل مستحسن ہے پھر عوض منقطع ہو جاتا ہے وہ دائمی نہیں ہوتا۔

الجبائی کہتے ہیں کہ (اللہ کے لئے) یہ بات جائز ہے کہ وہ ظالم سے مظلوم کا اعواض کے ساتھ بدلہ لے اور یوں مظلوم پر فضل و کرم کرے، کیونکہ ظالم کے لئے اللہ پر کسی طرح کا عوض نہیں ہے جس سے وہ اس کو نقصان پہنچائے۔ ابوہاشم کا خیال ہے کہ تفضّل کے ساتھ انتصاف (بدلہ لینا) نہیں ہوتا، اس لئے کہ تفضّل ایسا فعل ہے جس کا کرنا (اللہ) کے لئے واجب و ضروری نہیں ہے۔ (ابوعلی) الجبائی اور ان کے بیٹے (ابوہاشم) کہتے ہیں: ''جب تک اللہ بندوں کو عقلاً و شرعاً مکلّف نہ کرے، اس پر دنیا میں بندوں کے حق میں کچھ بھی واجب و ضروری نہیں ہے۔ مگر جب (اللہ) انہیں مکلّف کرتا ہے تو ان کی عقلوں میں واجب کو اور قبائح سے اجتناب (کی صلاحیت) کو پیدا کر دیتا ہے، (اسی طرح) ان میں قبیح (بُرے) کی جانب رغبت اور حسن (اچھے) سے نفرت (کے جذبات تخلیق کر دیتا ہے) اور یوں ان میں اخلاق ذمیمہ (بُرے اخلاق) کو غالب و مسلط کر دیتا ہے۔ پس اللہ پر اس تکلیف (مکلّف ٹھہرانے، ذمہ دار بنانے) کے وقت عقل کی تکمیل، دلائل کے قیام، (افعال نیک پر) قدرت و استطاعت اور اسباب (ہدایت) کی فراہمی واجب و ضروری ہو جاتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔تا کہ جن چیزوں کے کرنے پر لوگ مامور ہیں، ان کی دشواریاں دور ہو جائیں ااور ان کی علتوں کا ازالہ کیا جا سکے۔اللہ تعالیٰ پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ بندوں کے ساتھ ایسا کرے کہ وہ ان افعال کی بجا آوری پر آمادہ ہوں جن کی انجام دہی کا انہیں ذمہ دار (مکلّف) ٹھہرایا گیا ہے اور ان چیزوں کے ارتکاب سے باز آجائیں جن کے کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔اس باب کے مسائل میں ان لوگوں کے طویل خبط اور دور از کار اقوال و افکار ہیں۔

''معتزلہ کے متفرق عقائد''

نبوت اور امامت سے متعلق بغداد کے تمام معتزلہ کا کلام (عقائد و افکار) بصرہ کے معتزلی علماء کے کلام (عقائد و افکار) سے مختلف ہے۔کیونکہ ان (بغدادی معتزلہ) کے شیوخ (اساتذہ) میں سے کچھ روافض کی جانب مائل ہیں اور کچھ خوارج کی جانب (یعنی بغداد کے مدرسہ اعتزال سے وابستہ معتزلی علماء کے عقائد نبوت اور امامت سے متعلق یا تو روافض جیسے ہیں یا پھر خوارج جیسے۔اس کے برخلاف بصرہ کے علماء اعتزال کے نبوت و امامت سے متعلق افکار و اقوال اہل السنت والجماعت کے مطابق ہیں)۔(ابوعلی) الجبائی اور ابو ہاشم نے امامت (وخلافت کے مسئلہ) میں اہل السنّت کی موافقت کی ہے اور (کہا ہے کہ) اس کا انعقاد اختیار (انتخاب ومشورہ) سے ہوتا ہے اور صحابہ میں فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو امامت میں ان کی ترتیب ہے (یعنی جس طرح حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم امامت میں ایک دوسرے کے بعد آئے اسی طرح فضیلت میں بھی یہ حضرات اسی ترتیب سے ہیں) مگر یہ لوگ اولیاء میں سے صحابہ کرام اور ان کے سوا دوسروں کی کرامت کے بالکل انکاری ہیں۔یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی عصمت میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہیں یعنی وہ تمام گناہوں سے خواہ کبیرہ ہوں، خواہ صغیرہ معصوم و پاک ہیں۔حتیٰ کہ الجبائی کے نزدیک (انبیاء) گناہ کا ارادہ وقصد بھی نہیں کر سکتے الا یہ کہ اس کی کوئی تاویل ہو۔متاخرین معتزلہ مثلاً قاضی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار وغیرہ نے ابو ہاشم کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔مگر اس میں ابوالحسین بصری نے (ابو ہاشم کی) مخالفت کی ہے۔اپنے شیوخ (معتزلہ) کے دلائل کی تحقیق کی اور ان کے بطلان وتغلیط پر براہین قائم کیں۔(ابوالحسین) نے (شیوخ معتزلہ) سے جن مسائل میں علیحدہ رائے قائم کی، وہ یہ ہیں:

(۱) حال کی نفی (یعنی ابو ہاشم کے نظریہ ''حال'' کا ابوالحسین نے انکار کیا ہے اور اس کے خلاف دلائل قائم کئے ہیں)۔

(۲) معدوم کے شئی ہونے کی نفی (یعنی معدوم شئے نہیں ہے)۔

(۳) الوان، اعراض (عرض) نہیں ہیں۔

(۴) موجودات اپنے اعیان کے ساتھ متمائیز (ممتاز، ایک دوسرے سے علیحدہ) ہوتی ہیں۔اور یہ بات حال کی نفی کا نتیجہ ہے۔

(۵) تمام صفات (خداوندی) اس امر کی طرف لوٹتی ہیں کہ باری تعالیٰ عالم، قادر، اور مدرک (ادراک کرنے والا) ہے۔

(ابوالحسین بصری) اس مسئلہ میں کہ ''اشیاء کو ان کی تکوین (وجود میں آنے) سے پہلے نہیں جانا جا سکتا'' ہشام بن حکم کے مذہب کی جانب مائل ہے۔یہ شخص فلاسفہ کا ہم مذہب ہے، مگر اس نے کلام کرتے وقت اپنے (فلسفیانہ) کلام کو معتزلہ میں رائج کر دیا، سو (یہ فلسفیانہ مذہب) معتزلہ میں اس لئے رائج ہو گیا کہ ان لوگوں کو فلاسفہ کے مذاہب ومسالک کا بہت کم علم تھا۔

❀❀❀

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

(ازصفحہ ۸۵ تا ۹۱ ۔ اصل کتاب)

"اَلْجَبرِیَّۃ"

جبر کے (معنی) ہیں بندے (عبد) سے حقیقت میں فعل (کے سرزد ہونے) کی نفی کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔ (یعنی آدمی سے جو بھی فعل سرزد ہوتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، خود آدمی اس میں بے اختیار و بے ارادہ ہوتا ہے)۔ جبریہ چند قسموں کے ہوتے ہیں اور ان کے کئی فرقے ہیں۔ الجبریۃ الخالصۃ وہ ہیں (جن کے نزدیک) بندے سے نہ تو کسی (قسم کا) فعل (سرزد ہوتا) ہے اور نہ اسے فعل پر کسی طرح کی قدرت ہی ہوتی ہے۔ الجبریہ المتوسطیہ (کے خیال میں) بندے کو (اپنے افعال پر) قدرت تو ہوتی ہے مگر وہ بالکل غیر موثر ہوتی ہے لیکن وہ (گروہ) جو افعال کے سرزد ہونے میں پیدا ہونے والی قدرت کا کسی طرح اثر مانتا ہے اور (فعل) کو کسب کا نام دیتا ہے وہ جبری نہیں ہے۔

معتزلہ ان (سب) لوگوں کو جبری کہتے ہیں جو (افعال انسانی کے) ابداع (ایجاد) اور احداث (تخلیق) میں قدرۃ حادثہ کے کسی مستقل اثر کے قائل نہیں ہیں۔ اس سے (معتزلہ پر) یہ الزام آتا ہے کہ وہ اپنے اصحاب (ہم خیالوں) میں ان لوگوں کو بھی جبری کہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ متولدات ایسے افعال ہیں جن کا کوئی فاعل نہیں ہے کیوں کہ ان کے نزدیک قدرۃ حادثہ کا (افعال متولدات) میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مقالات (علم کلام) میں کتابیں تصنیف کرنے والوں نے النجاریہ اور الضراریہ کو (فرقہ) جبریہ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح صفاتیہ میں سے (فرقہ) کلابیہ بھی (جبری) ہے مگر اشعریہ ان کو کبھی حشویہ اور کبھی جبریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہم نے چوں کہ نجاریہ اور ضراریہ کے اصحاب کے متعلق (مصنفین مقالات) کے اقرار کو سنا ہے اس لئے انہیں جبریہ میں شمار کیا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور کے متعلق ان کے اقرار کو نہیں سنا ہے سو ہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکو صفاتیہ میں محسوب کیا ہے۔

۱۔ اَلْجَھْمِیَّہ

یہ لوگ جہم بن صفوان کے ماننے والے ہیں ۔ (جہم) جبریہ خالصہ سے (تعلق رکھتا) ہے۔ اس کی بدعت ترمذ میں ظاہر ہوئی ۔اسے بنو امیہ کے آخری زمانہ حکومت میں سلم بن احوز مازنی نے مرو کے مقام پر قتل کرادیا ۔ اس نے صفات ازلیہ کے انکار (نفی) میں معتزلہ کی موافقت کی ہے اور وہ ان کا (ہم خیال ہے) مگر ان (کے خیالات و معتقدات) پر چند باتوں کا اضافہ کیا ہے۔(ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں) :-

(۱) اس کا قول ہے کہ جس صفت سے مخلوق خدا کو موصوف کیا جاتا ہے اس سے خدا تعالیٰ کو متصف کرنا جائز نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ تشبیہ کو مقتضی ہے (یعنی اس سے تشبیہ لازم آتی ہے) سو اس نے (اللہ کے) حی (زندہ) اور عالم (جاننے والا) ہونے کی نفی کی (کیونکہ حیات وعلم کی صفتیں مخلوق خدا میں بھی پائی جاتی ہیں اگر اللہ کے لئے بھی انہیں مان لیا جائے تو انسانوں سے اس کی تشبیہ ہو جائے گی جو ناجائز ہے) مگر اس نے (اللہ کے) قادر، فاعل ،اور خالق ہونے کا اثبات (اقرار) کیا ہے کیونکہ کسی مخلوق کو قدرت ،فعل ،اور خلق سے متصف نہیں کیا جاتا۔

(۲) (جہم نے) باری تعالیٰ کے لئے ایسے علوم کو ثابت کیا جو حادث (فنا پذیر) ہیں مگر کسی محل میں نہیں (بلکہ یہ علوم اس کی ذات میں حادث ہیں) اس کا قول ہے کہ اللہ کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو اس کی تخلیق سے پہلے جان لے کیوں کہ اگر پہلے علم حاصل ہو پھر (اس چیز کو) تخلیق کرے تو (سوال پیدا ہوتا ہے کہ) آیا اس کا علم جتنا تھا وہ باقی ہے یا باقی نہیں ہے؟ سو اگر اس کا علم باقی ہے تو یہ جہل ہے کیوں کہ (کسی چیز کے بارے میں) مستقبل میں وجود میں آنے کا علم اس کے ماضی میں وجود میں آنے کے علم کے مغائر ہوتا ہے اور اگر (اللہ کا علم اس شے کی تخلیق کے بعد) باقی نہ رہا تو پھر وہ متغیر ہو گیا (بدل گیا) اور متغیر ہو جانے والی چیز مخلوق ہے ،قدیم نہیں ہے (اور فنا ہو جائے گی) ۔جہم نے اس (عقیدے) میں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ہشام بن حکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مسلک کی موافقت کی ہے۔اس نے (بحث جاری رکھتے ہوئے) کہا جب (اللہ تعالیٰ کے) علم کا حدوث (حادث ہونا، فنا پذیر ہونا) ثابت ہوگیا تو وہ (دو باتوں میں سے ایک سے) خالی نہ ہوگا یا تو (وہ علم) اللہ تعالیٰ کی ذات میں حادث ہوگا (اور چوں کہ حادث متغیر ہوتا ہے) سو اس سے اللہ کی ذات تغیر پذیر ہو جائے گی اور وہ حوادث کا محل و مقام بن جائے گی یا پھر وہ (علم) حادث ہوگا ایک محل و مقام میں، پس وہ محل و مقام اس (علم) کے ساتھ متصف ہوگا نہ کہ باری تعالیٰ کے ساتھ۔ اس سے یہ بات متعین، واضح اور یقینی ہوگئی کہ (اللہ) اس (علم) کا محل نہیں ہے۔اس (دعویٰ کے نتیجہ کے طور پر جہم نے) اللہ کے لئے موجودات معلوم (جن موجودات کا علم ہو چکا ہے) کی تعداد کے بقدر حادث (وفنا پذیر) علوم ثابت کر دیئے۔

(۳) ان (عقائد) میں سے (جہم کا) قدرۃ حادثہ کے متعلق قول ہے کہ انسان کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔اسے استطاعت (قدرت عمل) کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔وہ اپنے افعال میں مجبور ہے، اسے کسی طرح کی قدرت، کسی قسم کا ارادہ اور کسی نوع کا اختیار (حاصل) نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ (انسان میں) اس نہج پر افعال پیدا کرتا ہے جس نہج پر وہ تمام (دیگر) مخلوقات میں پیدا کرتا ہے۔ یہ افعال (انسان) کی طرف بطور مجاز منسوب کئے جاتے ہیں جیسے کہ جمادات (وغیرہ) کی جانب ان کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے: درخت پھلا، پانی بہا، پتھر ہلا، سورج نکلا، ڈوبا، آسمان ابر آلود ہوا، اس نے پانی برسایا، زمین پھولی اور اگی وغیرہ وغیرہ۔(اسی طرح) ثواب و عذاب بھی ایک طرح کے جبر ہیں، جیسا کہ سارے افعال جبر ہیں۔اس نے کہا: جب جبر ثابت ہوگیا تو تکلیف (یعنی انسان کو عمل کا پابند بنانا) بھی جبر ہی ہے۔

(۴) ان (عقائد) میں سے (جہم کا) یہ قول بھی ہے کہ: دونوں خلدوں (جنت و دوزخ) میں رہنے والے کی حرکتیں منقطع ہو جائیں گی۔ جنت و دوزخ، ان میں لوگوں کے داخل ہونے، اہل جنت کی نعمت (بہشت) سے لذت اندوز ہونے اور اہل دوزخ کے نار (جہنم) سے اذیت کش ہونے کے بعد، فنا ہو جائیں گی کیوں کہ ایسی حرکات کا آخر میں لامتناہی ہونا ایسا ہی تصور میں نہیں آسکتا (اور محال ہے) جیسا کہ ایسی حرکات کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو اول میں لامتناہی ہوں (جنت و دوزخ اس لئے ابدی نہیں ہیں کیوں کہ وہ ''حرکات'' سے عبارت ہیں اور ''حرکات'' اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز میں اور اسی طرح انجام میں لامتناہی نہیں ہوتیں، ان کا آغاز بھی کسی نقطہ سے ہوتا ہے، اسی طرح ان کا انجام بھی کسی نقطہ پر ہو جاتا ہے)۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے قول (خالدین فیھا یعنی اہل جنت اور اہل جہنم ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے) کو مبالغہ اور تاکید پر محمول کیا ہے نہ کہ حقیقتاً ہمیشگی اور خلود پر (حقیقی خلود فی الجنت یا خلود فی النار کے بجائے مبالغہ اور تاکید پر محمول کیا ہے) یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (خلد اللہ ملک فلان یعنی) اللہ فلاں کی حکومت کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھے۔ (جہم نے جنت و دوزخ کے) انقطاع واختتام پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استشہاد کیا اور دلیل قائم کی ہے: ''خالدین فیھا ما دامت السمٰوات والارض الا ماشاء ربک (ہود۔108) یعنی (اہل دوزخ واہل جنت، دوزخ اور جنت میں بالترتیب) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین ہیں مگر یہ کہ جو تمہارا رب چاہے۔'' یہ آیتیں شرط اور استثناء پر مشتمل ہیں مگر خلود اور تابید (ہمیشہ ہمیشہ ابد تک رہنے) میں کوئی شرط اور استثناء نہیں ہوسکتا۔

(۵) ان (عقائد) میں سے (جہم کا) یہ قول بھی ہے کہ جس شخص کو معرفت (خداوندی) حاصل ہوگئی پھر اس نے اپنی زبان سے اس کا انکار کردیا تو اس انکار کی بناء پر وہ کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ علم اور معرفت انکار سے زائل نہیں ہوتیں، سو (ایسا شخص) صاحب ایمان (مومن) ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ: ''ایمان کے اجزاء نہیں ہوسکتے یعنی اسے عقد، قول اور عمل میں بانٹا نہیں جاسکتا۔'' اس نے یہ بھی کہا کہ: ''ایمان والے (ایمان میں) ایک دوسرے سے افضل نہیں ہوتے، سو انبیاء کا ایمان اور امت کا ایمان ایک ہی سطح ونہج پر ہوتا ہے، کیوں کہ 'معارف' باہم دگر بڑھی ہوئی نہیں ہوتیں۔'' (اس عقیدہ کی بناء پر) علماء سلف نے (جہم) پر سخت اعتراض کئے اور اس کی بڑی شدت سے تردید کی ہے اور تعطیل محض (انکار صفات باری) کی طرف اس کو منسوب کیا ہے (یعنی ایمان پر عمل کے اثرات نہیں پڑتے)

(۶) (جہم) رویت (باری) کی نفی (امتناع وانکار) میں

(۷) کلام (الٰہی) کو مخلوق ثابت کرنے میں اور

(۸) (شارع کی جانب سے) سننے اور سماعت سے پہلے ہی عقل کی رو سے 'معارف' کو واجب ٹھہرانے میں (فرقہ) معتزلہ کا ہم خیال وہم نوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ النَجّاریّہ

(یہ لوگ) حسین بن محمد النجار کے پیرو ہیں۔ ری اور اس کے گردونواح کے اکثر معتزلہ اس کے مذہب کے (ماننے والے) ہیں۔ (النجاریہ) اگرچہ اختلاف رائے کی وجہ سے کئی گروہ میں بٹ گئے ہیں مگر ان مسائل میں جو (المعتزلہ) کے اصول ہیں ان میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔ ان کے گروہوں (کے نام ہیں) برغوثیہ، زعفرانیہ، اور مستدرکہ۔ یہ لوگ علم، قدرۃ، ارادہ، حیات، سمع وبصر کی صفات (کی باری تعالیٰ سے) نفی کرنے میں معتزلہ کے ہم مسلک ہیں اور اعمال کی تخلیق (خلق اعمال کے مسئلہ) میں الصفاتیہ کے ہم خیال ہیں۔

النجار کا عقیدہ ہے کہ: باری تعالیٰ اپنے نفس کے لئے صاحب ارادہ ہے جس طرح کہ وہ اپنے نفس کے لئے صاحب علم ہے۔ (مرید لنفسہ کما ہو عالم لنفسہ) اس سے اس پر عموم تعلق کا الزام لگایا گیا جس کا اس نے التزام کیا (اختیار کیا) اور کہا: اللہ خیر (اچھائی)، شر (برائی)، نفع (فائدہ) اور ضر (نقصان) کا مرید (ارادہ کرنے والا) ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ: اللہ بندوں کے اچھے (خیر) اور برے (شر)، پسندیدہ (حسن) اور ناپسندیدہ (قبیح) اعمال کا خالق ہے اور بندہ ان (اعمال) کا مکتسب (کمانے والا، اختیار کرنے والا) ہے۔ اس نے قدرۃ حادثہ کی تاثیر کو ثابت کیا (اقرار کیا) اور اسکو (امام) اشعری کی طرح کسب کا نام دیا۔ (النجار) نے (اشعری کی) اس (مسئلہ) میں بھی موافقت کی کہ استطاعۃ (صلاحیت کار) فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔ جہاں تک رؤیت (باری) کا مسئلہ ہے تو اس نے آنکھوں سے اللہ کی رؤیت (دیدار) کا انکار کیا اور اسے محال قرار دیا۔ مگر اس نے یہ بھی کہا کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوت کو جو قلب میں معرفت (الٰہی) کی ہے آنکھوں کی جانب منتقل کردے اور یوں آدمی اس سے اللہ کو پہچان لے تو یہ ایک طرح کی رؤیت ہوگی۔ وہ کلام کے حدوث (فنا پزیر ہونے) کا بھی قائل تھا مگر اس نے معتزلہ سے چند (مسائل) میں اختلاف کیا ہے۔ ان (اختلافی مسائل میں سے چند) یہ ہیں:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) باری تعالیٰ کا کلام جب پڑھا جائے تو وہ عرض ہے اور جب اسے لکھا جائے تو وہ جسم ہے۔ یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ (ایک طرف تو) الزعفرانیہ (النجاریہ کی ایک شاخ) اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ کا کلام اس کا غیر ہے (اس کی ذات سے علیحدہ ہے) اور ہر وہ شے جو اللہ کے سوا (غیر اللہ) ہو وہ مخلوق (حادث وفنا پذیر) ہے (اور دوسری طرف) وہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہو گیا۔ اس (متضاد بات) سے شاید ان لوگوں کا مقصد (رفع) اختلاف ہے ورنہ (اس متضاد اعتقاد کا) تناقض و تضاد ظاہر و واضح ہے۔ (النجاریہ میں ہے) المستدرکہ نے کہا کہ (اللہ کا) کلام اس کا غیر ہے اور وہ مخلوق ہے۔ لیکن نبی (کریم) ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہے (کلامُ اللہ غیرُ مخلوقٍ) اور سارے کے سارے گزشتہ (علماء) سلف کا اس بارے میں اجماع ہے (یعنی سبھی اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن غیر مخلوق ہے) اس لئے ہم ان کے ہم خیال ہیں (اور قرآن کو غیر مخلوق مانتے ہیں)۔ اور (سلف کے) قول "غیر مخلوق" کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ (موجودہ) ترتیب اور حروف وصوت کی تنظیم پر کلام اللہ غیر مخلوق ہے۔ لیکن ان حروف کے علاوہ دوسرے حروف پر خواہ وہ بعینہ وہی کیوں نہ ہوں (کلام اللہ) مخلوق (حادث) ہے اور یہ حروف ان کا محض بیان واظہار ہیں۔

کعبی نے النجار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: باری تعالیٰ ہر جگہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے مگر ایسا علم وقدرت کے مفہوم میں نہیں ہے اس قول میں اس پر محال کے وقوع پذیر ہونے کے قائل ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔

(۲) اس نے درود سمع (شریعت الٰہی کے آنے اور اسے سن کر اس پر عمل کے مکلف ہونے) سے پہلے مفکر کے متعلق معتزلہ جیسی بات کہی کہ ایسے شخص پر غور وفکر اور استدلال کے ذریعہ معرفت کا حاصل کرنا واجب وضروری ہے۔

(۳) ایمان کے بارے میں (نجار کا) قول ہے کہ وہ تصدیق سے عبارت ہے۔

(۴) جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کے بغیر مر گیا تو اس پر اسے عذاب دیا جائے گا۔ (مگر) اسے دوزخ سے نکال لینا ضروری ہے کیوں کہ اس (مرتکب کبیرہ) اور کافروں کے درمیان خلود فی النار (ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلنے) میں مساوات و برابری عدل (الٰہی) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافی ہے۔

محمد بن عیسیٰ ملقب بہ برغوث، بشر بن غیاث المریسی اور حسین نجار اپنے عقائد (مذہب) میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ ان سبھی نے اس بات کا اثبات کیا ہے کہ اللہ ہمیشہ سے ان اشیاء کے سلسلے میں جنہیں وہ مستقبل میں از قبیل خیر، شر، ایمان، کفر، طاعت و معصیت تخلیق کرے گا، صاحب ارادہ (مرید) ہے مگر معتزلہ بالعموم اس سے انکار کرتے ہیں۔

۲۔ الضراریّة

(یہ لوگ) ضرار بن عمرو اور حفص الفرد کے پیرو ہیں ان دونوں نے تعطیل پر اتفاق کیا (یعنی انکار صفت باری تعالیٰ)۔ ان دونوں نے اس (عقیدہ) پر بھی اتفاق کیا کہ باری تعالیٰ اس معنی میں عالم و قادر ہے کہ وہ جاہل اور عاجز نہیں ہے۔ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی ماہیت ثابت کی جسے صرف وہی جانتا ہے اور ان دونوں نے یہ بھی کہا کہ: یہ مقالہ (عقیدہ) حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے۔ ان دونوں نے اس (قول) سے یہ مراد لیا ہے کہ اللہ اپنی ذات کو کسی دلیل یا خبر کے ذریعہ سے نہیں (بلکہ) ازروئے شہادت جانتا ہے جب کہ ہم اسے دلیل و خبر سے جانتے ہیں۔ ان دونوں نے انسان کے لئے ایک چھٹی حس (حاسۂ سادسہ) ثابت کی جس سے وہ باری تعالیٰ کو ثواب کے دن جنت میں دیکھے گا۔ ان دونوں نے کہا: بندوں کے افعال درحقیقت باری تعالیٰ کے خلق کئے ہوئے ہیں اور بندہ ان کا حقیقی مکتسب (کمانے والا، اختیار کرنے والا) ہے (یوں) ان دونوں نے دو فاعلوں کے درمیاں ایک فعل کے حصول کو جائز ٹھہرایا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اعراض کو اجسام میں تبدیل کردے اور یہ کہ استطاعت (فعل کی قدرت) اور عجز (فعل کی قدرت نہ ہونا) بعض جسم ہیں اور دو زمانوں میں باقی رہتی ہیں۔

ان دونوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد حجت صرف اجماع ہے سو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رسول اللہ ﷺ سے) اخبار احاد کے ذریعہ جو احکام منقول ہیں وہ قابل قبول نہیں ہیں۔ ضرار کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ (حضرت) عبداللہ بن مسعود اور (حضرت) ابی بن کعب دونوں کے (حرف) قرأت کا منکر تھا اور یہ بات قطعی طور سے کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل نہیں فرمایا۔

(ضرار نے) اس شخص کے متعلق جو درود سمع سے پہلے غور وفکر کرتا ہے، کہا ہے کہ عقل کی رو سے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے تا آنکہ رسول اس کے پاس معروف کے کرنے اور منکر سے رکنے کے احکام لے کر نہ آئیں، اللہ پر عقل کی رو سے کوئی شی واجب نہیں ہے۔ ضرار نے یہ بھی کہا ہے کہ غیر قریشی بھی امامت کا اہل ہو سکتا ہے۔ جب قریشی اور نبطی (میں سے کسی کو امام چننا) ہو تو ہم نبطی کو مقدم رکھیں گے۔ کیوں کہ اس (کے حامیوں) کی تعداد کم ہے اور اس کے ذرائع کم زور ہیں سو اگر وہ شریعت کی مخالفت کرے گا تو اسے معزول کرنا آسان ہوگا۔ (اس کے برعکس) اگرچہ معتزلہ نے غیر قریشی کی امامت کو جائز قرار دیا ہے مگر وہ قریشی پر نبطی کو مقدم و مرجح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

(ازصفحہ ۹۲ تا ۱۱۳ ۔اصل کتاب)

الصِفَاتیّہ

جاننا چاہئے کہ سلف (بزرگان گزشتہ) کی ایک کثیر جماعت اللہ تعالیٰ کے لئے علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع، بصر، کلام، جلال، اکرام، جود، انعام، عزت وعظمت جیسی ازلی صفات کا اثبات کرتی تھی۔ یہ لوگ ''صفات ذات'' اور صفات فعل میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ بلکہ (اس ضمن میں) ایک ہی طرح کلام (گفتگو) کرتے تھے۔ اسی طرح یہ حضرات خبری صفات مثلاً دونوں ہاتھ (یدین) چہرہ (وجہ) کو (اللہ تعالیٰ کے لئے) ثابت کرتے تھے۔ اور (قرآن میں واردان خبروں کی) کوئی تاویل نہ کرتے تھے۔ ہاں وہ یہ کہتے تھے کہ ان صفات کا شرع میں ذکر آیا ہے، اس لئے ہم انہیں خبری صفات (صفات خبریہ) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ چونکہ معتزلہ صفات (باری) کی نفی کرتے تھے اور سلف انہیں ثابت کرتے تھے۔ اس لئے سلف کو ''صفاتیہ'' اور معتزلہ کو ''معطلہ'' کا نام دیا گیا۔ سلف میں سے بعض حضرات نے صفات کے اثبات میں اس حد تک مبالغہ کیا کہ (اللہ تعالیٰ کو) مخلوقات (محدثات) کی صفات سے تشبیہ دی۔ جبکہ ان میں سے کچھ دوسروں نے انہیں صفات پر اقتصار کیا جن پر (اللہ کے) افعال دلالت کرتے ہیں اور جن سے متعلق خبر (حدیث) وارد ہوئی ہے۔ یوں (سلف) دو فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے کچھ نے ان کے اس طریقے سے تاویل کی جس کا لفظ محتمل تھا (صفات باری تعالیٰ سے متعلق ان لوگوں نے لفظی مفہوم کے مطابق آیات واخبار کی تاویل کی) اور ان میں سے کچھ ایسے تھے جو تاویل کرنے سے رک گئے (توقف کیا) اور کہا: ''ہم عقل کے مقتضیٰ سے یہ بات جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں ہے (لیس کمثلہ شئی) اس لئے وہ مخلوقات میں سے کسی شے سے مشابہ نہیں ہے اور نہ مخلوقات میں سے کوئی شے اس جیسی ہے۔ یہ بات ہم قطعی طور پر جانتے ہیں مگر ہم اس بارے میں وارد الفاظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے معنی نہیں جانتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ: ''الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ۔۵) یعنی اللہ عرش پر مستوی ہے (تشریف فرما ہے) اور مثلاً اس کا فرمانا کہ: ''وخلقت بیدی (ص۔۷۵) یعنی میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔'' اور جیسے اس کا یہ ارشاد کہ: ''وجآء ربک (الفجر۔۲۲) یعنی تیرا رب آیا'' وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان آیات کی تفسیر د تاویل جاننے کے مکلّف نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اس بات کے لئے مکلّف ٹھہرائے گئے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔ اور اس کا ہم یقینی طور پر اثبات کرتے ہیں اور ہم اس کے قائل ہیں''۔ بعد ازاں متاخرین کی ایک جماعت نے سلف کے قول پر اضافہ کیا اور کہا: ''ان (آیات) کو ان کے ظاہر (ظاہری مفہوم) پر محمول کرنا ضروری ہے۔'' سو یہ لوگ خالص تشبیہ (تشبیہ صرف) میں پڑ گئے اور یہ سلف کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ خالص تشبیہ یہود میں ہے مگر تمام یہود میں نہیں بلکہ صرف ان کے قراء (تورات کے قاریوں) میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں تورات میں ایسے بہت سے الفاظ ملے جو (تشبیہ پر) دلالت کرتے ہیں (جن سے تشبیہ ظاہر ہوتی ہے)۔

اس شریعت (یعنی ملت اسلامیہ) میں شیعہ غلو (حد سے زیادہ بڑھنا) اور تقصیر (حد سے زیادہ کوتاہی) میں پڑ گئے۔ رہا غلو تو وہ یوں کہ ان لوگوں نے اپنے بعض ائمہ کو اللہ برتر و پاک سے تشبیہ دی۔ اور تقصیر یوں کہ انہوں نے اللہ کو مخلوقات میں سے ایک کے مشابہ ٹھہرایا۔ جب معتزلہ اور سلف میں سے متکلمین کا ظہور ہوا تو بعض روافض نے غلو اور تقصیر سے رجوع کر کے اعتزال اختیار کر لیا اور سلف کی ایک جماعت (آیات متعلقہ کی) ظاہری تفسیر کر کے تشبیہ (کے جال) میں جا پھنسی (اور تشبیہ کی قائل ہوگئی)۔

وہ سلف جنہوں نے تاویل سے تعرض نہ کیا اور نہ تشبیہ کا ہدف ونشانہ بنے، ان میں مالک ابن انس رضی اللہ عنہ (متوفی ۔۱۷۹ھ) ہیں جن کا قول ہے کہ: ''(عرش پر رحمان کا) استواء ہمیں معلوم ہے، مگر اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے ہم ناواقف ہیں اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے بارے میں دریافت کرنا بدعت ہے۔'' (انھیں اسلاف میں) احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۔۲۴۱ھ) سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) اور داؤد بن علی اصفہانی (متوفی ۲۷۰ھ) اور ان کے متبعین ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یہی صورت حال تھی کہ) عبداللہ بن سعید کلابی، ابو العباس قلانس اور حارث بن اسد محاسبی کا زمانہ آیا۔ یہ لوگ سلف میں سے تھے مگر انہوں نے علم کلام حاصل کیا اور سلف کے مذہب کی کلامی دلائل اور اصولی براہین سے حمایت و نصرت کی۔ ان میں سے بعض نے کتابیں تصنیف کیں اور بعض نے تدریس و تعلیم کو اختیار کیا۔ تا آنکہ ابو الحسن اشعری (متوفی ۳۲۴ھ) اور ان کے استاد (ابو علی الجبائی ۳۰۳ھ) کے درمیان ''صلاح'' اور ''اصلح'' کے مسائل میں سے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا جس کے نتیجے میں دونوں میں خصومت اور دشمنی ہوگئی (ابو الحسن اشعری) اس گروہ (سلف) کے طرف دار ہوگئے اور ان کے عقائد (مقالہ) کو کلامی طریقوں سے تقویت پہنچائی۔ یہ اہل سنت والجماعۃ کا مذہب ہوگیا اور ''صفاتیہ'' کا نام ''اشعریہ'' کی طرف منتقل ہوگیا (یعنی صفاتیہ، اشعریہ کہلانے لگے)۔ اور چونکہ ''مشبہہ'' اور ''کرامیہ'' صفات کا اثبات کرنے والوں میں ہیں ہم (شہرستانی) نے ان لوگوں کو ''صفاتیہ'' کے دو فرقوں میں شمار کیا ہے (یوں گروہ ''صفاتیہ'' میں تین فرقے ہوئے، ''اشعریہ''، ''مشبہہ''، اور ''کرامیہ'')۔

''۱۔ الاشعریہ''

(یہ گروہ) ابو الحسن علی بن اسماعیل کے ساتھیوں اور پیرووں کا ہے، جو (صحابی رسول ﷺ حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں ان کی نسل میں ہیں یہ عجیب اتفاق ہے کہ (حضرت) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بعینہ اس بات کا اثبات کرتے تھے جس کا اپنے مسلک میں ابو الحسن اشعری اثبات کرتے ہیں۔ ان کے اور (حضرت) عمرو بن العاص کے درمیان مناظرہ ہوا۔ (حضرت) عمرو نے کہا: ایسا شخص کہاں ہے جو میرے رب اور میرے مابین محاکمہ کرے؟ اس پر (حضرت) ابو موسیٰ نے کہا وہ محاکمہ کرنے والا میں ہوں۔ اب (حضرت) عمرو نے کہا: یہ کیا ہے کہ (اللہ) مجھ پر ایک امر کو مقدر کرتا ہے پھر اسی پر مجھے عذاب بھی دیتا ہے؟ (حضرت) ابو موسیٰ نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے۔ (اس پر حضرت) عمرو نے پوچھا: ایسا کیوں ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت ابوموسیٰ نے) کہا یہ اس لئے ہے کہ اللہ تم پر ظلم نہیں کرتا۔ اس پر (حضرت) عمرو خاموش ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

(۱)۔ (امام ابوالحسن) اشعری کا قول ہے کہ: جب آدمی اپنی تخلیق پر غور کرے گا کہ کس چیز سے اس کی ابتداء ہوئی، اور تخلیق کے مختلف مدارج سے گزر کر کس طرح وہ کمال کو پہونچا، اور اسے اس بات کا یقینی علم ہو جائے گا کہ وہ خود سے اپنی تخلیق کا انتظام نہیں کر سکتا تھا، اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی طرف اور نقص سے کمال کی جانب ترقی (از خود) نہیں کر سکتا تھا تو اسے لازمی طور سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اس کا ایک صانع ہے جو صاحب قدرت، صاحب علم اور صاحب ارادہ ہے۔ کیونکہ فطرت (انسانی) میں اختیار کے آثار کے ظہور اور خلقت (پیدائش) میں پختگی اور استحکام کی علامتوں کی وضاحت کے سبب ان محکم افعال (تخلیق و تدریج انسان) کے طبیعت وفطرت سے ظہور کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن پر اس کے افعال دلالت کرتے ہیں (یعنی اللہ کے افعال سے اس کے صفات کی نشان دہی ہوتی ہے) اور ان (صفات) کا انکار ممکن نہیں ہے۔ اس کے افعال جس طرح اس کے عالم، قادر، اور مرید (صاحب ارادہ) ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح علم، قدرت اور ارادہ پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس دلالت کی علت شاہد (حاضر) و غائب میں الگ الگ نہیں ہوتی۔ نیز عالم کا درحقیقت یہی مفہوم ہے کہ (اللہ) علم والا (ذو علم) ہے اور قادر کا اس کے سوا کوئی مفہوم نہیں ہے کہ وہ قدرت والا (ذو قدرت) ہے اور نہ مرید (صاحب ارادہ) کے اس کے سوا کوئی اور معنی ہیں کہ وہ ارادہ والا (ذو ارادہ) ہے۔ (اللہ کے) علم سے احکام (پختگی) و اتفاق (استحکام) حاصل ہوتا ہے، قدرت سے وقوع اور حدوث حاصل ہوتے ہیں اور ارادہ سے ایک خاص وقت کی ایک خاص قدر اور ایک خاص شکل کے ساتھ تخصیص حاصل ہوتی ہے۔ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ صفات جس ذات سے وابستہ ہوں وہ ذات زندگی کے ساتھ زندہ نہ ہو۔ اس کی دلیل وہی ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲)۔ (امام ابوالحسن اشعری نے) صفات (باری) کے منکرین پر ایسا اعتراض کیا ہے جس سے ان کو کوئی مفر نہیں ہے۔ وہ (اعتراض) یہ ہے کہ تم لوگ (اللہ) کے عالم و قادر ہونے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل قائم ہو جانے کے سبب ہمارے ہم خیال ہو۔ سو اب یا تو ان دونوں صفتوں (یعنی علم وقدرت) کا مفہوم ایک ہی ہے یا ایک (کا مفہوم) دوسرے کے مفہوم سے زاید ہے۔ اگر (ان دونوں کا مفہوم) ایک ہی ہے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ (اللہ) اپنی قادریت سے جانے اور اپنی عالمیت سے قادر ہو۔ اور جس شخص کو اس کی ذات کا مطلقاً علم حاصل ہو، اس سے (اللہ کے) عالم وقادر ہونے کا علم بھی حاصل ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ امر واقع نہیں ہے۔ یوں یہ بات معلوم ہوئی کہ (اللہ کی عالمیت وقادریت کے صفات کے) مفاہیم واعتبارات باہم دگر مختلف ہیں۔ یوں (دونوں کے مفہوم میں) اختلاف مجرد لفظ یا وصف یا حال کی طرف راجع ہوگا۔ (یعنی اللہ کی قدرت وعلم کی صفتوں کے مفہوم میں اختلاف لفظ کا ہوگا یا حال کا یا صفت کا)۔ اس اختلاف کا مجرد لفظ کی جانب رجوع ہونا باطل ہے کیونکہ عقل کا یہ اقتضاء ہے کہ سمجھنے میں یہ دونوں باہم دگر متغایر ومتمایز ہیں (اور ان دونوں لفظوں سے دو جدا مفہوم متبادر ہوتے ہیں) اگر یہ فرض کر لیں کہ سرے سے لفظ ہی نہ ہوں تو عقل نے (ان دونوں صفتوں کے مفہوم کا) جو تصور کیا ہے وہ اس سے بالکل متغایر ومختلف نہ ہوں گی۔ اگر (اختلاف کا) مرجع حال ہو، تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ ایسی صفت کا اثبات جو نہ وجود سے متصف کی جا سکے اور نہ عدم سے گویا یہ وجود وعدم اور مثبت ومنفی کے مابین ایک واسطہ کا اثبات کرنا ہے جو محال ہے، سو یہ امر متعین ہو گیا کہ (صفت عالمیت کے باہم دگر مختلف المفہوم ہونے کا) مرجع ایسی صفت ہے جو قائم بالذات ہے اور یہی (ابوالحسن اشعری کا) مذہب ہے۔

مگر اشعری کے اصحاب میں سے قاضی باقلانی نے حال کے اثبات ونفی میں (اشعری کے) قول کی تردید کی ہے اور (حال کا) اثبات کیا ہے۔ صفات (باری) کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ معانی ہیں جو ذات (باری) کے ساتھ قائم ہیں۔ (باقلانی) کہتے ہیں کہ جسے ابو ہاشم نے حال کہا ہے ہم اسے صفت کہتے ہیں خصوصاً جب (ابو ہاشم) نے ایسی حالت کا اثبات کیا جس سے ان صفات کا اثبات ہوتا ہو۔

(۳)۔ ابوالحسن (اشعری) کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم سے عالم ہے، قدرت سے قادر ہے، حیات سے حی ہے، ارادہ سے مرید ہے، کلام سے متکلم ہے، سمع سے سننے والا ہے، اور بصارت سے بصیر ہے۔ (صفت) بقاء کے متعلق ان کی رائے میں اختلاف ہے۔ ان کا قول ہے کہ یہ صفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازلی اس کی برگزیدہ ذات کے ساتھ قائم ہیں ، نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صفات عین ذات کبریائی ہیں اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات الٰہی کی غیر ہیں ۔ اس کی دلیل کہ اللہ کلام قدیم سے متکلم اور ارادۂ قدیم سے مرید ہے ، یہ ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ملک (بادشاہ) ہے اور ملک (بادشاہ) وہ ہوتا ہے جو حکم دیتا ہے اور روکتا ہے (وہ صاحب امر و نہی ہوتا ہے)۔ سو اللہ آمر (حکم دینے والا) ہے اور ناہی (منع کرنے والا) ہے ۔ اب یا تو وہ آمر بامرِ قدیم ہو یا آمر بالمرِ محدث (حادث)، اگر وہ آمر بامرِ محدث ہو تو یہ اس امر سے خالی نہیں کہ یا تو وہ اس امر کو اپنی ذات میں پیدا کرتا ہے ۔ یا کسی محل میں یا کسی غیر محل میں (اسے حادث کرتا ہے) اب یہ بات تو محال ہے کہ اللہ (امر کو) اپنی ذات میں پیدا (حادث) کرے کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس کی ذات حوادث کا محل ہے جو محال ہے ۔ یہ بات بھی محال ہے کہ (اللہ) اس (امر) کو کسی محل میں پیدا کرے کیونکہ اس سے یہ ضروری ہو جائے گا کہ وہ محل اسی کی (ذات) کے ساتھ موصوف ہو ۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ (اس امر کو) کسی غیر محل (لامحل) میں حادث کرے ، کیونکہ یہ بات عقل کے خلاف ہے ۔ یوں یہ بات متعین ہوگئی کہ (امر الٰہی) قدیم ہے اس کے ساتھ بطور صفت کے قائم ہے اور ارادہ ، سمع و بصر میں بھی اسی تقسیم کی وہ بات کرتے ہیں (یعنی وہاں بھی یہی تقسیم ہے)۔

(۴)۔ (ابوالحسن اشعری) کہتے ہیں کہ (اللہ کا) علم ایک ہے جو تمام معلومات یعنی مستحیل ، جائز ، واجب ، موجود و معدوم سے تعلق رکھتا ہے ۔ (اسی طرح) اس کی قدرت بھی ایک ہے جو ان تمام چیزوں کے ساتھ متعلق ہے جو وجود کی صلاحیت رکھتی ہیں ۔ اس کا ارادہ بھی ایک ہے جو ان تمام اشیاء سے وابستہ ہے جو اختصاص کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں ۔ اس کا کلام بھی واحد ہے ۔ یہ (کلام) امر ، نہی ، خبر دینا ، خبر طلب کرنا ، وعدہ اور وعید سے عبارت ہے ۔ اور یہ تمام وجوہ ایسے اعتبارات ہیں جو کلام الٰہی کی جانب راجع ہوتے ہیں ، نہ یہ کہ ان کی وجہ سے نفس کلام میں تعدد پیدا ہوتا ہے ۔ وہ عبارات و الفاظ جو فرشتوں کے واسطہ سے انبیاء پر نازل کئے گئے ہیں وہ سب اس کلام ازلی (کلام الٰہی) پر دلالتیں ہیں ۔ دلالت مخلوق و حادث ہے اور مدلول (جس کی سمت راہ نمائی کی جائے)قدیم ازلی ہے ۔ قرائت (پڑھنا) اور مقروء (جسے پڑھا جائے) اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت و متلو میں ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ ذکر اور مذکور میں ہے پس ذکر محدث (حادث و مخلوق) ہے اور مذکور قدیم ہے۔

اس تدقیق سے (امام ابوالحسن) اشعری نے حشویہ کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حروف اور کلمات قدیم ہیں۔ اشعری کی رائے میں کلام سے مراد وہ معنی ہیں جو نفس (کلام) کے ساتھ قائم ہیں اور یہ عبارات سے علیحدہ ہیں۔ یہ عبارات کلام پر انسان کی جانب سے دلالت ہے۔ سو ان کے نزدیک متکلم وہ ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہے اور (متکلم) معتزلہ کے ہاں وہ ہے جس سے کلام کا فعل سرزد ہو، عبارت کو جو کلام کا نام دیا جاتا ہے تو ایسا یا تو بطور مجاز ہے یا اشتراک لفظی کے سبب سے ہے۔

(۵)۔ (ابوالحسن اشعری کا قول ہے کہ) (اللہ کا) ارادۂ واحد، قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کا تعلق اس کے افعال خاصہ اور بندوں کے افعال سے متعلق تمام مرادات (ارادوں) سے ہے۔ (بندوں کے افعال کا تعلق ارادہ الٰہی سے) اس اعتبار سے ہے کہ وہ اللہ کے پیدا کردہ (مخلوق) ہیں نہ یہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ بندوں کے مکتسب (کسب، اکتساب) ہیں۔ اس بناء پر (اشعری) نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ تمام خیر، شر، نفع و ضرر اللہ تعالیٰ کے ارادے سے (وابستہ) ہیں۔ اور اس نے جیسا ارادہ کیا اور جیسا جانا، اس نے بندوں سے اسی کا ارادہ کیا، اس نے قلم کو لوح محفوظ میں تحریر کرنے پر مامور کیا، یہ (اللہ) کا وہ حکم، قضا و قدر ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اور جو بات (اللہ کے) علم میں ہے، اس کے خلاف کا جو جنس مقدور سے تعلق رکھتا ہے وقوع پذیر ہونا محال ہے۔

(۶)۔ (اشعری کے) مذہب میں اس علت و سبب کی بناء پر جسے ہم نے بیان کیا (بندوں کو) تکلیف مالا یطاق دینا جائز ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ (اشعری کے) خیال میں استطاعت (قوت فعل) عرض ہے اور عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتی، سو تکلیف (مکلّف کیے جانے) کی حالت میں مکلّف (شخص) اس (فعل کے کرنے پر) بالکل قادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مکلّف وہ ہوتا ہے جو اس بات کے کرنے پر جس کا اسے حکم دیا جائے قادر ہوتا ہے۔ سو ایسے شخص کے بارے میں اس کو درست و جائز قرار دینا جس کو اس فعل کے کرنے پر بالکل قدرت ہی نہ ہو، محال و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناممکن ہے۔مگر (اشعری کی) کتاب میں اس کے برخلاف بھی منصوص اور مندرج ہے۔

(۷)۔(اشعری) کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر قادر ہے، کیونکہ وہ رعدہ (کڑک) اور رعشہ (کپکپی) (یعنی اضطراری حرکات) اور اختیاری وارادی حرکات میں ضروری فرق محسوس کرتا ہے۔ یہ فرق یہ ہے کہ اختیاری حرکات قدرت سے حاصل ہوتی ہیں اور قادر (صاحب قدرت) کے اختیار (وارادہ) پر موقوف ومنحصر ہوتی ہیں۔ اس بناء پر (اشعری نے) یہ کہا کہ (بندہ) مکتسب، قدرت حاصلہ کے ساتھ مقدور (قدرت یافتہ) ہوتا ہے اور یہ (قدرت) حاصلہ قدرت حادثہ کے تحت ہوتی ہے۔

(امام) ابوالحسن (اشعری) کے اس اصول کی بناء پر قدرت حادثہ کا احداث (تخلیق و ایجاد افعال) میں کسی قسم کا اثر نہیں ہے، کیونکہ جہت حدوث ایک قضیۂ واحدہ ہے جو جوہر اور عرض کی نسبت سے مختلف نہیں ہوتی۔سو اگر قضیۂ حدوث میں وہ اثر انداز ہوتی ہے تو وہ ہر محدث (حدوث پذیر) شے میں موثر ہوگی حتیٰ کہ وہ الوان (رنگوں)، طعوم (مزوں)، ورَوائح (بوؤں) کے احداث (پیدا کرنے) کے قابل ہو جائے گی (اور اس کے ساتھ ہی) اس میں جواہر اور اجسام کے احداث کی بھی صلاحیت ہوگی۔اس بناء پر قدرت حادثہ سے آسمان کا زمین پر گر جانا بھی جائز ہو جائے گا (اور یہ امر محال ہے) الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ قدرت حادثہ کے بعد، یا اس کے تحت یا اس کے ساتھ اس فعل حاصل کو خلق کرتا ہے جس کے کرنے کا بندہ ارادہ وتہیہ کرتا ہے۔اس فعل کو کسب کہا جاتا ہے۔(یہ فعل) اس لحاظ سے اللہ کی تخلیق ہے کہ اس نے اس کو ابداع (ایجاد) واحداث کیا ہے۔یہ اس اعتبار سے بندے کا کسب ہے کہ وہ اس کی قدرت کے تحت حاصل ہوا ہے

قاضی ابوبکر الباقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) نے اس سے ذرا نیچے اتر کر یہ بات کہی ہے کہ اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ قدرت حادثہ میں ایجاد کی صلاحیت نہیں ہوتی۔مگر صفات یا وجوہِ فعل اور اس کے اعتبارات صرف جہت حدوث پر منحصر نہیں ہیں، بلکہ یہاں دوسری وجوہ بھی ہیں، جو حدوث کے ماورا ہیں، مثلاً جوہر کا "جوہر متحیز" ہونا جو عرض کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یا مثلاً عرض کا عرض ہونا، رنگ (لون) کا رنگ ہونا، سیاہی (سواد) کا سیاہی ہونا وغیرہ۔یہ تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور ''حال'' کے قائل حضرات کے نزدیک حال ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قدرت حادثہ سے فعل کے حصول کی جہت یا اس کا قدرت حادثہ کے تحت مندرج ہونا، ایک خاص نسبت ہے جس کو ''کسب'' کہا جاتا ہے اور یہ قدرت حادثہ کا اثر ہے۔

(باقلانی) کہتے ہیں: جب معتزلہ کے اصول کے مطابق اُس حالت میں جو حالت حدوث و وجود ہے یا وجوہ فعل (اسباب فعل) میں سے ایک وجہ (سبب) ہے، قدرت یا قادریت قدیم کا موثر ہونا جائز ہے تو قدرت حادثہ کا اس حال میں موثر ہونا کیوں جائز نہ ہوگا، جو حادث کی صفت یا وجوہ فعل میں سے ایک وجہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حرکت ایک ہیئت کا نام ہے اور یہ کہ حرکت کا مطلقاً مفہوم وہ نہیں ہے جو قیام وقعود کا مفہوم ہے، کیونکہ یہ دونوں حالتیں (مفہوم حرکت مطلقاً و مفہوم قیام وقعود) ایک دوسرے سے جدا اور متمائز ہیں۔ اس لئے ہر قیام ایک حرکت ہے مگر ہر حرکت قیام نہیں ہے۔

یہ امر سب کے علم میں ہے کہ آدمی ہمارے قول ''اوجد'' (اس نے ایجاد کیا) اور ہمارے قول ''صلیٰ'' (اس نے نماز پڑھی) ''صام'' (روزہ رکھا) ''قعد'' (بیٹھا) اور ''قام'' (وہ کھڑا ہوا) میں امتیاز کرتا ہے۔ سو جس طرح یہ بات جائز نہیں ہے کہ باری تعالیٰ کی جانب ان افعال کو منسوب کیا جائے جو بندوں کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بندوں کی طرف ان امور کو منسوب کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

قاضی (ابوبکر باقلانی) نے قدرت حادثہ کے موثر ہونے کا اثبات کیا ہے۔ اور (کہا ہے کہ) اس کا اثر خاص حالت ہے جو جہات فعل کی ایک جہت ہے۔ اور جو فعل کے ساتھ قدرت حادثہ کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ جہت متعین ہے تاکہ عذاب وثواب کے بالمقابل ہو۔ کیونکہ وجود، اس حیثیت سے کہ وہ وجود ہے، اس پر عذاب وثواب کا استحقاق نہیں ہو سکتا۔ یہ خصوصاً معتزلہ کے اصول کے مطابق (درست ہے) کیونکہ (ان کے نزدیک) حسن و قبح کی جہت جزاء (عذاب و ثواب) کے بالمقابل ہوتی ہے۔ اور حسن و قبح دو ذاتی صفتیں ہیں جو وجود سے علیحدہ (حقیقتیں) ہیں۔ اس بناء پر موجود اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہے نہ تو حسن ہے اور نہ قبح ہے (سو اس پر عذاب وثواب بھی مرتب نہیں ہو سکتے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الباقلانی نے مزید) کہا کہ (اے قائلین حال) اگر تم لوگوں کے لئے ایسی دوصفتوں کا اثبات کرنا جو حال ہیں جائز ہے تو میرے لئے بھی یہ بات جائز ہے کہ ایسی حالت کا اثبات کروں جو قدرت حادثہ سے وابستہ ہو۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ ایک مجہول حالت ہے (تو اس سے کہہ دیجئے کہ) اپنی امکانی کوشش تک ہمیں یہ بتائے کہ اس (حالت مجہول) کی جہت کیا ہے؟ اور ہمیں پہچنوائے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور ہمیں دکھائے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟

بعد ازاں امام الحرمین ابوالمعالی جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) اس بیان سے ایک قدم اور نیچے اترے اور کہا: جہاں تک اس قدرت (حادثہ) اور استطاعت سے انکار کی بات ہے یہ ایسی چیز ہے جس سے عقل وحس اباء کرتی ہے (یعنی اسے انسانی عقل واحساسات ماننے کو تیار نہیں۔) اور ایسی قدرت کا اثبات جس کا کسی طرح کا اثر ہی نہ ہو، گویا قدرت کی بالکل نفی کرنا ہے۔ رہی بات تاثیر کے اثبات کی ایسی حالت میں کہ اس سے کوئی فعل سرزد نہ ہو تو یہ گویا تاثیر کی خصوصاً نفی ہے۔ اور احوال کو ان لوگوں کے اصول کے مطابق وجود وعدم سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس بناء پر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ بندہ کے فعل کو احداث وخلق کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کی حقیقی قدرت کے سبب سے اس کی طرف منسوب کیا جائے۔ کیونکہ خلق کو عدم سے اپنے وجود میں آنے کا شعور ہوتا ہے۔ اور انسان جس طرح اپنے نفس میں اقتدار کو محسوس کرتا ہے اسی طرح عدم استقلال کا بھی اسے احساس ہوتا ہے۔ پس فعل کے وجود کو قدرت کی جانب مستند کیا جاتا ہے اور قدرت کا وجود ایک دوسرے سبب کی طرف مستند ہوتا ہے اور اس سبب کی طرف قدرت کی نسبت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ فعل کی نسبت قدرت کی طرف ہوتی ہے۔ یوں ہی ایک سبب، دوسرے سبب کی طرف مستند ہوتا رہتا ہے تا آنکہ سبب الاسباب پر جا کر منتہی ہو جاتا ہے۔ پس وہی اسباب اور مسببات کا خالق اور مطلقاً مستغنی ہے کیونکہ ہر سبب خواہ وہ ایک اعتبار سے کتنا ہی مستغنی کیوں نہ ہو دوسرے اعتبار سے محتاج ہوتا ہے اور باری تعالیٰ غنی مطلق ہے جس کی کوئی نہ احتیاج ہے اور نہ کوئی درماندگی۔

(امام الحرمین نے) اس رائے کو حکمائے الٰہینِ (یونانی فلاسفہ الٰہی) سے اخذ کیا اور علم کلام کے مباحث میں اس کا اظہار کیا ہے۔ ان کے اصول کے مطابق سبب قدرت اور فعل میں اپنے مسبب کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ جو حوادث وجود میں آتے ہیں وہ اس کا حکم ہیں۔ اس صورت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لازم آئے گا کہ "طبع" کا اور اجسام میں اجسام کے ایجاد کی تاثیر کا اور طبائع (طبع) میں طبائع کے احداث کی تاثیر کا قایل ہوا جائے اور یہ (عقیدہ) اہل اسلام کا مذہب نہیں ہے۔ (یہ مذہب) کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ حکماء (فلاسفہ) میں سے محققین کی یہ رائے ہے کہ جسم (دوسرے) جسم کو ایجاد کرنے (وجود میں لانے) میں موثر نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ جسم سے یا اس قوت سے جو جسم میں ہے کوئی اور جسم صادر ہو، کیونکہ جسم مادہ اور صورت سے مرکب ہوتا ہے، اگر (یہ جسم کسی اور جسم کے صدور میں) موثر ہو تو اسے اپنی دونوں جہتوں یعنی صورت اور مادہ کے ساتھ موثر ہونا ہوگا۔ مادہ کی طبیعت (مزاج) عدمیت (معدوم ہونا) ہے سو اگر وہ (کسی دوسرے جسم کی تخلیق وصدور میں) موثر ہو تو ضروری ہے کہ عدم کی مشارکت کے ساتھ موثر ہو، مگر (وجود میں عدم کی تاثیر) محال ہے، اس لئے (جسم کی تاثیر) بھی محال ہے اس بناء پر اس کی ضد اور نقیض حق و درست ہے اور وہ یہ کہ جسم اور وہ قوت جو جسم میں ہے اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے جسم (کی تخلیق) میں موثر ہو۔

وہ (حکماء) جو تحقیق و تفکر میں زیادہ پختہ و راسخ ہیں انہوں نے جسم اور وہ قوت جو جسم میں ہے (اس کے موثر ہونے کی بات سے) اس چیز کی جانب جو جائز بالذت ہے ایک قدم آگے بڑھا کر یہ بات کہی ہے کہ: ہر وہ چیز جو اپنی ذات سے جائز ہے (جائز بذاتہ) اسکے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شے کو پیدا کرے (احداث کرے) کیونکہ اگر وہ کسی چیز کا احداث کرے گی تو "جواز" کی مشارکت میں کرے گی اور جواز کی طبیعت عدمیت ہے کیونکہ اگر جائز اور اس کی ذات کو علیحدہ کیا جائے تو وہ عدم ہوگا۔ اس لئے اگر جواز (احداث جسم میں) عدم کی مشارکت کے ساتھ اثر انداز ہو، تو ماننا پڑے گا کہ عدم، وجود میں موثر ہوتا ہے اور یہ بات محال ہے۔ اس بناء پر درحقیقت وہی موجد (احداث کنندہ) ہے جو اپنی ذات میں واجب الوجود ہے اور اس کے سوا جو اسباب (سبب) ہیں وہ وجود کو قبول کرنے کے معدات ہیں اور درحقیقت وجود کے محدثات نہیں ہیں۔ اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے۔ حیرت کی بات ہے کہ جب (امام) ابو المعالی کے کلام کا یہ مقصد ہو تو اسباب کی طرف فعل کی حقیقتاً نسبت کرنا کیسے ممکن ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اب ہم صاحب مقالہ (یعنی امام ابوالحسن اشعری کے خیالات) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری کہتے ہیں کہ: "چونکہ باری تعالیٰ خالق حقیقی ہے اور تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا مخصوص ترین وصف، اختراع پر اس کی قدرت ہے"۔ اشعری کے خیال میں باری تعالیٰ کے نام "اللہ" کی یہی تفسیر (اور اس کا یہی مفہوم ہے)۔

☆ استاد ابواسحاق اسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) کہتے ہیں کہ: "(اللہ کا) مخصوص ترین وصف کون (وجود، ہونا) ہے جو تمام دوسرے اکوان (کون) سے اس کے امتیاز کو واجب وضروری قرار دیتا ہے۔"

☆ بعض (اشاعرہ) کہتے ہیں کہ: "ہم یہ بات یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ جو بھی موجودات ہیں وہ باہم دگر متمیز وممتاز ہیں اور جو ایسا نہ ہو تو ماننا پڑیگا کہ ساری موجودات مشترک اور متساوی ہیں (اور ان میں آپس میں کوئی فرق نہیں ہے)۔ باری تعالیٰ موجود ہے، یہ ضروری ہے کہ تمام موجودات سے مخصوص ترین وصف میں وہ ممتاز ونمایاں ہو۔ مگر عقل (انسانی) اس (وصف مخصوص) کی معرفت سے قاصر ہے اور اس پر سمع (شریعت) بھی وارد نہیں ہوئی ہے، سو ہمیں (اس مسئلہ میں) توقف کرنا چاہئے۔"

☆ (اشاعرہ میں) اس امر پر بھی اختلاف ہے کہ آیا عقل (انسانی) اس وصف مخصوص کا ادراک کرسکتی ہے یا نہیں؟ یہ (مسئلہ) ضرار کے مذہب سے قریب ہے۔ بجز اس کے کہ ضرار نے اللہ تعالیٰ پر "ماہیت" کے لفظ کا اطلاق کیا ہے، اور یہ عبارت (تعبیر) کی رو سے منکر و ناپسندیدہ ہے۔

☆ اشعری کے مذہب میں سے یہ ہے کہ: "ہر وہ چیز جو موجود ہے، اس کا دیکھا جانا صحیح و درست ہے۔ کیونکہ رؤیت کی جس چیز سے صحت ہوتی ہے وہ اس کا وجود ہے۔ باری تعالیٰ موجود ہے، سوا سے دیکھا جانا صحیح و درست ہے۔ اسکے متعلق سمع (شریعت) وارد ہوئی ہے کہ اہل ایمان اس کو آخرت میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" وجوه يومئذٍ ناضرة الى ربها ناظرة (القيامة۔ ۲۲) اس دن (اہل جنت کے) چہرے تروتازہ ہوں گے اور وہ اپنے رب کو دیکھ رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے'' ان کے علاوہ اور بھی (قرآنی) آیات اور اخبار (نبویؐ) (رؤیت باری سے متعلق) وارد ہیں۔ (اشعری) یہ بھی کہتے ہیں کہ: ''رؤیت باری، جہت (سمت)، مکان (مقام، جگہ)، صورت، مقابلہ (روبرو)، شعاع کے اتصال یا بطریق انطباع (چھپ جانا، عکس پڑنا) سے متعلق و وابستہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ساری (شکلیں) محال ہیں''۔

☆ رؤیت (باری) کی ماہیت سے متعلق (اشعری کے) دو قول ہیں :-

اول یہ کہ وہ ایک مخصوص علم ہے۔ (لفظ) مخصوص سے ان کی یہ مراد ہے کہ ماہیتِ رؤیت وجود سے متعلق ہے، عدم سے نہیں۔

دوم یہ کہ (ماہیت رؤیت) ایک ادراک ہے، جو علم سے ماورا ہے اور جو مدرک (جس کا ادراک کیا جائے) پر اثر انداز ہونے یا اس سے تاثر پذیر ہونے کا مقتضی نہیں ہے۔

☆ (اشعری نے) یہ ثابت کیا ہے کہ ''سمع'' و ''بصر'' باری تعالیٰ کی دو ازلی صفتیں ہیں۔ یہ دونوں (صفتیں) علم سے ماوراء ادراک ہیں جو خاص مدرکات کے ساتھ ان میں سے ہر ایک سے بشرط وجود متعلق و وابستہ ہیں۔ انہوں نے ''یدین'' (اللہ کے دو ہاتھ) و ''الوجہ'' (باری تعالیٰ کا چہرہ) کو خبری صفات قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ: ''ان کے بارے میں سمع (نص، شریعت) نے خبر دی ہے اس لئے انکا اقرار واجب ہے۔'' (اس ضمن میں) ان کا میلان سلف کی جانب ہے یعنی تاویل کو ترک کر دیا جائے۔ (مگر) ان (صفات خبری) میں تاویل کے جواز کے متعلق بھی ان کا قول موجود ہے۔

☆ وعد و وعید، اسماء، احکام، سمع و عقل سے متعلق (اشعری کا) مذہب ہر لحاظ سے معتزلہ کے خلاف ہے۔

(اشعری) کہتے ہیں کہ: ''ایمان نام ہے دل سے تصدیق کا، زبان سے کہنا اور ارکان پر عمل کرنا (ایمان کے) فروع ہیں۔ سو جس نے دل سے تصدیق کی یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور رسولوں کا یوں اعتراف کیا کہ جو (شریعت) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لائے، ان کی دل سے تصدیق کی، تو اس کا ایمان صحیح و درست ہے اور اگر وہ اس (اقرار) پر اس وقت مر جائے تو وہ مومن ناجی (نجات پانے والا صاحب ایمان) ہوگا۔ وہ اس وقت تک ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کے دائرہ) سے خارج نہ ہوگا جب تک کہ ان میں سے کسی بات کا انکار نہ کر دے۔''

☆ (اشعری کے نزدیک) اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص، توبہ کئے بغیر دنیا سے کوچ کر جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا، خواہ اس کو اپنی رحمت سے بخش دے، خواہ اس کے بارے میں نبی (اکرم) ﷺ کی شفاعت قبول کر لے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: ''میری شفاعت میری امت کے مرتکبین گناہ کبیرہ کے حق میں ہوگی۔'' یا پھر اس کو اس کے جرم کے بقدر عذاب دے اور اس کے بعد اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے۔ یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کفار کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے، کیونکہ سمع (شریعت، خبر) وارد ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ اس کو دوزخ سے باہر نکالے گا۔ (اشعری) کہتے ہیں: ''اگر (ایسا شخص) توبہ کر لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ عقل کی رو سے اللہ تعالیٰ پر اس کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، کیونکہ اللہ موجب (واجب کنندہ) ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ لیکن توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کئے جانے اور پریشانیوں کی پکار سننے کے بارے میں سمع (قرآن وحدیث) وارد ہوئی ہے۔ اللہ اپنی مخلوقات کا بادشاہ (ملک) ہے، جو چاہے کرے اور جس چیز کا ارادہ کرے اس کا حکم دے۔ اس لئے اگر وہ تمام خلائق کو جنت میں داخل کر دے تو کوئی غلط بات نہ ہوگی اور جو ان سب کو وہ دوزخ میں جھونک دے تو یہ ظلم نہ ہوگا۔ کیونکہ ظلم یہ ہے کہ تصرف کرنے والا ایسی چیز میں تصرف کرے جو اس کی ملک نہ ہو، یا پھر ظلم یہ ہے کہ کسی چیز کو ایسے مقام پر رکھا جائے جو اس کا صحیح مقام نہ ہو۔ (اللہ) مالک مطلق ہے، اس سے ظلم (کے صدور) کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اس کی طرف جور کی بھی نسبت نہیں کی جا سکتی۔

☆ (اشعری) کہتے ہیں کہ تمام ''واجبات'' سمعی ہیں، عقل سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی اور نہ (اشیاء کی) تحسین و تقبیح ہی کا وہ اقتضاء کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت عقل سے حاصل ہوتی ہے اور سمع سے واجب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (اسراء، ۱۵) اور ہم نے (کسی قوم کو) اس وقت تک عذاب نہیں دیا، جب تک کہ ان میں ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا۔'' اسی طرح نعمت کا شکر، مطیع کا ثواب اور عاص کا عذاب سمع سے واجب ہے نہ کہ عقل سے۔ اللہ تعالیٰ پر عقل کی رو سے کوئی چیز واجب نہیں ہے، نہ تو ''صلاح'' نہ تو ''اصلح'' اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ''لطف'' ہی۔ اور تمام وہ امور جن کا حکمت موجبہ کی رو سے عقل اقتضاء کرتی ہے، (اس امر کے) نقیض (ضد، الٹ) کا بھی دوسری وجہ سے اقتضاء کرتی ہے (سو عقل کا اقتضاء سند نہیں)۔

☆ (اشعری کے خیال میں) دراصل تکلیف (بندوں کو مکلف ٹھہرانا) اللہ پر واجب نہیں ہے، کیونکہ اس سے اس کو کوئی نفع نہیں پہونچتا اور نہ اس کی وجہ سے اس سے کوئی ضرر مندفع اور دور ہوتا ہے، اللہ بندوں کو ثواب وعذاب دینے پر قادر ہے اور ابتداء ہی میں کرامت وفضیلت کی غرض سے ان پر مہربان اور عنایت کرنے پر بھی قادر ہے۔ ثواب نعیم اور لطف یہ سبھی اللہ کا فضل ہیں۔ اور عقاب وعذاب سب اس کا عدل ہیں (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): ''لا یسأل عما یفعل وھم یسألون (الانبیاء ۲۳) وہ جو کچھ کرتا ہے اس پر اس کی باز پرس نہیں کی جاسکتی مگر بندوں کی باز پرس ان کے اعمال پر کی جائے گی۔

☆ (اشعری کے نزدیک) رسولوں کا مبعوث کیا جانا قضایائے جائزہ (وہ امور و معاملات جن کا کرنا جائز ہو) میں سے ہے، (قضایائے) واجبہ یا (قضایائے) مستحیلہ (محال) میں سے نہیں ہے۔ لیکن (انبیاء کے) مبعوث کئے جانے کے بعد معجزات سے ان کی تائید ونصرت کرنا اور لغزشوں سے ان کی عصمت (پاکی، حفاظت) من جملہ واجبات کے ہیں۔ کیونکہ مستمع (جس کے لئے سمع وشریعت اتاری گئی ہے) کے لئے ایک ایسا راستہ (طریق) ضروری ہے جس پر چل کر مدعی کی سچائی کو جان سکے۔ (اسی طرح) علل (رکاوٹوں، علتوں) کو دور کرنا بھی لابدی ہے تاکہ ''تکلیف'' میں تناقض واقع نہ ہونے پائے۔

☆ (اشعری کے ہاں) ''معجزہ فعل خارق عادت ہے جو تحدی سے مقرون، معارضہ (تعریض، مقابلہ) سے پاک اور از روئے قرینہ تصدیق بالقول (زبانی اقرار) کے بمنزلہ ہے''۔ (معجزہ) خرق معتاد (خرق عادت) اور غیر معتاد (خلاف عادت) کے اثبات میں منقسم ہے۔ اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔ اور یہ ایک اعتبار سے انبیاء کی تصدیق اور (ان کے) معجزات کی تاکید (مزید) ہیں۔

☆ ایمان وطاعت (اشعری کے مذہب میں) اللہ کی توفیق سے حاصل ہوتی ہیں اور کفر ومعصیت اس کے خذلان (چھوڑ دینے) کا (نتیجہ) ہیں۔ ان کے ہاں توفیق (نام) ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بندے میں) طاعت گزاری کی قدرت پیدا کر دینے کا اور ان کے نزدیک خذلان (نام) ہے (بندے میں) معصیت کوشی کی قدرت کو تخلیق کر دینے کا۔ (اشعری کے) بعض اصحاب (تلامذہ) کے خیال میں اسباب خیر کو (بندوں کے لئے) آسان کر دینا، توفیق ہے اور اس کی ضد (الٹ) خذلان ہے۔ سمع (شریعت) میں جو امور غیب مثلاً قلم، لوح، عرش، کرسی، جنت اور دوزخ کی خبر دی گئی ہے، ان سب کا ظاہر (الفاظ) پر محمول و اجراء واجب ہے اور وہ جس طرح مذکور ہیں ان پر ایمان لانا (ضروری) ہے، کیونکہ ان (اخبار غیب) کے اثبات میں کسی طرح کا استحالہ نہیں ہے۔ (اسی طرح شریعت میں) آئندہ کے امور کی خبر دی گئی ہے جو آخرت میں پیش آئیں گے یعنی (مردوں سے) قبر میں سوال کیا جانا، (قبر میں) عذاب و ثواب کا ہونا، میزان (کا قیام)، حساب (کا ہونا)، صراط (کا برپا کیا جانا) اور لوگوں کا دو فریقوں میں تقسیم کیا جانا کہ ان میں سے ایک فریق جنت میں اور دوسرا دوزخ میں جائے گا، یہ سب برحق ہیں، ان کا اقرار کرنا اور ظاہر (عبارت) پر انہیں محمول کرنا واجب ہے کیونکہ ان سب کے وجود میں کوئی استحالہ (محال بات) نہیں ہے۔

☆ (اشعری کے خیال میں) قرآن ایک معجزہ ہے بلاغت، نظم و ترتیب اور فصاحت کی رو سے۔ کیونکہ عربوں کو تلوار اور (قرآن سے) معارضہ (مقابلہ) کرنے کی دو باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا گیا تھا انہوں نے مقابلہ سے مجبور ہونے کے باعث اشد اور سخت بات (یعنی تلوار) کو اختیار کیا۔ (اشعری کے) اصحاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن کا معجزہ (مخالفوں کے) دعوؤں کو پلٹا دینے (صرف الدواعی) یعنی لوگوں کو اس معارضہ (مقابلہ) سے باز رکھنے اور روک دینے اور غیب کی خبریں دینے میں ہے۔

☆ (امامت کے متعلق اشعری کا) عقیدہ یہ ہے کہ امامت (امت کے) اتفاق (اجماع) اور اختیار (انتخاب) سے ثابت و منعقد ہوتی ہے نص اور تعین سے (اس کا انعقاد) نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو وہ لوگوں سے چھپی نہ رہتی اور اسے بیان کر کے دعوؤں کو تقویت پہنچائی جاتی۔ (صحابہ کرام نے) بنو ساعدہ کے سقیفہ میں (حضرت) ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر اتفاق کیا، بعد ازاں (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے متعین کرنے پر (صحابہ کرام نے) (حضرت) عمر (فاروق) رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر اتفاق کیا۔ اور شوریٰ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(انعقاد کے) بعد انہوں نے (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ کی امامت) پر اتفاق کیا۔ ان کے بعد (حضرت) علی رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر لوگوں کا اتفاق ہوا۔ اور ان چاروں (ائمہ) کی فضیلت میں وہی ترتیب ہے جو امامت میں ان کی ترتیب ہے (یعنی ترتیب امامت کے لحاظ سے ان ائمہ کی ترتیب فضیلت بھی ہے)۔

☆ (اشعری) کہتے ہیں کہ: ''ہم (حضرت) عائشہ، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔
(حضرات) طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) کو (رسول کریم ﷺ نے) جنت کی بشارت دی ہے (یہ لوگ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں)۔ ہم (حضرات) معاویہ اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے امام برحق کے خلاف قتال کیا۔ جہاں تک نہروان (کے مقام پر) ان سے جنگ کرنے والوں کا تعلق ہے، تو وہ لوگ رسول (اکرم) ﷺ کی حدیث کے مطابق دین سے خارج ہو گئے تھے۔ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ اپنے احوال میں برسرحق تھے''۔

''۲۔ اَلْمُشَبِّھہ''

جاننا چاہئے کہ اصحاب الحدیث میں سے سلف نے علم کلام میں جب معتزلہ کے انہماک اور ائمہ راشدین کے طریقے کی مخالفت، اور بنو امیہ کے حکمرانوں کی جانب سے ان کے قدر سے متعلق کلام کرنے میں نصرت و حمایت اور صفات (باری) کی نفی و انکار اور قرآن کو مخلوق کہنے پر بنو عباس کے کچھ خلفاء کی تائید و مدد کو دیکھا، تو وہ لوگ قرآن حکیم کی آیات، متشابہات اور نبی امین ﷺ کی اخبار (احادیث) کی تقریر و اثبات میں حیران رہ گئے۔
سو (امام) احمد بن حنبل، داؤد بن علی اصفہانی اور ائمہ سلف کی ایک جماعت نے اپنے سے متقدم سلف اصحاب حدیث مثلاً (امام) مالک بن انس اور مقاتل بن سلیمان کے طریقے کو اپنائے رکھا اور اسی پر قائم رہے ان لوگوں نے سلامتی کی روش اختیار کی اور کہا: ''کتاب و سنت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کچھ آیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور یہ بات قطعی طور پر جاننے کے بعد کہ اللہ عزوجل مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے اور وہ تمام چیزیں جو وہم (انسانی) میں آتی ہیں اللہ ان کا خالق وقادر ومقدّر رہے، ہم تاویل سے کسی طرح کا تعرض نہیں کرتے آیات واخبار تشبیہ باری میں ہم کسی طرح کی تاویل کے قائل نہیں ہیں''۔ یہ لوگ تاویل سے اس حد تک احتراز کرتے تھے کہ ان کا قول ہے کہ:'' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت کرتے وقت کہ خلقت بیدی (ص ۷۵) (میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا) اپنا ہاتھ ہلایا، یا یہ روایت کرتے وقت کہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن (یعنی مومن کا قلب اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے) اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا، تو اس کا ہاتھ کاٹنا اور اسکی دو انگلیوں کا اکھاڑ دینا واجب وضروری ہے۔'' ان حضرات نے کہا کہ:'' ہم نے ان آیات کی تفسیر وتاویل کرنے سے دو وجوہ کے باعث توقف کیا۔

اول:- اس ممانعت کی وجہ سے جو قرآن میں آئی ہے کہ اللہ فرماتا ہے:'' جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور ان کی تاویل کریں حالانکہ اللہ کے سوا ان کا اصل مطلب کسی کو معلوم نہیں۔ اور جو لوگ علم میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں (الراسخون فی العلم) وہ اتنا ہی کہہ کر رہ جاتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے، یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے'' (آل عمران)۔ اس لئے ہم کجی (زیغ) سے احتراز کرتے ہیں (اور ان آیات کی تاویل نہیں کرتے)۔

دوم:- تاویل بالاتفاق ایک ظنی بات (امر مظنون) ہے اور باری تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ظن وگمان سے بات کہنا ناجائز ہے، سو اگر ہم نے آیت (قرآنی) کی وہ تاویل کی جو باری تعالیٰ کا مقصد ومنشا نہیں ہے، تو ہم کجی (زیغ) میں مبتلا ہو جائیں گے، اسی لئے ہم وہی کہتے ہیں جو راسخون فی العلم (علم میں دستگاہ کامل رکھنے والے) کہتے ہیں کہ:'' کل من عند ربنا'' یعنی سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ ہم اس کے ظاہر پر ایمان لائے۔ اس کے باطن کی تصدیق کی اور اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ ہم (تاویل آیات) کی معرفت وعلم کے مکلف نہیں ہیں کیونکہ یہ ایمان کی شرائط اور اس کے ارکان میں سے نہیں ہیں''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سلف اصحاب حدیث میں سے) کچھ نے (اس ضمن میں)اتنی زیادہ احتیاط برتی کہ انہوں نے ید (ہاتھ) ،وجہ (چہرہ) ، استواء(متمکن ہونا) اور اس قسم کے وارد ہونے والے (الفاظ) کو فارسی (زبان) میں بھی نہیں پڑھا۔ بلکہ اگر انہیں ان (الفاظ) کو عبارت میں بیان کرنے کی مجبوری ہوئی تو ان امور کے ساتھ جن میں یہ وارد ہوئے لفظ کی لفظ سے تعبیر کی ۔ یہی سلامتی کا طریقہ ہے اوراس کا تشبیہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

☆ ہاں غالی شیعوں کے ایک گروہ اور حشویہ اصحاب حدیث کی ایک جماعت نے صراحت کے ساتھ صاف صاف تشبیہ کی بات کی ہے، مثلاً شیعوں میں سے دونوں ہشاموں (ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم) نے اور حشویہ میں سے مضر، کہمس اور احمد ہجیمی وغیرہ نے (صاف صاف تشبیہ کے عقیدے کا اظہار کیا)اور کہا:''ان کا معبود (اللہ) ایسی شکل کا ہے کہ اس کے روحانی اور جسمانی اعضاء اور ابعاض ہیں ، اور اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ،نزول ،صعود، استقرار اور تمکن جائز ہے۔

☆ شیعوں کے مشبہہ کے عقائد کا ذکر''غلاۃ'' کے باب میں آئے گا۔

☆ رہے حشویہ کے مشبہہ تو (ابو الحسن)اشعری نے محمد بن عیسی کے واسطہ سے مضر، کہمس ، اور احمد ہجیمی کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے رب کے حق میں ملامسہ (چھونا ایک دوسرے کو) اور مصافحہ (ہاتھ ملانا ایک دوسرے سے) کو جائز ٹھہرایا ہے،اور یہ کہ جب مخلص مسلمان ریاضت واجتہاد میں اخلاص اور اتحاد محض (اللہ کی ذات سے بندہ کا مل جانا) کی حد تک پہنچ جائیں گے تو وہ دنیا اور آخرت میں اللہ سے معانقہ کریں گے۔

☆ ان (حشویہ) میں سے ایک کے متعلق کعبی کا بیان ہے کہ وہ رؤیت (باری) کو اس دنیا میں جائز سمجھتا تھا اور یہ کہ وہ (اللہ کی) زیارت کرتا تھا اور اللہ ان لوگوں سے ملاقات کرتا تھا۔ داؤدالجواری کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا :''اعفونی عن الفرج و اللحیۃ واسالونی عما وراء ذالک ۔یعنی مجھے (اللہ کی) شرم گاہ اور داڑھی کے ذکر سے معاف رکھو (نعوذ باللہ)اس کے علاوہ اس کے (جس عضو کے) متعلق پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھو۔'' (جوار بی نے) یہ بھی کہا کہ اس کا معبود جسم ،گوشت وخون ہے ،اس کے جوارح (ظاہری اعضاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے اعضاء از قسم ید (ہاتھ) رجل (پیر) راس (سر)، لسان (زبان) عینین (دو آنکھیں) اور اذنین (دو کان) ہیں۔ اس کے باوجود (اس کا) جسم (عام) اجسام جیسا نہیں ہے (اس کا) گوشت (عام) گوشتوں کی طرح نہیں ہے، اور (اس کا) خون (عام) خونوں جیسا نہیں ہے، یہی حال دوسری تمام صفات کا ہے (کہ وہ اللہ میں ہیں مگر عام انسانوں سے مختلف ہیں) (اللہ) مخلوقات میں سے کسی شے کی مانند نہیں ہے اور نہ کوئی چیز ہی اس کی مانند ہے۔ (جوار بی) سے اس کا یہ قول بھی منقول ہے کہ: "(اللہ) اوپر سے سینے تک کھوکھلا (اجوت) ہے اس کے علاوہ ٹھوس (مصمت) ہے اور یہ کہ اس کے سیاہ گیسو اور گھونگھریالے بال ہیں۔

☆ قرآن میں جو (اللہ کے بارے میں) استواء، وجہ (چہرہ)، یدین (دو ہاتھ)، جنب (پہلو)، مجی (آمد)، اتیان (آنا، لانا) اور فوقیت (اللہ کا اوپر ہونا) وغیرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں (حشویہ نے) ان کا اطلاق ظاہر پر کیا ہے یعنی اجسام پر ان کے اطلاق کے وقت ان کا جو مفہوم ہوتا ہے وہ مراد لیا ہے، اسی طرح اخبار (احادیث) نبی علیہ السلام میں (اللہ کی) صورت وغیرہ کے ضمن میں جو آپ (ﷺ) کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: "خلق آدم علیٰ صورة الرحمن" (اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ: "حتی یضع الجبار قدمه فی النار" یہاں تک کہ اللہ اپنی ٹانگ کو آگ (جہنم) میں ڈال دے گا" اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ: "قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن" مومن کا قلب اللہ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے"۔ اور آپ ﷺ کا یہ قول کہ: "خمر طینة آدم اربعین صباحاً" اللہ نے آدم کی مٹی کو چالیس صبحوں تک گوندھا"۔ اور آپ ﷺ کا یہ قول کہ: "وضع یده او کفه علی کتفی" "اللہ نے اپنے ہاتھ یا ہتھیلی کو میرے کاندھے پر رکھ دیا" اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ: "حتی وجدت بردانا مله علی کتفی" یہاں تک کہ میں نے اللہ کی انگلیوں کے سروں / پوروں کی ٹھنڈک اپنے کاندھے پر محسوس کی"۔ وغیرہ وغیرہ۔ (حشویہ نے) ان تمام (اخبار و احادیث) کو انہی معنوں میں لیا جو جسم کی صفات میں متعارف و مشہور ہیں۔ (یعنی ان سبھی اقوال و اخبار میں اللہ کی صورت، اس کی ٹانگ، انگلیاں، ہاتھ، ہتھیلی، انگلیوں کی پوریں انہی معنوں میں وارد ہوئی ہیں جو ہم عام انسانی اعضاء سے سمجھتے اور مراد لیتے ہیں۔ یوں یہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہوئے ،نعوذ باللہ من آفات التشبیہ (والتضلیل)۔

☆ان لوگوں نے اخبار (واحادیث) میں ان جھوٹی روایتوں کا جو انہوں نے رسول ﷺ کی جانب منسوب کر کے گھڑ لی تھیں ، اضافہ کیا۔ ان (اکاذیب وروایات موضوعہ) میں سے زیادہ تر یہودیوں سے لی گئی ہیں ، کیونکہ تشبیہ ان میں طبعی طور پر موجود ہے ۔ یہاں تک کہ (یہودیوں) نے یہ کہا کہ: ''اللہ کی دونوں آنکھیں دکھنے آئیں تو فرشتوں نے ان کی بیمار پرسی کی ۔ وہ طوفان نوح کی (تباہ کاریوں) پر اتنا رویا کہ اس کی آنکھیں دکھنے لگیں اور یہ کہ عرش (جس پر اللہ تشریف فرما ہے) اس کے بوجھ سے لڑکھڑاتا ہے جس طرح بوجھ کے بار سے لوہے کا کجاوہ کھڑکھڑاتا ہے،اور یہ کہ (عرش) ہر جانب سے (اللہ سے) چار چار انگل فاضل اور زاید ہے (یعنی اللہ کے بیٹھ جانے کے بعد عرش الٰہیکے ہر جانب چار چار انگلیوں کے برابر جگہ خالی رہ گئی ہے)''۔

☆مشبہہ نے نبی کریم علیہ السلام سے آپ ﷺ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ: ''لقینی ربی فصافحنی و کافحنی ووضع یده بین کتفي حتی و جدت برد انا مله (یعنی میرے رب نے مجھ سے ملاقات کی ،اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، مجھ سے دو بدو لڑا ، اپنا ہاتھ میرے دونوں کاندھوں کے (درمیان) میں رکھا اور میں نے اس کی انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک محسوس کی)''۔

☆ان لوگوں نے تشبیہ (کے عقیدہ) پر قرآن کے متعلق اپنے اس قول کا اضافہ کیا (یعنی تشبیہ کے باطل عقیدہ کے ساتھ ساتھ قرآن کے متعلق بھی یہ باطل عقیدہ اختیار کیا کہ) حروف (ہجی قرآن)، اصوات (آوازیں) اور لکھی ہوئی علامتیں (رقوم) سب کی سب قدیم وازلی ہیں ۔ ان لوگوں نے کہا: ''کسی ایسے کلام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو حروف وکلمہ (پر مشتمل) نہ ہو''۔اس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ان اخبار (احادیث) سے جنھیں انہوں نے (اپنے سلسلوں سے) روایت کیا ہے، استدلال کیا (مثلاً یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا): ''ینادی اللہ تعالیٰ یوم القیامة بصوت یسمعه الاولون و الاخرون '' (یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسی بلند آواز کے ساتھ لوگوں کو پکارے گا کہ اسے تمام اگلے پچھلے انسان سنیں گے۔'' انہوں نے یہ روایت بھی کی ہے کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو زنجیروں کے کھینچنے (جیسی آواز) کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح سنتے تھے"ان لوگوں نے کہا:"کہ اس بارے میں سلف کا اجماع ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ جو اس کا قائل ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ اللہ کے ساتھ کفر (کا مرتکب) ہے۔ہم قرآن میں سے صرف وہی جانتے ہیں جو ہمارے سامنے ہے جس کو ہم دیکھتے، سنتے، پڑھتے اور لکھتے ہیں (سو یہ سب قدیم و ازلی ہیں)۔(اس عقیدہ میں ہمارے) مخالفوں میں سے معتزلہ اس بات پر ہم سے متفق ہیں کہ یہ جو (قرآن) ہمارے ہاتھوں میں ہے اللہ کا کلام ہے اور (کلام اللہ کے) قدیم ہونے میں وہ ہمارے خلاف ہیں۔مگر (قرآن کے قدم پر) امت (مسلمہ) کا اجماع ہونے کے سبب (معتزلہ) بے حجت و دلیل ہیں۔(ہمارے مخالفوں میں سے) اشعریہ اس امر پر ہمارے ہم خیال ہیں کہ "قرآن قدیم" ہے۔اور اس بات پر کہ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے وہی "کلام اللہ" ہے (اشعریہ) ہمارے خلاف ہیں۔ یہ لوگ بھی اجماع امت کی بناء پر مجحوج (بے دلیل و برہان) ہیں اور یہ کہ مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے) اللہ کا کلام ہے"۔(یعنی اجماع امت کے سبب معتزلہ اور اشعریہ کے مخالفانہ عقائد باطل و بے دلیل ہیں اور مشبہہ کے زعم کے مطابق ان کے عقائد اجماع امت سے ثابت ہیں)۔لیکن (اشعریہ کا) ایسے کلام کا اثبات کرنا جو باری تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک قائم صفت (صفۃ قائمۃ) کے بطور ہے، جسے ہم نہ دیکھ سکیں، نہ کہہ سکیں، نہ پڑھ سکیں اور نہ سن سکیں (جس کو ہم نہ دیکھتے ہیں، نہ لکھتے ہیں، نہ پڑھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں) یہ ایسی بات ہے جو ہر اعتبار سے اجماع کے خلاف ہے۔اس لئے یہ ہمارا (حشویہ کا) عقیدہ ہے کہ جو دو دفتیوں کے درمیان (ما بین الدفتین) ہے۔وہ اللہ کا کلام ہے۔اسے (اللہ نے) جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر نازل کیا۔وہی مصاحف میں مکتوب ہے اور وہی لوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اس کو اہل ایمان جنت میں اللہ تعالیٰ (کی زبان) سے کسی حجاب و واسطہ کے بغیر سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے یہی معنی ہیں۔"سلام قولاً من رب رحیم"(یٰس ۵۸) (یعنی پروردگار مہربان انہیں سلام کہلا بھیجے گا)۔اور وہی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین"(قصص ۳۰) یعنی اے موسیٰ میں اللہ ہوں دونوں جہان کا رب اور پالنے والا"۔وہی (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی واسطہ اور ذریعہ کے بغیر سرگوشی (مناجات) کے انداز میں بات چیت ہے کہ اللہ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وکلم اللہ موسی تکلیما" (ن ۱۶۱) (یعنی موسیٰ نے اللہ سے بات کی)۔اور فرمایا: "انی اصطفیتك علی الناس برسا لاتی و کلامی" (اعراف ۱۴۴) (یعنی اے موسیٰ میں نے تمہیں اپنا پیغام بر بنا کر اور تم سے کلام کر کے تمام لوگوں میں برگزیدہ و پاکتر بنا دیا) اور نبی کریم علیہ السلام سے انکا یہ ارشاد مروی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی اور جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا"۔ اور قرآن میں ہے: "وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئی موعظة و تفصیلا لکل شئی" (اعراف ۱۴۵) (اور ہم نے موسیٰ کے لئے تورات کی الواح میں ہر چیز کی نصیحت اور تفصیل لکھ دی)۔

☆ان (مشبہہ) نے کہا: "ہم اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتے اور ہم اپنی عقلوں سے ایسی بات نہیں پیش کرتے جن سے سلف نے تعرض نہ کیا ہو۔ (سلف نے) کہا "جو دفیتوں کے بیچ میں ہے وہ اللہ کا کلام ہے" تو ہم نے کہا ایسا ہی ہے"۔انہوں نے اس (عقیدہ) پر اللہ کے اس قول سے استشہاد کیا: "وان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ (توبہ۔ ۲) (یعنی اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو آپ اس کو پناہ دیں حتی کہ وہ اللہ کا کلام سن لے) اور یہ بات معلوم ہے کہ اس (مشرک) نے وہی (اللہ کا کلام) سنا جو ہم پڑھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انہ لقرآن کریم ٭ فی کتاب مکنون ٭ لا یمسہ الا المطھرون ٭ تنزیل من رب العالمین" (الواقعہ ۷۸ تا ۸۰) (یعنی یہ قرآن کریم ہے، احتیاط سے رکھی ہوئی کتاب میں، اسے پاکوں کے سوا کوئی اور نہیں چھوتا، اس کو اہل عالم کے رب نے نازل کیا ہے) اور فرمایا: "فی صحفٍ مکرمةٍ، مرفوعةٍ مطھرةٍ ،بایدی سفرةٍ، کرامٍ بررةٍ۔" (عبس ۱۲۔۱۶) (یعنی وہ ہمارے ہاں محفوظ رکھے ہوئے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، جو اونچے مقام پر رکھا ہوا اور پاک ہے، نیکو کاروں اور بزرگوں کے ہاتھوں میں ہے) اور ارشاد ہوا: "انا انزلنا ٭ فی لیلة القدر" (قدر۔۱) (یعنی ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا) اور کہا: "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" (بقرہ۔ ۱۸۴) (یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل فرمایا گیا۔) ان کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قرآن کی) دوسری متعدد آیتیں وغیرہ وغیرہ۔"

☆مُشَبِّہہ میں سے کچھ اشخاص حلولیہ کے مذہب کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ان کا قول ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کا کسی شخص کی صورت میں ظاہر ہونا جائز وممکن ہے۔(یہ بالکل ایسا ہی ہے) جیسے کہ جبرائیل علیہ السلام (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) ایک بدو (اعرابی) کی صورت میں نازل ہوتے تھے اور وہ (حضرت) مریم کے روبرو ایک بھرے پرے آدمی کی شکل میں ظاہر ہوئے۔" نبی (کریم) ﷺ کا یہ قول کہ: "میں نے اپنے رب کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا" (رایت ربی فی احسن صورۃ) اور توریت میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ: "میں اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوا سو اس نے مجھ سے یہ یہ کہا" (شافهت الله تعالیٰ فقال لی کذا) اسی (حلول) پر محمول ہے (مشبہہ کے اس گروہ کے نزدیک یہ اقوال واخبار حلول سے متعلق ہیں)۔

☆شیعوں کے غالی فرقوں (غلاۃ) کا مذہب بھی حلول ہی ہے۔کبھی یہ حلول صرف ایک جز کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی کُل کے ساتھ۔ان کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ (شیعوں) کے مذاہب کے بیان میں آئے گی۔

"۲۔ اَلْکَرَّامِیَّہ"

یہ لوگ ابوعبداللہ محمد بن کرام کے پیرو ہیں۔ہم نے (ابوعبداللہ) کو "صفاتیہ" میں اس لئے شمار کیا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو (اللہ کے لئے) صفات کا اثبات کرتے ہیں مگر وہ اس ضمن میں تجسیم وتشبیہ تک پہونچتا ہے (یعنی صفات باری کے اعتقاد کے ساتھ اللہ کی تجسیم وتشبیہ کا بھی قائل ہے) ہم اس شخص کے (تشبیہ وتجسیم کے عقیدے سے) خارج ہو جانے اور اہل السنّت کی جانب انتساب کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

☆(کرامیہ کے) متعدد گروہ ہیں جن کی تعداد بارہ تک پہونچتی ہے مگر ان کے اصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اصول و اساس فرقے) چھ ہیں۔ العابدیہ، التونیہ، الزرینیہ، الاسحاقیہ اور الواحدیہ اور ان کے اقرب (نزدیک تر) الہیصمیہ۔ ان (فرقوں) میں سے ہر ایک کی الگ رائے ہے مگر وہ معتبر علماء سے نہیں بلکہ جاہل افراد سے صادر ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم نے اسے ایک علیحدہ مذہب و مسلک کے بطور الگ بیان نہیں کیا ہے، ہم نے (ان کرامیہ میں سے) صاحب مقالہ (مستقل صاحب فکر و عقیدہ) کے مذہب کا تذکرہ کیا ہے اور جو اس سے متفرع ہوتا ہے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

ابوعبداللہ (الکرام) نے لکھا ہے کہ اس کا معبود عرش پر بطور استقرار (جلوہ افروز) ہے اور یہ کہ ذات کے اعتبار سے وہ فوق (بلندی) کی جہت و سمت میں ہے۔ اس نے (اپنے معبود پر) جوہر کے نام کا اطلاق کیا ہے اور اپنی کتاب میں جس کا نام ''عذاب القبر'' ہے کہا ہے کہ: ''(اللہ) احدی الذات ہے (ذات میں ایک ہے) احدی الجوہر ہے (اپنے جوہر میں ایک ہے)، وہ عرش کے بالائی کنارے (عرض سے) مماس ہے (چھو رہا ہے) اس نے (اللہ کے لئے) انتقال (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا) تحول (ایک مقام سے دوسرے مقام کی سمت جانا، ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا) اور نزول (نیچے اترنا) کو جائز قرار دیا ہے۔

(کرامیہ میں سے) کچھ کا کہنا ہے کہ (اللہ) عرش کے بعض حصوں پر (جلوہ فرما) ہے۔ جبکہ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ (اللہ عرش پر ایسے متمکن ہے کہ) عرش اس سے بھر گیا ہے۔ ان لوگوں میں سے متاخرین کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر (فوق) کی جہت (سمت) میں ہے اور وہ عرش کے بالمقابل (محاذی) ہے۔

پھر (کرامیہ) نے (اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے جلوہ فرما ہے) اختلاف کیا ہے۔ سو (فرقہ) العابدیہ کا قول ہے کہ اللہ اور عرش کے درمیان اتنی دوری اور فاصلہ ہے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ تم جواہر کے ساتھ مشغول تھے تو گویا ذات الٰہیہ کے ساتھ مشغول تھے۔

محمد بن ہیصم کا قول ہے کہ اللہ اور عرش کے درمیان غیر متناہی بعد ہے (ایسی دوری ہے جس کہ کوئی نہایت و حد نہیں ہے) اور (اللہ) عالم (دنیا) سے ازلی طور پر مبائن و جدا ہے (اللہ اور عالم کے مابین ازلی بعد ہے)۔ (محمد بن ہیصم) اللہ کے لئے تحیز (ایک جگہ قیام) محاذات (بالمقابل ہونا) کا انکاری ہے اور فوقیت (بسمت بالا ہونا) اور مباینت (عالم سے مختلف و علیحدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا) کا اثبات کرتا ہے۔

☆ (کرامیہ کی) اکثریت نے اللہ پر لفظ جسم کا اطلاق کیا ہے (یعنی یہ کہ اللہ کا جسم ہے) ان میں سے جو "مقاربون" (اہل السنّت سے عقاید میں قریب تر) ہیں ان کا کہنا ہے کہ: "ہم جسم کے یہ معنی لیتے ہیں کہ اللہ قائم بالذات ہے"۔ ان لوگوں کے ہاں جسم کی یہی تعریف و مفہوم ہے۔ اس کی بنیاد پر انہوں نے یہ کہا کہ دو چیزیں جو قائم بالذات ہوں ان کا حکم یہ ہے کہ یا تو وہ ایک دوسرے سے متصل و ہم جوار (متجادر) ہوں گی یا ایک دوسرے سے الگ اور دور (متباین) ہوں گی۔ سو ان میں سے بعض نے یہ حکم لگایا کہ (اللہ) عرش سے متصل و ہم جوار ہے اور بعض نے کہا کہ وہ (عرش) سے متبائن، علیحدہ اور دور ہے۔ کبھی کبھی یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر وہ دو چیزیں جو موجود ہیں یا تو ان میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں یوں ہوگی جیسے کہ جوہر کے ساتھ عرض ہوتی ہے۔ یا ایک چیز دوسری چیز کی ایک جہت وسمت میں ہوگی۔ مگر باری تعالیٰ عرض نہیں ہے کیونکہ وہ قائم بنفسہ ہے، پس یہ ضروری ہوا کہ وہ عالم کے کسی جہت وسمت میں ہو اور چونکہ جہات اور سمتوں میں اعلیٰ واشرف جہت وسمت بالائی ہے (جہت فوق ہے) تو ہم نے کہا کہ اللہ اپنی ذات میں فوق (بالا) کی سمت میں ہے، اور جب اس کی روئیت و دیدار ہوگا تو وہ اسی سمت (بالا و فوق) میں دکھائی دے گا"۔

☆ (کرامیہ) کے مابین "نہایت" (اللہ کی جسمانی طور سے کوئی انتہا ہے یا نہیں) کے مسئلہ میں بھی اختلافات ہیں۔ سو مجسمہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کے لئے چھ جہتوں (سمتوں) سے نہایت کا اثبات کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اور ہیں جو اللہ کے لئے نیچے (تحت) کی جہت سے نہایت کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی نہایت (انتہاء) کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ "عظیم" ہے۔

☆ "عظمت" کے معنی میں ان (کرامیہ) کے مابین اختلاف ہے۔ ان میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ: اللہ کی عظمت کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی وحدت کے ساتھ عرش کے تمام اجزاء پر (محیط و متمکن) ہے، عرش اس کے نیچے (تحت) ہے۔ اور وہ کل عرش کے اوپر اس طرح ہے جس طرح کہ اس کے ایک جزء کے اوپر (فوق) ہے۔ ان میں سے کچھ دوسروں کا یہ قول ہے کہ: "اللہ کی عظمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی وحدت کے باوصف ایک ہی جہت سے ایک سے زیادہ کے ساتھ ملاقی ہے۔ وہ عرش کے تمام اجزاء سے ملاقی ہے اور وہ علی (بلند) اور عظیم (بڑا) ہے۔

☆(حوادث کی بحث) ان تمام (کرامیہ) کے مذہب کی رو سے بہت سے حوادث کا باری تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام جائز ہے اور یہ بات ان لوگوں کے ہاں اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو کچھ اللہ کی ذات میں حادث ہوتا ہے وہ اس کی قدرت سے حادث ہوتا ہے۔ اور جو کچھ اس کی ذات کے مبائن (سے الگ تھلگ) حادث اور پیدا ہوتا ہے وہ "احداث" (پیدا کرنا، تخلیق کرنا) کے ذریعہ حادث ہوتا ہے "احداث" سے ان لوگوں کی مراد "وہ ایجاد (وجود میں لانا) اور اعدام (معدوم کرنا) ہیں جو اللہ کی ذات میں اس کی اقوال (قول۔ کہنا) اور ارادات (ارادہ، قصد) کی قدرت (صلاحیت و طاقت) کے ذریعہ وقوع پذیر ہوتی ہیں۔" اور "محدث" سے ان کی مراد وہ چیز ہے جو اللہ کی ذات کے درمیان جواہر و اعراض کی قسم سے ہے۔ (اللہ کی ذات کے درمیان جو جواہر و اعراض ہیں وہ "محدث" ہیں)۔

یہ لوگ خلق اور مخلوق، ایجاد، موجود، اور موجد میں فرق کرتے ہیں۔ اسی طرح سے اعدام اور معدوم (میں بھی فرق کرتے ہیں) سو خلق یعنی آفرینش کے نتیجے میں مخلوق وجود میں آتی ہے اور "خلق" (پیدا کرنا، آفرینش) اللہ کی ذات میں قدرت سے واقع ہوتا ہے۔

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات میں بہت سے حوادث (موجود) ہیں۔ مثلاً گزشتہ اور آئندہ امور کی خبر و اطلاع دینا، رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابیں، قصص (اقوام گزشتہ کے واقعات) وعد و وعید اور احکام، اسی قبیل سے مسمعات (سنی جانے والی چیزیں) اور مبصرات (دیکھی جانے والی چیزیں) ہیں جن کا (اللہ کے لئے) سننا اور دیکھنا جائز ہے۔ ایجاد (تخلیق) و اعدام (فنا کر دینا) نام ہے قول اور ارادہ کا اور وہ یہ کہ جس شئی کی تکوین و تخلیق وہ چاہتا ہے اس کے لئے اس کا قول (کن یعنی ہو جا) اور اسے وجود میں لانے کا اس کا ارادہ ہے (یعنی تخلیق اللہ کے قول کن اور ارادہ سے متعلق ہے) سو اللہ کا کسی شے کے لئے (کن) کہنا دو صورتوں کا حامل ہے (یعنی اس کے قول کا اور اس کے ارادہ کا)

محمد بن ہیصم نے ایجاد اور اعدام کی تفسیر و تشریح ارادہ و ایثار سے کی ہے۔ اس نے کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ایجاد و اعدام) شرع کی رو سے قول کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے ۔"انما قولنا لشئی اذا اردناه ان نقول له کن فیکون (نحل ۔ ۴۰) اور ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے)" اور اللہ کا یہ ارشاد کہ "انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون (یٰس ۸۲) اور اس کی تو یہ شان ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ، سو وہ چیز ہو جاتی ہے)"۔

(کرامیہ کے) اکثر (علماء) کے قول کی رو سے خلق سے مراد ہے قول و ارادہ۔ بعد ازاں انہوں نے اس کی تفصیل میں اختلاف کیا۔ سو بعض کا قول ہے کہ ہر موجود کے لئے ایک علیحدہ ایجاد اور ہر معدوم کے لئے ایک علیحدہ اعدام ہے۔ مگر بعض کا یہ کہنا ہے کہ ایک ایجاد سے دو موجود بشرطیکہ وہ ایک جنس سے ہوں پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر جب جنس مختلف ہوگی تو ایجاد بھی متعدد ہو جائیگی۔ اس پر ان میں سے کچھ (علماء) نے یہ اعتراض کیا کہ اگر ہر موجود یا ہر جنس کو ایک علیحدہ ایجاد کی ضرورت پڑے تو ہر ایجاد کے لئے ایک علیحدہ قدرت بھی ضروری ہوگی اور تعدد ایجاد (ایجاد کی کثرت) سے تعدد قدرت (قدرت کی کثرت) لازم آئے گی (جو محال ہے)۔

کچھ (کرامیہ نے) یہ بھی کہا ہے کہ محدثات کی جنس کے تعدد سے قدرت بھی متعدد ہوگی۔ مگر ان کی اکثریت کی رائے ہے کہ قدرت ان حوادث کی اجناس کے عدد کے مطابق متعدد ہوتی ہے جو اللہ کی ذات میں حدوث پذیر ہوتے ہیں اور یہ اجناس پانچ ہیں یعنی کاف، نون، ارادہ، سمع و بصر۔

(کرامیہ) میں ایسے بھی (علماء) ہیں جو سمع (سننے) کی تفسیر تسمع (سننے) پر قدرت سے اور بصر کی تفسیر تبصرّ (دیکھنے) پر قدرت سے کرتے ہیں (یعنی اللہ کو جب سمیع کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہے کہ اسے تسمع یعنی سننے پر قدرت حاصل ہے۔ اسی طرح جب اسے ہم بصیر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تبصرّ یعنی دیکھنے پر قدرت ہے مگر وہ نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اسے صرف ان پر قدرت حاصل ہوتی ہے) ان میں سے کچھ نے اللہ تعالیٰ کے لئے سمع و بصر کو ازلی ثابت کیا ہے اور تسمعات و تبصرّات سمع و بصر کی جانب مدرکات کا اضافہ ہیں۔

(کرامیہ نے) اللہ تعالیٰ کے لئے ایک ایسی قدیم مشیت کا اثبات کیا ہے جو اصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثات اور ان حوادث کے ساتھ وابستہ ہیں جو اس کی ذات میں حدوث پذیر ہوتے ہیں انہوں نے ایسے حادث ارادوں کو بھی ثابت کیا ہے جو محدثات کی تفصیلات سے تعلق رکھتے ہیں۔

کرامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حوادث اللہ تعالیٰ کے لئے کسی وصف کا موجب نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ (حوادث) اللہ کی صفات ہیں۔ یہ حوادث اللہ کی ذات میں اقوال، ارادات، تسمعات اور تبصرات سے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ ان کی وجہ سے نہ تو قائل ہوتا ہے نہ مرید (ارادہ کرنے والا) ہوتا ہے، نہ [illegible] ہوتا ہے اور نہ بصیر۔ اسی طرح ان حوادث کو پیدا کرنے کے سبب سے وہ نہ محدث ہوتا ہے اور نہ خالق بلکہ وہ اپنی قائیلیت کے ساتھ قائل ہے، اپنی خالقیت کے ساتھ خالق ہے، اپنی مریدیت کے ساتھ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ اور یہ ان اشیاء پر اس کی قدرت ہے۔

(یہ عقیدہ کرامیہ کے نزدیک) اصولی و بنیادی ہے کہ اللہ جن حوادث کو اپنی ذات میں پیدا کرتا ہے، وہ واجب البقاء ہیں (ان کا باقی رہنا واجب وضروری ہے) اور ان کا عدم (معدوم ہوجانا) محال ہے۔ کیونکہ اگر ان (حوادث) کا عدم (فنا ہوجانا) جائز ہوگا تو اللہ کی ذات پر پے در پے حوادث وارد ہونے لگیں گے (یعنی ہر تخلیق کے وقت ایک نیا حادثہ اس کی ذات میں تخلیق ہوگا اور اس حادثہ کی تکمیل کے ساتھ ہی وہ ختم ہو جائے گا، پھر دوسری تخلیق کے موقع پر ایک نیا حادثہ وجود میں آئے گا اور یہ سلسلہ چل پڑے گا) اور اس قضیہ میں وہ جوہر کا شریک و ہم کار ہو جائے گا۔ و نیز اگر (یہ مان لیا جائے کہ) اللہ ان (حوادث) کے معدوم کرنے پر قادر ہے تو یہ امر اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو وہ ان (حوادث) کے عدم کو قدرت سے مقدر کرتا ہے یا پھر اعدام سے جس کو وہ اپنی ذات میں تخلیق کرتا ہے (ان حوادث کو معدوم کر دیتا ہے)۔ اسی طرح ان (حوادث) کے عدم (معدوم کئے جانے) کا قدرت سے ہونا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اللہ کی ذات میں معدوم کا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ معدوم و موجود کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ وہ دونوں اس کی ذات سے مباین الگ ہوں۔ اور جو اللہ کی ذات میں اعدام کے واسطہ و وسیلہ کے بغیر قدرت سے معدوم کا واقع ہونا جائز ہو تو پھر تمام معدومات کا قدرت سے حصول جائز ہو جائے گا۔ اور موجد میں بھی یہی صورت پیش آئے گی، تا آنکہ اللہ کی ذات میں موجد محدث (حادث و فانی ایجاد کنندہ) کی موجودگی جائز ٹھہرے گی۔ اور یہ امر کرامیہ کے نزدیک محال ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حوادث) کا اعدام (معدوم کر دینا) اعدام ہی سے ہوتا ہے تو ایک (نئے) اعدام کا مقدر کرنا جائز ہو جائے گا۔ اور یوں یہ سلسلہ چل پڑے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ لوگ ان تحکمات (معروضات و مزموعات) کے باعث اس بات کے قائل ہوئے کہ اللہ جو حوادث اپنی ذات میں تخلیق کرتا ہے، ان کا معدوم ہونا محال ہے (اور وہ واجب البقاء و دائمی ہیں)۔

یہ (مسئلہ بھی کرامیہ کے ہاں) اصل و اساس ہے کہ اللہ کی ذات میں جو امر حدوث پذیر ہوتا ہے (اللہ اپنی ذات میں جو امر حادث (تخلیق) کرتا ہے) وہ (دو) قسموں میں منقسم ہوتا ہے:-

اول:- امر تکوین میں جو فعل ہے جس کے نتیجے میں مفعول وقوع پذیر ہوتا ہے۔

دوم:- وہ جو امر تکوین نہیں ہے وہ یا تو خبر ہوتی ہے، یا تکلیف کا حکم یا تکلیف سے ممانعت ہوتی ہے۔ یہ اس اعتبار سے کہ اللہ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں، افعال ہیں مگر ان کے نتیجے میں مفعولات وقوع پذیر نہیں ہوتے۔ یہ حوادث سے متعلق کرامیہ کے مذہب و عقائد کی تفصیل ہے۔ (یہاں حوادث کی بحث ختم ہوئی)۔

☆ محمد بن ہیصم نے ابو عبداللہ (الکرام) کے عقیدے کی ہر مسئلہ میں توجیہ و ترمیم و تعبیر کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ ان (مسائل) کو واضح محال سے پلٹ کر ارباب عقل کے لئے قابل فہم بنا دیا ہے۔ مثلاً (مسئلہ) "تجسیم" کے متعلق اس نے کہا (ابو عبداللہ الکرام کے نزدیک) جسم سے یہ مراد ہے کہ (اللہ) قائم بالذات ہے۔ اسی طرح "فوقیت" کو (ابن ہیصم نے) علو اور بلندی پر محمول کیا ہے۔ اور "بینونیۃ" (متبائن اور الگ تھلگ ہونے) کو غیر متناہی ثابت کیا۔ اور یہی 'خلاء' ہے جس کا بعض فلاسفہ اثبات کرتے ہیں۔ یا مثلاً "استواء" کی اس نے یہ تاویل کی کہ وہ (عرش سے اللہ کی) مجاورۃ (قربت) اور مماسۃ (چھونا) کی نفی اور تمکن بالذات ہے۔ مگر (ابن ہیصم) اس مسئلہ کی کہ اللہ حوادث کا محل ہے کوئی تاویل نہ کر سکا کیونکہ یہ ناقابل اصلاح و ترمیم، اور عقل کی رو سے بدترین، محال و ناممکن ہے۔

☆ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ محدثات (پیدا کی ہوئی اشیاء) کی تعداد کے مطابق حوادث بھی بکثرت ہوتے ہیں۔ سو اللہ کی ذات میں محدثات کی تعداد سے بھی زیادہ حوادث کا عالم ہو سکتا ہے۔ یہ بات محال اور حد درجہ بے عقلی کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ صفات کے اثبات کے ضمن میں کرامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ باری تعالیٰ علم سے عالم، قدرت سے قادر، زندگی سے زندہ، مشئیت سے صاحب ارادہ ہے۔ یہ ساری صفات قدیم ازلی اور اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ (صفات میں) اشعری کی طرح سمع و بصر (کی صفتوں) کا اضافہ کرتے ہیں۔ کبھی یہ لوگ دو ہاتھوں اور چہرے کا قدیم اور ذات (باری) کے ساتھ قائم صفات کے بطور اضافہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے مگر مخلوقات کے ہاتھوں جیسا نہیں، اس کا چہرہ ہے لیکن (مخلوقات کے) چہرے جیسا نہیں۔ ان لوگوں نے رؤیت باری کو تمام سمتوں کے بجائے اوپر کی سمت سے جائز ٹھہرایا ہے۔

ابن الہیصم کا قول ہے کہ: ''مشبہہ جو اللہ تعالیٰ پر ہیئت، صورت، جوف، استدارۃ، زلف، مصافحہ اور معانقہ وغیرہ کا اطلاق کرتے ہیں، ان سب کی کرامیہ کے اس اطلاق سے کوئی مشابہت نہیں ہے کہ ''اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا'' ، ''وہ عرش پر مستوی و متمکن ہے'' اور ''وہ قیامت کے دن مخلوق کے محاسبہ کے لئے آئے گا'' کیونکہ ہم (کرامیہ) ان سے کوئی فاسد و باطل اعتقاد نہیں رکھتے اور ہم یدین (دو ہاتھوں) کی تفسیر (اللہ کے) ظاہری اعضاء سے نہیں کرتے، اور نہ ''استواء'' کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک خاص مکان اور عرش پر مستقلاً جلوہ افروز ہے اور نہ ''مجئی'' (آنا) کے مفہوم سے، کہ مختلف مقامات پر آنے جانے سے عبارت ہے، یہ مراد لیتے ہیں کہ (اللہ) ایک جگہ سے دوسری جگہ آتا جاتا ہے۔ بلکہ ان سب کا قرآن نے جن معنوں پر اطلاق کیا ہے، ہم بھی ان کا انہیں معنوں پر کسی کیفیت وتشبیہ کے بغیر اطلاق کرتے ہیں اور (صفات باری سے متعلق) جن باتوں کا قرآن و حدیث میں کچھ مذکور نہیں ہے، ہم مشبہہ اور مجسمہ کی طرح (اللہ کی تجسیم وتشبیہ پر) ان کا اطلاق نہیں کرتے۔''

☆ (ابن ہیصم) کہتا ہے: ''کہ باری تعالیٰ ازل میں اس چیز کا جاننے والا (عالم) ہے جو ہونے والی ہے اور جس طرح سے ہونے والی ہے۔ جن چیزوں کا اس کو علم ہے ان میں اپنے علم کو نافذ کرنے کا خواہشمند ہے، سو اس کا علم، جہل میں تبدیل نہیں ہوگا۔ وہ جس چیز کو اپنے ارادہ سے پیدا کرے گا اور جس وقت پیدا کرے گا وہ اس کا ارادہ کرنے والا (مرید) ہے۔ اُن تمام چیزوں کو جن کو وہ پیدا کرے گا ''کن'' (ہوجا) کہہ کر پیدا کرے گا، سو وہ چیز پیدا ہو جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس (بات) سے حوادث و محدث اور خلق و مخلوق میں فرق (واضح) ہو گیا۔"

☆ (ابن ہیصم نے) کہا: "ہم قدر کا اثبات کرتے ہیں کہ اس کی خیر و شر اللہ کی جانب سے ہے اور یہ کہ ساری کائنات خواہ خیر ہو خواہ شر اللہ کے ارادہ سے (وجود میں آئی) ہے۔ اور یہ کہ تمام موجودات کو، اس کی اچھائیوں (حسن) اور اس کی برائیوں (قبح) کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ ہم بندے کے لئے فعل کا "قدرت حادثہ" سے اثبات کرتے ہیں اور اس کو "کسب" کہتے ہیں۔ "قدرت حادثہ" باری تعالیٰ کی مخلوق و مفعول ہے، ایک زائد فائدے کے اثبات میں موثر ہے اور یہی فائدہ مورد تکلیف ہے (اسی فائدے کی وجہ سے آدمی پر اس کے افعال کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے) اور ثواب و عقاب کا موجب ہوتا ہے۔

☆ کرامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شرع (کے آنے سے پہلے) عقل (انسانی) حسن (اچھائی) اور قبح (برائی) میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت عقل سے واجب و ضروری ہے، یہی عقیدہ معتزلہ کا بھی ہے۔ مگر ان لوگوں (کرامیہ) نے عقل کی رو سے صلاح، اصلح اور لطف کو مرعی رکھنے کا اثبات نہیں کیا ہے جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔ انہوں نے ان امور میں جو احکام ظاہری اور تکلیف شرعی کی جانب راجع اور متعلق ہیں۔ اور ان امور میں جن کا مرجع احکام آخرت و جزاء (اعمال) ہیں مومن کو مومن کہنے میں تفریق کی ہے۔ اسی طور سے ان کے نزدیک دنیا میں حقیقی طور سے منافق بھی مومن ہے۔ حالانکہ وہ آخرت میں عذاب ابدی کا مستحق ہے۔

☆ امامت کے بارے میں اہل السنت کی طرح یہ لوگ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ وہ نص اور تعین کے بجائے اجماع امت سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر یہ لوگ دو علاقوں میں دو اماموں کی (بیک وقت) بیعت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی امامت کا، جو شام میں ان کے حامیوں کے اتفاق رائے سے (منعقد) ہوئی، اثبات کریں۔ اور (اس کے ساتھ ہی) امیر المومنین (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی امامت کا اثبات کریں جو مدینہ اور عراقین (کوفہ و بصرہ) میں صحابہ کی ایک جماعت کے اتفاق سے قائم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے (خون کے) مطالبہ پر جو جنگ کی اور بیت المال میں جو تصرف کیا، کرامیہ کی رائے میں (معاویہ) اس پر برسر حق تھے۔

ان لوگوں کا اصل مذہب یہ ہے کہ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ پر (باغیوں کی سرکشی اور محاصرہ کی وجہ سے) جو مصیبت ٹوٹی، اس پر (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی کنارہ کشی اور خاموشی کی وجہ سے ان پر تہمت لگائیں اور الزام تراشی کریں۔ اور یہی امر باعث نزاع ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

(ازصفحہ ۱۱۴ تا ۱۳۸ ۔ اصل کتاب)

" الخوارج "

خوارج ، مرجئہ اور وعیدیہ :

ہر وہ شخص جو کسی ایسے امام کے خلاف خروج (بغاوت کرے) جس پر (مسلمانوں کی) جماعت متفق ہو، خارجی کہلاتا ہے۔ خواہ یہ خروج (بغاوت) صحابہ کے زمانے میں ہدایت یافتہ اماموں (ائمہ راشدین) کے خلاف ہو، یا ان کے بعد تابعین کے خلاف ہو خواہ ہر زمانے کے اماموں (خلفاء) کے خلاف ہو۔

مرجئہ ایک دوسرا گروہ ہے جو ایمان وعمل کے بارے میں گفتگو (کلام) کرتا ہے۔ مگر یہ لوگ کچھ ایسے مسائل میں جن کا تعلق امامت سے ہے، خوارج سے متفق ہیں۔

وعیدیہ خوارج میں داخل ہیں۔ یہ لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے کفر اور ان کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قائل ہیں اس بناء پر ہم نے ان (مرجئہ و وعیدیہ) کے مذاہب کو خوارج کے مذہب کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج (بغاوت) کرنے والی سب سے پہلی جماعت اُن لوگوں میں سے تھی جو جنگ صفین میں اُن کے ساتھ تھے (سب سے پہلے جنہوں نے خروج (بغاوت) کیا، وہ ان کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہونے والوں کا ایک گروہ تھا)۔ (حضرت علیؓ) کے خلاف خروج (بغاوت) کرنے والوں اور دین سے خارج ہو جانے والوں میں سب سے زیادہ سخت، اشعث بن قیس کندی، مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی تھے جنہوں نے (ان سے) کہا: "لوگ (اہل شام) ہمیں اللہ کی کتاب کی طرف بلا رہے ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ہمیں تلوار (جنگ) کی طرف بلا رہے ہیں۔'' یہاں تک کہ (حضرت علیؓ نے) کہا: ''جو کچھ اللہ کی کتاب میں ہے میں اسے بہتر طور سے جانتا ہوں، احزاب (دشمن اسلام گروہ) کے باقی بچ جانے والوں کی جانب جنگ کی غرض سے نکلو، ان لوگوں کی سمت جنگ کی نیت سے جاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے جھوٹ کہا، جبکہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔'' (اس پر خوارج نے کہا): ''آپ اشتر کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے واپس بلا لیں ورنہ ہم آپ کے ساتھ بھی ویسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے (حضرت) عثمان کے ساتھ کیا تھا۔'' سو (حضرت علیؓ) نے مجبوراً اشتر کو بلا لیا، جبکہ وہ (شامیوں کے) گروہ کو شکست دے چکا تھا، وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور ان میں سے تھوڑے سے لوگ بچ رہے تھے جن میں برائے نام طاقت رہ گئی تھی۔ اشتر نے (حضرت علیؓ کے) حکم کو مان لیا (اور واپس لوٹ آیا)۔

دونوں ثالثوں کا معاملہ یہ ہوا کہ پہلے تو خوارج نے (حضرت علیؓ کو) ثالثی قبول کرنے پر مجبور کیا۔ وہ (حضرت) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو (اپنا نمائندہ بنا کر) بھیجنا چاہتے تھے، مگر خوارج اس پر راضی نہ ہوئے اور بولے کہ وہ تم سے ہیں (یعنی تمہارے عزیز اور خاص آدمی ہیں)۔ ان لوگوں نے (حضرت علیؓ کو) مجبور کیا کہ وہ (حضرت) ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کو (اپنی طرف سے) بھیجیں تاکہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں۔ یوں یہ معاملہ (حضرت علیؓ کی) مرضی کے خلاف ہوا۔ جب وہ اس (فیصلہ) پر راضی نہ ہوئے تو خوارج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی اور کہا: ''آپ نے آدمیوں کو حاکم (ثالث) کیوں مقرر کیا؟ حالانکہ حکم تو اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے سوا کوئی اور حاکم نہیں ہے۔ یہی لوگ دین سے خارج ہونے والے ہیں جو نہروان (کے مقام پر) اکٹھا ہوئے۔

ان (خوارج) کے بڑے بڑے فرقوں میں سے المحکمۃ، الازارقۃ، النجدات، البیہسیۃ، العجاردۃ، الثعالبۃ، الاباضیۃ والصفریۃ ہیں اور (ان کے) بقیہ فرقے انہیں کی فروع (شاخیں) ہیں۔

ان (خوارج کے فرقوں) کو جو بات جمع کرتی ہے اور ان میں جس امر پر اتفاق ہے وہ (حضرات) عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے تبریٰ (اظہار برائت) ہے۔ وہ اسے ہر طاعت (کار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب) پر مقدم سمجھتے ہیں اور نکاح (شادی بیاہ) کو بھی اسی پر صحیح قرار دیتے ہیں (یعنی جب تک زوجین، حضرات عثمان وعلی سے برائت نہ کریں، اس وقت تک ان کا نکاح درست نہیں سمجھا جاتا)۔ یہ لوگ گناہ کبیرہ کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور اگر امام سنت کی مخالفت کرے تو اس کے خلاف خروج (بغاوت) کو واجب جانتے اور درست وضروری سمجھتے ہیں۔

" ۱۔ المُحکّمَۃُ الاولیٰ "

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے واقعہ تحکیم کے دوران میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج (بغاوت) کیا اور کوفہ کے مضافات میں حروراء کے مقام پر جمع ہوئے۔ ان کے سرغنے، عبداللہ بن کواء، عتاب بن اعور، عبداللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن ابی عاصم محاربی اور حرقوس بن زہیر بجلی معروف بہ ذی الثدیہ تھے۔ اسی موقع یعنی نہروان (کے معرکے) میں بارہ ہزار اہل صلوۃ وصیام (مسلمان) ان کے ساتھ تھے۔

انہیں لوگوں کے بارے میں نبی (اکرم) ﷺ نے فرمایا ہے: "اُن کی نماز کے مقابلے میں تمہاری نماز اور ان کے روزے کے مقابلے میں تمہارے روزے حقیر و بے حقیقت معلوم ہونگے۔ مگر ان کا ایمان اُن کے حلق سے نیچے نہ اترے گا"۔ (یعنی ان کے ایمان کا اثر ان کے دل میں نہ ہوگا اور وہ صرف ظاہری اور دکھاوے کا ایمان ہوگا)۔ سو یہ دین سے نکل جانے والا وہ گروہ ہے جس کے بارے میں (آنحضرت ﷺ کا) ارشاد ہے: "اِس شخص کی ذریت سے جلد ہی ایک ایسی قوم نکلے گی جو دین (اسلام) سے ایسے نکل جائے گی جیسے کہ تیر اپنے زہ سے نکل جاتا ہے" یہ لوگ وہی ہیں جن کا پہلا الخویصرہ اور آخری شخص ذوالثدیہ ہے۔ ان لوگوں کا شروع زمانے میں خروج (بغاوت) دو امور کی بناء پر تھا:-

اول:- یہ کہ انہوں نے امامت میں بدعت کی۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کو جائز قرار دیا کہ امامت قریش کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی ہوسکتی ہے۔ ان لوگوں نے جس شخص کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی رائے سے (امام) مقرر کیا اور اس نے لوگوں سے عدل کا اور ظلم سے اجتناب کا ایسا رویہ اختیار کیا جو انہوں نے اس کے لئے طے کیا ہو، تو (ایسا شخص جائز) امام ہوگا۔ اور جو شخص اس (امام) کے خلاف خروج (بغاوت) کرے گا اس سے جنگ کرنا واجب ہوگا اور اگر اس کی روش بدل جائے اور وہ حق کی راہ سے ہٹ جائے تو اسے معزول کرنا یا قتل کرنا واجب ہوگا۔ یہ (خوارج) قیاس کے بڑی شدت سے قائل ہیں (وھم اشد الناس قولاً بالقیاس)۔ ان کے نزدیک یہ بات بھی جائز ہے کہ دنیا میں سرے سے کوئی امام ہی نہ ہو۔ اور اگر (امام کی مجبوراً) ضرورت پڑ ہی جائے تو ان کے نزدیک جائز ہے کہ وہ غلام ہو، آزاد ہو، نبطی ہو یا قبیلہ قریش کا ہو۔

ان کی دوسری بدعت یہ ہے کہ ان کا قول ہے کہ (حضرت) علی نے تحکیم (ثالثی) پر (رضامند ہوکر) غلطی کی کیونکہ انہوں نے انسانوں کو ثالث (حاکم) بنایا، حالانکہ حکم تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ (اس سلسلہ میں) ان لوگوں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ پر دو طرح سے جھوٹا الزام لگایا:

اول کا تعلق تحکیم (ثالثی) سے ہے کہ (حضرت علی) نے انسانوں کو ثالث بنایا، مگر یہ (الزام) درست نہیں ہے کیونکہ (خوارج) نے (حضرت علیؓ) کو ثالثی قبول کرنے پر مجبور کیا تھا (وہ خود اس پر آمادہ نہ ہوئے تھے)

دوم:۔ یہ کہ انسانوں کو ثالث بنانا جائز ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں قوم ہی فیصلہ کرنے کی مجاز ہے اور یہ آدمی ہیں۔ اسی لئے (ان خوارج کے بارے میں) حضرت علیؓ نے فرمایا: ''ایک سچ بات سے باطل مراد لیا گیا''۔ (بعد ازاں خوارج نے) حضرت علی پر غلطی (کا الزام) لگانے سے ایک قدم آگے بڑھایا اور انہیں کافر قرار دیا۔ عہد توڑنے والوں (ناکثین) حق سے بھٹک جانے والوں (قاسطین) اور دین سے نکل جانے والوں (مارقین) کے خلاف قتال کرنے کی وجہ سے ان لوگوں نے حضرت علیؓ پر (نعوذ باللہ) لعنت کی۔ (حضرت علیؓ) نے ناکثین سے قتال کیا (اور کامیابی کے بعد) ان کے مال کو لوٹ لیا مگر ان کے بچوں اور عورتوں کو جنگی قیدی (لونڈی غلام) نہ بنایا۔ انہوں نے قاسطین کے جنگ آزماؤں (مقاتلہ) سے جنگ کی مگر نہ تو ان کے مال کو لوٹا اور نہ ان کے بچوں اور عورتوں کو جنگی قیدی (باندی غلام) بنایا، پھر (ان کے معاملے میں) وہ ثالثی (تحکیم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے مارقین کے جنگ آزماؤں سے قتال کیا، ان کے مال کو بھی لوٹا اور ان کے بچوں (ذراری) کو جنگی قیدی بھی بنایا۔

(خوارج نے) حضرت عثمانؓ کو ان الزامات کے لئے جو انہوں نے ان پر لگائے مطعون کیا، (اسی طرح) ان لوگوں نے اصحاب جمل (جنگ جمل کے شرکاء) اور جنگ صفین کے شرکاء پر بھی الزام لگایا اور مطعون کیا۔ حضرت علیؓ نے (خورج) سے نہروان کے مقام پر سخت قتال کیا ان میں سے دس سے بھی کم آدمی زندہ بچے اور مسلمانوں میں سے دس سے بھی کم لوگ مارے گئے۔ ان (زندہ بچ جانے والے خارجیوں) میں سے دو عمان کی سمت، دو کرمان کی جانب، دو سجستان کی طرف، دو جزیرہ اور ایک یمن میں واقع تل موردن کی جانب بھاگ گئے۔ ان مقامات پر خوارج کی بدعت انہیں (بھگوڑوں) کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور آج تک باقی ہے۔

خوارج میں سے سب سے پہلے جس کی امامت کی بیعت کی گئی وہ عبداللہ بن وہب راسبی ہے۔ (یہ بیعت) زید بن حصین کی قیام گاہ یعنی منزل زید بن حصین میں ہوئی۔ اس کی بیعت کرنے والوں میں عبداللہ بن کواء، عروہ بن حدیر، یزید بن عاصم محاربی اور ان کا ایک گروہ تھا۔ جس نے اس کی بیعت کی۔ عبداللہ بن واہب راسبی (امامت قبول کرنے سے) گناہ سمجھ کر انکار کر رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھا رہا تھا اور اپنے سوا کسی اور کی طرف اپنے اس اجتناب کرنے کے باعث اشارہ کر رہا تھا۔ (راسبی امامت کو ناپسند کرتا تھا، سوائے قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا اور خود کو اس سے بچانے کی غرض سے کسی اور کا نام اس منصب کے لئے تجویز کر رہا تھا) مگر خوارج نے اسی کو (منصب امامت) تفویض کیا۔ وہ صاحب رائے اور بہادر تھا۔ اس نے دونوں ثالثوں سے اور ان سے جو ان دونوں کی بات پر راضی ہوئے اور ان کے امر کو درست قرار دیا اظہار برائت کیا۔ (خوارج نے) حضرت علیؓ کی تکفیر کی اور کہا: ''انہوں نے اللہ کے حکم کو چھوڑ کر آدمیوں کو حاکم و ثالث بنا لیا'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس (تکفیر علی) کی سب سے پہلے جس شخص نے بات کی وہ قبیلہ سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام حجاج بن عبید اللہ اور لقب برک تھا۔ اسی شخص نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو زخمی کیا تھا۔ اسی (برک) نے جب دونوں ثالثوں کا ذکر سنا تو بولا: ''کیا تم اللہ کے دین میں آدمی کو حکم (ثالث) بناتے ہو (حالانکہ) اللہ کے سوا کسی کے لئے حکم نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ سو ہمیں چاہئے کہ اس معاملے میں قرآن میں مذکور اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کریں۔'' اس بات کو ایک اور آدمی نے سنا تو کہا: ''اس نے خدا کی قسم نیزہ مارا پس اسے آر پار کر دیا۔ (طعن واللہ فانفذ!) ''اس بناء پر ان (خوارج) کا نام 'المحکمۃ' پڑ گیا۔ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: ''یہ عدل کا کلمہ ہے مگر اس سے جور و ظلم مراد لیا گیا ہے۔'' یہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی قسم کی امارت کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، حالانکہ امارت ضروری ہے، خواہ نیکوکار شخص کی ہو خواہ فاجر و گناہ گار کی۔''

کہا جاتا ہے کہ خارجیوں نے پہلی تلوار جو چلائی وہ عروہ بن حدیر کی تلوار تھی۔ وہ یوں کہ وہ اشعث بن قیس کے پاس آیا اور کہا: ''اے اشعث یہ دنیا کیا ہے (ذلت کیا ہے) اور یہ تحکیم (ثالثی) کیا ہے؟ کیا تم میں سے کسی کی شرط اللہ تعالیٰ کی شرط سے زیادہ قابل اعتماد و موثق ہے؟'' پھر اس شخص نے اپنی تلوار بلند کی اور اشعث واپس پلٹ رہے تھے سو اس نے ان کے خچر کے پچھلے حصہ پر تلوار ماری جس سے خچر بدک کر بھاگ کھڑا ہوا (عروہ کی اس حرکت کو اشعث کی توہین سمجھ کر) یمنی قبائل نے اس پر اظہار غیض و غضب کیا۔ جب یہ بات احنف نے دیکھی (جو بنوتمیم کے رئیس تھے اور عروہ کا تعلق بھی بنوتمیم ہی سے تھا) تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اشعث کے پاس گئے اور ان سے (عروہ کی بدتمیزی پر) معذرت چاہی، سو اشعث نے اسے معاف کر دیا۔

بہرکیف عروہ بن حدیر جنگ نہروان میں زندہ بچ گیا اور (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت تک زندہ رہا۔ وہ (عراق کے گورنر) زیاد بن ابیہ کی خدمت میں اپنے مولی (آزاد کردہ غلام) کے ہمراہ آیا۔ زیاد نے اس سے (حضرات) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے ان دونوں (حضرات) کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور ان کی تعریف کی پھر (زیاد نے) اس سے (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق پوچھا اس نے جواب دیا: ''میں (حضرت) عثمان سے ان کی خلافت کے (ابتدائی) چھ سالوں میں ان کی کارکردگی کی بناء پر حسن ظن رکھتا تھا بعد ازاں ان واقعات و افعال کی وجہ سے جو ان سے سرزد ہوئے میں نے ان سے بیزاری اختیار کی اور ان کا مخالف ہو گیا۔'' (عروہ) نے (حضرت عثمان کے) کفر پر شہادت دی اور انہیں کافر قرار دیا۔ بعد ازاں زیاد نے اس سے امیر المومنین (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اس نے کہا: ''میں ان سے تولاء رکھتا تھا اور ان کی حمایت کرتا تھا یہاں تک کہ وہ (مسئلہ خلافت کی تصفیہ کے غرض سے) ثالثوں کی تقرری پر راضی ہوئے۔ اس کے بعد میں نے ان سے برائت اختیار کی اور ان کی مخالفت کی۔'' اس نے حضرت علیؓ کو کافر قرار دیا۔ پھر (زیاد نے) اس سے (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں دریافت کیا، جس پر اس نے (حضرت معاویہ کو) گندی گالیاں دیں (فسبہ سباً قبیحاً)۔ اب (زیاد نے) اس سے اپنے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا: ''تیرا اول زنا کاری ہے (تو ولد الزناء ہے) اور جھوٹے نسب کا دعویٰ ہے یعنی تو نے ابوسفیان کے بیٹے ہونے اور بنو امیہ کے خاندان سے ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا) تو ان دونوں (حالتوں) کے درمیان اپنے رب کا عاصی و گناہ گار ہے۔'' (اس بدکلامی کی پاداش میں) زیاد نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد (زیاد نے) (عروہ بن حدیر) کے مولی کو طلب کیا اور اس سے کہا: ''تو مجھ سے (عروہ) کی حالت بیان کر اور سچ سچ کہہ۔ اس مولیٰ نے کہا میں تفصیل سے بیان کروں یا اختصار سے؟'' زیاد نے کہا ''بلکہ اختصاء کے ساتھ'' سو اس (مولی) نے کہا: ''میں دن میں کبھی اس کے سامنے کھانا نہیں لایا (یعنی وہ دن میں روزہ رکھتا تھا) اور میں نے رات کے وقت کبھی اس کے لئے بستر نہ بچھایا (یعنی وہ رات کو جاگتا اور عبادت میں مشغول رہتا تھا)'' (عروہ) کے معاملات (معمولات) اور اجتہاد کا یہ حال تھا اور (دوسری طرف) اس کی بدباطنی (خباثت) اور (فاسد) اعتقاد کی یہ کیفیت تھی۔ (یعنی عمل مومن صادق کا اور خیال و اعتقاد کافر و فاجر کا)۔

''۲۔ الازارقة''

یہ ابو راشد نافع بن ازرق کے ماننے والے ہیں جنھوں نے (بقصد بغاوت) نافع کے ساتھ بصرہ سے اہواز کی طرف خروج کیا۔ یہ لوگ (حضرت) عبداللہ بن زبیر کے زمانے (خلافت) میں، اہواز، کوراہواز، اور اس سے پرے فارس و کرمان کے علاقوں پر قابض ہو گئے اور ان اطراف میں (ابن زبیر کے) عاملوں کو قتل کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافع کے ہمراہ خوارج کے امراء (سرداروں) میں سے عطیہ بن اسود حنفی، عبداللہ بن ماحوز اس کے دو بھائی عثمان وزبیر، عمرو بن عمیر عنبری، قطری بن فجاۃ مازنی، عبیدہ بن ہلال یشکری، اس کا بھائی محرز بن ہلال، صخر بن حبیب تمیمی، صالح بن مخراق عبدی، عبدربہ کبیر وعبدربہ صغیر، تمیس ہزار سواروں کی جماعت کے ساتھ تھے جو ان کے ہم خیال وہم مسلک تھے۔

ان کے مقابلے کے لئے عبداللہ بن حارث بن نوفل۔ نوفلی نے اپنے سپہ سالار مسلم بن عبیس بن کریز بن حبیب کو بھیجا۔ اسے خوارج نے مار ڈالا اور اس کے ہمراہیوں کو شکست دیدی۔ پھر اس نے (خوارج) کے خلاف جنگ کی غرض سے عثمان بن عبداللہ بن معمر تمیمی کو روانہ کیا مگر اسے بھی انہوں نے ہرا دیا۔ بعدازاں اس نے حارثہ بن بدر عتابی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ (خوارج سے) قتال کے لئے بھیجا۔ اس کو بھی انہوں نے شکست دے دی۔ (اس پے در پے شکست سے) اہل بصرہ کو خوارج سے اپنی جان اور شہر کے لئے خطرہ پیدا ہوا (اور انہیں یہ خوف ہوا کہ کہیں خوارج بصرہ کے شہریوں کو قتل اور شہر کو لوٹ نہ لیں)۔ سو (والی بصرہ نے) ان کے مقابلہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو بھیجا۔ وہ انیس ۱۹ سال تک ازارقہ سے برسرپیکار رہا۔ اسے حجاج (کی گورنری) کے زمانہ میں ان کی مہم سے فرصت ملی۔ ازارقہ کے ساتھ مہلب کی معرکہ آرائیوں سے پہلے ہی نافع مرچکا تھا۔ اس کی موت کے بعد (خوارج نے) قطری بن فجاۃ مازنی کی بیعت کی اور اسے امیرالمومنین کے نام سے پکارا۔

ازارقہ کی بدعت آٹھ ہیں:-

اول: یہ کہ (نافع) نے (حضرت) علیؓ کی تکفیر کی اور کہا کہ اللہ نے (حضرت علی) کی شان میں یہ آیت نازل کی ہے:" ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا، ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام (بقرہ ۲۰۱) (اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی بات دنیاوی زندگی میں تم کو اچھی لگتی ہے اور جو اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ لاتا ہے اور وہ شدید العداوت ہے)۔

(نافع) نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو (اللہ کی اس پر لعنت ہو) صحیح ودرست قرار دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شان میں یہ آیت نازل کی ہے:" ومن الناس من یشری نفسہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتغاء مرضاۃ اللہ (بقرہ ۔ ۲۰۴) اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو اپنے نفس (جان) کو اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر بیچ دیتا ہے۔

عمران بن حطان نے ، جو خوارج کا مفتی ، زاہد اور شاعر اکبر تھا۔ ابن ملجم کے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کرنے کے بارے میں (یہ) شعر کہے ہیں ۔

''اس اللہ سے لو لگانے والے کے وار (حملہ شمشیر) کا کیا کہنا جس سے اس کا مقصد خدائے صاحب عرش کی خوشنودی کے سوا کچھ اور نہ تھا جب مجھے وہ یاد آتا ہے تو میں اسے اللہ کے نزدیک تمام دنیا والوں سے متوازن اور مرجح سمجھتا ہوں'' اس بدعت پر ازارقہ قائم رہے اور اس پر انہوں نے (حضرات) عثمان ، طلحہ ، زبیر ، عائشہ ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کی تکفیر کا اضافہ کیا اور یہ کہ یہ سب کے سب ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

دوم : یہ کہ (نافع نے) قعدہ (خلافت کے نزاع میں الگ تھلگ رہنے والوں) کو بھی کافر قرار دیا۔ وہ خوارج میں پہلا شخص ہے جس نے جنگ سے الگ تھلگ رہنے والوں کو کافر کہا خواہ وہ دین میں اس کے ہم خیال ہی کیوں نہ ہوں (نیز) اس نے ان لوگوں کو بھی کافر کہا جو (اس کے ہم مذہب تھے مگر) اس کے (مرکز کی جانب) انہوں نے ہجرت نہ کی ۔

سوم : اس نے اپنے مخالفین کے بچوں اور ان کے ساتھ عورتوں کے قتل کو مباح قرار دیا۔

چہارم : یہ کہ زناکار سے اس نے رجم (سنگ باری) کو ساقط کر دیا (یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار نہیں کیا جاسکتا) کیونکہ قرآن میں اس (سزا) کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ (اسی طرح) اس نے پاکباز مردوں پر تہمت زنا (قذف) لگانے والے سے حد قذف (تہمت تراشی کی سزا) کو بھی ساقط کر دیا ۔ اس نے پاکباز عورتوں پر تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف کو واجب وضروری قرار دیا۔

پنجم : یہ کہ اس نے یہ حکم لگایا اور فیصلہ دیا کہ مشرکین کے بچے اپنے آباء کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔

ششم : یہ کہ تقیہ نہ تو قول میں جائز ہے اور نہ عمل میں۔

ہفتم : (نافع نے) اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا نبی مبعوث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی نبوت کے بعد کافر ہو جائے گا یا یہ کہ وہ نبوت سے پہلے کافر رہا ہو۔ گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ چونکہ اس کے نزدیک یکساں ہیں اور یہ کہ کفر ہیں (اور ان کا ارتکاب کرنے والا شخص کافر ہے) اور خارجیوں کے گروہ میں ایسے لوگ ہیں جن کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ وصغیرہ گناہوں کا سرزد ہونا جائز ہے، تو یہ بھی کفر ہوا (یعنی چونکہ خوارج کے ہاں گناہ کبیرہ وصغیرہ یکساں ہیں، ان کا مرتکب کافر ہے، اور انبیاء سے ان گناہوں کا سرزد ہونا بھی ممکن ہے اس لئے انبیاء منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ان گناہوں کے ارتکاب کے باعث کافر ہو گئے)۔

ہشتم : ازارقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو وہ ایسا ہی کافر ہو گیا جیسا کہ کسی (علیحدہ) ملت (مذہب) کا ماننے والا کافر ہوتا ہے وہ شخص اسلام سے بالکل خارج ہو جاتا ہے اور تمام دوسرے کافروں کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ ان لوگوں نے (اپنے اس دعویٰ پر) ابلیس کے کفر سے استدلال کیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ (ابلیس نے) صرف گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تھا کیونکہ اسے (حضرت) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس نے اس سے انکار کر دیا تھا، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عارف تھا۔

”۲۔ النجدات العاذریة“

یہ لوگ نجدہ بن عامر حنفی کے اصحاب (پیرو) ہیں۔ (نجدہ کے باپ کا نام) عاصم بھی بیان کیا گیا ہے۔ (نجدہ) کا واقعہ یہ ہے کہ یمامہ سے اپنے لشکر کے ہمراہ ازارقہ کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے نکلا۔ (اثنائے راہ میں) ابوفدیک اور عطیہ بن اسود حنفی سے اس کی ملاقات ہوئی، جو اس گروہ کے ساتھ تھے جس نے نافع بن ازرق سے اختلاف کیا تھا۔ (نافع کے ان مخالفین نے نجدہ کو) نافع کی یہ اختلافی بات کہ قعدہ (جنگ سے الگ تھلگ رہنے والے) کافر ہیں اور اس کی تمام دوسری نئی باتیں اور بدعتیں بتائیں چنانچہ انہوں نے اسے نافع سے علیحدہ کر کے اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعت کر لی اور اسے امیر المومنین کا لقب دیا۔ بعد ازاں ان لوگوں نے نجدہ سے بھی اختلاف کیا اور ان کی ایک جماعت نے ان امور کی بناء پر جنہیں ان لوگوں نے سخت ناپسند کیا، اس سے اختلاف کیا۔ ان (ناپسندیدہ باتوں میں یہ بات بھی) تھی کہ نجدہ نے اپنے بیٹے کو ایک فوج دے کر اہل قطیف کی (سرکوبی کے لئے) روانہ کیا۔ (اس لشکر نے اہل قطیف کے) مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو باندی بنالیا۔ (ان اسیر عورتوں کی) ان لوگوں نے اپنے لئے قیمت لگائی اور کہا کہ اگر ان کی قیمتیں ہمارے حصوں میں ہوئیں (ان عورتوں کی جو قیمت مقرر کی گئی وہ مال غنیمت کی مالیت کے مساوی یا کم ہوئی) تو فبہا (ٹھیک ہے) ورنہ ہم زائد رقم (قیمت بیت المال کو) لوٹا دیں گے۔ یوں ان لوگوں نے ان (عورتوں) سے (مال غنمت کی) تقسیم سے پہلے ہی نکاح کر لیا (مباشرت کر لی) اور مال غنیمت کو اس کی تقسیم سے پہلے ہی استعمال کر لیا۔ جب یہ لوگ نجدہ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے اس کو اس بات کی اطلاع دی۔ اُس نے کہا جو تم نے کیا اُسے کرنے کا تمہیں حق نہ تھا، انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں یہ علم نہ تھا کہ ہمیں اس بات کا اختیار نہ تھا۔ پس (نجدہ نے) ان لوگوں کو ان کی ناواقفیت کے باعث معذور سمجھا اور کہا کہ دین دو باتوں کا نام ہے (الدین امران):

اول۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے رسولوں (علیہم السلام) کی معرفت، مسلمانوں کے خون کی حرمت (مسلمانوں سے مراد ان کے موافقین ہیں) اور جو باتیں اللہ کے ہاں سے آئی ہیں (تنزیل الٰہیہیں) ان کا بالجملہ اقرار، سو یہ باتیں سب پر واجب ہیں اور ان سے ناواقفیت پر (آدمی کو) معذور نہیں سمجھا جائیگا۔

دوم۔ (مذکورہ بالا امور کے) علاوہ جو لوگ ان میں معذور ہیں (اگر ان امور سے ناواقف ہیں تو ان کا عذر قبول کیا جائے گا) تا آنکہ حلال وحرام میں ان پر حجت (دلیل) نہ قائم ہو جائے (یعنی جب تک ان دیگر امور کے بارے میں شارع واضح طور سے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ کردے مرد مومن کو ان کے حکم سے ناواقف ہونے کے باعث عذاب وثواب نہ ہوگا)۔ ان لوگوں نے کہا کہ جو شخص ایسے مجتہد پر، جو احکام میں ان پر حجت قائم ہونے سے پہلے، (اجتہادی) غلطی کرے، عذاب کو جائز سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔

نجدہ بن عامر نے معاہد (اہل العہد) اور ذمی (اہل الذمہ) کے خون اور مال کو تقیہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں حلال و مباح قرار دیا ہے۔ جن لوگوں نے انہیں (خون و مال کو) حرام قرار دیا ہے ان سے برائت (لاتعلقی و بیزاری) کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا قول ہے کہ اس کے ہم خیالوں میں سے جو لوگ کسی حد شرعی کے مستوجب (اصحاب الحدود) ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان (کے گناہ) کو معاف کر دے۔ اور اگر اللہ انہیں عذاب بھی دے گا تو وہ آگ (نار) کا عذاب نہ ہوگا بعد ازاں (اللہ) انہیں جنت میں داخل کریگا، اس لئے ان لوگوں سے برائت (بیزاری ولاتعلقی) جائز نہیں ہے۔

اس کا قول ہے کہ جس نے کسی (عورت) پر ایک (اچٹتی) نظر ڈالی (من نظر نظرۃ) یا ایک جھوٹ بولا خواہ کبیرہ (بڑا) یا صغیرہ (چھوٹا) ہو اور اس نے اس پر اصرار کیا (اس کا بار بار ارتکاب کیا) تو ایسا شخص مشرک ہے۔ اور جس نے زنا کیا، شراب پی اور چوری کی مگر ان پر اصرار نہ کیا تو وہ مشرک نہیں ہے۔ (نجدہ نے) شراب کی سزا (حد خمر) میں لوگوں پر بڑی سختی کی۔

جب (نجدہ نے) عبدالملک بن مروان سے خط و کتابت کی اور اس سے راضی ہو گیا (اعطاہ الرضیٰ) تو اس بات پر اس کے پیروؤں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اور اس سے توبہ کرنے کو کہا۔ سو اس نے توبہ کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس کی مخالفت اور اعتراض کو ترک کر دیا۔ ایک دوسرے گروہ نے اس توبہ طلبی پر اظہار ندامت کیا اور بولے، ہم نے غلطی کی، ہمیں نہیں چاہئے تھا کہ امام سے توبہ کا مطالبہ کرتے اور نہ (امام نجدہ کو) یہ چاہئے تھا کہ ہماری توبہ طلبی پر وہ توبہ کرتا۔ سو ان لوگوں نے اس (توبہ طلبی) پر توبہ کی اور اپنی غلطی کا اظہار کیا اور (نجدہ) سے کہا کہ تم بھی اپنی توبہ سے توبہ کرو، ورنہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اس لئے اس نے بھی اپنی (سابقہ) توبہ سے توبہ کر لی۔

ابو فدیک اور عطیہ نے (نجدہ کا) ساتھ چھوڑ دیا۔ ابو فدیک نے اسے حملہ کر کے قتل (بھی) کر دیا۔ بعد ازاں ابو فدیک نے عطیہ سے اور عطیہ نے ابو فدیک سے اظہار برائت کیا۔ عبدالملک بن مروان نے عمر بن عبیداللہ بن معمر تمیمی کو ایک لشکر کے ہمراہ ابو فدیک سے جنگ کی غرض سے روانہ کیا اس نے چند روز تک جنگ کی اور اسے مار ڈالا۔ عطیہ بجستان کے علاقے میں بھاگ گیا۔ اس کے پیروں کو العطویہ کہا جاتا ہے۔ اس کے اصحاب (پیروں) میں فرقہ عجاردہ کا رہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نما عبدالکریم بن عجرد ہے۔

نجدات (نجدہ کے حامیوں) کو العاذریہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے احکام فروع میں ناواقفیت کی عذر خواہی کی (احکام فروع میں جہالت کی بناء پر غلط فیصلہ کرنے والوں کو معاف کر دینے کے یہ لوگ قائل ہیں)۔ کعبی نے (فرقہ) النجدات کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان کے ہاں تقیہ قول اور عمل سبھی میں جائز ہے، خواہ وہ لوگوں کو جان سے مار دینے ہی میں کیوں نہ ہو۔ (کعبی نے یہ بھی) کہا ہے کہ النجدات اس امر پر متفق الخیال ہیں کہ لوگوں کو کسی امام کی کبھی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ کہ ان کی ذمہ داری ہے کہ آپس میں عدل وانصاف روا رکھیں۔ اگر لوگوں کا یہ خیال ہو کہ (قیام عدل) ایک امام کے بغیر ممکن نہیں ہے اور وہ امام کو قایم (مقرر) کر دیں، تو لوگوں کا یہ فعل جائز ہوگا۔

پھر یہ (خوارج) نجدہ کے بعد عطویہ اور فدیکیہ نامی (فرقوں) میں منقسم ہو گئے۔ نجدہ کے قتل کے بعد ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے صاحب سے بے تعلقی کا اظہار کیا اور ان لوگوں کے علاوہ جو نجدہ کی حمایت پر قائم رہے مرکز پر ابو فدیک کا قبضہ ہو گیا۔ سجستان، خراسان، کرمان، و قہستان کے خوارج عطیہ کے مذہب کے ماننے والے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ نجدہ بن عامر اور نافع بن ازرق خوارج کے ساتھ مکّہ میں (عبداللہ) بن زبیر (کی حمایت میں) جمع ہوئے۔ بعد ازاں ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور نافع اور نجدہ میں اختلاف پیدا ہوا، سو نافع بصرہ کی طرف اور نجدہ یمامہ کی جانب چلے گئے۔ ان دونوں کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ نافع نے کہا کہ تقیہ جائز نہیں اور قتال سے کنارہ کش ہو جانا کفر ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا: اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیة الله (النساء ۸۰) ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسا خوف کھاتا ہے جیسے اللہ سے ڈرا جائے۔ اور اللہ کے اس قول (سے بھی انہوں نے حجت قائم کی ہے): یجاھدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم (مائدہ آیت ۵۴) وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔

نجدہ نے (اس مسئلہ میں نافع کی) مخالفت کی اور کہا کہ تقیہ جائز ہے۔ اس نے اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قول سے دلیل قائم کی : الا ان تتقوا منهم تقاته(آل عمران ۲۸) مگر یہ کہ ان سے بچو۔اوراس ارشادالٰہیہ : وقال رجل موسن من آل فرعون یکتم ایمانه (غافر ۔ ۲۸) (اور فرعون کے گھرانے کے ایک شخص نے جواپنا ایمان چھپا تا تھا کہا)۔(نجدہ نے یہ بھی کہا کہ قعود (جنگ سے الگ تھلگ رہنا جائز ہے)اور جہاد جب اس کا امکان ہو(قعود سے)افضل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :وفضل الله المجاهدين على القا عدين اجرا عظيما (نساء ۹۵)اور اللہ کے ہاں قتال سے کنارہ کش ہو جانے والوں پر جہاد کرنے والوں کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔اوران کے لئے اجرعظیم ہے)(س کے جواب میں) نافع نے کہا (قرآن کا یہ (بیان) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں ہے جبکہ وہ مجبور اور مقہور تھے(کفار کے مقابلے میں ان کی تعداد کم اور قوت محدود تھی سو ان کے لئے تقیہ جائز تھا) مگر (اصحاب کے)علاوہ (جہاد کے)امکان کے باوجوداس سے لاتعلق ہو جانا کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے : وقعد الذين كذبو الله و رسوله(توبه ۹۰) اور جنھوں نے اللہ اوراس کے رسول کو جھٹلایا وہ جہاد سے کنارہ کش ہو گئے)۔

"٤۔ البَیْهَسِیّه"

یہ لوگ ابو بیہس ہیصم بن جابر کے پیرو (اصحاب) ہیں ۔اس کا تعلق (قبیلہ) بنوسعد بن ضبیعہ سے ہے ۔(اموی خلیفہ)ولید (بن عبدالملک) کے دور خلافت میں (عراق کے گورنر) حجاج (ثقفی) نے اسے تلاش کیا تو وہ مدینہ بھاگ گیا ۔وہاں اسے عثمان بن حیان مزنی نے تلاش کیا اور پکڑ کر قید کر دیا ۔(ابو بیہس)(عثمان) کی محفل میں داستان گوئی کرتا تھا ، تا آنکہ ولید کا حکم پہنچا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کردے سو اس نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا (اور اسے قتل کرادیا)۔

ابو بیہس نے باندی کی فروخت کے مسئلہ میں اختلاف کے باعث ابراہیم اور میمون کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکفیر کی اور انہیں کافر قرار دیا (یعنی خارجی کی مملوکہ باندی کو غیر خارجی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں) اسی طرح اس نے الواقفیہ کی بھی تکفیر کی۔ اس کا قول ہے کہ ا۔کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اقرار نہ کرے، ۲۔ اس کے رسولوں کی معرفت کا اقرار نہ کرے، ۳۔ اور اس (شریعت) کی معرفت کا اقرار نہ کرے جو نبی کریم ﷺ لائے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء (دوستوں) سے تولّی (دوستی، اظہار تعلق) نہ کرے، ۵۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے برائت (دشمنی، لاتعلقی و بیزاری) نہ کرے)، ۶۔ جس (مسئلہ) میں شریعت آئی، اللہ نے جس چیز کو حرام کیا، اس سے متعلق (شریعت نے) فیصلہ کر دیا اور اس پر وعید (سزا کی دھمکی) آئی تو (مسلمانوں کے لئے) اس کی بعینہ معرفت حاصل کرنا، اس کی تفسیر وتشریح جاننا اور اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ جس (مسئلہ) کے صرف نام کا جاننا ضروری ہے اسکو تفسیر وتشریح کے ساتھ نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں تا آنکہ (مسلمان) اس کے ساتھ مبتلا ہو (یعنی اس مسئلہ سے اسے سابقہ پڑے) (مسلمان پر) لازم ہے کہ وہ جس (حکم) کو نہیں جانتا اس پر توقف کرے (عمل کرنے یا نہ کرنے سے رکے)، جو چیزیں وہ پیش کرے وہ صرف علم سے پیش کرے۔ ابو بیہس نے الواقفیہ سے ان کے اس قول کی بناء پر برائت کی (لاتعلقی کا اظہار کیا) کہ: ''ہم (کفر و عدم کفر کا حکم لگانے میں) اس شخص کے بارے میں توقف کرتے ہیں جس نے کسی حرام کا ارتکاب کیا اور اسے یہ نہ معلوم ہو کہ آیا اس نے حلال کا ارتکاب کیا ہے یا حرام کا؟'' (ابو بیہس نے) کہا: اس شخص پر (حلال یا حرام کا) جاننا ضروری ہے۔

(اس کے نزدیک) ایمان یہ ہے کہ آدمی ہر حق اور ہر باطل کو جانے۔ ایمان قلب سے جاننے کا نام ہے نہ کہ قول وعمل سے۔ اس سے یہ بھی مروی ہے کہ ایمان اقرار وعلم کا نام ہے۔ وہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کا نام نہیں ہے (یعنی ایمان صرف اقرار نہیں، اسی طرح صرف علم نہیں، بلکہ ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے)۔

(فرقہ) بیہسیہ کے اکثر لوگوں کا قول ہے کہ علم، اقرار وعمل سبھی (کا نام) ایمان ہے۔ ان میں سے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ کوئی چیز ماسوا اسکے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں حرام کی گئی ہے، حرام نہیں ہے:- قل لا اجد فیما اوحی الیٰ محرماً علیٰ طاعمٍ یطعمه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخ(الانعام ۔ ۱۵۴) (اس آیت میں مذکور اشیاء کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب حلال ہے)۔

البیہسیہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں، جنھیں العوفیہ کہا جاتا ہے۔ان کے بھی دو فرقے ہیں:-

۱۔ایک فرقہ کہتا ہے کہ جو شخص دارالہجرۃ سے (دار القعود کی جانب واپس چلا جائے، ہم اس سے لاتعلق ہیں۔

۲۔دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ (ایسے افراد سے) ہم تولاء (دوستی) کرتے ہیں، کیونکہ ان لوگوں نے ایسے امر کی جانب مراجعت کی جو ان کے لئے حلال و جائز ہے۔

(یا العونیۃ کے) یہ دونوں گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر امام کافر ہو جائے تو ساری رعایا کافر ہو جائیگی، خواہ وہ (اپنے امام کے مرکز سے) غائب ہو یا وہاں حاضر ہو۔

البیہسیۃ کی ایک قسم وہ ہے جسے اصحاب التفسیر کہتے ہیں۔ان لوگوں کا قول ہے مسلمانوں میں سے جس نے اگر کوئی شہادت دی تو اس (شہادت) کی تفسیر و تشریح اور اس کی کیفیت کے (بیان کے لئے) اسے ماخوذ کیا جائے گا (یعنی جس بات کی وہ گواہی دے گا، اس کی تفصیل، توضیح، اور پوری کیفیت کی نشاندہی اسے کرنی ہوگی)۔

اس کی ایک اور قسم ہے جسے اصحاب السوال کہا جاتا ہے۔ان کا قول ہے کہ آدمی اس وقت مسلمان ہو جاتا ہے جب وہ دو شہادتیں (ایک توحید کی دوسری رسالت محمدی کی) ادا کرتا ہے، تبرا و تولی کرتا ہے، جو کچھ اللہ کے ہاں سے آیا ہے اس پر بالجملہ ایمان لاتا ہے، اگر اسے علم نہ ہو تو وہ ان باتوں کو دریافت کرے جو اللہ نے اس پر فرض کی ہیں۔(ان باتوں کا) نہ جاننا اس کے لئے مضر نہیں ہے۔جب تک کہ وہ ان سے دوچار (مبتلاء) نہ ہو اور پھر انہیں دریافت کرے اور جان لے۔ اگر وہ حرام میں پڑ جائے اور اس کی حرمت کا اس کو علم نہ ہو تو وہ کافر ہو گیا۔بچوں (اطفال) کے متعلق وہ الثعلبیۃ کے ہم خیال ہیں کہ مومنین کے بچے مومن ہیں اور کافروں کے بچے کافر ہیں۔ان لوگوں نے (مسائل) قدر میں القدریۃ کی موافقت کی ہے۔اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو (ان کے معاملات) تفویض کر دیئے ہیں۔اور مشیت خداوندی کو ان کے اعمال میں کوئی دخل نہیں ہے۔(ان عقائد کی بناء پر) عام بیہسیہ نے (اصحاب السوال) سے برائت اور لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البیہسیہ میں سے کچھ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حرام میں پڑ جائے تو اس کے کفر کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کے معاملے کو امام کے سامنے جو والی (صاحب امر) ہو پیش نہ کیا جائے، وہ اس پر حد شرعی نہ جاری کرے۔ اور وہ تمام معاملات جن (کے ارتکاب) پر حد شرعی نہیں ہے ان کا (ارتکاب کرنے والا) مغفور ہے (اسے بخش دیا جائے گا) ان میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ اگر نشہ (سکر) کسی حلال مشروب سے ہو تو ایسا (نشہ کرنے والا) اس حال میں جو کچھ کہے یا کرے، اسکی کوئی گرفت نہیں اور اس پر کسی طرح کا کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(یا العوفیہ) کہتے ہیں کہ سکر (نشہ بازی) کفر ہے۔ مگر یہ لوگ (نشہ باز) شخص کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے جب تک کہ وہ (نشہ بازی) کے ساتھ کوئی دوسرا کبیرہ گناہ مثلاً ترک صلوۃ یا مرد پاکباز پر تہمت زنا کا ارتکاب نہ کرے۔

خوارج میں صالح بن مسرح کے اصحاب (پیرو/ماننے والے) بھی ہیں۔ ہمیں اس کے کسی ایسے قول کی کوئی اطلاع نہیں ہے جو اس کو اس کے (دوسرے) ساتھیوں (خوارج) سے ممتاز کرتا ہو، اس نے (عراق کے گورنر) بشر بن مروان کے خلاف خروج کیا (بشر نے) اس کے خلاف حارث بن عمیرہ یا اشعث بن عمیرۃ ہمدانی کو بھیجا۔ (بعد میں) اسے حجاج نے (صالح بن مسرح) سے جنگ کے لئے مقرر کیا۔ قصر جلولاء (کے معرکے) میں صالح زخمی ہو گیا اس کے بجائے شبیب بن یزید بن نعیم شیبانی، جس کی کنیت ابوالصحاری ہے اس کا جانشیں ہوا۔ یہ (شبیب) وہی ہے جس نے کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا اور حجاج کے سپہ سالاروں میں سے چوبیس امراء کو جو سب کے سب امراء الجیوش تھے قتل کر دیا تھا۔ پھر (شبیب) شکست کھا کر اہواز چلا گیا۔ (حجاج کی افواج سے جنگ کے دوران) وہ دریائے اہواز میں ڈوب گیا۔ (ڈوبتے وقت اس کی زبان پر قرآن کی یہ آیت تھی): "ذالك تقدير العزيز العليم (یس ۳۸) یہ خدائے عزیز و عالم کا اٹل فیصلہ تھا)۔

الیمان نے بیان کیا ہے کہ الشبیبیہ خارجیوں کے مرجئہ کہلاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے صالح (ابن مسرح) کے معاملے میں (اس سے تولا یا تبراء کرنے میں) توقف کیا۔ (شبیب کے متعلق) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے (صالح سے) برائت کی اور اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر اس نے خروج کیا اور اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ شبیب کا مذہب جسے ہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا الیبسیۃ کے مذاہب ہی سے متعلق ہے مگر اس کی قوت و شوکت اور مخالفین کے خلاف اس کے معاملے ایسے (شاندار) تھے جن کا حصول کسی خارجی کے لئے ممکن نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا قصہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

"۵۔ العجاردۃ"

یہ لوگ عبدالکریم بن عجرد کے اصحاب (پیرو) ہیں۔ اس شخص نے النجدات کی بدعت میں اس کی موافقت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابو بیہس کے پیروؤں میں سے تھا۔ پھر اس نے (ابو بیہس) کی مخالفت کی اور اس قول کی بناء پر (خوارج کے تمام فرقوں سے) الگ تھلگ رہ گیا کہ: بچے سے برائت کا اظہار ضروری اور واجب ہے یہاں تک کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے۔ اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے اسلام کی جانب بلانا واجب ہے۔ مشرکین کے بچے اپنے آباء کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ اس کی رائے میں (جنگ کے وقت) کوئی مال تب تک فئی نہ سمجھا جائے گا جب تک کہ اسکے مالک کو قتل نہ کر دیا جائے۔ وہ لوگ قعدہ (جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لینے والوں) کے ساتھ جب وہ دیانت دار ہوں تولی کرتے ہیں اور (دار الاسلام کی سمت) ہجرت کو فضیلت کی بات سمجھتے ہیں، فرض نہیں سمجھتے۔ (یہ لوگ مسلمانوں کو) گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر کافر قرار دیتے ہیں۔ ان سے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ سورۂ یوسف کے قرآنی (سورہ) ہونے کے منکر ہیں اور (سورۂ یوسف کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے) اور کہتے ہیں کہ یہ (دوسرے) قصوں (کے مانند) ایک قصہ ہے۔ ان کا قول ہے کہ یہ بات جائز نہیں کہ عشق کا قصہ قرآن کا حصہ ہو۔

بعد ازاں العجاردۃ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ اور ہر فرقہ کا اپنا علیحدہ مذہب ہو گیا۔ لیکن چونکہ وہ سب کے سب العجاردہ ہی میں سے ہیں اس لئے ہم نے انہیں علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ (العجاردہ کے ضمن میں) بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں :-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا ۔ الصلتیۃ :

عثمان بن ابی الصلت یا صلت بن ابی الصلت کے ساتھی (پیرو) ۔ یہ (باقی) عجاردہ سے اس (عقیدہ) میں منفرد ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو وہ لوگ اس سے تولی (دوستی) کا اظہار کریں گے مگر اس کے بچوں سے تبری (اظہار برائت) کریں گے، یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہونچ کر اسلام لائیں۔ ان کی ایک جماعت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کا قول ہے کہ مشرکین اور مسلمین کے بچوں کے ساتھ نہ تو (ہماری) کوئی دوستی (تولاء) ہے اور نہ عداوت و دشمنی ہی ہے یہاں تک کہ یہ بچے بالغ ہو جائیں تب اسلام کی انہیں دعوت دی جائے، جسے وہ قبول کریں یا اس کا انکار کریں۔

ب۔ المیمونیۃ :

میمون بن خالد کے اصحاب (پیرو)۔ یہ عجاردۃ میں شامل تھا مگر ان سے (مندرجہ ذیل) عقائد میں منفرد ہو گیا :-

(۱) بندے کے لئے قدر (تقدیر) خواہ خیر ہو خواہ شر کے اثبات میں (یعنی بندہ اپنے اچھے برے کاموں کا خود ذمہ دار ہے)۔

(۲) بندے کے لئے فعل کو خواہ اس کی تخلیق ہو خواہ ایجاد ثابت کرنے میں (یعنی بندہ اپنے افعال کا خالق و موجد ہے)۔

(۳) فعل (کے سرزد ہونے) سے پہلے (آدمی کے لئے اس کی) استطاعت (قدرت) کے اثبات میں۔

(۴) اس قول میں کہ اللہ تعالیٰ خیر چاہتا ہے شر نہیں (یعنی مشیت الٰہیہ صرف خیر کی اجزاء ہے شر کی نہیں)۔

(۵) بندوں کے معاصی (گناہوں) میں (اللہ کی) مشیئت (وارادہ) کا کوئی (دخل) نہیں ہے۔

حسن الکرابیسی نے اپنی اس کتاب میں جس میں اس نے خوارج کے مقالات (عقائد و افکار) کا ذکر کیا ہے، بیان کیا ہے کہ المیمونیۃ کے نزدیک نواسیوں، بھائیوں، اور بہنوں کی اولاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بھتیجوں، بھتیجیوں، بھانجوں، بھانجیوں) کی بیٹیوں سے نکاح جائز (حلال) ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کو حرام کیا ہے مگر ان کی اولاد سے نکاح کو حرام نہیں کیا ہے۔

الکعبی اور الاشعری نے المیمونیۃ کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ لوگ سورۂ یوسف کے قرآن (کا حصہ) ہونے کے منکر ہیں۔ان کا قول ہے کہ سلطان (حاکم وقت) سے قتال (جنگ)، اسے سزا دینا (حد جاری کرنا) اور جو لوگ اس کے حکم پر راضی ہوں ان سے بھی (قتال کرنا) واجب و ضروری ہے۔لیکن اگر کوئی اس (حکومت وقت اور حاکم وقت) کا مخالف ہے تو اس سے قتال کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ (شخص) خوارج کے خلاف سلطان (حاکم) کی مدد و اعانت کرے یا خوارج کے دین پر طعن کرے یا سلطان (حاکم) کا جاسوس ہو (تو اس کے خلاف قتال واجب و ضروری ہے)۔ان کے خیال میں مشرکین کے (نابالغ) بچے جنتی ہیں۔

ج۔ الحمزیۃ :

حمزہ بن ادرک (یا اکرک) کے پیرو۔ان لوگوں نے (مسئلہ) قدر اور المیمونیۃ کی ساری بدعتوں میں ان کی موافقت کی مگر اپنے مخالفوں اور مشرکین کے بچوں کے بارے میں (انہوں نے المیمونیۃ سے اختلاف کیا اور) کہا کہ وہ سب کے سب دوزخی ہیں۔

یہ حمزہ، حسین بن رقاد کے اصحاب (پیروؤں اور ساتھیوں) میں تھا۔اس کا تعلق اہل اوق سے تھا اور اس نے سجستان میں خروج کیا تھا۔خلف خارجی نے قدر (تقدیر) اور استحقاق ریاست کے مسئلہ میں (حمزہ) سے اختلاف کیا۔سو ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی سے اظہار برائت کیا۔حمزہ نے (مسلمانوں کے مابین) اتحاد نہ ہونے اور دشمنان (اسلام) کے مغلوب نہ ہونے کی صورت میں ایک وقت میں دو اماموں کی موجودگی کو جائز قرار دیا ہے۔

د۔ الخلفیہ :

خلف خارجی کے اصحاب (متبعین)۔یہ لوگ کرمان و مکران کے خوارج میں سے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے قدر (تقدیر) کے مسئلہ میں الحمزیہ سے اختلاف کیا۔ ان لوگوں نے قدر (تقدیر) کے خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا ہے اور اس (مسئلہ) میں اہل سنت کے ہم مسلک ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جب الحمزیہ نے یہ کہا کہ: ''اگر اللہ بندوں کو ان کے ایسے افعال پر عذاب دے جو اس نے ان کے لئے مقدر کیا ہے یا (اللہ انہیں ایسے افعال کے ارتکاب پر عذاب دے) جو انہوں نے نہیں کیا ہے، تو وہ ظالم ہوگا (اس کے ساتھ ہی) انہوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں جائیں گے (اور ان پر عذاب ہوگا) حالانکہ ان (بچوں) کا اپنے عمل (کے ارتکاب) میں اور (اس کے) ترک میں کسی قسم کا ہاتھ نہیں ہے۔ یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ ایسا متناقض (ایک دوسرے کی ضد) عقیدہ رکھا جائے (یعنی الحمزیہ کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا خالق ہے سو اسے اس پر جزا یا سزا ملے گی کیونکہ اگر بندوں کو اپنے افعال پر اختیار نہ ہو اور انہیں غلط کاموں پر اللہ عذاب دے تو ایسا کرنا ظلم ہوگا۔ دوسری طرف وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مشرکین کے بچے عذاب الٰہی کے مستوجب ہوں گے حالانکہ ان بچوں کو کسی کام کے کرنے یا اسے چھوڑنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس دوسری صورت میں الحمزیہ کا یہ عقیدہ پہلے عقیدہ کی ضد ہے اور یوں ان کے اس عقیدہ میں تضاد و تناقض موجود ہے)۔

۵۔ الاطرافیة :

یہ (خارجیوں کا) ایک فرقہ ہے جو قدر (تقدیر) کے مسئلہ میں حمزہ کا ہم خیال ہے۔ مگر اس (فرقہ) کے لوگوں نے اصحاب الاطراف کو شریعت (کے ان امور) کے ترک کر دینے سے جنہیں وہ نہیں جانتے، اس صورت میں معذور سمجھا جب وہ عقلی طریقے سے جن باتوں کا جاننا ضروری ہے انہیں جان لیں (اگر لوگ عقل کی رو سے ضروری معلومات حاصل کرلیں تو (ان امور) شرعیہ کو ترک کر دینے سے جن کا انہیں علم نہیں انہیں معذور سمجھا جائے گا)۔ انہوں نے واجبات عقل کا اس طرح اثبات کیا ہے جیسے کہ اس کے القدریہ قائل ہیں۔ اس (گروہ) کا رئیس بجستان کا غالب بن شاذک ہے۔ عبداللہ السدیوری نے ان سے اختلاف اور اظہار برائت کیا ہے۔ انہیں میں سے محمد بن رزق کے پیرو ہیں (جو) المحمدیہ (کہلاتے) ہیں۔ یہ شخص حسین بن رقاد کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیرووں میں تھا پھر اس سے برائت کا اظہار کیا (اور علیحدہ ہو گیا)۔

و۔ الشعیبیة :

شعیب بن محمد کے پیروکار۔ دوسرے عجاردہ کی طرح یہ بھی میمون کے ساتھ تھا۔ مگر جب اس نے قدر (تقدیر کے مسئلہ) میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو (شعیب) اس سے لاتعلق ہو گیا۔ شعیب کا قول ہے کہ اللہ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ بندہ ان (افعال کا) قدرۃ اور ارادے کے اعتبار سے مکتسب ہے۔ خیر و شر کے لحاظ سے ان (افعال) کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا اور اس کو ان (افعال) پر ثواب و عذاب کے اعتبار سے بدلہ دیا جائے گا۔ کوئی شئے اللہ کی مشیت (ارادہ) کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ (شعیب) امامت اور وعید سے متعلق (مسائل میں) خوارج کی بدعت پر، اور بچوں کے حکم، جنگ سے علحدگی اختیار کرنے والوں کے حکم اور تولی اور تبراء میں العجاردہ کی بدعت پر ان کا ہم خیال ہے۔

ز۔ الحازمیة :

حازم بن علی کے اصحاب (متبعین)۔ انہوں نے شعیب کے اس قول (عقیدہ) کو اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ اور اس کی سلطان (قلم رو) میں وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ یہ لوگ الموافاۃ کے قائل ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اس ایمانی حالت کی وجہ سے تولی (محبت) کرتا ہے، جس پر اس کو یہ علم ہے کہ وہ اپنی (دنیوی زندگی کے) آخر میں ہو نگے۔ اسی طرح وہ (بندوں سے) اس حالت کفر کی بناء پر تبری (اظہار بیزاری) کرتا ہے جس پر وہ جانتا ہے کہ (بندے) اپنی (حیات دنیا کے) آخر میں ہوں گے۔ حق سبحانہ ہمیشہ اپنے دوستوں (اولیاء) سے محبت کرتا ہے اور اپنے دشمنوں (اعداء) سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔

ان (الحازمیة) کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں توقف کرتے ہیں، ان سے برائت (اظہار بیزاری) کی تصریح نہیں کرتے اور ان کے علاوہ (دوسرے اصحاب کے بارے میں) صراحت سے اظہار برائت کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"٦ ۔ الثعالبہ"

(یہ لوگ) ثعلبہ بن عامر کے پیرو ہیں ۔ یہ عبد الکریم بن عجرد کا دست و بازو تھا مگر (مخالفین کے) بچوں (کے مسئلہ) میں ان دونوں میں اختلاف ہوا ۔ ثعلبہ نے کہا کہ ہم (اپنے مخالفین کے بچوں سے) خواہ وہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے تولیٰ (اظہار دوستی) کریں گے تا آنکہ ہم ان سے حق کا انکار اور ظلم پر ان کی رضامندی کا مشاہدہ نہ کرلیں ۔ اس بناء پر العجاردۃ نے ثعلبہ سے اظہار برائت کیا ۔ (ثعلبہ سے) یہ بات بھی منقول ہے کہ (مخالفین کے) بچوں کے متعلق ولایت (دوستی) اور عداوت (دشمنی) کا کوئی حکم نہیں لگانا چاہئے جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہونچ جائیں اور انہیں (اسلام کی) دعوت نہ دی جائے ۔ اگر وہ (اس دعوت) کو قبول کرلیں تو ٹھیک ہے اور اگر (دعوت اسلام کا) انکار کریں، تو وہ کافر ہو جائیں گے ۔ ثعلبہ کی رائے میں غلاموں سے اگر وہ مال دار ہوں، ذکواۃ لینا فرض ہے اور جو وہ بے زر ہو جائیں تو اس میں سے انہیں دینا ضروری ہے ۔ (ثعلبہ کے مندرجہ ذیل فرقے ہیں) :-

ا ۔ الاخنسیۃ:

ثعالبہ کا یہ گروہ اخنس بن قیس کے اصحاب (متبعین) پر (مشتمل) ہے ۔ وہ (ثعالبہ سے) اس قول میں منفرد ہو گیا کہ "وہ تمام اہل قبلہ (مسلمان) جو دار التقیہ میں ہوں میں ان کے کفر و ایمان (تبریٰ و تولیٰ) کے بارے میں توقف کرتا ہوں ۔ ما سوا اس کے جس کے ایمان کا علم ہو جائے تو میں اس سے (ایمان کی) بنیاد پر تولی کروں گا یا اس کا کفر (ظاہر) ہو جائے تو اس سے تبراء کروں گا" ۔ ان لوگوں نے دھوکے سے قتل، کھلم کھلا قتل اور پوشیدہ چوری کو حرام قرار دیا ہے (ان کے نزدیک) کسی اہل قبلہ سے اس وقت تک قتال شروع نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اسے دین (اسلام) کی دعوت نہ دے دی جائے ۔ اگر وہ (اس دعوت کو) قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس سے قتال کیا جائے گا ۔ اگر کسی کے بارے میں انہیں یہ علم ہو کہ وہ ان کے عقیدے کا مخالف ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تو وہ اس شخص سے قتال کو جائز سمجھتے ہیں)۔ کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے مشرکین یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکبین کا نکاح مسلمان عورتوں سے جائز سمجھتے ہیں۔(الاخنسیہ) تمام (دیگر) مسائل میں خوارج کے اصول پر (قائم) ہیں۔

ب۔ المعبدیہ :

(یہ لوگ) معبد بن عبدالرحمان کے پیرو ہیں۔ یہ الثعالبہ میں سے تھا۔ اس نے الاخنس کی اس غلطی پر مخالفت کی جو اس سے مسلمان عورتوں کی مشرکین سے شادی کے سلسلہ میں سرزد ہوئی۔ اس نے اپنے غلاموں سے زکوۃ لینے کے فیصلے پر ثعلبہ کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ میں اس وجہ سے (ثعلبہ) سے اظہار برائت کرتا ہوں اور اس کے خلاف اپنے اجتہاد کو نہیں چھوڑوں گا۔ (ان کے ہاں) تقیہ کی حالت میں یہ جائز ہے کہ صدقہ (زکوۃ) کا صرف ایک سہام ہو۔

ج۔ الرشیدیہ :

رشید طوسی کے متبعین۔ انہیں العشریہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی اصل یہ ہے کہ الثعالبہ ان اراضی پر جو نہروں، کنوؤں اور تالابوں سے سیراب ہوتی ہیں، نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) فرض قرار دیتے تھے۔ اس پر زیاد بن عبدالرحمان نے ان لوگوں کو یہ اطلاع دی کہ ایسی (اراضی) پر عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) واجب ہے اور جو لوگ اس سے پہلے (ان اراضی پر) نصف عشر (یعنی پیداوار کے بیسویں حصہ کی وصولی) کے قائل ہیں، ان سے اظہار برائت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر رشید نے کہا: ''اگر ان لوگوں سے اظہار برائت کرنا جائز نہیں ہے تو ہم بھی وہی کریں گے جو انہوں نے کیا ہے'' یوں یہ لوگ دو فرقوں میں بٹ گئے۔

د۔ الشیبانیہ :

(یہ لوگ) شیبان بن سلمہ کے پیرو ہیں، جس نے ابو مسلم (خراسانی) کے زمانے میں خروج کیا تھا۔ یہ شخص (فرقہ) الثعالبہ سے تعلق رکھتا تھا اور (اموی گورنر) نصر بن سیار کے مقابلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں (ابو مسلم) اور علی ابن کرمانی کا حامی و مددگار تھا۔ جب اس نے ان دونوں کی مدد و حمایت کی تو خوارج نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا۔ جب شیبان کو قتل کر دیا گیا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس نے اپنی غلطی سے توبہ کر لی تھی۔ اس پر الثعالبہ نے کہا: ''اس کی توبہ درست نہیں کیونکہ اس نے ہمارے ہم مذہبوں کو قتل کیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹا ہے، جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے اور اس کا مال لوٹ لے اس کی توبہ صرف اسی صورت میں قبول ہو سکتی ہے جب وہ اپنی ذات سے قصاص لے اور (لوٹا ہوا) مال واپس کر دے یا پھر (وہ مال) اسے ہبہ کر دیا جائے۔''

شیبان جبر کا قائل تھا۔ وہ مذہب جبر اور (مسئلہ) قدرت حادثہ میں جہم بن صفوان کا ہم مسلک تھا۔ ابو خالد زیاد بن عبدالرحمان الشیبانی کا یہ قول منقول ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک کچھ نہ جانتا تھا جب تک کہ اس نے اپنی ذات کے لئے علم کو تخلیق نہ کیا۔ اور اللہ کو اشیاء کا علم اس وقت ہوتا ہے جب ان کا حدوث ہو جاتا ہے اور وہ وجود میں آ جاتی ہیں۔'' (ابو خالد) کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب شیبان نے دونوں آدمیوں (یعنی ابو مسلم خراسانی اور علی ابن جدیع کرمانی) کی حمایت کی، تو اس نے اس سے برائت کا اظہار کیا اور اسے کافر قرار دیا۔ الشیبانیہ کی بڑی تعداد جرجان، نساء اور آرمینیہ میں جا کر بس گئی۔ جس شخص نے شیبان سے تولّی (دوستی) ظاہر کیا اور اس کی توبہ کا قائل ہوا وہ عطیہ جرجانی ہے اور (اس کے ساتھ) اس کے پیرو ہیں۔

۵۔ المکرمیة :

مُکرّم بن عبداللہ عجلی کے متبعین۔ یہ بھی فرقہ الثعالبہ سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر اس قول کی بناء پر ان سے الگ ہو گیا کہ تارک صلوۃ کافر ہے، اس لئے نہیں کہ اس نے نماز ترک کر دی بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ناواقف ہے۔ اس نے اسی (اصول) کو ہر گناہ کبیرہ میں جس کا آدمی ارتکاب کرتا ہے مرعی رکھا اور کہا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جہل اور ناواقفیت کے سبب کافر ہو جاتا ہے۔ اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ جو آدمی کے چھپے ہوئے اور کھلے ہوئے کاموں کو جانتا ہے اس کی وحدانیت کا عارف (جاننے والا شخص) معصیت پر اقدام اور اللہ کی مخالفت کی جرأت اس وقت تک کر نہیں سکتا جب تک کہ وہ معرفت (الٰہی) سے غافل نہ ہو جائے اور اپنے مکلّف (ذمہ دار) ہونے کی کوئی پروا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی نہ کرے (سو ارتکاب معاصی معرفت الٰہی کی نفی اور معرفت سے غفلت کا نتیجہ ہے)۔ اور یہی مفہوم ہے نبی (کریم) علیہ السلام کے اس ارشاد کا کہ: ''زنا کار زنا نہیں کرتا جبکہ وہ زنا کرتا ہے اور وہ صاحب ایمان ہو۔ اور چور چوری نہیں کرتا جبکہ وہ چوری کرتا ہے اور وہ باایمان ہو''۔ (یعنی ایمان رکھتے ہوئے آدمی زنا یا سرقہ کا ارتکاب نہیں کرسکتا)

ان لوگوں نے الثعالبہؔ کی مخالفت کی اور ایمانِ موافاۃ اور اس حکم کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت و دوستی اور عداوت و دشمنی اس (حالت و کیفیت) کی بناء پر کرتا ہے جس پر وہ موت آنے کے وقت ہونگے۔ ان کے ان اعمال کی بناء پر نہیں جن پر وہ اس وقت ہیں کیونکہ (موجودہ حالت) پر اس وقت تک وثوق نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ آدمی اپنی آخر عمر اور مدت حیات کے خاتمہ تک نہ پہونچ جائے۔ سو (موت کے) وقت اگر وہ ایمان کی حالت پر باقی رہا تو ہم اس سے تولیٰ (اظہار دوستی) کریں گے اور جو وہ اس (حال) پر باقی نہ رہا تو ہم اس سے عداوت کریں گے۔ یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی ہے کہ اس کی مولات (دوستی) اور معادات (دشمنی) کا حکم موافاۃ (انجام حیات) کی بناء پر ہوتا ہے۔ اور یہ سب کے سب اسی قول (عقیدہ) پر ہیں۔

و۔ المعلومية والمجهولية :

یہ لوگ دراصل (فرقہ) الحازمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر المعلومیہؔ نے کہا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام اسماء (ناموں) اور صفات (اوصاف) کے ساتھ نہ پہچانا تو وہ اس سے جاہل و ناواقف ہے۔ جب وہ اسے اس کی تمام (صفات و اسماء) کے ساتھ جان لے گا تو صاحب ایمان (مومن) ہوگا۔'' یہ لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ (بندے کو) فعل کے ساتھ اس کی استطاعت (حاصل) ہے اور یہ کہ فعل بندے کی تخلیق ہے۔ (یعنی انسان کو اپنے افعال کی استطاعت ہے اور وہ اپنے افعال کا خالق بھی ہے) (اس بناء پر) ان لوگوں سے الحازمیہؔ نے برائت و لاتعلقی ظاہر کی۔ رہے المجہولیہؔ تو ان کا کہنا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء وصفات کو جان لیا اور کچھ دوسری (اسماء وصفات) سے ناواقف اور جاہل رہا، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلی۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے (اور بندے اس سلسلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجبور ہیں)۔

ز۔ اَلبِد عِیَّہ :

یحیٰی بن اصدم کے متبعین ۔ انہوں نے یہ انوکھی بات ایجاد کی کہ: ''ہم اپنے بارے میں یہ بات قطعی طور سے کہتے ہیں کہ جس کے اعتقاد ہمارے جیسے ہیں، وہ جنتی ہے اور ہم اس ضمن میں انشاء اللہ نہیں کہتے ۔ کیونکہ یہ اعتقاد میں ایک طرح کا شک ہے (اور اس طرح سے اہل ایمان کا جنتی ہونا مشکوک ہو جاتا ہے) اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ '' میں انشاء اللہ مومن ہوں'' تو وہ (اپنے مومن ہونے میں) شک کر رہا ہے ۔ اس لئے ہم قطعی و یقینی جنتی ہیں اور اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے''۔

''۷ ۔ الاباضیة''

(یہ لوگ) عبداللہ بن اباض کے ساتھی ہیں، جس نے (آخری اموی خلیفہ) مروان بن محمد کے دور (خلافت) میں بغاوت کی تھی ۔ (اس سے مقابلہ کے لئے مروان نے) عبداللہ بن محمد بن عطیہ کو روانہ کیا جس نے اس سے تبالہ (ایک شہر جو صنعاء یمن کے راستے میں واقع ہے) کے مقام پر جنگ کی ۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن یحیٰی الاباض (عبداللہ بن اباض) کا اس کے تمام احوال و اقوال میں رفیق و ہمدم تھا ۔ اس کا قول ہے کہ اہل قبلہ (غیر خارجی مسلمان) میں سے جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ کافر ہیں مشرک نہیں ہیں، ان سے شادی بیاہ جائز ہے، ان سے میراث پانا اور انہیں میراث دینا حلال ہے اور جنگ کے موقع پر ان کے مال و اسباب کو از قسم اسلحہ و مویشی لوٹ لینا حلال ہے، ان کے سوا (ان کے دوسرے اموال کو بطور غنیمت لے لینا) حرام ہے ۔ (مخالفین اہل قبلہ) کو دھوکہ سے پوشیدہ طور پر قتل کر دینا اور جنگی قیدی بنا لینا بھی حرام ہے ۔ مگر جنگ برپا کرنے اور حجت و دلیل قائم کرنے کے بعد (ایسا کرنا جائز ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں کا (عقیدہ) ہے کہ ان کے مخالف مسلمانوں کا مرکز "دار توحید" ہے ماسوائے شاہی لشکرگاہ کے کیونکہ وہ "داربغی" (بغاوت وسرکشی کا مرکز) ہے ان کے نزدیک ان کے مخالفین کا ان کے حامیوں (اولیاء) کے خلاف شہادت دینا جائز ہے۔ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ "موحد" ہیں "مومن" نہیں ہیں۔

الکعبی نے ان لوگوں کا (عقیدہ) بیان کیا ہے کہ "(فعل کی) استطاعت (قوت کارکردگی) ایک طرح کی عرض ہے۔ یہ فعل (کے صدور) سے پہلے ہوتی ہے اس سے فعل سرزد ہوتا ہے۔ بندوں کے افعال، احداث و ابداع کی رو سے اللہ تعالٰی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اور ازروئے حقیقت نہ کہ ازروئے مجاز (بندے کے افعال) اس کے کمائے ہوئے (مکتسب) ہیں۔ یہ لوگ نہ تو اپنے پیشوا کو امیر المومنین کہتے اور نہ اپنے کو مہاجرین کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جب اہل التکلیف (مکلّف لوگ) فنا ہو جائیں گے تو عالم بھی سب کا سب فنا ہو جائے گا۔ (الکعبی کا) بیان ہے کہ ان لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو اس نے "کفر نعمت" کیا نہ کہ "کفر ملت"۔

مشرکین کے بچوں کے (کفر یا اسلام اور دوزخی یا جنتی ہونے کے) متعلق ان لوگوں نے توقف کیا ہے (کسی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے) اور انتقام کے طور پر انہیں عذاب دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ ان لوگوں نے اس بات کو بھی جائز قرار دیا ہے کہ (مشرکین کے بچے) جنت میں ازراہ عنایت داخل کردیے جائیں گے۔ الکعبی نے ان کے اس قول کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ایسی طاعت کے قائل ہیں جس سے اللہ تعالٰی کی اطاعت مراد نہ ہو۔ (یعنی یہ لوگ طاعت محض کے قائل ہیں) ابو ہذیل (معتزلی) کا بھی یہی قول ہے۔

پھر نفاق کے (مسئلہ) میں ان میں اختلاف پیدا ہوا کہ اسے شرک کا نام دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے منافقین موحد تھے۔ مگر ان لوگوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، سو یہ لوگ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے باعث نہ کہ شرک کے سبب کافر ہو گئے۔
ان لوگوں کا یہ قول بھی ہے کہ ہر وہ شئی جس کا اللہ تعالٰی نے حکم دیا ہے وہ (حکم) عام ہے خاص نہیں، اور اس کے ذریعہ مومن اور کافر کو (یکساں) مامور کیا گیا ہے۔ قرآن کے (کسی حکم میں) کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوص نہیں ہے (کہ اس کا کوئی حکم صرف اہل ایمان کے لئے ہو بلکہ اس کے ہر حکم میں عموم ہے اور اس کے مخاطب مومن و کافر دونوں ہیں) ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو بھی پیدا کرتا ہے اسے اپنی وحدانیت پر ایک دلیل کے طور پر (پیدا کرتا ہے) اور اس سے خدائے واحد کی جانب رہ نمائی ضروری ولابدی نہیں ہے ۔ (الاباضیہ کے) ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا رسول پیدا کرے جس کے پاس (اپنی رسالت کی کوئی دلیل نہ ہو اور (اللہ اس رسول پر) جو وحی نازل کرے اس پر (عمل کا) بندوں کو مکلّف (پابند) کرے ۔ (رسول کے لئے) ضروری نہیں ہے کہ وہ (تصدیق کے لئے) کوئی معجزہ ظاہر کرے (اسی طرح) اللہ پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس مقصد سے کوئی دلیل تخلیق کرے اور کوئی معجزہ ظاہر کرے ۔ (الاباضیہ) کی جماعت بھی اپنے مذہبی خیالات میں اسی طرح متفرق و منتشر ہے جیسے کہ الثعالبہ اور العجاردہ کے فرقے باہم دگر مختلف الخیال ہیں (الاباضیہ کے بعض فرقے مندرجہ ذیل ہیں) :-

ا ۔ الحفصیة :

یہ لوگ حفص بن ابی المقدام کے پیرو ہیں ۔ اس نے (الاباضیہ) سے اس قول کی وجہ سے اپنے کو ممتاز کر لیا کہ : شرک اور اسلام کے درمیان ایک خصلت ہے اور وہ ہے خدائے واحد کی معرفت (یعنی شرک خدائے واحد سے جہل و ناواقفیت کا دوسرا نام ہے جبکہ ایمان خدائے واحد کی معرفت و واقفیت سے عبارت ہے) سو جس نے (اللہ کی) معرفت پالی اور اسے جان لیا پھر اس کے علاوہ دوسروں یعنی رسول یا کتاب یا قیامت یا جنت یا دوزخ کا انکار کیا یا کبیرہ گناہوں مثلاً زنا ، چوری ، اور شراب نوشی کا ارتکاب کیا ، تو (ایسا شخص) کافر تو ہو گیا مگر وہ شرک سے پاک ہے (کیونکہ اسے معرفت الٰہی حاصل ہے جو شرک کی ضد ہے)

ب ۔ الحارثیة :

(یہ لوگ) حارث الاباض کے اصحاب (ساتھی) ہیں اس نے قدر (تقدیر کے مسئلہ میں مذہب معتزلہ کی ہم نوائی کرکے و (نیز) فعل (کے صدور) سے پہلے استطاعت (صلاحیت کار)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قائل ہوکر اور اس اطاعت کا اثبات کر کے جس سے اللہ تعالیٰ (کی ذات کی اطاعت) مراد نہ ہو، الاباضیہ سے اختلاف کیا۔

ج ۔ الیزیدیۃ :

(یہ لوگ) یزید ابن انیسہ کے پیرو ہیں۔ (یہ یزید) الازارقہ سے پہلے الحکمۃ الاولیٰ کے ساتھ تولی (دوستی) اور ان کے بعد (قائم ہونے والے تمام خارجی فرقوں سے) الاباضیہ کے ماسوا تبری (دشمنی) کا قائل تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی اہل عجم میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے گا اور اس پر ایک کتاب نازل کرے گا جو آسمان پر لکھی جا چکی ہے اور اس (رسول) پر وہ ایک بار میں اتار دی جائے گی۔ وہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی شریعت کو ترک کر دے گا۔ اور الصابئہ کے مذہب پر ہوگا جس کا ذکر قرآن میں ہے (مگر) اس کا تعلق اس (ملت) صابئہ سے نہ ہوگا جو حران و واسط میں اس وقت (الیزیدیہ کے زمانے میں) موجود ہے۔ (یہ) یزید ان اہل کتاب سے تولی (دوستی) کا (قائل) تھا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دیں خواہ ان کے دین میں داخل نہ ہوں۔ اس کا یہ قول بھی ہے کہ اصحاب الحدود (وہ لوگ جن پر زنا، قذف، چوری وغیرہ کی پاداش میں حد شرعی جاری کی گئی ہو) خواہ اس کے ہم خیال ہوں یا اس کے مخالف، کافر و مشرک ہیں۔ اور ہر گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ (ان کا ارتکاب) شرک ہے۔

”۸ ۔ اَلصُفریہ اَلذِیادِیہ “

زیاد بن اصفر کے متبعین۔ ان لوگوں نے الازارقہ، النجدات اور الاباضیہ سے بعض مسائل میں اختلاف کیا۔ ان میں سے (چند) یہ ہیں :-

(۱) یہ لوگ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے والوں (القعدۃ) کو جب وہ دین اور اعتقاد میں ان کے ہم خیال ہوں کافر نہیں کہتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) رجم (شادی شدہ زانی وزانیہ کو سنگسار کرنے کی سزا) کو ساقط (وباطل) نہیں مانتے۔

(۳) مشرکین کے بچوں کے قتل اور ان کے کافر ہونے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلنے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

(۴) ان کا قول ہے کہ تقیہ قول (بات) میں جائز ہے، مگر (عمل میں جائز) نہیں ہے

(۵) وہ کہتے ہیں کہ جن اعمال (کے ارتکاب) پر حد کا نفاذ ہوتا ہے، ان کے مرتکبین کو صرف انہیں ناموں سے موسوم کیا جاسکتا ہے جو اس حد سے لازم آتے ہیں مثلاً زنا، چوری، قذف (تہمت تراشی) کے مرتکبین کو زانی، چور اور تہمت طراز (قاذف) تو کہا جاسکتا ہے مگر کافر اور مشرک نہیں کہا جاسکتا۔

(۶) وہ گناہ کبیرہ (جن کے ارتکاب) پر ان کی اہمیت کے پیش نظر حد نہیں ہے، مثلاً ترک صلوۃ اور میدان جنگ سے فرار، (ان کا ارتکاب کرنے والا) کافر ہے۔

(۷) ضحاک نامی شخص سے جو انہیں (الصفریۃ الیزیدیۃ) سے تعلق رکھتا ہے، منقول ہے کہ اس کے نزدیک ''دار التقیہ'' میں مسلمان عورتوں کا ان کی قوم کے کافروں سے نکاح جائز ہے۔ مگر ''دار العلانیۃ'' میں ایسا کرنا (جائز) نہیں ہے۔

(۸) زیاد بن اصغر کی رائے میں تقیہ کی حالت میں تمام صدقات میں صرف ایک سہم (حصہ) ہے۔

(۹) (زیاد) سے اس کا یہ قول مروی ہے کہ ''ہم اپنی ذات میں مومن ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ شاید ہم اللہ کے نزدیک ایمان سے نکل گئے ہوں''۔

(۱۰) (زیاد) نے کہا: ''شرک دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ شرک جو شیطان کی اطاعت ہے اور دوسرا شرک جو بتوں کی پرستش ہے''۔

(۱۱) (اسی طرح) کفر کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کفر جو نعمت کے انکار سے ہوتا ہے اور دوسرا کفر وہ جو اللہ کی ربوبیت کے انکار کا نتیجہ ہے''۔

(۱۲) برائت (اظہار لاتعلقی ودشمنی) بھی دو طرح کی ہوتی ہیں، اہل الحدود سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برائت کرنا سنت ہے اور اہل الجحود (ایمان کے منکرین) سے برائت کرنا فرض ہے۔

۹۔ خوارج کے نمایاں افراد

(خارجی) فرقوں کے تذکرہ کے اختتام پر ہم خوارج کے (نمایاں) افراد کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) متقدمین میں سے عکرمہ، ابو ہارون عبدی، ابو الشعثاء، اسماعیل بن سمیع ہیں۔

(۲) متاخرین میں الیمان بن رباب ثعلبی ثم بہسی۔ اباضیہ میں سے عبداللہ بن یزید، محمد بن حرب اور یحیٰ بن کامل (نمایاں اشخاص) ہیں۔

(۳) شعراء میں سے عمران بن حطان، ضحاک بن قیس کا ساتھی حبیب بن مرہ (ممتاز) ہیں۔

(۴) خوارج کے (نمایاں افراد میں) جہم بن صفوان، ابو مروان، غیلان بن مسلم، محمد بن عیسیٰ برغوث، ابو الحسین کلثوم بن حبیب مہلبی، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن شبیب بصری، علی بن حرملہ، صالح بن قبہ بن صبیح بن عمرو، مویس بن عمران بصری، ابو عبداللہ بن مسلمہ، ابو عبدالرحمان بن مسلمہ، فضل بن عیسیٰ رقاشی، ابو زکریا یحیٰ بن اصفح، ابو الحسین محمد بن مسلم صالحی، ابو محمد عبداللہ بن محمد بن حسن خالدی، محمد بن صدقہ، ابو الحسین علی بن زید اباضی، ابو عبداللہ محمد بن کرام اور کلثوم بن حبیب مرادی بصری ہیں۔

۱۰۔ فتنہ سے علیحدہ رہنے والے اصحاب

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم فتنہ کے گرداب میں داخل

کتاب الملل والنحل ۔۔۔۔۔۔ از ۔۔۔۔۔۔ شہرستانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا (سیلاب میں گھسنا) پسند نہیں کرتے سو وہ لوگ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگوں میں الگ رہے اور نہ ان کے دشمنوں ہی کا انہوں نے ساتھ دیا، ایسے (اصحاب میں) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی جو رسول اللہ کے مولی تھے شامل ہیں۔

(۲) (حضرت) قیس بن ابی حازم نے کہا کہ میں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی تمام جنگوں اور احوال میں ان کے ساتھ تھا، مگر جب انہوں نے جنگ صفین میں یہ کہا کہ: ''(جنگ) احزاب کے باقی بچے ہوئے لوگوں سے لڑنے کے لئے نکلو (یعنی جنگ احزاب کے کفار عرب و مشرکین قریش کے باقی بچے ہوئے لوگ جو صفین میں لڑنے آئے ہیں ان کے خلاف جنگ کی غرض سے نکلو) اور اس سے جنگ کی غرض سے نکلو جو کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول جھوٹے ہیں اور تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں۔'' تب میں جان گیا کہ جماعت (اہل ایمان) کے متعلق وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں (یعنی اپنے مخالف مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں) اس لئے میں ان سے الگ ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

(ازصفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۶ ۔اصل کتاب)

المرجئة

ارجاء کے دو معنی ہیں۔ پہلے معنی ہیں تاخیر (موخر کرنے) کے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- ''قالوا ارجہ و اخاہ (اعراف ۱۱۱) (یعنی فرعون کے درباریوں نے کہا: موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دے اور ان کے معاملہ کو ملتوی کر) یہاں 'ارجہ' کے معنی ہیں 'امہلہ' اسے مہلت دے اور 'اخرہ' اسے موخر کر۔ (ارجاء کے) دوسرے معنی ہیں 'امید دلانا' (اعطاء الرجاء)۔

اس (فرقہ) پر المرجہ کے نام کا اطلاق پہلے معنی کے لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ یہ لوگ عمل کو نیت اور عقد سے موخر کرتے تھے۔ رہا دوسرے مفہوم کے اعتبار سے (اس فرقہ کی وجہ تسمیہ) تو ظاہر ہے کیونکہ یہ لوگ کہتے تھے کہ: ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی (یعنی صاحب ایمان معصیت و گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا) جس طرح سے کہ کفر کے ساتھ کوئی طاعت مفید نہیں (یعنی کافر کی اطاعت و فرمانبرداری سے اس کو کوئی ثواب نہیں ملتا)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'ارجاء' سے مراد یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے معاملہ کو (عذاب و ثواب کی غرض سے) قیامت تک موخر کرنا۔ سو جب تک ایسا شخص دنیا میں ہے اس کے متعلق نہ تو یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ جنتی ہے اور نہ یہ کہ وہ دوزخی ہے۔ اس (وجہ تسمیہ) کی رو سے 'المرجہ' اور 'الوعیدیۃ' دو باہم دگر مقابل فرقے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'ارجاء' کے معنی ہیں (امامت میں حضرت) علی کو پہلے درجہ سے چوتھے درجے پر موخر کرنا۔ سو اس (توجیہ) کی بناء پر 'المرجئۃ' اور 'الشیعہ' ایک دوسرے کے مقابل فرقے ہوئے۔

کتاب الملل والنحل ...... از ...... شہرستانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المرجئہ کی چار اقسام ہیں۔

(۱) مرجئۃ الخوارج (خارجیوں کے مرجئہ)

(۲) مرجئۃ القدریہ (معتزلہ کے مرجئہ)

(۳) مرجئۃ الجبریہ (جبریہ کے مرجئہ)

(۴) مرجئۃ الخالصۃ (خالص مرجئی)

محمد بن شعیب، الصالحی اور الخالدی (فرقہ معتزلہ یا) قدریہ کے مرجئہ ہیں۔ اسی طرح الغیلانیہ بھی (مرجئہ قدریہ) ہیں۔ (یہ لوگ) غیلان دمشقی کے متبعین ہیں، جو پہلا شخص ہے جس نے 'قدر' اور 'ارجاء' کی بات کہی۔ ہم ان (مرجئہ) میں سے (صرف) 'المرجئہ الخالصۃ' کے خیالات (عقائد و افکار) کا ذکر کرتے ہیں۔

"۱۔ الیونسیۃ"

(یہ لوگ) یونس بن عون نمیری کے اصحاب (پیرو) ہیں۔ اس کا قول ہے کہ: ایمان نام ہے اللہ کی معرفت کا، اس سے خضوع و انقیاد کا، اس سے تکبر کو ترک کرنے کا اور دل سے اس کی محبت کرنے کا۔ جس شخص میں یہ باتیں (خصال) جمع ہو جائیں وہ صاحب ایمان ہے ان کے علاوہ جو طاعتیں ہیں وہ ایمان سے نہیں ہیں (یعنی ان کا ایمان سے براہ راست تعلق نہیں ہے) انہیں چھوڑ دینے سے ایمان کی حقیقت کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ اور نہ ان کے سبب سے آدمی پر کوئی عذاب ہوگا جبکہ ایمان خالص اور یقین صادق ہو تو اس کے باعث (آدمی پر) کوئی عذاب نہ ہوگا۔
(یونس نے) کہا کہ: ابلیس خدائے واحد کی معرفت رکھتا تھا مگر وہ اس لئے کافر ہو گیا کہ اس نے (اللہ سے) استکبار کیا (اپنے کو بڑا سمجھ کر اس کا حکم نہ مانا اور تکبر سے کام لیا) (قرآن میں ہے): "ابی و استکبر و کان من الکافرین (البقرۃ ۳۴) (یعنی ابلیس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اپنے کو بڑا سمجھا، اور وہ کافروں میں سے تھا)۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یونس نے یہ بھی) کہا کہ: جس کے دل میں اللہ کے لئے خشوع وخضوع (انقیاد و فرماں برداری) اور خلوص و یقین کی بناء پر اس کی محبت نے گھر کر لیا، تو (اللہ) کسی گناہ (کے سرزد ہو جانے کی صورت) میں اس کے خلاف نہ ہوگا۔ اور اگر اس شخص سے کسی معصیت کا ارتکاب ہو گیا، تو اس کے یقین اور اخلاص کے سبب اس (معصیت) سے اس کو کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ مومن جنت میں اپنے اخلاص و محبت کی وجہ سے داخل ہوگا، اپنے عمل و طاعت کے باعث نہیں۔

''۲۔ اَلْعُبَیْدِیَّۃ''

(العبیدیہ) عبید المکتب کے پیرو ہیں۔ اس سے اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ''کہ شرک کے علاوہ (آدمی سے جو گناہ بھی سرزد ہوگا) اسے ضرور بخش دیا جائے گا، اور جب بندے کی موت توحید (کے عقیدے) پر واقع ہو تو ان گناہوں اور سیئات سے جن کا وہ مرتکب ہوا اسے کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔'' الیمان نے عبید المکتب اور اس کے اصحاب کا یہ قول بیان کیا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ اس کا غیر رہا، اس کا کلام بھی ہمیشہ اس کا غیر رہا، اسی طرح اللہ کا دین بھی اس کا غیر ہی ہے۔'' (یعنی علم الٰہی، کلام الٰہی، اور دین الٰہی، خدائے بزرگ کی ذات سے الگ شئے ہیں ان سب کا تعلق اس کی ذات سے علیحدہ ہے اور وہ اس کی ذات کا عین نہیں ہیں)۔ اس نے یہ کہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے'' اس نے اس پر (رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے استدلال کیا ہے: ''اللہ نے (حضرت) آدم کو رحمٰن (یعنی اپنی) صورت پر تخلیق کیا ہے۔''

''۳۔ اَلْغَسَّانِیَّۃ''

یہ غسان کوفی (کے ہم خیالوں) کا گروہ ہے۔ اس کا قول ہے کہ: ''ایمان (نام) ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کی تفصیل کے بجائے اجمالی معرفت کا اور جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا اور جو رسول (ﷺ) (شریعت واحکام) لائے ان کے علی التفصیل نہیں بلکہ علی الاجمال اقرار کا"۔ نیز یہ کہ ایمان (عمل نیک سے) نہ تو بڑھتا ہے اور نہ (عمل بد سے) گھٹتا ہے۔ اس کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ: "میں تو یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سور کھانا حرام کر دیا ہے مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس نے جس سور کو حرام قرار دیا ہے، کیا وہ یہی بکری ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟" (تو یہ بات کہنے والا شخص) مومن ہے۔ اور اگر اس شخص نے یہ کہا کہ: "میں جانتا ہوں کہ اللہ نے کعبہ کا حج فرض کیا ہے لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ کعبہ کہاں ہے؟ شاید وہ ہندستان میں ہے۔" (تو یہ) شخص بھی صاحب ایمان ہے۔ اس سے (غسان کا) مقصد یہ بتانا ہے کہ اس قسم کے اعتقادات (مثلاً حرمت خنزیر اور فرضیت حج کعبہ) ایسے امور ہیں جو ایمان سے الگ ہیں ایسا نہیں کہ وہ ان امور کے متعلق شک کرتا تھا کیونکہ کسی صاحب عقل کو اس بارے میں شک نہیں ہوسکتا کہ کعبہ کس سمت و جہت میں ہے؟ (اسی طرح) سور اور بکری میں فرق ظاہر ہے (اور کسی شبہ و شک کی گنجائش نہیں ہے)۔

یہ بات تعجب خیز ہے کہ غسان (امام) ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ سے اپنے مذہب جیسی روایات نقل کرتا اور انہیں المرجۃ میں شمار کرتا تھا۔ (امام ابو حنیفہ پر) جھوٹا الزام لگایا ہے۔ میری حیات کی قسم! (امام) ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجئہ السنۃ کہا جاتا تھا اور انہیں بہت سے اصحاب المقالات (عقائد پر لکھنے والوں) نے مرجۃ میں محسوب کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا قول ہے کہ: "ایمان تصدیق بالقلب کا (نام) ہے اور وہ نہ تو بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔" اس سے ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ ایمان سے عمل کو موخر کرتے تھے۔ مگر وہ عمل میں شدید انہاک کے باوجود ترک عمل کا فتویٰ کیسے دے سکتے تھے؟ (امام ابو حنیفہ کو مرجۃ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ القدریۃ والمعتزلہ کی جو صدر اول (اسلام کے ابتدائی زمانے) میں ظاہر ہوئے، مخالفت کرتے تھے۔ اور المعتزلہ ان تمام لوگوں کو جو قدر (تقدیر کے مسئلہ) میں ان کے مخالف تھے المرجۃ کہتے تھے۔ یہی حال الخوارج میں سے الوعیدیہ کا تھا (کہ وہ بھی اپنے مخالفین کو المرجۃ کہتے تھے) اس لئے یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ (المرجۃ کا) لقب (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو المعتزلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خوارج کے فرقوں کی طرف سے ملا ہو۔ اللہ اعلم۔

"٤۔ الثوبانیۃ"

ابو ثوبان مرجئی کے متبعین۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور ان کا اقرار ایمان ہے۔ وہ تمام باتیں جن کا ذکر کرنا عقل کی رو سے ناجائز ہے اور جن باتوں کا عقل کے نزدیک چھوڑ دینا جائز ہے، ان (سب) کا ایمان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (ابو ثوبان نے) تمام عمل کو ایمان سے موخر قرار دیا ہے۔

ابو ثوبان کے مندرجہ بالا عقائد میں۔ ابو مروان غیلان دمشقی، ابو شمر، مویس بن عمران، فضل رقاشی، محمد بن شبیب، عتابی، اور صالح قبہ اس کے ہم خیال و ہم مسلک ہیں۔

غیلان اس بات کا قائل تھا کہ قدر (تقدیر) خیر و شر دونوں ہی بندے کی جانب سے ہیں اور یہ کہ امامت قریش کے سوا دوسروں میں بھی ہو سکتی ہے (یعنی امامت کے اہل غیر قریش بھی ہیں) اور یہ کہ ہر وہ شخص جو کتاب و سنت کے ساتھ قائم ہو (قرآن و سنت پر عامل ہو) وہ امامت کا حق دار ہے۔ اور یہ کہ امامت صرف اجماع امت سے ثابت ہوتی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ امت نے تو اس امر پر اجماع کیا کہ امامت قریش کے قبیلے کے علاوہ کسی اور (خاندان) میں نہیں ہو سکتی اور اس وجہ سے انصار (مدینہ) کی اس بات کی کہ "ہم میں سے ایک امیر ہو اور تم (قریش) میں سے ایک امیر ہو" تردید کی اور (غیلان اجماع امت کا قائل ہونے کے باوجود امامت کے لئے غیر قریش کو بھی مستحق سمجھتا ہے)۔ (بہرکیف) غیلان تین حصال کا قایل ہے، قدر، ارجاء، اور خروج (اور یہ تینوں ایک دوسرے کی ضد ہیں)۔

(غیلان کے جن ہم خیال) لوگوں کے نام ہم نے گنوائے ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اللہ قیامت میں کسی ایک عاصی (گناہ گار) کو معاف کرے گا تو وہ ان تمام مومن گناہ گاروں کو معاف کر دیگا جو اس جیسے گناہ گار ہونگے اور اگر اس نے کسی شخص کو دوزخ سے نکالا تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سب لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا جو اس جیسے گناہ گار ہونگے۔ (مگر) حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ توحید پر یقین رکھنے والے صاحبان ایمان دوزخ سے ضرور نکالے جائیں گے (اور ہمیشہ کے لئے آگ میں نہیں جلائے جائیں گے)

مقاتل بن سلیمان سے مذکور ہے کہ: موحد اور مومن کو معصیت سے کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ اور یہ کہ کوئی مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔ (مگر) اس سے جو بات صحیح نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: وہ مومن جو اپنے رب کا گناہ گار ہے، اسے قیامت کے دن صراط پر جو جہنم کی پشت پر ہے عذاب دیا جائے گا۔ ایسے شخص کو آتش (دوزخ) کی لپیٹ، تپش اور لو سے اس کے گناہ کے بقدر تکلیف واذیت پہونچے گی، اس کے بعد اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس کی مثال اس نے اس دانے سے دی ہے جو آگ کی گرمی سے تپتے ہوئے توے (برتن) پر ہوتا ہے (یعنی جس طرح آگ سے تپتے ہوئے برتن میں دانہ جلتا بھنتا ہے اسی طرح مسلمان گناہ گار صراط پر دوزخ کی آگ میں کچھ دیر جلے بھنے گا، ازاں بعد اسے اس راستہ سے گزار کر جنت میں داخل کر دیا جائیگا)۔

بشر بن غیاث مریسی سے اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: جب گناہ کبیرہ کے مرتکبین دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو انہیں وہاں سے ان کے گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد جلد ہی نکال لیا جائے گا۔ ان لوگوں کا دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا محال و ناممکن ہے اور عدل کے بھی منافی ہے۔

کہا گیا ہے کہ: سب سے پہلے جس نے ارجاء کی بات کی وہ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب تھا۔ وہ اس کے متعلق مختلف بلاد و امصار کے لوگوں کو خطوط لکھتا تھا۔ مگر اس نے مرجئہ الیونسیہ اور العبیدیہ کی طرح عمل کو ایمان سے موخر نہیں کیا (یعنی المرجئہ الیونسیہ اور العبیدیہ جو عمل کو ایمان سے موخر سمجھتے ہیں اور ایمان کے ضعف و قوت کے لئے عمل کو ضروری نہیں خیال کرتے، حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ایسا نہیں سمجھتا تھا اور عمل کو ایمان پر موخر نہیں کرتا تھا بلکہ ایمان میں اس کی تاثیر کا قائل تھا)، ہاں اس کا یہ پختہ خیال تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہو جاتا کیونکہ طاعات اور ترک معاصی ایمان کی اساس نہیں ہے کہ اس کے زائل ہو جانے سے ایمان بھی زائل و ختم ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''۵۔ التُوْمَنِيّة''

(یہ لوگ) ابو معاذ التومنی کے پیرو ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ایمان وہ ہے جو کفر سے محفوظ رکھے۔ اور یہ چند خصال کا نام ہے کہ اگر کسی نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ کافر ہو گیا۔ اسی طرح ان (افعال) میں سے ایک خصلت بھی ترک کر دی تو آدمی کافر ہو گیا۔ ان میں سے کسی ایک خصلت کو ایمان یا بعض ایمان (ایمان کا ایک جزء) نہیں کہا جا سکتا۔ ہر وہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ جس کے کفر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع نہیں ہے، اس کے مرتکب کو فاسق نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اس نے فسق کیا، اور گناہ و نافرمانی کی۔ یہ خصال ہیں معرفت، تصدیق، محبت، اخلاص اور رسول (ﷺ) جو (شریعت) لائے اس کا اقرار۔ اس نے یہ بھی کہا کہ: جس نے صلوۃ اور صوم کو حلال سمجھ کر ترک کیا وہ کافر ہو گیا۔ اور جس نے انہیں ان کی قضاً (بعد میں ادائیگی) کی نیت سے ترک کیا، تو وہ کافر نہیں ہوا۔ جس نے کسی نبی کو قتل کر دیا یا اسے طمانچہ مار دیا وہ کافر ہو گیا، اسے قتل کر دینے یا طمانچہ مار دینے کی وجہ سے نہیں بلکہ (نبی سے) اس کی سبکی، عداوت، اور کینہ کی وجہ سے۔ (وہ کافر ہوا)

اس مذہب کی جانب ابن الراوندی و بشر المریسی کا جھکاؤ تھا۔ ان دونوں کا قول ہے کہ: ایمان (نام) ہے قلب و زبان سے تصدیق کرنے کا۔ اور کفر (نام) ہے جحود (مکر جانے) اور انکار کرنے کا۔ سورج، چاند، اور بت کو سجدہ کرنا اپنی ذات میں کفر نہیں ہے (بلکہ اس لئے کفر ہے کہ) یہ سب کفر کی علامتیں ہیں۔

''۶۔ الصالحية''

(یہ لوگ) صالح بن عمر الصالحی کے متبعین ہیں۔ ۱۔ الصالحی، ۲۔ محمد بن شبیب،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ابوشمر، ۴۔ اور غیلان ان سب (کے عقائد) قدر (اعتزال) اور رجاء کا مجموعہ ہیں ۔(یعنی یہ لوگ مرجئہ القدریۃ ہیں) ہم نے اگر چہ یہ التزام کیا تھا کہ صرف المرجئۃ الخالصۃ (خالص مرجئہ) کے (عقائد کو) بیان کریں گے ،مگر ان (متذکرہ بالا چاروں اشخاص) کے مرجئہ سے چند امور میں منفرد ہو جانے کے باعث ہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۱) الصالحی کا قول ہے کہ :'' ایمان نام ہے مطلقاً اللہ تعالیٰ کی معرفت کا اور یہ (مطلقاً معرفت) صرف اتنی ہی ہے کہ اس دنیا (عالم) کا ایک صانع (بنانے والا) ہے۔اور کفر یہ ہے کہ (آدمی) اللہ سے مطلقاً ناواقف ہو۔اس کا یہ بھی قول ہے کہ :اگر کوئی (اللہ کو) ثالث ثلاثۃ (یعنی تین میں کا تیسرا) کہے تو اس کا یہ قول کفر نہیں ہو گا لیکن ایسی بات کسی کافر ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے ۔اس نے یہ بھی کہا کہ : اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور اس کا مطیع ہو جائے ۔ (ایمان باللہ) رسول (اللہ ﷺ) کو حجت تسلیم کرنے کے ساتھ صحیح و درست ہوتا ہے۔ (ہر چند کہ) عقل کی رو سے یہ بات درست ہے کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے لیکن اس کے رسول (علیہ السلام) پر ایمان نہ لائے (مگر ایمان بالرسول اس لئے لازمی ہے کہ) رسول (اللہ) علیہ (الصلوۃ) والسلام کا ارشاد ہے :'' جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔'' اس کا یہ بھی خیال ہے کہ : صلوۃ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہے ۔ اللہ کی عبادت صرف اس پر ایمان لانا ہے (ایمان) اللہ کی معرفت ہے ، اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جو نہ تو بڑھتی ہے اور نہ کم ہوتی ہے اسی طرح کفر بھی ایک خصلت ہے جو نہ تو بڑھتی ہے اور نہ گھٹتی ہے۔

(۲) ابوشمر المرجئی القدری کا خیال ہے کہ : ایمان (نام) ہے اللہ عزوجل کی معرفت کا، اس کی محبت کا ، قلب سے اس کی اطاعت کا اور اس کے متعلق اس اقرار کا کہ وہ واحد ہے اور اس جیسی کوئی شئے نہیں ہے ۔ (یہ بات) اس وقت تک ہے جب تک کہ اس پر انبیاء علیہم السلام کی حجت قائم نہ ہو ،مگر جب یہ حجت قائم ہو جائے تو (اللہ کے ساتھ) ان کا اقرار کرنا اور ان کی تصدیق کرنا بھی ایمان اور معرفت کا حصہ ہے ۔ اور (یہ انبیاء) اللہ کے ہاں سے جو (احکام و شرائع) لائے ان کا اقرار اصل ایمان میں داخل نہیں ہے ۔ ایمان کی خصال میں سے ہر خصلت نہ تو ایمان ہے اور نہ بعض ایمان ۔ جب یہ سب (خصال) جمع ہو جائیں تو (ان کے مجموعہ کا نام) ایمان ہے ۔ ایمان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصال میں اس نے عدل کی معرفت کی شرط لگائی ہے اس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ خیر (اچھی) اور شر (بری) قدر بندے کی جانب سے ہے (یعنی بندہ اچھے اور برے اعمال کا فاعل ہے) اس میں سے کچھ بھی باری تعالیٰ کی جانب منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) (فرقہ) قدریہ مرجۂ (مرجئۃ القدریہ) سے تعلق رکھنے والے غیلان نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کی معرفت ثانیہ (دوسری بار پہچان)، اس کی محبت و فرمانبرداری، رسول (ﷺ) جو (شریعت) لائے اس کا اور جو اللہ کے ہاں سے (بصورت کتاب) آیا اس کا اقرار ایمان ہے۔"

کیونکہ (اللہ کی) معرفت اول (پہلی بار پہچان) فطری و ضروری ہے۔ سو معرفت اپنی اصل کی رو سے دو نوع کی ہوتی ہے، (ایک) فطری اور وہ آدمی کا یہ علم ہے کہ عالم (دنیا) کا ایک صانع اور اس کی ذات کا ایک خالق ہے، اس (ابتدائی) معرفت کو ایمان کا نام نہیں دیا جا سکتا، (بلکہ) ایمان نام ہے دوسری معرفت کا جسے آدمی کسب کرتا ہے (اختیار کرتا ہے، محنت سے حاصل کرتا ہے)۔

"۷۔ (فرقہ) المرجئہ کے زعماء"

جیسا کہ منقول ہے کہ (فرقہ) المرجۂ کے (اہم) اشخاص (یہ لوگ) ہیں :-

۱۔ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب

۲۔ سعید بن جبیر

۳۔ طلق بن حبیب

۴۔ عمرو بن مرہ

۵۔ محارب بن زیاد

۶۔ مقاتل بن سلیمان

۷۔ ذر

۸۔ عمرو بن ذر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ حمادؒ بن ابی سلیمانؒ

۱۰۔ (امام) ابوحنیفہؒ

۱۱۔ (امام) ابویوسفؒ

۱۲۔ محمد بن حسنؒ

۱۳۔ قدید بن جعفر

یہ تمام (حضرات) حدیث کے امام ہیں۔ انہوں نے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے ان کے مرتکبین کو کافر نہیں ٹھہرایا۔ اور الخوارج والقدریہ (معتزلہ) کے برخلاف ان (مرتکبین کبائر) کے متعلق خلود فی النار (ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے) کا بھی حکم نہیں لگایا ہے۔ (اسی لئے انھیں المرجہ اپنے زعماء میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ المرجہ نہیں ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم

(از صفحہ ۱۴۶ تا ۱۹۰) اصل کتاب

"الشیعہ"

الشیعہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خاص طور سے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کی اور ان کی امامت و خلافت کے ازروئے نص و وصیت قائل ہیں خواہ یہ (نص و وصیت) جلی تھی یا خفی۔ ان کا اعتقاد ہے کہ (حضرت علی کی) اولاد سے امامت باہر نہیں نکل سکتی (یعنی وہی امام ہونگے) اور اگر باہر نکلے گی تو غیروں کے ظلم، یا ان کے اپنے تقیہ سے (نکلے گی)۔ ان لوگوں کا قول ہے کہ: امامت مصلحت (عامہ) کا قضیہ و معاملہ نہیں ہے جسے عوام کے اختیار و انتخاب سے وابستہ کیا جائے اور (عوام کے) برپا کرنے سے امام کا تقرر ہو جائے، بلکہ یہ ایک اصولی قضیہ و معاملہ ہے، دین کا رکن ہے اور رسولوں (اللہ کا ان پر سلام ہو) کے لئے اس سے غفلت برتنا اور اسے بیکار چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اسے عوام کے سپرد کر دینا اور بے قید چھوڑ دینا (بھی جائز نہیں ہے)۔

یہ عقیدے تمام (شیعی فرقوں میں) مشترک ہیں کہ (امام) کی تعیین و تخصیص (اسے بذریعہ نص شرعی امامت پر فائز کرنا) واجب و ضروری ہے، انبیاء و آئمہ سارے کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے معصوم و پاک ہیں، اور یہ کہ حالت تقیہ کے علاوہ (موافقین سے) تولیٰ (دوستی) اور (مخالفین سے) تبریٰ (دشمنی و بیزاری) کا قول، فعل و عقد کی رو سے قائل ہونا (ضروری ہے)۔ (فرقہ زیدیہ کے بعض (علماء) اس (آخری عقیدہ) میں (دوسرے شیعی فرقوں) کے خلاف ہیں۔ امام کے تعدیہ (ایک امام سے امامت کو دوسرے امام کی جانب گزارنے یعنی ایک امام کے بعد اس کے جانشین کے تعین و تقرر) سے متعلق شیعوں کے ہاں بہت سے کلام اور نہایت کثرت سے اختلافات ہیں۔ اور ہر تعدیہ و توقف (امام کے مر جانے کے بعد اس کا جانشین نہ مقرر کرنا اور یہ کہنا کہ وہ حال غیبت میں ہیں یعنی غائب ہو گئے ہیں اور جلد ہی رجعت فرمائیں گے یعنی واپس آ کر منصب امامت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنبھال لیں گے) کے وقت ان کے متعدد مقالات (عقائد وافکار) مذہب اور فضول باتیں ہیں۔
(شیعوں کے بنیادی) فرقے پانچ ہیں۔ا۔ کیسانیہ،۲۔ زیدیہ،۳۔ امامیہ،۴۔ غلاۃ،
۵۔ اسماعیلیہ۔ ان میں سے کچھ (فرقے) اصول میں اعتزال کی جانب، کچھ اہل سنت کی طرف، اور
کچھ تشبیہ کی جانب مائل ہیں۔

۱۔ الکیسانیة

یہ لوگ کیسانؔ کے متبع ہیں، جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔
بیان کیا گیا ہے کہ (کیسانؔ) محمد بن حنفیہ کا شاگرد تھا۔ (کیسانیہؔ) ان (محمد) کے بارے میں ان
کے مرتبہ سے بڑھ کر اعتقاد رکھتے ہیں، کہ وہ تمام علوم کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور انہوں نے علم
تاویل و باطن اور علم آفاق والنفس کے سارے اسرار سیدین (رسول اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ)
سے حاصل کئے ہیں۔

یہ لوگ اس بات پر باہم دگر متفق الخیال ہیں کہ: ''دین ایک آدمی کی اطاعت کا (نام)
ہے۔'' اس (عقیدہ نے) انہیں صلوۃ، صوم، زکوۃ وحج وغیرہ ارکان شرعیہ کی تاویل پر مجبور کیا کہ ان
سے اشخاص مراد ہیں۔ ان میں سے کچھ نے شخص (مخصوص) کی اطاعت کے حصول کے بعد شرعی
احکام وقضایا کو ترک کر دیا، بعض نے قیامت کے بارے میں ضعف اعتقاد کا اظہار کیا، بعض تناسخ
اور حلول اور مرنے کے بعد دوبارہ واپس آنے کے قائل ہو گئے۔ سو ان (کیسانیہ) میں سے کسی نے
ایک ہی (امام) پر اکتفاء کیا اور یہ عقیدہ قائم کیا کہ وہ نہیں مرے گا اور اسے اس وقت تک موت
نہیں آئے گی جب تک کہ وہ واپس نہ آئے۔ بعض نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ (امام حال) کے علاوہ
دوسرا شخص امام ہے، وہ اسی پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اس کے بارے میں حیران ہیں، اور کچھ ایسے
ہیں جو ایسے شخص کی امامت کے مدعی ہیں جو خاندان (امامت) سے تعلق ہی نہیں رکھتا۔
یہ سب کے سب حیرت زدہ اور منتشر لوگ ہیں۔ اور جس کا اعتقاد ہے کہ دین فرد واحد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اطاعت کا نام ہے۔ سو اگر اس کا کوئی آدمی نہ ہو تو اس کا کوئی دین ہی نہیں۔

اس حیرانی سے اور اضافہ کے بعد نقصان سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اے میرے رب ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

(کیسانیہ کے متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے):

(۱) المختاریہ :

(یہ لوگ) مختار بن ابی عبید ثقفی کے پیرو ہیں۔ وہ (پہلے) خارجی تھا، پھر زبیری (عبداللہ بن زبیر کا حامی) ہو گیا، بعد ازاں کیسائی شیعہ (آل علی کا حامی) ہو گیا۔ وہ امیر المومنین علیؑ کے بعد (ان کے بیٹے) محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (مختار) (حضرت) حسنؓ اور (حضرت) حسینؓ کے بعد (محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل تھا)۔ وہ لوگوں کو (محمد کی) امامت کی دعوت دیتا تھا اور یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان کے آدمیوں اور داعیوں میں سے ہے۔ وہ بعض باطل علوم کا جنہیں اس نے دھوکہ دہی کی غرض سے (محمد بن حنفیہ) کی جانب منسوب کیا تھا، دعوہ کرتا تھا۔

جب محمد بن حنفیہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے اپنی برائت (لاتعلقی) کا اظہار کیا اور اپنے اصحاب سے کہا: "مختار نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کو شبہ میں ڈال کر اپنا کام چلائے اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لے (مختار) کے کام بننے کی دو وجوہ تھیں، پہلی وجہ تو یہ تھی کہ اس نے اپنی (تحریک) کو علم اور دعوت کے لحاظ سے محمد بن حنفیہ کی جانب منسوب کیا۔ (اس کی کامیابی کی) دوسری وجہ یہ ہوئی کہ اس نے (حضرت) حسینؓ ابن علیؓ کے خون کا بدلہ لینے کا تہیہ کیا تھا اور شب و روز وہ ان ظالموں کے قتل میں مشغول رہا جنھوں نے اکٹھا ہو کر (حضرت) حسینؓ کو شہید کر دیا تھا۔

مختار کے مذہبی (عقائد میں) سے یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سے 'بداء' جائز ہے۔ بداء کے کئی معنی ہیں۔

(۱) البداء فی العلم (علم میں بداء) یہ ہے کہ (اللہ) اس کے برخلاف ظاہر کرے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نا اسے علم ہے۔ میں (شہرستانی) یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی صاحب عقل آدمی اس طرح کا اعتقاد رکھ سکتا ہے (اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ یہ جانتا ہے کہ مختار ناکام ہو جائے گا مگر وہ یہ ظاہر کرے کہ وہ کامیاب و کامران ہوگا)۔

(۲) البداء فی الارادۃ (ارادہ میں بداء)۔ اس کی (کیفیت) یہ ہے کہ اپنے ارادے اور حکم کے برخلاف کوئی صحیح و درست بات ظاہر ہو جائے۔

(۳) البداء فی الامر (امر و حکم میں بداء) اس کی (صورت) یہ ہے کہ (اللہ) کسی چیز کا حکم دے بعد ازاں اس کے برعکس کسی اور چیز کا حکم دے۔ جو گروہ مذہب میں احکام کے) ناسخ و منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہے اور اسے ناجائز سمجھتا ہے اس کا خیال یہ ہے کہ مختلف اوقات میں دیئے جانے والے مختلف احکام ایک دوسرے کو منسوخ کرنے والے ہیں۔

مختار نے بداء کے عقیدے کو اس لئے اختیار کیا کہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا تھا کہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کا اسے یا تو وحی کے ذریعہ سے جو اس پر نازل ہوتی ہے علم ہو جاتا ہے یا امام کے پیغام سے اسے ان کی خبر ہو جاتی ہے۔ سو وہ جب کسی چیز کے ہونے یا کسی واقعہ کے پیش آنے کا اپنے متبعین سے وعدہ کرتا اور واقعات سے اس کی بات (وعدہ) کی تصدیق ہو جاتی تو وہ اسے اپنے دعویٰ کی سچائی کی دلیل قرار دیتا، اور اگر (بعد میں پیش آنے والے واقعات اس کی پیشین گوئی اور وعدہ کے) مطابق نہ ہوتے تو وہ کہہ دیتا (اس میں) تمہارے رب سے بداء ہو گیا (یعنی اس نے اپنے سابق حکم کو جو میری پیشین گوئی کے مطابق تھا اور جس کی اس نے مجھے اطلاع دی تھی تبدیل کر دیا، سو وہ جھوٹا نہیں)۔

مختار ''نسخ'' (احکام سابقہ کے احکام حالیہ سے منسوخ کئے جانے) اور ''بداء'' میں کوئی فرق نہ کرتا تھا، اس کا قول ہے کہ اگر احکام میں ''نسخ'' جائز ہے تو اخبار میں ''بداء'' بھی جائز ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب محمد بن حنفیہ کو یہ اطلاع ملی کہ مختار نے لوگوں کو یہ فریب دیا ہے کہ وہ ان کے آدمیوں اور داعیوں میں سے ہے تو انہوں نے اس سے بری (برائت اور بیزاری) ظاہر کی اور مختار نے جو فاسد تاویلات اور باطل دروغ بافیاں کی تھیں ان سے انہوں نے اظہار برائت کیا۔

مختار کی شعبدہ بازیوں (فریب کاریوں) میں سے ایک یہ تھی کہ اس کے پاس ایک کرسی تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر اس نے دیباج کا غلاف چڑھا رکھا تھا اور طرح طرح کی آرائشوں سے اسے مزین کیا تھا اس کے متعلق وہ کہتا تھا: "یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ذخائر میں سے ہے اور یہ ہمارے پاس بنو اسرائیل کے تابوت کے بمنزلہ ہے (جس طرح بنی اسرائیل کے پاس تابوت سکینہ تھا اسی طرح یہ کرسی علی ہمارے پاس ہے)۔ جب وہ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا تو اس کرسی کو صف کے کھلے ہوئے وسیع میدان میں پہلی (صف کے آگے) رکھتا اور کہتا: "دشمن سے جنگ کرو، کامیابی اور فتح تمہارے لئے ہے۔ یہ کرسی تم میں اس نظام (برکات) کی حامل ہے جو بنی اسرائیل میں تابوت کو حاصل تھی۔ اس (کرسی) میں تمہارے لئے سکینت (اطمینان اور سکون) اور بقیت (یعنی آل علی کی بقیہ یادگاریں اور آثار ہیں) فرشتے تمہارے اوپر تمہاری مدد کے لئے نازل ہوں گے۔" (اسی طرح) سفید کبوتروں کی کہانی، جو فضا میں نمودار ہوئے اور جن کے متعلق وہ پہلے بتا چکا تھا کہ فرشتے سفید کبوتروں کی صورت میں اتریں گے مشہور ہے (اور اسے سب جانتے ہیں) اور اس کے وہ سجع (مسجع کلام) جن کو اس نے نہایت گھٹیا انداز میں تالیف کیا تھا، وہ بھی مشہور ہیں (اور لوگ انہیں بھی جانتے ہیں)۔

مختار نے (اپنی تحریک کو) محمد بن حنفیہ کی جانب اس لئے منسوب کیا کہ لوگوں کو ان سے بڑی عقیدت اور حسن ظن تھا اور ان کے دلوں میں ان کی محبت جاگزین تھی۔ محمد بن حنفیہ کثیر العلم، عظیم المعرفت اور بیدار ذہن کے مالک تھے۔ وہ انجام کار سے متعلق صحیح و درست طبیعت کے حامل تھے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ملاحم (آئندہ پیش آنے والے واقعات) کی خبر دی تھی اور انہیں معالم کے مدارج سے مطلع کیا تھا۔ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی اور شہرت پر گمنامی کو ترجیح دی تھی (محمد بن حنیفہ کی ہر دلعزیزی اور ان کے علم سے متعلق شہرستانی کا بیان محتاج ثبوت ہے) یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ امامت کے علم کے مستودع تھے (یعنی اصل امام کے ظہور سے قبل امانتاً امامت ان کو سپرد کی گئی تھی اور وہ خود مستقل امام نہ تھے) تا آنکہ وہ امامت کو اس کے اہل (مستقر یعنی اصل امام کے ظہور کے وقت اسے لوٹا دیں) چنانچہ انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پہلے (امامت) کو اس کے مستقر (اصل وارث) کو تفویض کر دیا۔

سید حمیری اور کثیر عزۃ (محمد بن حنفیہ کے) شیعوں میں سے تھے۔ کثیر نے ان کے متعلق کہا ہے کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا ان الائمة من قريشٍ ولاة الحق اربعة سواءُ

(آگاہ ہو جاؤ کہ قریش کے قبیلے سے امام جو حق کے والی اور برسر حق ہیں چار ہیں)

عليّ و الثلاثه من بنيه هم الاسباط ليس بهم خفاء

(یہ ہیں علی اور ان کے تین بیٹے، یہ تینوں ''اسباط'' ہیں اور ان میں کوئی ابہام و اشکال نہیں ہے)

فسبط سبط ايمان وبر وسبط غيبته كربلاءُ

(ایک سبط (یعنی حسن) ایمان و نیکوکاری کے سبط ہیں۔ اور ایک سبط (حسین) کو کربلا نے غائب کر دیا)

وسبط لا يذوق الموت حتىٰ يقود الخيل يقدمه اللواءُ

(اور ایک سبط (محمد بن حنفیہ) اس وقت تک موت کا مزہ نہ چکھیں گے جب تک کہ وہ سواروں کی قیادت نہ کریں جنکے آگے علم ہوگا)

لغيب لايرى فيهم زماناً برضوىٰ عنده عسل وماءُ

(وہ غائب ہو گئے ہیں لوگوں میں ایک مدت تک دکھائی نہ دیں گے۔ وہ مقام رضویٰ میں مقیم ہیں ان کے پاس شہد اور پانی ہے)

سیدؔ حمیری کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ (محمد بن حنفیہ) مرے نہیں ہیں اور جبل رضوی میں ایک شیر اور ایک چیتے کے درمیان جوان کی حفاظت کر رہے ہیں (مقیم) ہیں۔ ان کے پاس ہی دو شاداب چشمے ہیں جن میں پانی اور شہد جاری ہے۔ وہ غیبت کے بعد واپس آئیں گے اور روئے زمین کو عدل سے ایسے ہی بھر دیں گے جیسی کہ وہ (اس وقت) ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

(امام کی) غیبت اور اس کے بعد ان کی رجعت کا یہ پہلا (عقیدہ) ہے جسے شیعوں نے اختیار کیا۔ یہ (عقیدہ) ان کی بعض جماعتوں میں اتنا بڑھا کہ اسے انہوں نے اپنا دین بنا لیا اور تشیع کے ارکان میں سے اسے ایک رکن قرار دیا۔

محمدؔ بن حنفیہ کی وفات کے بعد کیسانیہؔ نے امامت کی ترتیب و تعیین میں اختلاف کیا اور ہر اختلاف ایک علیحدہ مذہب (فرقہ) قرار پایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) الهاشمیہ :

ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے پیروکار۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد ابن حنفیہ کی وفات ہوگئی اور امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم کی طرف منتقل ہوگئی۔ (ہاشمیہ) یہ بھی کہتے ہیں کہ: (محمد ابن حنفیہ نے ابو ہاشم کو) تمام علوم کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا اور اسے آفاق کو انفس پر منطبق کرنے (تطبیق دینے)، تنزیل (قرآن) کی تاویل (تشریح) پر قدرت پانے اور ظاہر کی باطن پر صورت گری کے مناہج و طرق سے مطلع کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ: ہر ظاہر کا ایک باطن ہے (شریعت کی ہر ظاہری اصطلاح اور قرآن کے ہر ظاہری معنی کی ایک باطنی توجیہ و تطبیق بھی ہے) ہر شخص کے لئے ایک روح اور ہر تنزیل (الفاظ قرآنی) کی ایک تاویل (عقلی توجیہ و تشریح) ہے، اس عالم (دنیا) کے ہر مثال کی اُس عالم (آخرت) میں ایک حقیقت ہے۔ اور یہ کہ آفاق (دنیا) میں حکمت (دانائی کی باتیں) و رموز بکھرے ہوئے ہیں۔ جو ایک انسانی جسم (شخص) میں جمع ہوجاتے ہیں اور یہی وہ علم ہے جسے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کے لئے مخصوص کردیا (یعنی یہ رموز و حکم حضرت علیؓ کی ذات میں جمع ہوئے اور انہوں نے انہیں اپنے بیٹے محمد کو بخش دیئے) (محمد نے) اس سربستہ راز سے اپنے بیٹے ابو ہاشم کو مطلع و آگاہ کردیا۔ جس کسی میں یہ علوم مجتمع ہوجائیں وہی سچا امام ہوتا ہے۔

ابو ہاشم کے بعد اس کے شیعوں کے پانچ فرقے (گروہ) ہوگئے۔ (وہ یہ ہیں) :-

(۱) ایک فرقہ نے یہ کہا کہ: ابو ہاشم شام سے لوٹتے وقت سرزمین شراۃ میں مرگیا۔ اس نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو (اپنی جانشینی کی) وصیت کی۔ سو (محمد بن علی) کی اولاد میں یہ وصیت جاری رہی تا آنکہ بنی عباس کو خلافت حاصل ہوگئی۔ (بنو عباس نے تب یہ) کہا انہیں ایصال نسب کے باعث خلافت کا حق حاصل ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ان کے چچا (آپ کی) وراثت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔

(۲) ایک دوسرے فرقہ نے یہ کہا کہ: ابو ہاشم کی موت کے بعد امامت اس کے بھتیجے حسن بن علی بن محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہوگئی۔

(۳) ایک اور فرقہ نے کہا: نہیں بلکہ ابو ہاشم نے اپنے بھائی علی بن محمد (کے حق میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامت کی) وصیت کی تھی اور علی نے اپنے بیٹے حسنؑ (کے حق میں) وصیت کی تھی۔ سو امامت ان لوگوں کے نزدیک ابن حنفیہ کی اولاد میں رہی اور ان کے سوا اوروں کی جانب منتقل نہ ہوئی۔

(۴) ایک اور فرقہ نے یہ کہا کہ: ابو ہاشم نے عبداللہ بن عمرو بن حرب کندی (کے حق میں امامت کی) وصیت کی، سو امامت ابو ہاشم سے عبداللہ کی طرف منتقل ہوگئی اور ابو ہاشم کی روح اس کی جانب لوٹ گئی۔ یہ شخص (عبداللہ بن عمرو بن حرب کندی) صاحب علم و دیانت نہ تھا، سو کچھ لوگوں کو اسکی خیانت اور جھوٹ کی اطلاع ہوگئی اس لئے ان لوگوں نے اس سے روگردانی کرلی اور عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی امامت کے قائل ہوگئے۔

عبداللہ کے مذہب میں سے ایک بات یہ ہے کہ: روحیں ایک شخص (جسم) سے دوسرے شخص (جسم) میں منتقل ہوتی رہتی ہیں اور عذاب وثواب انہیں اشخاص (اجسام) پر ہوتا ہے خواہ یہ اشخاص (اجسام) بنی آدم کے ہوں یا یہ اشخاص (اجسام) حیوانات کے ہوں (یعنی روح بطور تناسخ دوسرے انسانی یا حیوانی جسموں میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور انہی اجسام میں اسے عذاب و ثواب سے دوچار ہونا پڑتا ہے)۔ اسؔ نے یہ بھی کہا کہ: ''اللہ کی روح منتقل ہوکر اس تک پہنچی اور اس میں حلول کرگئی''۔ (اس بناء پر) اُس نے بیک وقت الٰہیۃ اور نبوت کے دعوی کئے اس نے یہ بھی دعوی کیا کہ اسے علم غیب حاصل ہے۔ پس اس کے بیوقوف حامیوں نے اس کی عبادت (شروع) کردی۔ انھوں نے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ دنیا میں تناسخ ہوتا ہے اور ثواب و عذاب انہیں اشخاص (اجسام) پر ہوتا ہے، قیامت کا انکار کیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی:

''لیس علی الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و اٰمنوا و عملوا الصالحات (سورۃ مائدہ آیت ۹۲) (یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے تو وہ جو کچھ (ممانعت سے پہلے) کھا پی چکے ہیں اس میں ان پر کسی طرح کا گناہ نہیں ہے جبکہ انہوں نے حرام چیزوں سے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے)۔'' یہ تاویل کی کہ جو واصل بالامام ہوگیا اور اس کی معرفت حاصل کرلی تو اس پر سے ان تمام چیزوں کی جسے وہ کھاتا ہے پابندی اٹھالی جاتی ہے اور ایسا شخص کمال وانتہا کو پہونچ جاتا ہے۔

اس (گروہ) سے عراقؔ میں خرمیہؔ اور مزدکیہؔ کے گروہ پیدا ہوئے۔ یہ عبداللہ خراسانؔ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے ساتھی متعدد گروہوں میں بٹ گئے، ان میں سے کچھ نے یہ کہا کہ وہ زندہ ہے مرا نہیں ہے وہ پھر واپس آئے گا۔ مگر ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ وہ مر گیا ہے اور اس کی روح اسحاق بن زید بن حارث انصاری میں منتقل ہو گئی۔ یہ لوگ الحارثیہ (کہلاتے) ہیں۔ ان کے (نزدیک) محرمات مباح و حلال ہیں اور یہ ایسے شخص کی طرح زندگی گزارتے ہیں جس پر کوئی شرعی تکلیف (پابندی) نہ ہو۔ (یعنی الحارثیہ ان تمام چیزوں کو، جو اخلاق و مذہب کی رو سے حرام ہیں، حلال سمجھتے ہیں، وہ نہ کسی حکم کی پابندی کرتے ہیں اور نہ کسی ضابطہ اخلاق کو مانتے ہیں)۔

عبداللہ بن معاویہ اور محمد بن علی کے حامیوں میں امامت کے سلسلے میں شدید اختلافات ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہے کہ ابو ہاشم نے اس کے (حق میں) امامت کی وصیت کی ہے۔ حالانکہ (امامت کی) یہ وصیت کسی قابل اعتماد قاعدہ و اصول سے ثابت نہیں ہوتی۔

(ج) البیانیۃ:

بیان بن سمعان تمیمی کے متبعین۔ ان لوگوں نے کہا کہ امامت ابو ہاشم سے (بیان بن سمعان تمیمی) کی جانب منتقل ہو گئی۔ یہ شخص غلاۃ (غالی شیعوں کے گروہ) سے تعلق رکھتا تھا، جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی الٰہیت (خدا ہونے) کے قائل ہیں۔ اس کا قول ہے کہ: علی میں جزء الٰہی حلول کر گیا اور اُن کے جسم سے متحد ہو گیا۔ اس سے انہیں غیب کا علم حاصل ہوا اور انہوں نے ملاحم (آئندہ ہونے والے واقعات و اخبار) کی خبر دی جو درست و صحیح ثابت ہوئی۔ اس (جزء الٰہی) سے وہ کفار سے جنگ کرتے تھے اور انہیں نصرت و کامرانی ملتی تھی۔ اسی سے انہوں نے خیبر (کے قلعہ کے) دروازے کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ اور اس کے متعلق (حضرت علی) نے کہا تھا کہ "بخدا میں نے خیبر کے دروازے کو جسمانی قوت سے اور غذائی کدوکاوش سے نہیں اکھاڑا ہے، بلکہ میں نے اس کو رحمانی و ملکوتی قوت سے جو اپنے رب کے نور سے منور تھی، اکھاڑ دیا تھا۔" اس لئے (حضرت علی) میں قوت ملکوتی یوں تھی جیسے کہ چراغ (مصباح) فانوس (مشکوۃ) میں ہوتا ہے۔ اور نور الٰہی اس نور کی طرح ہے جو مصباح (چراغ) میں ہوتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ: "(حضرت) علی کبھی کبھی بعض زمانوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہ: "ھل ینظرون الا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان یا تیهم الله فی ظللٍ من الغمام (بقرہ ۔ ۲۱۰) کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چھتر لگائے ان کے سامنے آئے؟)'' اس سے مراد (حضرت) علیؓ ہیں ۔ وہی (بادلوں کے) سایوں میں آتے ہیں، رعد (بجلی کا کڑکا) ان کی آواز ہے اور برق (بجلی) ان کی مسکراہٹ ہے۔

بعدازاں بیانؔ (بن سمعان تمیمی) نے یہ دعویٰ کیا کہ ایک طرح کے تناسخ کے ذریعہ خود اس میں ''جزءِ الٰہی'' منتقل ہو گیا ہے، اس لئے وہ امام وخلیفہ ہونے کا مستحق ہے۔ یہ ''جزءِ الٰہی'' وہی ہے جس کے باعث (حضرت) آدم علیہ السلام فرشتوں کے سجدے کے مستحق ٹھہرے تھے۔

اس نے یہ بھی کہا کہ اس کا معبود عضو عضو انسان کی صورت اور جزء جزء انسان کی شکل پر ہے۔ اور اس کا ہر عضو ہلاک ہو جائے گا صرف اس کا ''چہرہ'' باقی رہ جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کل شیءٍ هالك الا وجهه (قصص ۸۸) ہر چیز ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے چہرے (ذات) کے۔

اس نے محمدؔ بن علی بن حسین (الملقب بہ) باقر رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اپنی (امامت کی بیعت کرنے کی) دعوت دی۔ اس نے اپنے خط میں لکھا: '' تم اسلام قبول کرلو، محفوظ ہو جاؤ گے، اور جو (عذاب الٰہی سے) محفوظ رہا وہ ترقی کرے گا، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ کہاں اپنی نبوت رکھتا ہے (کسے نبوت عطا فرماتا ہے)۔'' (جناب) باقرؔ نے اس قاصد کو جو یہ خط لایا تھا، حکم دیا کہ اس کاغذ کو کھالے، سو اس نے اسے کھالیا، جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ اس قاصد کا نام محمدؔ بن ابی عفیف تھا۔

بیانؔ بن سمعان کے گرد ایک گروہ اکٹھا ہو گیا تھا جو اس کا اور اس کے مذہب کا مطیع تھا۔ اس (بدعقیدگی کی پاداش میں) اس کو (عراق کے اموی گورنر) خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کرا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اور کوفہ کے رہنے والے معروف بن سعید کو ایک ساتھ آگ میں جلا دیا گیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د) الرزامیہ :

رزام ابن رزم کے ماننے والے۔ انہوں نے امامت کے (سلسلہ کو) (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے ان کے بیٹے محمدؔ اور پھر ان کے بیٹے (ابوؔ) ہاشم میں جاری کیا۔ بعد ازاں اس نے علی بن عبداللہ بن عباس تک وصیت کی بناء پر (سلسلۂ امامت کو چلایا) پھر محمدؔ بن علی امام ہوا۔ محمدؔ نے اپنے بیٹے ابراہیمؔ الامام کی (امامت کی) وصیت کی۔ یہ (ابراہیمؔ) ابومسلمؔ (خراسانی) کا قائد تھا جس کی اس نے دعوت دی اور جس کی امامت کا وہ قائل تھا۔

یہ لوگ ابومسلمؔ کے زمانے میں خراسان میں ظاہر ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ کہا گیا کہ ابو مسلم بھی اس مذہب سے تعلق رکھتا تھا، کیونکہ ان لوگوں نے امامت (کے سلسلہ) کو اس کی طرف بھی جاری کیا ہے (یعنی اسے بھی امام مانتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ: اسکا بھی امامت میں ایک حصہ ہے۔ انہوں نے (ابومسلم) میں اللہ کی روح کے حلول کر جانے کا بھی دعوی کیا ہے۔ اسی لئے انہوں نے بنو امیہ کے خلاف اس کی حمایت کی جس نے انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور سب کو قتل کرا دیا۔ یہ لوگ تناسخ ارواح کے بھی قائل ہیں۔

مقنعؔ، نے ان خرافات وسیہ کاریوں کی وجہ سے جنھیں اس نے ایجاد کیا تھا، اپنی خدائی کا دعویٰ کیا تھا، وہ ابتداء میں (کیسانیہ کے) مذہب کا ماننے والا تھا۔ ماوراء النہر کے مبیضہؔ (سفید جامرگاں/ مجوسی) اس کے متبعین تھے۔ یہ سب خرمیہؔ کی ایک قسم ہیں، یہ فرائض کو ترک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دین صرف نام ہے امام کی معرفت کا۔ ان میں سے کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں دین دو امور (باتوں) کا نام ہے۔ (ایک) امام کی معرفت اور (دوسرے) امانت کی ادائیگی، جسے یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں وہ کمال تک پہونچ جاتا ہے اور اس سے تکلیف (احکام شرع کی پابندی) اٹھالی جاتی ہے۔

انہیں (کیسانیہ) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو ابو ہاشم بن محمد بن حنفیہ سے محمدؔ بن علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف کسی اور طریقہ پر نہیں بلکہ وصیت کی بناء پر امامت کو منتقل کرتے ہیں۔

ابومسلم صاحب دعوت (عباسیہ) ابتداء میں کیسانیہؔ کے مذہب پر تھا۔ اس نے ان کے داعیوں سے وہ علوم جو اس (دعوت) کیساتھ مخصوص ہیں، حاصل کئے۔ اسے ان لوگوں سے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ ہوا کہ یہ علوم ان میں مستودع ہیں، سو وہ ان (علوم) کے مستقر کو تلاش کرتا رہا تھا۔ (اس طلب وجستجو میں) اس نے الصادق جعفر بن محمدؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ: ''میں نے کلمہ کو ظاہر کیا ہے (یعنی آل محمد کی امامت کا اعلان کیا ہے) اور لوگوں کو بنی امیہ کی (حمایت و دوستی) سے ہٹا کر اہل بیعت کی (حمایت و دوستی) کی دعوت دی ہے۔ سو اگر آپ کو (امامت میں) رغبت و دلچسپی ہے تو آپ کو مزید کچھ کرنا نہیں ہے، میں تمام باتیں درست کرلوں گا۔'' اس کے جواب میں صادقؒ نے اسے لکھا: ''تم میرے آدمی نہیں ہو اور نہ یہ زمانہ میرا زمانہ ہے۔'' (یعنی ہم تمہیں نہیں جانتے اور حالات ہمارے موافق نہیں ہیں اس لئے تمہاری دعوت قبول نہیں کرسکتا)۔ (اس جواب کے بعد) ابومسلم، ابوالعباسؒ عبداللہ بن محمد السفاح کی طرف مائل ہوا اور خلافت کے امور اس کے سپرد کر دیئے۔

''۲۔ الزیدیہ''

زیدیہ پیرو ہیں، زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔ انھوں نے سلسلہ امامت کو (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں جاری کیا اور ان کے علاوہ کسی اور خاندان میں امامت کو جائز نہیں قرار دیا۔ مگر انہوں نے اس بات کو جائز ٹھہرایا ہے کہ ہر فاطمی جو عالم، شجاع اور سخی ہو اگر امامت کے ساتھ خروج کرے تو وہ امام واجب الاطاعت ہے۔ خواہ یہ شخص (حضرت) حسنؓ یا (حضرت) حسینؓ رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہو۔ اسی بناء پر ان میں سے ایک جماعت نے عبداللہ بن حسن بن حسن (بن علیؓ بن ابی طالب) کے دو بیٹوں محمد (النفس الزکیہ) اور ابراہیم (النفس الرضیہ) کی امامت کو جنہوں نے (عباسی خلیفہ) المنصور کے زمانے میں خروج کیا تھا اور اس میں مارے گئے تھے، جائز قرار دیا۔ ان کے نزدیک (ایک ہی وقت میں) دو علاقوں میں ایسے دو اماموں کا جو امامت کی شرائط پوری کرتے ہوں، خروج جائز ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک (امام) واجب الاطاعت ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

زید بن علی (بن حسین بن علی بن ابی طالب) کا مذہب یہی (زیدیہ) ہے سو انہوں نے چاہا کہ 'اصول' و 'فروع' کی تحصیل کر کے اسکی مذہبی بنیادیں فراہم کر دیں۔ اس مقصد سے انہوں نے اصول کی تعلیم معتزلہ کے سرگروہ واصل بن عطاء الغزال الالشغ (توتلے، ہکلے) سے حاصل کی۔ حالانکہ واصل ان کے جد امجد (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ ان جنگوں میں جو ان کے اور اصحاب جمل و اہل شام کے مابین ہوئیں یقینی طور پر برسرحق نہ تھے اور ان جنگوں میں فریقین میں سے ایک فریق غلطی پر تھا مگر کون فریق غلطی پر تھا اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ زید نے (واصل) سے اعتزال کی تحصیل کی اور ان کے تمام اصحاب (متبعین) معتزلی ہو گئے۔

زید کے مذہب کی ایک اصل یہ ہے کہ 'افضل' کی موجودگی میں 'مفضول' کی امامت جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ: (حضرت) علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل تھے، مگر عوام الناس کے دلوں کو موہنے اور آتش فتنہ کو فرد کرنے کے دینی اصول اور مصلحت (وقت) کو ملحوظ رکھتے ہوئے خلافت (حضرت) ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دی گئی۔ کیونکہ عہد نبوی میں لڑی گئی جنگوں کا زمانہ قریب تھا اور امیر المومنین کی تلوار مشرکین قریش وغیرہ کے خون سے ابھی خشک نہیں ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں میں طلب انتقام کے کینے اور عداوتیں ابھی موجود تھیں (اس صورت میں) لوگوں کے دل (حضرت علی کی) جانب پوری طرح مائل نہیں ہو سکتے تھے۔ اور ان کی گردنیں مکمل طور پر ان کے آگے جھک نہ سکتی تھیں۔ اس لئے مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ (خلافت) پر ایسا شخص فائز ہو جس کی نرمی، دل جوئی، سن رسیدگی، سبقت الی الاسلام اور رسول اللہ ﷺ سے قرب کو لوگ جانتے ہوں اور اس سے سب اچھی طرح واقف ہوں۔ کیا یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جب (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے) اپنے مرض الموت میں (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو امر خلافت تفویض کر دینا چاہا تو لوگ چیخ پڑے اور بولے: "آپ نے ہم پر ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو مزاج کے اکھڑ اور سخت ہیں"۔ (صحابہ) امیر المومنین عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی شدت، سختی اور دین میں ان کے تشدد اور دشمنوں پر سخت گیری کے سبب (ان کی خلافت پر) راضی نہ تھے یہاں تک کہ (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) نے انہیں یہ کہہ کر مطمئن کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ: "اگر مجھ سے (اس بارے میں) میرا رب پوچھے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ میں نے (مسلمانوں) پر ان کے لئے جو شخص سب سے اچھا اور موزوں تھا اسے امیر و والی بنایا ہے۔"

اسی طرح یہ بات بھی جائز ہے کہ: مفضول امام ہو اور افضل موجود ہو اور (مفضول) احکام کے بارے میں اس سے رجوع کرے اور مقدمات و قضایا میں اسی کے فیصلے کے مطابق حکم صادر کرے۔

جب کوفہ کے شیعوں نے (زید کی) یہ بات سنی اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ (حضرات) شیخین سے تبری (اظہار لاتعلقی) نہیں کریں گے تو ان کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ ان پر وہ وقت آ گیا جو ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا (یعنی وہ شہید کر دیئے گئے) اسی لئے (زید کو چھوڑنے والوں کو) رافضہ کا نام دیا گیا۔

(زید) اور ان کے (بڑے) بھائی (حضرت) محمد الباقر بن علی کے مابین کئی مناظرے ہوئے (بحث ہوئی) مگر اس لئے نہیں کہ (وہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے قائل تھے اور حضرات شیخین سے اظہار برائت نہیں کرتے تھے) بلکہ اس بناء پر (یہ بحثیں ہوئیں) کہ انہوں نے واصل کی شاگردی اختیار کر لی تھی اور وہ ایسے شخص سے علم حاصل کر رہے تھے جو ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جنگ کرنے میں ان کے جد امجد (حضرت علی) کو برسر خطاء سمجھتا تھا اور یہ کہ قدر کے مسئلہ میں وہ اہل بیت کے مسلک کے خلاف باتیں کرتے تھے اور یہ کہ وہ کسی امام کے امام ہونے کے لئے خروج (حکومت وقت کے خلاف اعلان بغاوت) کی شرط عائد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن (امام محمد الباقر نے زید سے) کہا: "کہ تمہارے مذہب کے مطابق تو تمہارے والد (امام علی السجاد) بھی امام نہیں تھے کیونکہ انہوں نے کبھی خروج نہیں کیا اور نہ خروج کی کوشش ہی کی"۔

جب زید بن علی شہید کر دیئے گئے اور انہیں سولی دے دی گئی تو ان کا بیٹا یحیی امام ہوا وہ خراسان چلا گیا۔ وہاں ایک بھاری جمعیت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اس کے پاس وہاں (امام) جعفر الصادق بن محمد کی طرف سے یہ پیشین گوئی پہونچی کہ وہ اپنے باپ کی طرح مقتول اور مصلوب ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یحییٰ بن زید) کے بعد (فرقہ زیدیہ کی سربراہی) محمدؐ (النفس الزکیہ) اور ابراہیم (النفس الرضیہ) کو تفویض ہوئی۔ ان دونوں (بھائیوں) نے مدینہ میں خروج کیا (محمد مدینہ میں مارے گئے) اور ابراہیم بصرہ گئے۔ ان دونوں کے گرد بھی لوگ جمع ہوئے (مگر عباسی افواج سے جنگ میں) یہ بھی قتل ہوئے۔ الصادقؒ (امام جعفر) نے انہیں ان تمام (واقعات) کی خبر دے دی تھی جو ان کے ساتھ پیش آئے اور انہیں بتا دیا تھا کہ انہیں ان کے آباء (رضی اللہ عنہم) نے ان ساری (باتوں کی) اطلاع دے دی ہے۔ اور یہ کہ بنو امیہ لوگوں پر ظلم کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر پہاڑ بھی ان سے سرکشی کریں گے تو وہ ان پر بھی غالب ہو جائیں گے۔ وہ اہل بیت سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ کسی اہل بیت کا (ان کے خلاف) خروج اس وقت تک مناسب اور جائز نہیں ہے جب تک کہ اللہ ان کی بادشاہت کے زوال کا حکم نہ دے۔ (اس گفتگو کے دوران میں امام جعفر صادق) محمدؐ بن علی بن عبداللہ بن عباس کے دو بیٹوں ابو العباسؒ اور ابو جعفر کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اس طرح انہوں نے (ابو جعفر) منصور کی طرف اشارہ کر کے کہا: "(خلافت کے) معاملہ میں ہم اس وقت تک ملوث نہ ہوں گے جب تک کہ یہ اور اس کی اولاد اس پر قبضہ کر کے خلافت سے بہرہ اندوز نہ ہولے (شہرستانی کی روایت بے ثبوت ہے)۔

زیدؒ بن علی کوفہ کے مقام کناسہ میں مارے گئے۔ انہیں ہشام بن عبدالملک نے قتل کرایا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان کے (مقام) جوزجانؒ میں وہاں کے گورنر نے قتل کروایا۔ محمدؐ الامام (النفس الزکیہ) مدینہ میں مقتول ہوئے انہیں عیسیٰ بن ماہان نے قتل کیا۔ (درست نام عیسیٰ بن موسیٰ عباسی ہے) ابراہیم الامام بصرہ میں مارے گئے۔ ان دونوں کو المنصور (کے حکم سے) قتل کیا گیا۔

خراسان میں ان کے رئیس ناصرؒ اطروش کے ظہور وغلبہ تک (فرقہ) زیدیہؒ کے حالات میں کوئی درستگی ونظم پیدا نہ ہوسکا۔ وہاں (عباسی والیوں نے) اس کی تلاش شروع کی تا کہ اسے قتل کر دیں، سو وہ روپوش ہوگیا اور وہاں سے ہٹ کر دیلم اور جیل کے علاقے میں چلا گیا۔ یہ لوگ اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (ناصر اطروش نے) انہیں زید بن علی کے مذہب کے مطابق اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسے قبول کیا اور اس مذہب پر ان کی نشو نما ہوئی، سو ان مقامات میں اب تک (شہرستانی کے زمانے ۵۲۱ھ تک) زیدیہؒ غالب اکثریت میں ہیں اور ان کو غلبہ حاصل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بعدازاں) یکے بعد دیگرے (زیدی) امام (دیار دیلم میں) خروج کرتے اور ان لوگوں کے والی حاکم ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے چچا زاد موسوی (امام موسیٰ الکاظم کے خاندان سے تعلق رکھنے والے) ائمہ سے مسائل اصول میں اختلاف کیا۔ بعد میں زیدیہ کی اکثریت مفضول کی امامت کے عقیدے سے پھر گئی اور اسی طرح صحابہ کو مطعون کرنا شروع کیا جیسا کہ امامیہ کرتے ہیں اور وہ امامیہ کی طرح صحابہ کی برائیاں کرنے میں لگ گئے۔

زیدیہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جارودیہ ۲۔ سلیمانیہ ۳۔ بتریہ۔ ان میں سے صالحیہ اور بتریہ ایک ہی مذہب پر ہیں (ہم مذہب ہیں):-

۱۔ الجارودیۃ :

(یہ لوگ) ابوالجارود زیاد بن ابی زیاد کے متبعین ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ نبی (کریم) ﷺ نے (حضرت) علیؓ (کی خلافت پر) نام کے بجائے وصف سے نص کی ہے۔ اور وہی (نبی کے) بعد امام ہیں۔ (صحابہ نے) وصف کو نہ پہچان کر کوتاہی کی اور جس شخص کا وصف بیان کیا گیا تھا (موصوف: علی) اس سے واقف نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے اختیار و انتخاب سے (حضرت) ابوبکر (صدیق) کو امام مقرر کر کے کفر کا ارتکاب کیا (نعوذ باللہ)۔ ابو جارود نے اس قول میں اپنے امام زید بن علی کی مخالفت کی کیونکہ ان کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔

جارودیہ نے توقیف (کسی امام پر اس کی موت کے بعد توقف کرنا) اور سوق (امامت کے سلسلہ) میں آپس میں اختلاف کیا ہے، سو ان میں سے کچھ نے (سلسلہ امامت کو) (حضرت) علی سے، (حضرت) حسن پھر (حضرت) حسین کی طرف جاری کیا۔ بعد ازاں علی بن حسین زین العابدین، ان کے بعد ان کے فرزند زید بن علی، پھر امام محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب کی امامت کے قائل ہوئے۔ (حضرت امام) ابوحنیفہؒ نے (محمد بن عبداللہ النفس الزکیہ) کی بیعت کر لی تھی اور وہ ان کے حامیوں میں تھے۔ المنصور تک یہ بات پہونچی چنانچہ اس نے انہیں قید کر دیا اور انہوں نے قید ہی کی حالت میں وفات پائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب المنصور کے زمانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں (امام ابو حنیفہ ؒ نے) امام محمد بن عبداللہ کی بیعت کی اور محمد مدینہ میں قتل ہو گئے تب بھی امام ابو حنیفہ ان کی بیعت پر قائم، اور اہل بیت کی موالاۃ و دوستی کے قائل رہے، یہ بات المنصور تک پہنچائی گئی، سو ان پر جو گزرنی تھی وہ گزری اور ان کا جو انجام ہونا تھا وہ ہوا۔

جو لوگ امام محمد بن عبداللہ کی امامت کے معتقد ہیں، انہوں نے بھی اختلاف کیا اور وہ بھی اختلاف میں پڑ گئے۔ اُن میں سے ایک فرقہ نے یہ کہا کہ وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ اب بھی زندہ ہیں، جلد ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل سے معمور کر دیں گے۔ انہیں میں سے ایک (دوسرے) گروہ نے ان کی موت کا اقرار کیا اور امامت (کے سلسلہ) کو امیر طالقان محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی کی جانب منتقل کیا۔ یہ (عباسی خلیفہ) المعتصم کے زمانے میں گرفتار کر کے اس کے (دربار میں) لایا گیا۔ معتصم نے اسے اپنے گھر (محل) میں قید کر دیا اور اسی قید میں اس نے انتقال کیا۔ ان میں سے ایک اور گروہ نے صاحب کوفہ (کوفہ میں خروج کرنے والا) یحییٰ بن عمر کی امامت کی بات کی۔ اس نے خروج کر کے اپنی (امامت کی) دعوت دی اور لوگوں کی ایک بھاری جمعیت اپنے گرد اکٹھا کر لی۔ یہ (عباسی خلیفہ) المستعین کے زمانے میں مارا گیا۔ اس کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس لایا گیا (یہ محمد بن عبداللہ بن طاہر عباسیوں کی جانب سے ممالک شرقی کا والی تھا)۔ (یحییٰ بن عمر) کے (قتل کیے جانے کے) بارے میں کسی علوی نے یہ شعر کہے:-

"تم نے اسے قتل کیا جو سواریوں پر چڑھنے والوں میں سب سے زیادہ باعزت تھا۔
اور میں تمہارے پاس گفتگو میں نرمی کا مطالبہ کرتا ہوا آیا (لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا)
اب یہ بات میرے لئے ناگواری کی ہے کہ میں تم سے اس صورت کے علاوہ ملوں
یوں کہ ہمارے درمیاں تلوار کی دھار ہو۔

(یعنی تم نے بڑے ہی روادار شخص کو قتل کر دیا، ہماری درخواست پر بھی تم نے اس کے ساتھ نرمی کا سلوک نہ کیا، اس لئے اب ہمارے درمیاں تلوار کے علاوہ کوئی اور چیز فیصلہ کرنے والی نہیں ہے)۔ یہ یحییٰ بن عمر، یحییٰ بن حسین بن زید بن علی کا بیٹا تھا۔

رہا ابو الجارود تو اسے 'سرحوب' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے یہ نام ابو جعفر محمد بن علی (الملقب بہ) باقر نے دیا ہے۔ اور 'سرحوب' (نام ہے) اس اندھے شیطان کا جو سمندر میں رہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(سرحوب کی) یہ تفسیر (وتشریح)(امام) الباقر نے بتائی ہے (ابوالجارود بھی نابینا تھا)۔

ابو الجارودؔ کے ساتھیوں (پیروؤں) میں فضیل الرسان اور ابو خالدؔ الواسطی (بھی) ہیں۔ ان میں احکام و سیر (سیرت کی جمع = آئین صلح و جنگ اور تعلقات بین الاقوام) کے مسائل میں اختلاف رائے ہے۔ سو (الجارودیہ) میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ (حضرات) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا علم نبی (کریم) ﷺ کے علم جیسا ہے۔ انہیں سیکھنے سے پہلے ہی از روئے فطرت وضرورت علم حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض دوسرے (الجارودیہ) کا یہ خیال ہے کہ (اولاد حسنین) اور دوسروں میں علم مشترک ہے اور ان سے اور ان کے علاوہ دوسرے عوام الناس سے (علم) حاصل کرنا جائز ہے۔

ب۔ السلیمانیۃ:

سلیمان بن جریر کے اصحاب۔ یہ کہتا تھا کہ امامت خلق خدا کے درمیان شوریٰ (شورۂ باہمی) سے (منعقد) ہوتی ہے۔ اور اگر دو نیکو کار (خیار) مسلمان بھی اسے برپا کریں تو اس کا (یہ انعقاد) صحیح اور درست ہوگا۔ افضل کی موجوگی میں مفضول کی (امامت) بھی درست ہے۔ اس نے (حضرات) ابو بکر (صدیق) اور عمر (فاروق) کی امامت کو حق (صحیح) ثابت کیا کیونکہ امت نے اپنے حق اجتہاد کی بناء پر اس کا اختیار و انتخاب کیا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ بھی کہتا تھا: ''امت (مسلمہ) نے ان دونوں (حضرات ابو بکر صدیق و عمر فاروق) کی (حضرت) علی کی موجودگی میں بیعت کر کے غلطی کی، مگر یہ (غلطی) فسق کے درجے تک نہیں پہونچی بلکہ یہ اجتہادی غلطی ہے۔ لیکن (سلیمان نے) (حضرت) عثمان ؓ کو ان امور کے باعث جو ان سے (ان کے عہد خلافت میں) سرزد ہوئے مطعون کیا اور ان کی تکفیر کی۔ اس نے (حضرت) عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ عنہا اور (حضرات) زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کو (حضرت) علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے کی وجہ سے کافر قرار دیا۔ (نعوذ باللہ)

اس نے روافض پر بھی اعتراض (طعن) کیا اور کہا کہ رافضیوں کے اماموں نے اپنے شیعوں (حامیوں) کے لئے دو باتیں (مقالے) گھڑے ہیں جس سے ان پر کوئی بھی غالب نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ سکتا:-

اول بداء کا عقیدہ ۔ جب انہوں نے یہ بات کہی کہ جلد ہی انہیں قوت، شوکت اور غلبہ حاصل ہو جائے گا، پھر ان کے اس بیان کے مطابق بات نہ ہوئی تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ: ''اس میں اللہ نے بداء کر دیا (بدا الله تعالیٰ فی ذلك) (یعنی اللہ نے اپنے سابق حکم کو بدل دیا)۔

دوم تقیہ ۔ ان (ائمہ) کا جو جی چاہا وہ بولتے رہے اور جب ان سے یہ کہا گیا کہ حق تو یہ نہیں ہے اور اس کا باطل ہونا (بطلان) ظاہر و آشکارا ہو گیا ہے تو انہوں نے (یہ جواب دیا کہ): ''ہم نے تو یہ بات تقیہ سے کہی تھی، اور یہ کام تقیہ سے کیا تھا''۔

افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے (جواز) کے عقیدے میں معتزلہ کی ایک جماعت (سلیمان) کی ہم خیال ہے ان (معتزلی علماء) میں جعفر بن مبشر، جعفر بن حرب، اور کثیر الفوی جو اصحاب حدیث میں (محسوب ہوتا) ہے، شامل ہیں۔ ان سب نے کہا کہ: امامت دین کے مصالح سے تعلق رکھتی ہے، اللہ کی معرفت و توحید کے لئے اس کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ (یہ معرفت تو) عقل سے حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ (امامت کی) ضرورت حدود (شرعی سزاؤں)، فیصلہ چاہنے والے فریقوں میں تصفیہ، یتیموں اور بیواؤں کی تولید و سرپرستی، دین کی حفاظت، کلمۃ اللہ کی سربلندی اور دین کے دشمنوں سے قتال برپا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہو (جو نظم و نسق کو چلائے) اور عوام الناس میں امور (مملکت) مساوی اور یکساں نہ رہیں کہ ہر شخص اپنی رائے سے جو چاہے کرے اور اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ (ان وجوہ سے امامت) میں اس بات کی شرط نہیں ہے کہ امام امت میں علم کے لحاظ سے سب سے افضل ہو، زمانہ کے لحاظ سے سب سے اول (اقدم) ہو، اور رائے اور عقل میں سب سے زیادہ صائب ہو۔ کیونکہ فاضل اور افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت سے بھی یہ ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔

اہل السنّت کی ایک جماعت بھی اس (عقیدہ) کی طرف مائل ہو گئی (سلیمان نے) اس امر کو بھی جائز اور درست ٹھہرایا کہ امام مجتہد نہ ہو، اجتہاد کے تمام مقامات و مواقع سے باخبر نہ ہو، لیکن اس پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ اہل الاجتہاد میں سے ایسا شخص ہو جس کی جانب احکام (کے فیصلے) میں رجوع کیا جا سکے، اور اس سے حلال و حرام میں فتویٰ حاصل کیا جا سکے۔ (امام)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے مختصر طور پر یہ ضروری ہے کہ وہ پختہ رائے اور معاملات میں بصیرت رکھنے والا ہو۔

ج ۔ الصالحیہ و البتریۃ :

صالحیہ حسن بن صالح بن حی کے متبعین ہیں اور بتریہ، کثیر النوی الابتر کے پیرو ہیں۔ ان دونوں کا مذہب ایک ہے۔امامت کے متعلق یہ لوگ سلیمانیہ کے ہم خیال ہیں۔مگر انہوں نے (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے معاملے میں توقف اختیار کیا کہ آیا وہ مومن ہیں یا کافر؟اور کہا کہ ہم نے ان کے حق میں (رسول اللہ ﷺ کی) احادیث سنیں اور یہ کہ وہ عشرہ مبشرہ میں ہیں (وہ ان دس صحابہ میں ہیں جن کے جنتی ہونے کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے) تو ہم نے کہا کہ ان کے اسلام اور ایمان کی صحت اور ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ کرنا ہم پر واجب ہے۔مگر جب ہم نے ان واقعات پر غور کیا جو بنو امیہ و بنو مروان کی تربیت میں ان کے حد سے بڑھے ہوئے انہماک واشتیاق کے باعث ظہور پزیر ہوئے اور انہوں نے ایسی باتیں کیں جو صحابہ (کرام) کی سیرت کے مطابق نہ تھیں، تو ہم نے کہا کہ ان کی تکفیر (کافر ٹھہرانا) ہمارے لئے ضروری ہے۔ (ان دو متضاد باتوں کی وجہ سے) ہم (عثمان) کے متعلق حیرت میں رہ گئے اور ہم نے ان کے سلسلہ میں توقف کیا (کہ نہ تو کافر کہا اور نہ مومن) اور انہیں اللہ کے سپرد کر دیا جو سب سے بڑا حاکم ہے۔''

''رہے (حضرت) علی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور امامت کے سب سے بڑھ کر حق دار ہیں، لیکن انہوں نے اپنی مرضی سے (حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کے حق میں امر (خلافت) کو چھوڑ دیا اور خوشی سے امر (خلافت) ان کے سپرد کر دیا، سو جس بات سے وہ راضی ہوئے ہم بھی راضی ہیں، جس کے آگے وہ جھک گئے، ہم بھی اس کے مطیع ہو گئے، ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی اور بات جائز نہیں ہے۔ اور جو (حضرت) علی اس پر راضی نہ ہوتے تو (حضرت) ابوبکر (صدیق) ہلاک ہو جاتے''۔ان لوگوں کے نزدیک مفضول کی امامت اور فاضل و افضل کو موخر کر دینا اس وقت جائز ہے جبکہ فاضل اس (تاخیر) پر راضی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں نے کہا: (حضرات) حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے جس نے (حکومت وقت کے خلاف) تلوار بلند کی (خروج کیا) اور وہ عالم وشجاع (بھی) ہو تو وہ امام ہے۔ ان میں سے بعض نے حسن صورت کی بھی شرط لگائی ہے (یعنی اس شخص کا خوبصورت بھی ہونا چاہئے)۔ امامت کے دو اسے دعوے داروں کے متعلق جن میں یہ شرائط پائی جائیں اور دونوں ہی (حکومت کے خلاف) تلوار بلند کریں، (الصالحیہ والبتر یہ کے لئے) خبط عظیم ہے اور وہ عجیب و غریب باتیں کہتے ہیں (یعنی یہ کہ) یہ دیکھا جائے گا کہ ان دونوں میں زیادہ صاحب فضیلت (افضل) اور زیادہ زاہد کون ہے؟ اگر اس میں یہ دونوں برابر ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ ان میں سے پختہ رائے اور دور اندیش کون ہے؟ اگر اس میں بھی یہ دونوں مساوی ہوں تو امر (خلافت) ان سے لوٹا دیا جائے گا (اور ان دونوں کو امامت سے ہٹا دیا جائے گا)۔ از سر نو (امام کی) تلاش کا اعادہ کیا جائے گا، یہ امام ماموم (دوسرے امام کا محکوم) اور یہ امیر مامور (دوسرے امیر کا حکم بردار) ہو جائے گا۔ اگر (ایسے) دو (امام) دو علیحدہ علیحدہ علاقوں (قطرین) میں ہوں تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقہ میں دوسرے سے الگ (امام) ہوگا، اس کی اطاعت لازمی ہوگی اور وہ اپنی قوم میں واجب الاطاعت ہوگا۔ اگر ان میں سے ایک دوسرے کے خلاف کوئی فتویٰ دے تو ان دونوں میں سے ایک مصیب (درست وصحیح) ہوگا خواہ یہ فتویٰ دوسرے (امام) کے خون کے مباح کرنے ہی کا کیوں نہ ہو۔

ان (الصالحیہ والبتریہ) میں سے اکثر ہمارے زمانے میں مقلد ہیں، کسی رائے اور اجتہاد کی جانب رجوع نہیں ہوتے۔ جہاں تک 'اصول' کا تعلق ہے تو یہ لوگ المعتزلہ کی رائے سے سرمو تجاوز نہیں کرتے، اور اپنے ائمہ اہل بیت سے بھی زیادہ المعتزلہ کے ائمہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ رہے 'فروع' تو یہ لوگ ماسوا چند مسائل کے (امام) ابوحنیفہ کے مذہب ومسلک کے مقلد ہیں اور جن چند مسائل میں (یہ لوگ امام ابوحنیفہ کے مسلک پر کاربند نہیں ہیں) ان میں (امام) شافعی اور شیعوں (امامیہ) کی تقلید کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”فرقہ زیدیہ کے (ممتاز) افراد“

۱۔ ابوالجارود زیاد بن منذر عبدی۔ اس پر (امام) جعفر صادق بن محمد نے لعنت کی ہے

۲۔ حسن بن صالح بن حی۔

۳۔ مقاتل بن سلیمان۔

۴۔ الداعی ناصرالحق حسن بن علی بن حسن بن زید بن عمر بن حسین بن علی۔

۵۔ دوسرے داعی صاحبِ طبرستان حسین بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی۔

۶۔ محمد بن نصر۔

”۳۔ الامامیّہ“

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی (کریم) علیہ السلام کے بعد (حضرت) علی نص ظاہر و تعیین صادق سے، وصف کے ساتھ، صراحت کے بغیر نہیں بلکہ ان کی جانب بعینہ اشارہ سے امام ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ”دین اور اسلام میں امام کے تقرر سے بڑھ کر کوئی بات اہم نہ تھی، تا کہ (رسول) دنیا چھوڑتے وقت امت کے معاملات سے مطمئن ہوتے۔ کیونکہ ان کی بعثت کا مقصد اختلاف کو دور کرنا اور اتفاق و اتحاد قائم کرنا تھا۔ اس بناء پر یہ بات (رسول) کے لئے جائز نہ تھی کہ وہ امت کو بے کار و مہمل چھوڑ جائیں کہ ان کا ہر فرد اپنی الگ رائے پر عمل کرے اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ راستہ پر چلے جس پر اس کا موافق اس کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ سو یہ ضروری تھا کہ وہ (امامت کے لئے) ایک شخص کو معین فرما دیں جس کی طرف لوگ رجوع کریں اور ایک شخص پر (امامت کی) نص کر دیں جس پر اعتماد کیا جائے اور لوگ اس کی جانب توجہ کریں۔ (رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے) (حضرت) علیؓ کو بعض مقامات پر صراحت کے بغیر اور بعض مقامات پر صراحت کے ساتھ امام مقرر کیا ہے"۔ (امامیہ مزید کہتے ہیں کہ) " رہے وہ مقامات جہاں تعریض (یعنی صراحت کے بغیر) جناب رسول اکرم ﷺ نے (حضرت) علی کی امامت کا ذکر فرمایا ہے) اس کی (ایک) مثال یہ ہے کہ آپ (ﷺ نے) (حضرت) ابوبکر کو حج کے موقع پر لوگوں کے سامنے سورۂ برائت کی تلاوت اور اعلان کے لئے (مکہ) روانہ فرمایا۔ بعد میں آپؐ نے (حضرت) علی کو سورۂ برائت کی تلاوت کرنے کی غرض سے (مکہ) بھیجا۔ تاکہ وہی (رسول کی) جانب سے (اللہ کا پیغام) لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور (رسول اکرم ﷺ نے) فرمایا: " میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا : (سورۂ برائت کو لوگوں تک) آپ کا کوئی آدمی یا انہوں نے یہ کہا کہ:

آپ کی قوم کا کوئی شخص پہنچائے گا۔ اس (حدیث) سے (حضرت) علی کی (حضرت) ابوبکر (صدیق) پر تقدیم کی دلیل ملتی ہے"۔ (اس کی دوسری) مثال یہ ہے کہ (رسول اکرم ﷺ) جب فوجی دستے (مہمات) روانہ فرماتے تو (حضرات) ابوبکر و عمر وغیرہ صحابہ پر لوگوں کو امیر (سردار) مقرر کرتے تھے چنانچہ ایک مہم میں ان دونوں پر (حضرت) عمرو بن عاص کو ایک اور مہم میں (حضرت) اسامہ بن زید کو ان دونوں پر امیر بنایا لیکن (حضرت) علی پر کبھی کسی کو امیر نہیں مقرر کیا"۔

جہاں تک (حضرت علی کی امامت سے متعلق آنحضرت ﷺ کی) تصریحات کا تعلق ہے تو اس کی مثال وہ واقعہ ہے جو آغاز اسلام میں جب کہ دین کمزور تھا، پیش آیا۔ کہ آپ (ﷺ نے) فرمایا: "مجھ سے کون بیعت کرتا ہے اپنے مال پر؟"۔ اس پر ایک جماعت نے (بہت سے لوگوں نے) آپ کی بیعت کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: "کون ہے جو مجھ سے اپنی روح پر بیعت کرتا ہے؟ وہی میرا وصی ہے اور میرے بعد اس امر (اسلام) کا ولی و حاکم ہوگا۔" اس پر کسی نے (رسول اقدس ﷺ سے) بیعت نہ کی۔ تب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی روح پر ان کی بیعت کی اور اسے پورا بھی کیا اور نباہا۔ یہاں تک کہ قریش (کے لوگ) ابوطالب کو یہ عار دلاتے تھے کہ (محمد ﷺ نے) تم پر تمہارے بیٹے (حضرت علی) کو امیر و حاکم بنا دیا"۔ اس کی ایک اور مثال وہ واقعہ ہے جو اس وقت پیش آیا جبکہ اسلام کو کمال حاصل ہوگیا تھا اور اس کے حالات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سدھر گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربلک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" (مائدہ ۶۷) اے رسول آپ پر آپ کے رب کی جانب سے جو نازل کیا گیا ہے اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کو نہ پہنچایا)"۔ پس آپ (ﷺ) جب خم کے تالاب (غدیر خم) پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ درخت اور جھاڑیاں جو وہاں اگی ہوئی تھیں انہیں کاٹ کر اکھاڑ پھینکا جائے (تاکہ میدان صاف ہو جائے) اور لوگوں نے آواز دی کہ "الصلوٰۃ جامعۃ" (سو لوگ جمع ہو گئے) پھر (آنحضرت) علیہ السلام نے اپنی سواری پر سے ارشاد فرمایا: "جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو ان سے موالاۃ (محبت) کرے تو بھی اس سے موالاۃ (دوستی) کر اور جو ان سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ اور جو ان کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر۔ جو انہیں چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے اور حق (سچائی) کو جیسے یہ گردش کریں گردش میں رکھ۔ پھر آپ نے تین بار فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کیا میں نے پہنچا دیا۔" اس سے امامیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ (واقعہ حضرت علی کی امامت پر) نص صریح ہے۔ (اس سلسلہ میں امامیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ) "ہم دیکھتے ہیں کہ نبی (کریم) ﷺ کس کے مولیٰ ہیں؟ اور کس معنی میں؟ ہم اسے (حضرت) علیؓ کے حق میں بار بار مذکور دیکھتے ہیں اور تولیت (مولیٰ بنانے) کا جو مفہوم ہم نے سمجھا ہے وہی صحابہ نے سمجھا تھا۔ یہاں تک کہ جب علی دکھائی دیئے تو عمر نے ان سے کہا: "اے علی تمہیں مبارک ہو! تم ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے مولیٰ ہو گئے"۔

(امامیہ نے) کہا: "نبی (کریم) علیہ السلام کا یہ قول کہ "علی تم میں بڑھ کر فیصلہ کرنے والے ہیں"۔ ان کی امامت پر نص ہے، کیونکہ امامت کے صرف یہی معنی ہیں کہ وہ ہر حادثہ میں سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والی ہو اور ہر واقعہ میں خصومت کرنے والوں پر حاکم ہو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس قول کے کہ: "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (النساء ۵۸) (یعنی اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حاکم صاحب امر ہو اس کی اطاعت کرو) یہی معنی ہیں کیونکہ اولوا الامر (صاحب امر۔ حاکم) وہ ہوتا ہے جس کو قضاء (فصل خصومات) اور حکم تفویض ہوتا ہے اور وہی اولوا الامر کہلاتا ہے۔ یہاں تک کہ خلافت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ میں جب انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہوا تو اس مسئلہ میں قاضی (فیصلہ کرنے والے) امیر المومنین علی ہی تھے ان کے سوا کوئی اور نہ تھا کیونکہ نبی ﷺ نے جس طرح ہر صحابی کو ایک خاص وصف سے متصف کیا اور کہا: تم میں فرائض کا سب سے زیادہ علم زید (بن ثابت) کو ہے، قرائت قران کا سب سے زیادہ علم ابی (ابن کعب) کو ہے اور حرام وحلال کا سب سے زیادہ علم معاذ (بن جبل) کو ہے، اسی طرح آپ (ﷺ) نے علی کو اس وصف کے ساتھ متصف فرمایا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا یعنی ''تم میں قضاء کا علم سب سے زیادہ علی کو حاصل ہے'' (اقضاکم علی) قضاء کے لئے ہر قسم کا علم ضروری ہے اور ہر علم قضاء کے لئے ضروری نہیں ہے (قضاء ہر علم کا طالب ہے جبکہ ہر علم قضاء کا طالب نہیں ہے)''

(شہرستانی کہتے ہیں) پھر امامیہ نے اس درجہ سے ایک قدم آگے بڑھایا اور کبار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو مطعون و کافر کہہ کر ان کی بدگوئی کی، انہیں کافر قرار دیا اور کم از کم ان پر جو الزام لگایا وہ ظلم و سرکشی اور بغاوت کا تھا۔ حالانکہ ان سب (صحابہ) کی عدالت پر اور اللہ کے ان سے راضی ہونے پر قرآن گواہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ''لقد رضی اللہ من المومنین اذیبایعونك تحت الشجرة (الفتح ۱۸) (اللہ مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے راضی ہوا)۔ اس موقع پر صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی اور ان لوگوں کی ثناء (تعریف) میں جنہوں نے (صحابہ کی) احسان کے ساتھ اتباع کی (اللہ ان سب سے راضی ہوا) فرمایا ہے: ''والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه (التوبه ۱۰۰) اور مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے قبول اسلام میں سبقت کی اور وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے داخل اسلام ہوئے اللہ ان سے خوش ہوا اور وہ اللہ سے خوش ہوئے)۔ و نیز فرمایا: ''لقد تاب الله على النبى و المهاجرين و الانصار الذين اتبعوه فى ساعة العسرة (التوبه ۱۱۷)۔ اللہ نے نبی (کریم) پر بڑا فضل کیا اور مہاجرین وانصار پر بھی جنھوں نے تنگ دستی کے وقت (نبی کریم کا) ساتھ دیا بڑا فضل و کرم کیا۔)'' و نیز ارشاد خداوندی ہے: ''وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصالحات يستخلفنهم فى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الارض کما استخلف الذین من قبلھم (نور ۵۵) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں اسی طرح زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا)'' ان سب میں اللہ کے نزدیک (صحابہ کرام کی) عظمت شان اور رسول (اللہ) ﷺ کے نزدیک ان کی شرافت اور بلند مقام کی دلیل ہے۔ سو کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی دین دار شخص (صحابہ) پر طعن کو اور ان کی جانب کفر کی نسبت کو کیسے روا رکھ سکتا ہے؟ نبی (کریم) علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''میرے اصحاب میں سے دس جنتی ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف، اور ابو عبیدہ بن جراح۔'' ان (احادیث) کے علاوہ فرداً فرداً (صحابہ) کے حق میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اور جو کچھ (صحابہ) سے قابل گرفت باتیں روایت کی گئی ہیں تو (ان کے بارے میں) روایت پر غور وفکر کرنا چاہئے کیونکہ روافض کے اکاذیب بہت زیادہ ہیں اور بدعتوں کے احداث و بدعات نہایت کثیر ہیں۔

الامامیہ (حضرات) حسن، حسین، اور علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے بعد امام کی تعین میں ایک رائے پر قائم نہ رہے، بلکہ ان کے اختلافات دوسرے تمام فرقوں کے اختلافات سے بھی زیادہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان (شیعوں) میں سے بعض کا قول ہے کہ احادیث میں (اسلام کے) جن ستر ۷۰ سے اوپر فرقوں کا ذکر آتا ہے وہ خاص شیعوں کے (فرقے) ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے ہیں وہ امت مسلمہ سے خارج ہیں۔ (امامیہ) امامت میں اور اسے جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ کی جانب منتقل (نسق) کرنے میں باہم متفق ہیں۔ مگر اس بات میں ان کے درمیان اختلاف ہے کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کس پر امامت کی نص کی گئی۔ کیونکہ (امام جعفر الصادق کے) پانچ بیٹے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بیٹے چھ تھے۔ (ان کے نام تھے) محمد اسحاق، عبداللہ، موسیٰ، اسماعیل و علی۔ ان (چھ بیٹوں) میں سے جنہوں نے (اپنی امامت کی) نص اور تعیین کا دعویٰ کیا (وہ تھے) محمد، عبداللہ، موسیٰ اور اسماعیل۔ پھر ان (ائمہ) میں سے وہ بھی تھے جو مر گئے اور انہوں نے اپنی کوئی اولاد نہ چھوڑی اور ان میں سے کچھ وہ بھی تھے جو مر گئے اور اپنے پیچھے اپنی اولاد چھوڑ گئے''۔ اور ان میں سے بعض نے توقف کیا یعنی امام کی موت کے باوجود اسی کی امامت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل رہے اور اس کی واپسی (رجعت) کا انتظار کرتے رہے جب کہ ایک دوسرے گروہ نے ایک امام کے بعد ان کے جانشین کی بیعت کی اور یوں امامت کو امام سابق کے بعد نئے امام کی جانب لوٹا دیا۔ بہر کیف امامیہ کے آپس کے اختلافات کا ذکر ہر گروہ کے تذکرہ میں آئے گا۔

یہ (امامیہ) ابتداء میں اصول (عقائد و اعتقادات) میں اپنے اماموں کے مذہب پر تھے۔ پھر جب ان کے اماموں سے روایات میں اختلاف ہوا اور کافی زمانہ گزر گیا تو ان میں سے ہر فرقے نے ایک علیحدہ راستہ اختیار کر لیا۔ یوں کچھ امامیہ معتزلہ ہو گئے خواہ وعیدہ، خواہ تفضیلیہ اور کچھ اخباری ہو گئے، خواہ مشبہ، خواہ سلفیہ اور جو سیدھا راستہ بھول جائے اور حیران و سرگرداں ہو جائے وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں جا کر ہلاک ہوا۔ (امامیہ کے ان فرقوں میں سے کچھ یہ ہیں):-

۱۔ الباقریۃ اور الجعفریۃ الواقفہ :-

یہ لوگ (امام) محمد الباقر بن علی زین العابدین اور ان کے صاحب زادے (امام) جعفر الصادق کے پیرو ہیں۔ یہ ان دونوں اور ان کے والد (امام) زین العابدین کی امامت کے قائل ہیں۔ مگر ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے ان دونوں (امام باقر و امام صادق) میں سے کسی ایک کی امامت پر توقف کیا اور ان کی اولاد میں امامت کو جاری نہ کیا۔ (شیعوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے امامت کو آگے چلایا۔ (یعنی ایک امام کے بعد اس کے جانشین کے طور پر دوسرے امام کی امامت کی بیعت کی)۔

دوسرے شیعہ فرقوں میں سے جن کا ہم ذکر کریں گے، ہم نے (الباقریۃ الجعفریۃ الواقفہ) کو اس لئے نمایاں کیا ہے کیونکہ شیعوں میں سے ایک گروہ نے (امام) الباقر (کی موت کے بارے میں) توقف کیا (اور مرنے کے بعد بھی انہیں امام مانتے رہے) اور ان کی رجعت (دوبارہ واپسی) کے قائل ہیں۔ اسی طرح ایک فرقہ نے جو (امام) ابو عبداللہ جعفر الصادق ابن (امام) محمد الباقر کی امامت کا قائل ہے (ان کی وفات کے مسئلہ پر توقف کیا اور انہیں کو امام مانتا رہا)۔ یہ (امام جعفر الصادق) دین کا بہت وسیع علم رکھتے تھے، وہ حکمت میں ادب کامل اور دنیا سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت درجہ زہد و بے اعتنائی اور خواہشات سے مکمل پرہیز و درع کے مالک تھے۔ وہ مدینہ میں ایک عرصہ تک مقیم رہے، اپنی جانب منسوب شیعوں کو فائدے پہونچاتے رہے اور اپنے حامیوں کو علوم کے اسرار بتاتے رہے۔

بعد ازاں وہ عراق آئے اور انہوں نے وہاں ایک مدت تک قیام کیا مگر کبھی بھی امامت کے لئے تعرض، جدوجہد اور کوشش نہ کی۔ اور کبھی کسی سے خلافت کے (حصول کی خاطر) نزاع نہ کیا۔ جو شخص معرفت کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہو، وہ کنارے کی طمع نہیں کرتا۔ اور جو حقیقت کی چوٹی پر چڑھ جائے وہ پستی سے نہیں ڈرتا۔ کہا گیا ہے کہ جو اللہ سے مانوس ہو گیا وہ آدمیوں سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور اسے انسانوں سے توحش ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح) جسے اللہ کے سوا دوسروں سے انسیت ہو جاتی ہے اسے طرح طرح کے اندیشے برباد کر دیتے ہیں۔" (امام جعفر الصادق) باپ کی طرف سے خاندان نبوت سے نسبت رکھتے ہیں اور ماں کی جانب سے (حضرت) ابو بکر صدیقؓ کی طرف منسوب ہیں۔ انہوں نے ان باتوں سے جو غلاۃ (متشدد شیعہ) ان سے منسوب کرتے تھے اظہار برائت کیا ہے، ان لوگوں سے لاتعلقی ظاہر کی اور ان پر لعنت بھیجی ہے۔ و (نیز) انہوں نے رافضیوں کے مذہب کی خصوصیتوں اور ان کی حماقتوں یعنی غیبت، رجعت، بداء، تناسخ، حلول اور تشبیہ کے عقائد سے اپنی لاتعلقی ظاہر کی۔ لیکن کے بعد شیعوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے ہر ایک نے ایک علیحدہ مذہب وضع کر لیا اور اسے اپنے ساتھیوں میں رائج کرنا چاہا یوں ان لوگوں نے (اپنے اپنے) مذہب کو ان کی جانب منسوب کر دیا حالانکہ سید (امام جعفر الصادق) شیعی عقیدے، اعتزال اور قدر سے پاک و منزہ ہیں۔

ارادہ کے بارے میں ان کا یہ قول ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کچھ باتوں کا ارادہ کیا ہے (یعنی انسانوں کے متعلق چند امور میں اس کی مشیئت و خواہش ہوتی ہے) اسی طرح اس نے ہم سے بھی بعض اشیاء کی طلب اور ان کا ارادہ کیا ہے (یعنی اللہ یہ چاہتا ہے کہ ہم انسان بعض امور انجام دیں)، تو ہمارے لئے جو مشیئت الٰہی ہے اسے اس نے ہم سے پنہاں و پوشیدہ رکھا ہے اور ہم سے جن امور کی انجام دہی چاہتا ہے انھیں اس نے ہم پر ظاہر و عیاں کر دیا ہے۔ ہمیں اس کی آخر کیا ضرورت پڑی ہے کہ اللہ نے ہم سے جن امور کی انجام دہی کی خواہش کی ہے، انھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ کر ان امور کی کھوج میں لگ جائیں جو اس نے ہمارے لئے مقدر کیے ہیں۔

قدر کے متعلق ان کا یہ قول ہے کہ: ''وہ دو امروں میں سے ایک امر ہے، نہ تو وہ جبر ہی ہے اور نہ تفویض ہی''۔ (امام جعفر الصادق) دعاء میں فرماتے تھے: ''بار الاہا! تیرے لئے ساری تعریفیں ہیں اگر میں تیری اطاعت کروں، اور تیرے لئے (مجھے سزا دینے کی) تمام حجتیں ہیں اگر میں تیری نافرمانی کروں۔ کسی نیکی میں میرا یا کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے اور کسی بدی میں میرے لئے یا میرے علاوہ کسی اور کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔''

اب ہم شیعوں کے ان اختلافات کی نوعیت کو بیان کریں گے جو ان میں (امام جعفر صادق) کے بارے میں پیدا ہوئے ہیں۔ مگر یہ اختلافات (امام جعفر صادق کے) متبعین کی تفصیلات سے تعلق نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان کا تعلق (امام جعفر صادق) کی نسل اور ان کی اولاد کی شاخوں سے ہے۔ اس بات کو ہمیں ذہن میں رکھنا ہوگا۔

ب۔ الناووسیة:-

یہ ناووس نامی ایک شخص کے پیروکار ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ ایک گاؤں کی طرف منسوب ہیں جس کا نام ناوسا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ (امام جعفر) الصادق ابھی زندہ ہیں وہ اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک کہ وہ ظاہر نہ ہوں اور ان کو غلبہ حاصل نہ ہو جائے۔ وہ قائم اور مہدی ہیں۔ ان لوگوں سے یہ بھی مروی ہے کہ (امام جعفر الصادق کا) یہ ارشاد ہے کہ: ''اگر تم لوگ میری کھوپڑی کو پہاڑ سے لڑھکتے دیکھو تو بھی اسے سچ نہ مانو (مجھے مردہ نہ سمجھو) کیونکہ میں تمہارا صاحب (امام) اور صاحب سیف ہوں۔'' ابو حامد زوزنی نے بیان کیا ہے کہ ناووسیہ کا یہ خیال ہے کہ (حضرت) علی زندہ ہیں اور قیامت کے دن زمین پھٹے گی اور وہ باہر آ کر زمین کو انصاف و عدل سے بھر دیں گے۔

ج۔ الافطحیہ:-

یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امامت (امام جعفر) الصادق سے ان کے بیٹے عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آلافطح کو منتقل ہوگئی۔ یہ (افطح) اسماعیل کا حقیقی بھائی تھا۔ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت حسین بن حسن بن علی تھیں۔ یہ (امام جعفر) صادق کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ ان لوگوں نے یہ کہا کہ (جعفر صادق) نے کہا ہے کہ: "امامت امام کی سب سے بڑی اولاد میں ہوتی ہے۔" (امام کا سب سے بڑا بیٹا امام ہوتا ہے) انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "امام وہ ہے جو میری مجلس میں بیٹھے گا۔" یہ (عبداللہ) ہی تھا جو ان کی محفل میں بیٹھا۔ امام کو امام ہی غسل (میت) دیتا ہے وہی اس کی نماز (جنازہ) پڑھاتا ہے وہی اس کی انگشتری لے لیتا ہے اور اسے (قبر میں) چھپاتا ہے (دفن کرتا ہے) یہ (عبداللہ) ہی تھا جس نے یہ سارے کام انجام دیئے۔ (امام جعفر) صادق نے ایک امانت اپنے ایک پیرو کو دی اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ اس (امانت) کو اس شخص کو دے دے جو اسے طلب کرے اور اسے امام مان لے۔ اس (امانت) کو عبداللہ کے علاوہ کسی نے نہ مانگا۔ اس کے باوجود (عبداللہ) اپنے والد کے بعد ستر دن سے زیادہ زندہ نہ رہا اور مرنے پر اپنے پیچھے کوئی اولاد نرینہ (بیٹا) نہ چھوڑا۔

د۔ الشمیطیہ:-

یہ لوگ یحیٰی بن ابی شمیط کے ماننے والے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ (امام) جعفر (صادق) نے فرمایا تھا کہ: "تمہارے صاحب (امام) کا نام تمہارے نبی (ﷺ) کے نام پر ہوگا۔" اور (امام جعفر صادق) سے ان کے والد (امام محمد الباقر) رضوان اللہ علیہما نے کہا تھا کہ: "اگر تمہارے کوئی بیٹا پیدا ہوا اور تم نے اس کا نام میرے نام پر رکھا تو وہی امام ہوگا۔ یوں (امام جعفر صادق) کے بعد ان کا بیٹا محمد امام ہوا۔

ہ۔ الاسماعیلیہ الواقفہ:-

ان لوگوں نے کہا کہ (امام) جعفر (صادق) کے بعد ان کے (تمام) بیٹوں کے اتفاق (رائے) سے نص کے ذریعہ اسماعیل امام ہوا۔ مگر ان لوگوں میں باپ کی زندگی میں اس کی موت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ۱؎ ان میں سے کچھ نے کہا: "وہ مرا نہیں، مگر (امام جعفر صادق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے) بنو عباس کے خوف سے بطور تقیہ اس کی موت کا اعلان کیا تھا۔ انہوں نے اس ضمن میں ایک محضر تیار کرایا جس پر (عباسی خلیفہ) المنصور کے مدینہ کے گورنر نے شہادت ثبت کی تھی۔[۲] (مگر ان لوگوں میں سے کچھ نے یہ کہا اس کی موت (کی خبر) درست ہے۔ لیکن نص الٹی نہیں لوٹتی اور اس کی رجعت قہقری نہیں ہوتی۔ نص کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ جس شخص پر (امامت کی) نص کی جاتی ہے اس کی نسل میں امامت باقی رہتی ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو امامت نہیں ملتی۔ یوں اسماعیل کے بعد امام (اس کا بیٹا) محمد بن اسماعیل ہوا۔ ان لوگوں کو المبارکیہ کہا جاتا ہے۔ [۳] ۔ پھر (اسماعیلیہ کے اس دوسرے گروہ میں سے) وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد بن اسماعیل پر توقف کیا (مرنے کے بعد بھی اس کو امام مانا اور کہا کہ وہ مرا نہیں ہے وہ اپنی غیبت کے بعد واپس آئے گا) [۴] ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے امامت کو ائمہ مستورین (پوشیدہ اماموں) کی جانب جاری رکھا۔ ان کے بعد ائمہ ظاہرین (ظاہر ہو جانے والے اماموں) نے جو امامت کے ساتھ قائم تھے سلسلۂ (امامت کو جاری رکھا) یہ لوگ الباطنیہ کہلاتے ہیں۔ ہم ان کے عقائد و مذاہب کا حال فرداً فرداً بیان کریں گے۔ اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر یا محمد بن اسماعیل پر توقف کیا جائے (شیعی) فرقوں میں جو مشہور اسماعیلی ہیں ان میں وہ الباطنیہ التعلیمیہ ہیں جن کے علیحدہ عقائد وافکار ہیں (لھم مقالۃ مفردۃ)۔

و۔ الموسویۃ و المفضلیۃ:۔

یہ ایک ہی فرقہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ (امام جعفر صادق کے بعد) موسیٰ (الکاظم) بن جعفر ایسی نص سے امام ہوئے جو ان کے نام کے ساتھ کی گئی (انہیں امام جعفر صادق نے نام کے ساتھ اپنا جانشیں اور امام مقرر کیا) چنانچہ (جعفر) صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'تم میں کا ساتواں تمہارا قائم ہے' یا یہ کہا کہ'' تمہارا صاحب (امام) تمہارا قائم ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ صاحب توراۃ (موسیٰ) کا ہم نام ہے۔'' جب شیعوں نے دیکھا کہ (امام جعفر) صادق کی اولاد اختلاف کا شکار ہوگئی ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنے باپ کی زندگی میں کوئی اولاد نرینہ چھوڑے بغیر مر گئے، ان میں سے کئی کی موت کے بارے میں اختلاف ہے، اور ان میں سے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہے جو اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصے تک (امورِ امامت کے ساتھ) قائم رہا اور کوئی ایسا ہے جو مرا تو (باپ کے بعد مگر) اس نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ اور موسیٰ (الکاظم) ہی (ان کے ایسے بیٹے ہیں) جو امر (امامت) کے متولی ہوئے اور اپنے باپ کی موت کے بعد اس کے ساتھ قائم ہوئے۔ یوں سارے شیعہ ان کی جانب لوٹ آئے اور ان پر متفق ہو گئے (ان شیعوں میں جو موسیٰ الکاظم کے گرد جمع ہوئے) مفضل بن عمر، زرارہ بن اعین اور عمار ساباطی تھے۔

(شیعہ) موسویہ نے (امام جعفر) صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے کسی پیرو سے کہا: "دنوں کو شمار کرو!" پس اس نے اتوار سے سنیچر تک گنا۔ تب (امام جعفر صادق نے) اس سے کہا: "تم نے کتنا گنا؟" اس نے جواب دیا: "سات"۔ اس پر (امام جعفر) بولے: "سنیچروں کا سنیچر، زمانوں کا سورج، مہینوں کی روشنی، جو نہ غافل ہوتا اور جو لہو و لعب کھیل کود سے دور رہتا ہے۔ وہ تمہارا ساتواں (امام) قائم یہ ہے"۔ (یہ کہہ کر) اپنے بیٹے موسیٰ الکاظم کی طرف اشارہ کیا۔ ان کے متعلق یہ بھی کہا: "یہ عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں (شبیہ ہیں)"۔

جب موسیٰ (الکاظم) نے خروج کیا اور اپنی امامت کا اعلان کیا (عباسی خلیفہ) ہارون الرشید نے انہیں مدینہ سے لا کر عیسیٰ بن جعفر کے ہاں قید کر دیا بعد ازاں انہیں بغداد روانہ کر دیا جہاں وہ سندی بن شاہک کے پاس قید رہے۔ منقول ہے کہ یحییٰ بن خالد بن برمک نے انہیں کھجور میں زہر دے دیا جس سے وہ قید ہی میں مر گئے۔ پھر انہیں (قید خانے سے) نکال کر بغداد میں "قریش کے قبرستان" (مقابر قریش) میں دفن کر دیا گیا۔ ان کے بعد شیعوں میں (پھر) اختلافات پیدا ہو گئے۔ ۱۔ ان میں سے کچھ نے ان کی موت کے بارے میں توقف کیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ آیا وہ مر گئے ہیں یا نہیں مرے۔ ان لوگوں کو الممطورہ (یعنی بارش میں بھیگا ہوا) کہتے ہیں۔ انہیں یہ نام علی بن اسماعیل نے دیا۔ اور کہا: "تم نہیں ہو مگر بارش میں بھیگے ہوئے کتے (ما انتم الا کلاب ممطورۃ)" ۲۔ ان (شیعوں) میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے (امام موسیٰ الکاظم) کی موت کا قطعیت (یقین) کے ساتھ اقرار کیا۔ ان لوگوں کو القطعیہ کہا جاتا ہے۔ ۳۔ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جنہوں نے (امام موسیٰ الکاظم کی موت کے بارے میں) توقف کیا اور کہا کہ وہ مرے نہیں ہیں۔ اور جلد ہی غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے۔ ان لوگوں کو الواقفہ کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ز۔ الاثنا عشریہ :-

وہ شیعہ جنہوں نے موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق کی موت کا قطعی ویقینی طور پر اقرار کیا اور جن کو القطعیہ کے نام سے موسوم کیا گیا، انہوں نے ان کے بعد امامت کو ان کی اولاد میں جاری رکھا۔ اور کہا کہ موسیٰ الکاظم کے بعد ان کے بیٹے علی الرضا امام ہوئے۔ ان کا مزار طوس میں ہے۔ ان کے بعد محمد التقی الجواد (امام ہوئے) وہ بغداد میں ''قریش کے قبرستان'' (مقابر قریش) میں مدفون ہیں۔ ان کے بعد محمد کے بیٹے علی النقی (امام ہوئے) ان کا مزار قم میں ہے۔ ان کے بعد (ان کے بیٹے) حسن العسکری الزکی (امام ہوئے) اور ان کے بعد ان کے بیٹے محمد القائم المنتظر جو سر من رای میں تھے وہ بارہویں (امام) ہوئے۔ یہی اثنا عشریہ کا سلسلہ ہمارے زمانے میں ہے۔

مگر ان بارہ (اماموں) میں سے ہر ایک کے حال میں جو اختلافات واقع ہوئے اور جو تنازع ان (اماموں) اور ان کے بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کے درمیان پیش آئے، ہمارے لئے ان سب کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی مذہب ذکر کرنے سے اور کوئی عقیدہ بیان کرنے سے رہ نہ جائے۔

جاننا چاہئے کہ شیعوں میں سے وہ لوگ ہیں جو (امام ابو موسیٰ الکاظم کے بعد) علی الرضا کے بجائے ان کے بھائی احمد بن موسیٰ کی امامت کے قائل ہیں۔ اور وہ لوگ جو علی (الرضا) کی امامت کے قائل ہیں انہوں نے پہلے محمد بن علی (کی امامت میں) شبہ کا اظہار کیا۔ کیونکہ جب ان کے باپ کا انتقال ہوا تو وہ کمسن تھے (اور یوں) امامت کے مستحق نہ تھے اور انہیں (امامت کے) مناہج (اصول وضوابط وطرق) کا کوئی علم نہ تھا۔ (مگر) کچھ دوسرے لوگ (محمد) کی امامت پر قائم رہے لیکن انہوں نے بھی محمد کی موت کے بعد اختلاف کیا۔ چنانچہ ایک گروہ نے موسیٰ بن محمد کی امامت کا اقرار کیا اور ایک اور گروہ نے علی بن محمد کو امام مانا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہی (علی بن محمد) عسکری ہیں۔ (علی بن محمد) کی موت کے بعد پھر ان (شیعوں) میں اختلاف پیدا ہوا۔ کچھ لوگوں نے جعفر بن علی کو امام مان لیا، دوسرے گروہ نے محمد بن علی کو امام مانا اور ایک تیسرے گروہ نے حسن بن علی کو امام مانا۔ ان (شیعوں) کا ایک رئیس تھا جس کا نام علی بن فلاں الطاحن تھا۔ وہ علم کلام کا عالم تھا۔ اس نے جعفر بن علی کے دعوی کو تقویت پہنچائی اور لوگوں کو ان کی جانب مائل کیا۔ اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارس بن حاتم بن ماہویہ نے اس کی اعانت کی اور وہ یہ کہ (اس نے جعفر کے دعوی کو اس دلیل سے تقویت پہنچائی کہ) جب علی (الہادی النقی) کا انتقال ہوا اور انہوں نے حسن عسکری کو اپنا جانشین چھوڑا تو انہوں نے کہا: "ہم نے حسن کا امتحان لیا مگر ہم نے ان کے پاس کوئی علم نہ پایا۔" ان لوگوں نے حسن (عسکری) کی امامت کے قائلین کو حماریہ کا نام دیا اور حسن (عسکری) کی وفات کے بعد جعفر کی (امامت) کو مزید تقویت پہونچائی اور یہ دلیل دی کہ حسن اپنا جانشین (اپنی کوئی اولاد) چھوڑے بغیر ہی مر گئے جس سے ان کی امامت باطل ہوگئی کیونکہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی حالانکہ امام اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اس کا کوئی جانشین اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا نہ ہو۔ (بہرکیف) جعفر نے اس کے خلاف دعوی کر کے حسن عسکری کی میراث حاصل کر لی اور حکومت نے اسی کو ان کا وارث قرار دیا۔

جو لوگ (امام حسن عسکری) کی امامت کے قائل تھے ان میں اختلافات پیدا ہو گئے اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ جو فرقہ جعفر کی امامت پر ثابت قدم رہا ان کی جانب حسن کی امامت کے قائلین کی اکثریت رجوع ہوگئی۔ انہیں میں حسن بن علی بن فضال بھی تھا جو (شیعوں) کے نہایت جلیل القدر اصحاب اور فقہاء میں شمار ہوتا ہے۔ یہ شخص فقہ و حدیث میں کثیر الروایت تھا۔ یہ لوگ جعفر کے (مر جانے کے) بعد (اس کے بیٹے) علی بن جعفر اور جعفر کی بہن فاطمہ بنت علی کی (امامت) کے قائل ہو گئے ان میں سے ایک جماعت نے صرف علی بن جعفر کو امام مانا اور سیدہ فاطمہ (بنت علی) کو امام نہ مانا۔ علی اور فاطمہ کی وفات کے بعد ان لوگوں میں بہت زیادہ اختلافات پیدا ہو گئے اور ان میں سے بعض نے امامت میں غلو سے کام لیا مثلاً ابوالخطاب الاسدی (جس نے امامت کے مسئلہ میں حد اعتدال سے تجاوز کیا)۔ لیکن وہ لوگ جو حسن (عسکری) کی امامت کے قائل تھے، ان کی موت کے بعد گیارہ فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ان (فرقوں) کے مشہور القاب و اسماء نہیں ہیں (جن سے انہیں یاد کیا جاتا ہو) لیکن ہم ان کے عقائد اور اقوال کو بیان کرتے ہیں:-

پہلا فرقہ :-

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ (امام) حسن (عسکری) مرے نہیں ہیں، وہ قائم ہیں (یعنی امام وقت ہیں) یہ بات جائز نہیں کہ وہ مر جائیں اور بظاہر ان کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ کیونکہ دنیا امام سے خالی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہ سکتی اور یہ بات ہمارے ہاں ثابت ہو چکی ہے کہ (امام) قائم کی دو غیبتیں ہوتی ہیں اور یہ (موجودہ غیبت) ان دو غیبتوں میں سے ایک ہے، وہ عنقریب ظاہر ہوں گے، پہچانے جائیں گے پھر دوسری بار غائب ہو جائیں گے۔

دوسرا فرقہ :-

انہوں نے کہا کہ (امام) حسن (عسکری) مر گئے پھر وہ زندہ ہو گئے اور وہی قائم ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قائم کے معنی ہیں مرنے کے بعد کھڑے ہونا (القیام بعد الموت) سو ہم حسن کی موت کو قطعی جانتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کرتے۔ مگر ان کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے واجب و ضروری ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو جائیں۔

تیسرا فرقہ :-

ان کا قول ہے کہ (امام) حسن (عسکری) کی موت واقع ہو گئی اور انہوں نے اپنے بھائی جعفر کی طرف وصیت کی (اور ان کو امام مقرر کیا) اور امامت جعفر کی طرف لوٹ آئی۔

چوتھا فرقہ :-

ان کا عقیدہ ہے کہ حسن مر گئے اور (دراصل) امام جعفر ہی تھے، ہم نے (حسن کو) امام مان کر غلطی کی کیونکہ وہ امام نہیں تھے۔ جب وہ اپنے پیچھے بیٹا چھوڑے بغیر مر گئے تو ہم پر یہ بات عیاں و واضح ہو گئی کہ جعفر اپنے دعوی (امامت) میں برسر حق تھے اور حسن برسر باطل (جعفر کا دعوی امامت درست اور حسن کا دعوی غلط تھا)۔

پانچواں فرقہ :-

اس (فرقے) نے کہا کہ حسن مر گئے۔ ہم انہیں (امام) مان کر غلطی پر تھے (دراصل) حسن اور جعفر کے بھائی محمد بن علی امام تھے۔ جب ہم پر جعفر کا فسق و فجور جسے وہ علی الاعلان کرتے تھے ظاہر ہو گیا اور ہم نے یہ جان لیا کہ حسن کا حال (فسق و فجور کے ارتکاب میں) جعفر ہی جیسا تھا مگر یہ کہ وہ (اپنے فسق و فجور کو) پوشیدہ رکھتے تھے، تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں (حسن و جعفر) امام نہیں تھے۔ اس لئے ہم نے محمد کی جانب مراجعت کی اور ان کے بعد ان کی زندہ رہنے والی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد بھی تھی تو ہمیں یہ علم ہو گیا کہ اپنے بھائیوں کے بجائے وہی امام (برحق) تھے۔

چھٹا فرقہ :-

ان لوگوں نے کہا کہ حسن کے ایک بیٹا تھا۔ اور یہ بات نہیں ہے جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ کوئی اولاد چھوڑے بغیر مر گئے تھے۔ بلکہ ان کی وفات سے دو سال پہلے ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، وہ جعفر اور دوسرے دشمنوں کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ اس کا نام محمد ہے، وہی امام، قائم، حجت اور منتظر ہے۔

ساتواں فرقہ :-

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ (حسن کے) ایک بیٹا ہے لیکن وہ اپنے باپ کی موت کے آٹھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ اور یہ کہنا کہ ان کی موت کے وقت ان کا کوئی بیٹا تھا غلط ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو چھپا نہ رہتا۔ اور جو باتیں کھلی ہوئی آنکھوں کے سامنے علی الاعلان ہوں ان کو جھٹلانا جائز نہیں ہے۔

آٹھواں فرقہ :-

انہوں نے کہا کہ حسن کی وفات (کی خبر) درست ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اور یہ دعویٰ کہ ان کی کسی باندی کو ان کا حمل تھا، باطل ہے۔ اس لئے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حسن کے بعد (دنیا میں کوئی) امام موجود نہیں ہے۔ عقلی اعتبار سے یہ بات جائز ہے کہ اہل زمین کے گناہوں کی پاداش میں اللہ حجت کو اٹھا لے، سو یہ (وقت) فترت ہے یہ ایسا زمانہ ہے جس میں کوئی امام نہیں ہے۔ اور (دنیا) ایسی ہی کسی حجت کے بغیر ہے جیسی کہ نبی (کریم) ﷺ کی بعثت سے پہلے تھی۔

نواں فرقہ :-

انہوں نے کہا کہ حسن مر گئے اور ان کی موت (کی اطلاع) صحیح ہے۔ لوگوں میں یہ اختلافات پیدا ہوئے اور ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کیسے ہیں؟ مگر ہمیں اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ (حسن) کے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ ان کی وفات سے پہلے یا اس کے بعد (پیدا ہوا تھا)۔ مگر ہم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ دنیا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی اور (یہ حجت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلف غائب (امام کا غائب بیٹا) ہی ہوتا ہے۔ اس بناء پر ہم اس کے نام سے اس کے ساتھ تولاء (محبت ودوستی) کرتے ہیں اور اس کے پابند ہیں تا آنکہ وہ اپنی صورت کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔

دسواں فرقہ :-

اس کا قول ہے کہ (امام) حسن (عسکری) مر گئے مگر چونکہ لوگوں کے لئے کسی امام کا ہونا ضروری ہے کیونکہ دنیا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی۔ (اس لئے کوئی بیٹا ہے) لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ ان کا بیٹا کون ہے؟ یا ان کے سوا کسی اور کے بیٹے میں سے کون (امام) ہے؟

گیارھواں فرقہ :-

اس فرقہ نے اس خبط میں توقف کیا اور کہا کہ ہمیں قطعی طور پر حقیقت حال کا علم نہیں، لیکن ہم (امام) علی الرضا کی امامت کے قطعی طور پر قائل ہیں۔ اور ان کے بعد شیعوں نے جہاں اختلاف کیا ہے ہم وہاں اس وقت تک توقف کریں گے جب تک کہ اللہ حجتہ کو واضح نہ کردے اور وہ اپنی صورت کے ساتھ ظاہر نہ ہو جائیں۔ سو جو انہیں دیکھ لے گا ان کی امامت میں کسی قسم کا شک نہ کرے گا اور اسے کسی معجزہ، کرامت یا دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلکہ ان کا معجزہ یہ ہوگا کہ تمام لوگ کسی نزاع اور اختلاف کے بغیر ان کی پیروی کریں گے۔

یہ تو ہیں وہ تمام گیارہ فرقے جو فرداً فرداً اپنے اپنے اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور سبھی ائمہ کی امامت کے قطعیت کے معتقد ہیں۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) تعجب کی بات ہے کہ (امام) کی غیبت پر دوسو پچاس سالوں سے زیادہ کی مدت گزر چکی ہے، اور (امام) کا ارشاد ہے کہ: ''اگر قائم خروج کریں اور چالیس سال سے زائد کے ہوں تو وہ تمہارے امام نہیں ہوں گے''۔ ہم یہ بات نہ سمجھ پائے کہ دوسو پچاس سالوں سے زیادہ کا عرصہ کس طرح چالیس سالوں میں سما جائے گا؟ جب ان لوگوں سے غیبت کی مدت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ اسکا کس طرح حساب کیا جائے گا؟ تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ''کیا خضر اور الیاس علیہما السلام دنیا میں ہزاروں سال سے نہیں جی رہے ہیں اور انھیں کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی، تو یہ بات اہل بیت کے ایک فرد کے حق میں کیوں جائز نہ ہوگی؟ اس پر ان لوگوں سے کہا گیا کہ تمہارے اس اختلاف کے باوجود تمہارے لئے غیبت (امام) کا دعویٰ کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ پھر خضر علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک فرقے کی ہدایت کے مکلف نہیں ہیں اور وہ کسی ذمہ داری کے ساتھ مکلف نہیں ہیں جبکہ تم لوگوں کے ہاں امام ضامن وذمہ دار ہے، اسے لوگوں کی ہدایت اور ان کے ساتھ عدل کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے اور تمہاری جماعت اس کی اقتداء کرنے اور اس کی روش کی تقلید کرنے کی مکلف (پابندوذمہ دار) ہے مگر جودکھائی ہی نہیں دیتا، اس کی پیروی اور اقتدا کیسے کی جائے گی؟

امامیہ اصول میں عدلیہ (معتزلہ) کے مسلک کے پابند ہیں اور صفات (باری) کے عقائد میں مشبہ کے ساتھ وابستہ اور حیران وسرگرداں ہیں۔

(شیعوں) کے گروہ اخباریہ اور کلامیہ کے درمیان تلوار اور تکفیر ہے (یعنی یہ دونوں گروہ جنگ وجدل کرتے اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں)۔اسی طرح (ان کے) گروہ تفضیلیہ اور وعیدیہ آپس میں جنگ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیتے ہیں، اللہ ہمیں حیرت سے پناہ میں رکھے۔

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو (امام) منتظر کی امامت کے قائل ہیں اس بڑے اختلاف کے باوجود جسے میں نے بیان کیا (امام) کے منتظر ہیں اور الوہیت کے احکام کا دعوی کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی یوں تاویل کرتے ہیں: ''قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ و المومنون و ستردون الی عالم الغیب والشھادۃفینبئکم بما کنتم تعملون۔''(توبہ ۱۰۵) (اے اللہ کے رسول) کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرو، پس تمہارے عمل کو جلد ہی اللہ اور اس کے رسول اور مومنین دیکھیں گے۔اور عنقریب تم لوگ (اللہ کی) طرف لوٹائے جاؤ گے جو چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی باتوں کو جانتا ہے سو وہ تمہیں جو تم کرتے تھے اس کے بارے میں بتائے گا۔ان لوگوں نے کہا کہ اس آیت میں عالم الغیب والشہادۃ سے اللہ تعالیٰ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امام منتظر ہے جس کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جائے گا۔اس (امام غائب کے متعلق) ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ہم سے دور نہیں ہوتا اور ہمارے حالات سے باخبر ہے اور جس وقت وہ مخلوقات کا حساب کتاب کرے گا تو ہمارے حالات کے بارے میں ہمیں خبر دے گا۔

اس طرح کے بہت سے دعویٰ اور عقل سے دور باتیں ہیں۔(شاعر کا قول ہے)۔

'' اُن تمام معابد میں میں نے چکر لگائے اور ان تمام معالم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان میں نے اپنی آنکھیں گھومائیں یعنی میں نے ان اجتماع گاہوں کو بہت غور سے دیکھا۔"

"تو میں نے صرف اسے دیکھا جو حیرت سے اپنی تھوڑی پر ہتھیلی رکھے ہوئے ہے یا ندامت سے دانت کو بجا رہا ہے"

(یعنی دنیا میں جو بھی ملا حیرت زدہ ملا اور جسے بھی دیکھا وہ نادم و پشیمان دکھائی دیا)

امامیہ کے بارہ اماموں کے نام یہ ھیں :-

۱۔ (علی) مرتضٰی

۲۔ (حسن) مجتبٰی

۳۔ (حسین) شہید

۴۔ (علی زین العابدین) سجاد

۵۔ (محمد) باقر

۶۔ (جعفر) صادق

۷۔ (موسیٰ) کاظم

۸۔ (علی) رضا

۹۔ (محمد جواد) تقی

۱۰۔ (علی ہادی) نقی

۱۱۔ (حسن عسکری) زکی

۱۲۔ (محمد مہدی) حجۃ قائم منتظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”٤ ۔ الغالیہ“

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اماموں کے حق میں یہاں تک غلو کیا کہ انہیں مخلوق کی حد سے خارج کر دیا اور ان میں خدائی (الوہی) احکام کا حکم لگایا۔ سو کبھی تو انہوں نے اپنے کسی امام کو اللہ سے تشبیہ دی اور کبھی اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دی۔ یوں یہ لوگ حد سے بڑھ جانے (غلو) اور حد سے گھٹا دینے (تقصیر) کے دو کناروں پر ہیں۔ ان کے یہ شبہات حلولیہ، تناسخیہ، یہود اور نصاریٰ کے مذاہب سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہود نے خالق کو مخلوق کے مشابہہ ٹھہرایا اور نصاریٰ نے مخلوق کو خالق کے مشابہہ قرار دیا۔ یوں یہ شبہات غالی شیعوں (غلاۃ) کے ذہنوں میں سرایت کر گئے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بعض اماموں کے حق میں خدائی (الٰہی) احکام لگائے۔ تشبیہ (مخلوق کو خالق کے مشابہہ کرنا) اصل و وضع میں شیعوں میں تھی بعد ازاں بعض اہل سنت میں بھی عود کر آئی اور (تشبیہ و حلول کی مخالفت میں اہل سنت میں) اعتزال راسخ ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ اعتزال معقول (عقل) سے زیادہ قریب اور تشبیہ و حلول سے بہت دور تھا۔

غلاۃ (غالی شیعوں) کی بدعت چار (عقائد) میں محدود ہیں۔ تشبیہ، بداء، رجعت، اور تناسخ۔ ان کے مختلف نام ہیں اور ہر شہر میں ان کا ایک علیحدہ لقب ہے۔ انہیں اصفہان میں الخُرمیہ اور الکوذیہ، رَی میں المزدکیہ اور السنباذیہ، آذر بائی جان میں الدقولیہ اور (وہاں کے) بعض مقامات میں المحمرۃ اور ماوراء النہر میں المبیضہ کہا جاتا ہے۔ (غلاۃ) گیارہ اصناف اور اقسام پر مشتمل ہیں:۔

١ ۔ السبائیہ:۔

یہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں جس نے (حضرت) علیؓ سے کہا: ”آپ، ہاں آپ ہی اللہ ہیں“ (انت، انت یعنی انت الالہ) اس پر (حضرت علی نے) (ابن سباء) کو مدائن جلا وطن کر دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ (ابن سبا) یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ (حضرت) یوشع بن نون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں۔ اسی جیسی بات (ابن سبانے) (حضرت) علیؓ کے متعلق کہی۔ وہ پہلا آدمی تھا جس نے (حضرت) علیؓ کی امامت کے بارے میں نص کے عقیدے کا اظہار کیا اور اس سے غلاۃ کے مختلف فرقے وجود میں آئے۔

(ابن سبانے) کہا کہ (حضرت) علی زندہ ہیں، مرے نہیں ہیں۔ ان میں جزء الٰہی ہے (ان کے وجود کے دو پہلو ہیں، ایک بندے کا اور دوسرا اللہ کا) یہ بات جائز نہیں ہے کہ (موت) ان پر غالب آجائے۔ یہ وہی ہیں جو بادلوں میں آتے ہیں، رعد ان کی آواز ہے اور برق ان کی مسکراہٹ، وہ اس کے بعد جلد ہی زمین میں اتریں گے اور زمین کو ایسے ہی انصاف سے معمور کر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔

ابن سبانے اس عقیدہ کا اظہار (حضرت) علیؓ کی وفات کے بعد کیا۔ اس کے گرد ایک گروہ اکٹھا ہوگیا (کچھ لوگ اس کے ہم خیال ہوگئے)، پہلا گروہ ہے جو توقف، غیبت اور رجعت کا قائل ہے۔ یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ (حضرت) علیؓ کے بعد جز الٰہی اماموں میں تناسخ کے طور پر منتقل ہوگیا۔ (ابن سبانے) کہا: "کہ اس بات کو (کہ حضرت علی اللہ تھے) صحابہ جانتے تھے ہر چند کہ وہ لوگ (حضرت علی) کی مراد و منشا کے خلاف تھے۔ مثلاً یہ ہیں عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) جو (حضرت علی کے) متعلق، جب انہوں نے حرم (کعبہ) میں حد (شرعی) کے جاری کرنے میں ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی اور اس واقعہ کا ان (حضرت عمرؓ) سے مرافعہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: "میں اللہ کے ہاتھ (حضرت علی) کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس نے اللہ کے حرم میں ایک آنکھ پھوڑ دی؟" چونکہ (حضرت عمر) کو اس بات کا علم تھا اس لئے انہوں نے (حضرت علی) پر خدائی نام کا اطلاق کیا۔

ب۔ الکاملیۃ:-

یہ لوگ ابو کامل کے پیرو ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اس نے تمام صحابہ کی تکفیر کی اور اس نے (حضرت) علی کو بھی اس بناء پر مطعون کیا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبہ کو ترک کر دیا۔ اس نے (حضرت علی کو) جنگ یا حق طلبی سے کنارہ کشی (قعود)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں معذور نہیں سمجھا ۔ اس نے کہا کہ (حضرت علی پر) لازم تھا کہ وہ خروج کرتے اور حق کو ظاہر کرتے ۔ علاوہ بریں اس نے (حضرت علی کے) حق میں غلو کیا وہ کہا کرتا تھا کہ: "امامت ایک نور ہے جو ایک شخص سے دوسرے شخص میں تناسخ کے بطور منتقل ہوتا ہے ۔ یہ نور کسی شخص میں نبوت ہوتا ہے اور کسی میں امامت ۔ کبھی کبھی امامت تناسخ کے ذریعہ نبوت ہو جاتی ہے" اس شخص کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ موت کے وقت روحیں ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں ۔

غُلاۃ (غالی شیعی فرقے) کے تمام گروہ واصناف تناسخ اور حلول کے عقیدے پر متفق ہیں ۔ تناسخ ہر ملت (مذہب) کے کسی ایک گروہ کا ایک عقیدہ رہا ہے، جس کو ان لوگوں نے مجوس مزدکیہ، ہندی برہمنوں فلاسفہ اور صابئین سے سیکھا ۔ ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ قائم (موجود) ہے، ہر زبان بولنے والا ہے، انسانوں میں سے ہر شخص میں وہ ظاہر ہے اور یہ حلول ہے ۔ کبھی حلول جزء میں ہوتا ہے اور کبھی کل میں ۔ یعنی کبھی دو چیزیں ایک دوسرے میں جزوی طور پر داخل ہوتی اور حلول کرتی ہیں اور کبھی پوری کی پوری دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں (پہلے کو جزوی حلول اور دوسرے کو کلی حلول کہیں گے) ۔ جزئی حلول کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کی روشنی روزن دیوار میں داخل ہو جائے یا اس کی روشنی بلور پر پڑے ۔ کلی حلول کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی فرشتہ کسی انسانی جسم میں ظاہر ہو یا کوئی شیطان کسی جانور کی شکل میں نمودار ہو ۔

تناسخ کے چار مرتبے یا درجے ہیں:-

۱۔ نسخ ۲۔ مسخ ۳۔ فسخ ۴۔ رسخ

اس کی تشریح مجوسی فرقوں کے مفصل بیان کے موقع پر آئے گی ۔ (تناسخ کا) سب سے اعلیٰ مرتبہ ملکیہ (فرشتوں) یا نبوت کا مرتبہ ہے (یعنی کسی کی روح اس کی موت کے بعد کسی فرشتے یا نبی کے جسم میں داخل ہو جائے ۔ اور اس کا اسفل اور پست ترین درجہ مرتبۂ شیطانیہ یا مرتبہ جنیہ ہے (یعنی یہ کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح کسی شیطان یا کسی جن کے جسم میں داخل ہو جائے) ۔ (مگر) ابو کامل (مجوس کے) مذہب کی تفصیل کے بغیر تناسخ کا ظاہری طور سے قائل تھا ۔ (یعنی اس کے ہاں تناسخ کی وہ تفصیل نہیں جو مجوس کے ہاں ہے) ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج ۔ العلبائیہ:۔

یہ لوگ علباء بن ذراع دوسی کے پیرو ہیں ۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ (علباء قبیلہ دوس سے نہیں بلکہ) قبیلہ اسد سے (تعلق رکھتا تھا)۔ یہ شخص (حضرت) علی کو نبی (کریم) ﷺ سے افضل مانتا تھا۔اس کا خیال تھا کہ:"(علی) نے محمد (ﷺ) کو مبعوث کیا (یعنی نبی بنا کر بھیجا)" اور اس نے (حضرت علی کو) اللہ کا نام دیا۔ وہ (حضرت) محمد ﷺ کی برائی کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ آپ ﷺ (حضرت) علی کی (نبوت کی) دعوت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے مگر انہوں نے اپنی (نبوت کی) دعوت دینی شروع کر دی ۔ لوگ اس فرقہ کو الذمیہ (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذم اور برائی کرنے والے) کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان دونوں کی الوہیت (خدائی) کے قائل ہیں ۔ اور (حضرت) علی کو خدائی کے احکام میں (محمد مصطفیٰ ﷺ پر) مقدم رکھتے ہیں ۔ انھیں (علی کے نام کے پہلے حرف "عین" کی مناسبت سے)"العینیہ" کہتے ہیں ۔ ان میں سے بعض ان دونوں کی الوہیت کے قائل ہیں مگر الوہیت میں (حضرت محمد ﷺ کو حضرت علی پر) فضیلت دیتے ہیں، انھیں (آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی کے پہلے حرف "میم کی مناسبت سے) المیمیہ کہتے ہیں ۔ ان میں سے ایک گروہ تمام اصحاب کساء یعنی (حضرت) محمد (ﷺ)، (حضرت) علی، (حضرت) فاطمہ، (حضرت) حسن اور (حضرت) حسین (رضی اللہ عنہم) کی الوہیت کا قائل ہے ۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پانچوں (پنج تن) ایک ہیں اور روح (الٰہی) ان سب میں برابر سے حلول کئے ہوئے ہے۔ ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے ۔ یہ لوگ اس بات کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ (حضرت) فاطمہ (کا نام) تانیث (مونث) سے لیں ، اسی لئے اسے 'ہ' کے بغیر فاطم (یعنی مذکر کے صیغے) میں بولتے ہیں ۔ اسی کے متعلق ان کا ایک شاعر کہتا ہے ۔

"میں نے اللہ کے بعد دین (کے معاملات) میں پانچ (افراد) سے
تولاء (محبت) کیا (وہ ہیں) نبی، ان کے دونواسے (حسن وحسین)
ایک شیخ (یعنی علی) اور فاطم ۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د ۔ المغیریۃ :-

یہ لوگ مغیرہ بن سعید عجلی کے پیرو ہیں ۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد بن علی بن حسین (رضی اللہ عنہ) کے بعد محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ بن محسن بن حسن (رضی اللہ عنہ) امام ہوئے ۔ انہوں نے (عباسی خلیفہ المنصور کے دور میں) مدینہ میں خروج کیا تھا ۔ (مغیرہ نے) نے کہا کہ (محمد النفس الزکیہ) زندہ ہیں مرے نہیں ہیں ۔ یہ مغیرہ (اموی گورنر عراق) خالد بن عبداللہ القسری کا آزاد کردہ غلام تھا ۔ اس شخص نے محمد (النفس الزکیہ) کے بعد اپنی امامت کا دعویٰ کیا، بعدازاں اس نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اس نے محارم کو حلال کیا اور حضرت علی کے حق میں ایسا غلو کیا جس کا کوئی صاحب عقل اعتقاد نہیں کرسکتا ۔ اس پر اس نے تشبیہ کے عقیدے کا اضافہ کیا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ صورت اور جسم ہے، حروف تہجی کے مانند اس کے اعضاء ہیں ۔ اس کی صورت نوری شخص کی شکل جیسی ہے جس کے سر پر نور کا تاج ہے اور اس کا قلب ہے جس سے حکمت و دانائی کے چشمے پھوٹتے ہیں ۔'' اس کا یہ بھی قول ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے ''اسم اعظم'' پڑھا وہ اڑ کر اس کے سر کا تاج ہوگیا ۔ اس نے کہا کہ (اس حقیقت کی عکاسی) اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے: ''سبح اسم ربك الاعلى الذي خلق فسوى (اعلیٰ، ۱) پاکی بیان کر اپنے اعلیٰ رب کے نام کی جس نے پیدا کیا پس برابر اور بھرپور کیا) ۔ اس نے کہا کہ (اسم اعظم) اللہ کا یہ قول ہے: ''سبح اسم ربك الاعلىٰ الذي خلق فسوىٰ ۔ بعدازاں (اللہ) بندوں کے اعمال سے آگاہ ہوا جسے اس نے اپنی ہتھیلی پر لکھ رکھا تھا ۔ اس کو بندوں کے گناہ دیکھ کر سخت غصہ آیا جس کی وجہ سے اس (کے جسم) سے پسینہ نکلا ۔ اللہ کے اس پسینے سے دو سمندر بن گئے ۔ ان میں سے ایک نمکین اور دوسرا شیریں تھا ۔ جو سمندر نمکین تھا وہ تاریک تھا اور جو شیریں تھا وہ روشن تھا ۔ پھر اللہ نے روشن سمندر میں جھانکا تو اسے اپنا سایہ نظر آیا اس نے اپنے سائے کو اس سے نکال لیا جس سے اس نے سورج اور چاند پیدا کئے اور جو سایہ بچا اسے برباد کردیا اور بولا کہ میرے ساتھ کسی اور اللہ کا وجود مناسب نہیں ہے'' ۔ مغیرہ نے کہا کہ: ''پھر اللہ نے ان دونوں سمندروں سے تمام مخلوقات کی تخلیق کی ۔ اہل ایمان روشن سمندر سے پیدا کئے گئے اور کفار تاریک سمندر سے تخلیق کئے گئے ۔ اس سے پہلے جو چیز پیدا کی گئی وہ لوگوں کے سائے تھے ۔ (حضرت) محمد علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ والسلام اور (حضرت) علی کے سائے تمام لوگوں کے سایوں کی آفرینش سے پہلے پیدا کئے گئے۔ بعدازاں آسمانوں، زمین، اور پہاڑوں کو پیش کش کی گئی کہ وہ 'امانت' کو اٹھالیں (ذمہ واری قبول کرلیں) اور (امانت) یہ تھی کہ (حضرت) علی ابن ابی طالب کو امامت سے منع کردیں۔ مگر ان سبھوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر اللہ نے اس (امانت یعنی علی کو امامت سے روکنے) کو انسانوں کے سامنے پیش کیا۔ تو عمر بن خطاب نے ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ (امامت سے علی کو روک دینے کے) بار کو اٹھالے اور (عمر) نے (ابوبکر) کو یہ ضمانت دی کہ وہ (علی کے خلاف غدر پر اس کی اس شرط پر اعانت کرے گا کہ وہ اپنے بعد اسے خلیفہ بنادے۔ سو ابوبکر نے عمر کی یہ بات مان لی اور ان دونوں نے علی کو امامت سے روک دینے کا علانیہ اقدام کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی سے متعلق ہے کہ: "وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا (احزاب ۷۲) (اور اس امانت کو انسان نے اٹھالیا۔ یقیناً وہ بڑا ظالم اور نہایت جاہل تھا)"۔ مغیرہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ کا یہ قول عمر کے بارے میں نازل ہوا ہے: "كمثل الشيطان اذقال للا انسان اكفر، فلما كفر قال انى برئ منك (الحشر ۱۶) (شیطان کی طرح جب اس نے انسان سے کہا کہ کفر کر، سو جب اس نے کفر کا ارتکاب کرلیا تو بولا کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں)"۔

جب مغیرہ کو قتل کردیا گیا تو اس کے پیروؤں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ان میں سے کچھ نے کہا کہ اس کا انتظار کیا جائے کیونکہ وہ واپس لوٹ کر آئے گا۔ مگر ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ محمد الباقر کی امامت کا انتظار کیا جائے جیسا کہ خود (مغیرہ) ان کے انتظار کا قائل تھا۔ مغیرہ ابوجعفر محمد بن علی کی امامت کا قائل تھا۔ پھر اس نے ان کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ان کی خدائی کا قائل ہوگیا۔ اس پر (جناب محمد) الباقر نے مغیرہ سے اظہار برائت کیا اور اس پر لعنت کی۔ مغیرہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ (محمد) کا (ان کی موت کے بعد واپس آنے کا) انتظار کرو، کیونکہ وہ واپس لوٹیں گے (رجعت کریں گے) اور جبرئیل و میکائیل (کعبے میں) رکن و مقام (ابراہیم) کے مابین ان کی بیعت کریں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ (محمد الباقر) مردوں کو زندہ کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ المنصوریۃ :-

یہ لوگ ابو منصور عجلی کے پیرو ہیں ۔ اس نے ابتداء میں اپنے کو ابو جعفر محمد بن علی الباقر کی جانب منسوب کیا۔ مگر جب (جناب) باقر نے اس سے برائت کی اور اسے بھگا دیا تو اس نے کہا کہ وہ خود امام ہے اور لوگوں کو اپنی (امامت کی) دعوت دی۔ جب (جناب) باقر نے انتقال کیا تو اس نے کہا کہ اب امامت میری طرف منتقل ہو گئی ہے اور اس بات کا اس نے اظہار کیا۔ (المنصوریہ) کی ایک جماعت نے کوفہ کے محلہ بنی کندہ میں خروج (بغاوت) کیا۔ (اموی خلیفہ) ہشام بن عبدالملک کے عہد (خلافت) کے عراقی گورنر، یوسف بن عمر ثقفی کو (ابو منصور) کے اس واقعہ اور اس کی دعوت کی خباثت کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اسے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔

ابو منصور عجلی نے دعویٰ کیا کہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ وہ شہاب ثاقب (کسف) ہیں، جو آسمانوں سے گرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ یہ بھی کہتا تھا کہ آسمان سے ٹوٹ کر گرنے والا شہاب ثاقب خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے جب اپنی امامت کا دعویٰ کیا تو کہا کہ اسے آسمان کی بلندیوں پر لے جایا گیا، اس نے اپنے پروردگار کو دیکھا، اس نے (المنصور کے) سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے کہا کہ: ''اے میرے بیٹے زمین پر اتر کر جا اور میری تبلیغ کر اور لوگوں تک میرا پیغام پہونچا۔'' بعد ازاں اللہ نے اسے زمیں پر اتار دیا، سو وہی آسمان سے گرنے والا شہاب ثاقب ہے، اس نے یہ بھی گمان کیا کہ رسولوں اور رسالت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ اس نے یہ جھوٹی بات بھی کہی کہ ''جنت'' ایک آدمی ہے جس کی موالات اور دوستی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اور یہ آدمی امام وقت ہے۔ اور دوزخ ایک شخص ہے جس سے عداوت رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ شخص امام کا دشمن ہے۔ اس نے تمام محرمات کی یہ تاویل کی کہ وہ ان اشخاص کے نام ہیں جن سے عداوت رکھنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اس نے فرائض کی یہ تاویل کی کہ وہ ان افراد کے نام ہیں جن سے موالات (دوستی) رکھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کے پیروؤں نے اپنے مخالفوں کو قتل کرنا، ان کے مال کو لوٹ لینا اور ان کی عورتوں کو (اپنے تصرف میں لانے) کو حلال و جائز قرار دیا۔ یہ لوگ الخرمیہ کی ایک قسم ہیں۔ فرائض اور محرمات کو اشخاص کے ناموں پر محمول کرنے سے ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ جس نے اس آدمی کو پالیا اور اسے پہچان لیا اس سے تکلیف شرعی (شریعت کی پابندی) ساقط ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی اور اس سے ((امر و نہی کا) خطاب مرتفع ہو گیا (وہ کسی حکم کا مکلف نہ رہا اور اسے نیکی کرنے یا برائی سے رکنے پر مامور نہیں کیا جا سکتا)، کیونکہ وہ جنت میں پہنچ گیا اور مرتبہ کمال اسے حاصل ہو گیا۔

(ابو منصور) عجلی کی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے کہا کہ ''اللہ نے سب سے پہلے (حضرت) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پھر (حضرت) علی ابن ابی طالب کو پیدا کیا۔

و۔ الخطابیہ :-

ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اسدی کے پیرو ہیں۔ یہ شخص ناک کٹا (نکٹا) اور بنو اسد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے اپنی ذات کو ابو عبداللہ جعفر صادق ابن محمد (الباقر) کی جانب منسوب کیا۔ جب (جناب) صادق کو اپنے حق میں اس شخص کے جھوٹے غلو کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے برائت کی، اور اس پر لعنت بھیجی، اور اپنے پیروؤں کو بھی اس شخص سے اظہار برائت کا حکم دیا۔ اس بارے میں انہوں نے بڑی سخت بات کہی اور اس سے برائت کرنے اور اس پر لعنت بھیجنے میں بڑا مبالغہ کیا۔ جب (ابوالخطاب) (جناب صادق سے) علیحدہ ہو گیا تو اس نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ ابوالخطاب نے یہ جھوٹی بات کہی کہ ائمہ انبیاء ہوتے ہیں بعد ازاں وہ اللہ ہوتے ہیں۔ اس نے (جناب) جعفر ابن محمد اور ان کے آباء کی الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور یہ کہ وہ سب اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں (ھم ابناء اللہ واحبائہ)۔ الوہیت نبوت کا نور ہے اور نبوت امامت کا نور ہے دنیا ان آثار و انوار سے خالی نہیں ہوتی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ (جناب) جعفر اپنے زمانے کے اللہ ہیں اور جس محسوس (جسم) کو لوگ دیکھ رہے ہیں وہ (امام جعفر) نہیں ہیں۔ لیکن جب وہ اس دنیا میں اترے تو انہوں نے یہ (جسمانی) صورت اختیار کر لی اور لوگوں نے انہیں اسی صورت میں دیکھا۔

جب (عباسی خلیفہ) المنصور کے افسر (عراق) عیسیٰ بن موسیٰ (عباسی) کو (ابوالخطاب) کی دعوت کی خباثت کا علم ہوا تو اس نے اس کو کوفہ کے سبخہ (مضافات کوفہ کا ایک مقام) میں قتل کرا دیا۔ اس کے بعد خطابیہ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(خطابیہ) کے ایک فرقہ نے کہا کہ ابوالخطاب کے بعد معمر نامی ایک شخص امام ہوا۔ یہ لوگ اس (معمر) کے ایسے ہی مطیع ہو گئے جیسا کہ وہ ابوالخطاب کے مطیع تھے۔ ان لوگوں نے یہ گمان باطل کیا کہ دنیا کبھی فنا نہیں ہوگی۔ اور جنت اور خیر، نعمت و عافیت ہے جو آدمی کو (اس دنیا میں) ملتی ہیں، (اسی طرح) دوزخ (نام ہے) اس شر، مشقت اور مصیبت کا جو (دنیا میں) آدمی کو درپیش ہوتی ہیں۔ ان لوگوں نے شراب، زنا اور تمام محرمات (منہیات) کو حلال قرار دیا اور صلوۃ (نماز) کو ترک کر دیا۔ اس فرقے کو المعمریہ کہتے ہیں۔

(خطابیہ) کے ایک گروہ نے یہ کہا کہ ابوالخطاب کے بعد امام بزیغ (نامی شخص) ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ جعفر ہی اللہ ہیں یعنی اللہ ان کی شکل میں مخلوق کے لئے ظاہر ہوا ہے۔ اس کا یہ بھی خیال باطل تھا کہ ہر مومن پر اللہ کی جانب سے وحی آتی ہے۔ اس نے اللہ کے اس ارشاد کی کہ: "وما کان لنفس ان تو من الا باذن الله (یونس ۱۰۰) (اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لا سکتا) یہ تاویل کی کہ اس کی جانب اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کا یہ قول بھی (اس کے دعویٰ کی دلیل ہے) کہ: "واوحی ربك الی النحل (نحل ۶۸) (یعنی تیرے رب نے شہد کی مکھی کو سمجھایا)۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے ساتھیوں میں ایسے لوگ ہیں جو جبرائیل و میکائیل سے افضل ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آدمی کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ مر گیا ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی انتہا کو پہنچ جائے تو کہا جائے گا کہ وہ ملکوت کی طرف لوٹ گیا (رجع الی الملکوت) ان سب نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اپنے مردوں کو دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے مردوں کو صبح و شام دیکھتے ہیں۔ اس گروہ کو البزیغیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(الخطابیہ کے) ایک گروہ کا خیال ہے کہ ابوالخطاب کے بعد عمیر بن بیان عجلی امام ہوا۔ یہ لوگ بھی پہلے گروہ (البزیغیہ) ہی کی طرح عقائد رکھتے، مگر انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ انہیں موت آتی ہے (وہ مرتے ہیں) انہوں نے کوفہ کے (مقام) کناسہ میں خیمہ نصب کیا جہاں اکٹھا ہو کر یہ (حضرت جعفر) صادق کی عبادت کرتے تھے۔ ان لوگوں کی خبر (اموی گورنر) یزید بن عمر بن ہبیرہ کو ملی، اس نے عمیر کو پکڑ کر کوفہ کے کناسہ میں پھانسی دیدی۔ اس گروہ کو العجلیہ اور نیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العمیرؔیہ کہتے ہیں۔

(الخطابیہ) کے ایک فرقہ نے کہا کہ ابو الخطاب کے بعد مفضل صیرفی امام ہوا۔ یہ لوگ نبوت و رسالت کو جعفر صادق کے رتبے سے کمتر سمجھتے تھے اور اسی لئے نبوت و رسالت کے بجائے انکی ربوبیت (خدائی) کا عقیدہ رکھتے تھے اس فرقے کو المفضلیۃؔ کہتے ہیں۔

(حضرت) جعفر صادق بن محمد نے ان سبھوں سے اظہار برائت کیا، انہیں اپنے پاس سے بھگا دیا اور ان پر لعنت بھیجی۔ یہ تمام قوم حیرت زدہ، گمراہ، اماموں کے حالات سے ناواقف اور راہ راست سے بھٹکی ہوئی ہیں۔

ز۔ الکیالیۃ :-

(فرقہ کیالیہ) احمد بن کیال کے متبعین (پر مشتمل) ہے۔ یہ شخص (حضرت) جعفر صادق بن محمد کے (انتقال کے) بعد اہل بیت میں سے کسی ایک کے داعیوں میں سے تھا۔ (شہرستانی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ (اہل بیت کا وہ مرد) ائمہ مستورین میں سے تھا۔ شاید اس نے علمی باتیں سنیں، ان کو اپنی کمزور رائے اور بے کار سمجھ سے غلط ملط کر دیا۔ اس نے ہر علمی موضوع میں ایک نیا عقیدہ (مقالہ) اختراع کیا جس کی بنیاد ایسے قاعدہ (اساس) پر تھی جسے نہ تو سنا گیا اور نہ سمجھا گیا (جو نہ تو پہلے کبھی سننے میں آیا اور نہ عقل ہی میں آتا ہے) اس نے (امام) حسن سے دشمنی اختیار کی ہے۔

جب (اہل بیت) کو (ابن کیال) کی بدعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس سے برائت کا اظہار کیا، اس پر لعنت بھیجی، اور اپنے شیعوں کو اس سے علحدگی اختیار کرنے اور اس سے میل جول ترک کر دینے کا حکم دیا۔ (ابن) کیال کو ان لوگوں کی اس بات کا علم ہوا تو اس نے (امامت کی) دعوت کو اپنی ذات کی طرف پھیر دیا، پہلے امامت کا اور اس کے بعد اپنے قائم ہونے کا دعویٰ کیا۔

اس کے مذہب میں (یہ عقیدہ) بھی ہے کہ ہر وہ شخص جو آفاق کو انفس پر قوی و غالب کر دے اور اس کے لئے دونوں عالموں یعنی عالم آفاق جو عالم علوی ہے اور عالم انفس جو عالم سفلی ہے، کے مناہج و طرق کو بیان و واضح کرنا ممکن ہو جائے تو وہی امام ہے۔ اور ہر وہ فرد جس نے کل کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذات میں مقرر و متعین کرلیا اور اس کے لئے ہر کل کا اپنی معین جزئی ذات میں بیان کرنا ممکن ہو گا تو وہی قائم ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ: "سارے زمانے میں احمد کیال کے سوا کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو اس قسم کی تقریر کرسکتا ہو، اسی لئے وہی قائم ہے۔

اس کی اس بدعت کی بناء پر کہ اس نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا پھر یہ کہ اس نے قائم ہونے کا ادعاء کیا اسی کے متبعین نے اسے قتل کر دیا۔ اور دنیا میں اس کے عقائد کی عربی و عجمی تصانیف باقی رہ گئیں جو سب کی سب شریعت اور عقل کی رو سے من گھڑت اور مردود ہیں۔

(ابن) کیال کا قول ہے کہ: "عوالم" (عالم کی جمع) تین ہیں۔ "عالم اعلیٰ"، "عالم ادنیٰ" اور "عالم انسانی"۔ اس نے عالم اعلیٰ میں پانچ مکانات ("اماکن") کو ثابت کیا۔ ان میں پہلا "مکان الاماکن" ہے یہ ایسا مکان ہے جو خالی ہے اور جہاں کوئی نہیں رہتا۔ اس کا کوئی "روحانی" انتظام نہیں کرتا اور وہ "کل" کو محیط ہے (گھیرے ہوئے ہے)۔ اس نے کہا کہ شرع میں جس عرش کا ذکر ہے وہ اس (مکان الاماکن) سے عبارت ہے۔ اس سے نیچے "مکان نفس اعلیٰ" ہے اور اس سے نیچے "مکان نفس ناطقہ" ہے اور اس کے نیچے "مکان نفس انسانیہ" ہے۔ (ابن کیال نے) کہا: "نفس انسانیہ" نے "عالم نفس اعلیٰ" کی طرف چڑھ جانا (صعود) چاہا۔ سو وہ اوپر چڑھی اور اس نے دونوں مکانوں یعنی "(مکان نفس) حیوانیہ" اور "(مکان نفس) ناطقہ" کو پار کر لیا، جب وہ "عالم نفس اعلیٰ" کی جانب پہونچنے کے قریب ہوئی، تو وہ تھک گئی، برہنہ ہوگئی (اس کے بال و پر جھڑ گئے)، حیرت زدہ ہوگئی، بدبودار ہوگئی اور اس کے اجزاء تبدیل ہو گئے، سو وہ "عالم سفلی" کی طرف گر پڑی، اس حالت پر ایک عرصہ اور ایک مدت گزر گئی اور یہ "(نفس انسانیہ)" اس بدبو اور تبدیلی (عفونت و استحالت) کی حالت میں رہی۔ بعد ازاں اس پر "نفس اعلیٰ" کا فیضان ہوا اور اس نے اس پر اپنے "انوار" کے ایک جزء کا فیضان کیا اس سے اس "عالم (نفس انسانیہ)" میں تراکیب پیدا ہوئیں جس سے آسمان، زمین، معادن، نباتات، حیوان اور انسان کے مرکبات پیدا ہوئے۔ ان تراکیب پر مصیبتیں ٹوٹیں، کبھی خوشی، کبھی رنج، کبھی فرحت، کبھی کلفت اور کبھی سلامتی و عافیت اور کبھی بلاء و آزمائش سے یہ دو چار ہوتی رہیں (اور رہیں گی) تا آنکہ "قائم" ظاہر ہوگا اور انہیں کمال کی حالت پر لوٹا دے گا۔ تراکیب حل ہو جائیں گی تضادات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطل ہو جائیں گے اور ''روحانی'' ''جسمانی'' پر غالب آ جائے گا۔ اور احمد کیال ہی یہ ''قائم'' ہے۔

بعد ازاں (احمد کیال نے) کمزور ترین طریقے سے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے اور انتہائی بودے انداز سے جس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اپنی ذات کا تعارف کرایا اور وہ یہ کہ ''احمد'' کا نام ''عوالم اربعہ'' (چاروں عالموں) سے مطابقت رکھتا ہے۔ سو اس کے نام کا ''الف'' ''نفس اعلیٰ'' کے بالمقابل ہے، حا (ح) ''نفس ناطقہ'' کے بالمقابل ہے، میم (م) ''نفس حیوانیۃ'' کے مقابل ہے اور ''دال'' (د) ''نفس انسانیہ'' کے بالمقابل ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ عوالم اربعہ (چاروں عالم) مبادی (ابتدائی) اور بسائط (بسیط و سادہ) ہیں۔ مگر ''مکان الاماکن'' میں کسی طرح کا وجود نہیں ہے۔

پھر (احمد کیال نے) ''عوالم علویہ'' کے مقابلے میں ''عالم سفلی جسمانی'' کو ثابت کیا۔ اس نے کہا: ''سماء'' (آسمان) خالی ہے اور وہ ''مکان الاماکن'' کے مقابل ہے۔ اس سے نیچے آگ (نار) ہے اور اس کے نیچے ہوا، اس کے نیچے زمین اور اس کے نیچے پانی ہے۔ یہ چاروں (یعنی نار، ہوا، ارض اور ماء) ''عوالم اربعہ (چاروں عالموں) کے بالمقابل ہیں۔

بعد ازاں اس نے دعویٰ کیا کہ ''انسان'' ''نار'' (آگ) کے بالمقابل ہے، ''طائر'' (پرندہ) ''ہوا'' کے بالمقابل ہے، ''حیوان'' (جانور) ''ارض'' (زمین) کے بالمقابل ہے، اور ''حوت'' (مچھلی) ''ماء'' (پانی) کے بالمقابل ہے اور اسی طرح وہ (چیزیں) جو اس کے معنی ومفہوم میں ہیں (ان جیسی ہیں)۔ بعد ازاں اس نے ''مرکز ماء'' (پانی کے مرکز) کو ''اسفل مراکز'' (سب سے نچلا مرکز) اور ''(مرکب) حوت'' (مچھلی) کو تمام مرکبات میں سب سے پست تر اور گھٹیا قرار دیا۔

اس کے بعد اس نے ''عالم انسانی'' کا مقابلہ جو تین عالموں (''عالم اعلیٰ''، ''عالم ادنیٰ'' اور ''عالم انسانی'') میں سے ایک ہے اور وہی ''عالم نفس'' ہے۔ پہلے دو عالموں کے ''آفاق'' یعنی ''روحانی'' اور ''جسمانی'' کے ساتھ کیا اور کہا اس (عالم انسانی) میں ترکیب پانے والے حواس پانچ ہیں:-

''سمع'' (سننے کا حاسہ) بالمقابل ہے ''مکان الاماکن'' کے جو خالی ہے اور ''سماء'' (آسمان) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ میں ہے۔
''بصر'' (دیکھنے کا حاسہ) ''روحانی'' کی ''نفس اعلیٰ'' اور ''جسمانی'' کی ''نار'' (آگ) کے بالمقابل ہے۔ اس میں مردم دیدہ ہے۔ (انسان العین) کیونکہ ''انسان'' مختص ہے ''نار'' کے ساتھ۔
''شم'' (سونگھنے کا حاسہ) ''روحانی'' کے ''ناطق'' اور ''جسمانی'' کی ''ہوا'' کے مقابلہ میں ہے۔ کیونکہ سونگھنے کی قوت ہوا ہی سے خوشبو سونگھتی اور مہکتی ہے۔
''ذوق'' (چکھنے کا حاسہ) ''روحانی'' کے ''حیوانی'' اور ''جسمانی'' کے ''ارض'' (زمین) کے بالمقابل ہے۔ اور ''حیوان'' ''ارض'' (زمین) کے ساتھ مختص ہے اور ''طعم'' (مزا) ''حیوان'' کے ساتھ مختص ہے)۔
''لمس'' (چھونے کا حاسہ) ''روحانی'' کے ''انسانی'' کے مقابلے میں ہے اور ''جسمانی'' کے ''ماء'' (پانی) کے مقابلے میں ہے۔ ''حوت'' (مچھلی) ''ماء'' (پانی) کے ساتھ مختص ہے اور ''لمس'' ''حوت'' کے ساتھ۔ کبھی کبھی ''لمس'' سے ''کتابت'' مراد لی جاتی ہے۔

پھر اس (احمد کیال) نے کہا کہ (اس کا نام) احمد (مجموعہ) ہے 'ا' 'ح' 'م' اور 'د' کا۔ اور یہ دونوں عالموں (عالم علوی روحانی اور عالم سفلی جسمانی) کے مقابلے میں ہے۔ ''عالم علوی روحانی'' کے بالمقابل کا ہم ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ رہا ''عالم سفلی جسمانی'' کے بالمقابل ہونے کا تو 'ا' انسان پر دلالت کرتا ہے (الف سے انسان مراد ہے)، 'ح' حیوان پر دلالت کرتا ہے (ح سے حیوان مراد ہے) اور 'م' طائر (پرندہ) پر دلالت کرتا ہے اور 'د' (دال) حوت (مچھلی) پر دلالت کرتی ہے۔ 'ا' (الف) اپنے قد کی استقامت کی بناء پر انسان کی طرح ہے۔ 'ح' حیوان کی طرح ہے کیونکہ وہ ٹیڑھی ہے اور 'ح' حیوان کے نام کا ابتدائی حرف بھی ہے۔ 'م' طائر (پرندے) کے سر سے مشابہ ہے اور 'د' حوت (مچھلی) کی دم کی مانند ہے۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ اللہ نے انسان کو نام 'احمد' کی شکل پر پیدا کیا۔ اس کا قد 'ا' (الف) کی طرح ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ 'ح' کی طرح ہیں۔ اس کا پیٹ میم جیسا ہے اور اس کے دونوں پاؤں 'د' (دال) جیسے ہیں۔ اس کا یہ عقیدہ قابل حیرت ہے کہ انبیاء اہل تقلید کے قائد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشوا ہیں، اور اہل تقلید اندھے ہیں۔ قائم اہل البصیرت کا قائد ہے اور اہل البصیرت عقل وفہم والے ہیں۔ یہ لوگ بصیرت آفاق وانفس کے مقابلے میں حاصل کرتے ہیں۔ یہ مقابلہ جیسا کہ قاری نے پڑھا اور سنا نہایت ہی گھٹیا مقالوں اور نہایت ہی پوچ مقابلوں میں سے ہے۔ اسے کوئی صاحب عقل سننا تک پسند نہیں کرے گا تو اس پر اعتقاد رکھنے پر کیسے آمادہ ہوگا؟

ان تمام باتوں سے زیادہ تعجب خیز ہیں اس کی فاسد تاویلات، شرعی فرائض اور احکام دینیہ کے مابین اسکا تقابل کرنا، عالم آفاق اور عالم انفس کے موجودات کے درمیان اس کا مقابلہ کرنا اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ان سب باتوں میں سب سے منفرد ہے (وہ پہلا شخص ہے جس نے ان امور کو پیش کیا ہے)۔ یہ (دعویٰ) اس کے لئے کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ بہت سے اہل علم اس سے پہلے اس بات کو بیان کر چکے ہیں مگر ان لوگوں نے اس فریب کارانہ انداز میں جیسا کہ کیال نے کیا ہے انہیں بیان نہیں کیا ہے۔ اس نے ''میزان'' (ترازو) کو ''عالمین'' (اہل دنیا) پر ''صراط'' (پل) کو اپنے نفس (ذات) پر، ''جنت'' کو اس کے بصائر سے متعلق علم کی جانب پہونچنے پر اور ''دوزخ'' (نار) کو اس کے متضاد کی جانب پہونچنے پر محمول کیا ہے۔

جب (احمد ابن کیال کے) اصول علم (عقائد) کا یہ حال ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو خود ہی خیال کرو کہ اس کے فروع (مسائل واحکام) کا کیا حال ہوگا؟

ح۔ الھشامیہ (فرقہ الھشامیہ):-

یہ لوگ دو ہشاموں کے پیرو ہیں۔ ان میں ایک ہشام بن حکم ہے، جس نے تشبیہ سے متعلق مقالہ (عقیدہ) پیش کیا ہے اور دوسرا ہشام بن سالم جوالیقی ہے اس نے بھی (ہشام بن حکم) کے نہج پر تشبیہ کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

یہ ہشام بن حکم، شیعوں کے متکلمین میں شمار ہوتا ہے۔ علم کلام سے متعلق اس کے اور (معتزلی عالم) ابو ہذیل) (علاف) کے درمیاں متعدد مناظرے برپا ہوئے۔ ان (مناظروں) میں سے بعض کا تعلق مسئلہ ''تشبیہ'' سے ہے اور بعض کا ''علم باری تعالیٰ'' سے۔

ابن الراوندی نے اس ہشام کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ''اس کے معبود (اللہ) اور اجسام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مابین ایک نوع کی تشبیہ (مشابہت) ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ اجسام اس (معبود) کی جانب دلالت نہ کرتے (اوران تک لوگوں کی رسائی نہ ہوتی)۔"

الکعبی نے (ہشام بن حکم کا) یہ قول بیان کیا ہے کہ "(اس کا معبود) جسم ہے جس کے "ابعاض" (بعض حصہ) ہیں۔ اور "اقدار" میں سے اس کی ایک "قدر" ہے۔ لیکن وہ مخلوقات میں سے کسی "شئے" کے مشابہ (مانند) نہیں ہے، اور نہ کوئی "شئے" ہی اس کے مشابہ (مانند) ہے۔

(ہشام بن حکم) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "(اللہ، معبود) اپنے بالشت سے سات (۷) بالشت کا ہے، وہ ایک خاص مکان میں ہے، اور ایک مخصوص جہت میں (متمکن) ہے۔ وہ (معبود، اللہ) حرکت کرتا ہے، اس کی یہ حرکت اس کا فعل ہے اور ایک مکان (جگہ) سے دوسری جگہ (مکان) کی طرف نہیں ہے۔

اس (ہشام بن حکم) نے یہ بھی کہا ہے کہ (اللہ، معبود) اپنی ذات سے "متناہی" ہے، مگر "قدرت" سے "غیر متناہی" ہے۔ ابو عیسیٰ وراق نے اس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے مماس (متصل) ہے اس کی کوئی "شئے" عرش سے زیادہ نہیں ہے اور نہ ہی عرش کی کوئی "شئے" اس سے زیادہ ہے۔

ہشام (بن حکم) کا یہ بھی مذہب ہے کہ "باری تعالیٰ" ازل سے خود سے عالم ہے (عالم بنفسہ) اور وہ "اشیاء" کے علم (معلوم) ہونے کے بعد انہیں جانتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حادث یا قدیم ہے، کیونکہ وہ (اللہ کی) صفت ہے، اور صفت موصوف نہیں ہوتی۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا (اللہ کا) علم (اللہ کی) ذات ہے یا اس کا غیر ہے یا اس کا بعض (جزء) ہے۔

(اللہ کی) قدرت اور حیات سے متعلق اس نے (اللہ کے) علم جیسی بات نہیں کہی۔ مگر وہ ان دونوں (قدرت وحیات) کے حدوث (حادث وفانی ہونے) کا قائل نہیں تھا۔ (ہشام بن حکم) نے کہا (اللہ) اشیاء (چیزوں) کا ارادہ کرتا ہے، اس کا ارادہ اس کی حرکت ہے اور یہ (حرکت) اللہ کا عین نہیں ہے اور نہ اس کی غیر ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق کہا کہ یہ اللہ کی صفت ہے اس لئے اسے مخلوق کہنا جائز نہیں ہے (اسی طرح) اسے یہ کہنا کہ وہ غیر مخلوق ہے جائز نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اعراض کا اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنا (اس کی جانب رہنمائی کرنا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی بھی اعراض ہیں جو استدلال سے ثابت ہوتی ہیں۔ اور جس چیز سے باری تعالیٰ پر استدلال کیا جائے اس کے لئے واجب ہے کہ وہ ضروری الوجود ہو استدلالی نہ ہو (یعنی اس کا وجود ضروری اور بدیہی ہو ایسا نہ ہو کہ اسے دلیل قائم کر کے ثابت کیا جائے)۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ استطاعت (نام) ہے ہر اس چیز کا جس کے بغیر فعل (کا وقوع) ہو ہی نہ سکے مثلاً آلات، جوارح (ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان، منہ) وقت اور مکان (کہ ان کے بغیر کسی فعل کا صدور ممکن ہی نہیں، سو یہی استطاعت ہے)۔

ہشام بن سالم (جوالیقی) کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت انسان جیسی ہے، اس کا اوپری حصہ کھوکھلا (مجوف) اور نچلا حصہ ٹھوس (مصمت) ہے۔ وہ ایک چمکدار نور ہے جو جھل مل جھل مل کرتا ہے۔ اس کے حواس خمسہ (یعنی باصرہ، لامسہ، ذائقہ، سامعہ، اور شامہ) ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، اور منہ ہیں۔ اس کی سیاہ زلفیں ہیں اور وہ سیاہ نور (نور اسود) ہیں۔ مگر اللہ گوشت اور خون سے مرکب نہیں ہے۔ ہشام بن سالم نے (مزید) کہا: "استطاعت مستطیع (صاحب استطاعت) کا بعض (جزء) ہے۔ اس سے یہ بات بھی منقول ہے کہ اس کے نزدیک انبیاء سے معصیت (گناہ) کا صدور جائز اور درست ہے جبکہ ائمہ (گناہوں سے) معصوم ہیں۔ اس نے ان دونوں (یعنی انبیاء اور ائمہ) کے درمیان یہ فرق کیا کہ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے، اسے خطا پر تنبیہ ہوتی ہے اور وہ توبہ کر لیتا ہے۔ مگر امام پر وحی نہیں اترتی اس لئے اس کا معصوم ہونا واجب وضروری ہے (تاکہ وہ غلطی نہ کرے)۔

ہشام بن حکم نے (حضرت) علیؓ کے حق میں یہاں تک غلو کیا کہ کہا: "وہ واجب الاطاعت الٰہ ہیں" (انہ الٰہ واجب الطاعۃ)۔ یہ ہشام بن حکم اصول (عقائد) میں ماہر ہے۔ اس نے معتزلہ پر جو اعتراضات کئے ہیں اُن سے صرف نظر کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ (معتزلہ پر) جو الزام عائد کرتا اور ان پر اعتراض کرتا ہے اس سے ماوراء ہے اور تشبیہ کے عقائد جو وہ ظاہر کرتا ہے اس کے باعث پست ہے۔ اس نے (ابو ہذیل) علاف (معتزلی) پر یہ اعتراض کیا ہے کہ: "تم لوگ کہتے ہو کہ باری تعالیٰ علم کے ساتھ عالم ہے اور اس کا علم اس کی ذات ہے (الباری تعالیٰ عالم بعلم وعلمہ ذاتہ) یوں اللہ تعالیٰ اس بناء پر کہ وہ علم کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم ہے محدثات (حادث وفنا پذیر اشیاء) کے ساتھ شریک ہوا اور اس وجہ سے کہ اس کا علم اس کی ذات ہے وہ (مخلوقات ومحدثات) سے متبائن اور جدا ہوا۔ اس طور پر وہ عالم ہوا مگر عالمین (جاننے والوں) کی طرح نہیں۔ پھر تم یہ کیوں نہیں مانتے کہ اللہ جسم ہے مگر (انسانی) اجسام کی طرح نہیں، وہ صورت ہے مگر (محدثات کی) صورتوں کی طرح نہیں اور اس کی ایک قدر (اندازہ) ہے مگر (عام) اقدار کی طرح نہیں وغیرہ وغیرہ۔''

اللہ تعالیٰ کے علم کے حدوث (حادث و فانی ہونے کے مسئلہ) میں (ایک دوسرا شیعی عالم) زرارہ بن اعین اس کا ہم خیال ہے۔ اس نے اس (کے خیالات پر) اللہ کی قدرت، اس کی حیات اور اس کی تمام صفات کے حدوث (حادث و فانی ہونے کے عقیدہ) کا اضافہ کیا۔ اور وہ یہ کہ اللہ ان صفات کے حدوث (وقوع وظہور) سے پہلے نہ تو عالم تھا، نہ قادر تھا، نہ حی (زندہ) تھا، نہ سمیع تھا، نہ بصیر تھا، نہ مرید (صاحب ارادہ) تھا اور نہ متکلم تھا۔

یہ (ہشام بن حکم) عبداللہ بن جعفر (صادق) کی امامت کا قائل تھا۔ مگر جب اس نے اس سے بعض مسائل میں گفتگو کی اور اس کو اس سے بے بہرہ پایا تو موسیٰ بن جعفر سے رجوع کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے عبداللہ بن جعفر کی امامت کے بارے میں کچھ نہیں کہا بلکہ مصحف (قرآن) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا امام ہے (ھذا امامی)۔ البتہ وہ عبداللہ بن جعفر کے ساتھ یک گونہ وابستگی رکھتا تھا۔

زراریہ کے نزدیک معرفت ضروری ہے۔ اور یہ کہ ائمہ سے ناواقفیت وجہل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی تمام تر معرفتیں فطری اور ضروری ہیں۔ اور وہ یہ ساری باتیں جنھیں دوسرے غور وفکر سے جانتے ہیں ان لوگوں کے ہاں ابتدائی، ضروری اور بدیہی ہیں۔ اور ان کی فطریات کو ان کے سوا دوسرے نہیں جان سکتے۔

ط۔ النعمانیۃ :-

یہ لوگ ابو جعفر محمد بن نعمان کے پیرو ہیں، جو بھینگا تھا اور جس کا لقب ''شیطان الطاق'' (بغداد کے محلہ طاق کا شیطان) تھا۔ ان لوگوں کو الشیطانیہ بھی کہا جاتا ہے مگر شیعہ اس کو ''مومن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطاق'' کہتے ہیں ۔ یہ شخص (امام) محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا (شیعوں کا دعویٰ ہے کہ) امام محمد باقر نے اپنے احوال وعلوم کے اسرار اسے بتائے تھے اُس سے تشبیہ کے عقائد جو نقل کئے جاتے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس عقیدے میں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس وقت تک نہیں جانتا جب تک کہ وہ وقوع پذیر نہ ہو جائے، وہ ہشام بن حکم کا ہم خیال ہے۔

شیطان الطاق اور اکثر روافض کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فی نفسہ عالم ہے جاہل نہیں ہے، لیکن وہ اشیاء کو اس وقت جانتا ہے جب وہ انہیں مقدر کرتا اور ان کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے مگر انہیں مقدر کرنے اور ان کا ارادہ کرنے سے پہلے انہیں جاننا اس کے لئے محال ہے۔ ایسا اس لئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب علم نہیں ہے بلکہ یہ عدم علوم اس بناء پر ہے کہ شئی اس وقت تک شی نہیں کہلاتی جب تک کہ اللہ اسے مقدر نہ کرے اور اپنی قدرت سے اسے پیدا نہ کرے۔ قدرت (تقدیر) اس کے نزدیک ارادہ ہے اور یہ ارادہ اس خدائے برتر کا فعل ہے۔

شیطان الطاق کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان ربانی کی صورت میں نور ہے۔ اس نے (اللہ کے) جسم ہونے کی نفی کی مگر یہ بھی کہا کہ خبر (حدیث) میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا''۔ اور یہ کہ (انہیں) ''رحمٰن کی صورت'' پر (پیدا کیا)، اس لئے اس خبر (حدیث) کی تصدیق ضروری ہے۔ مقاتل بن سلیمان سے بھی صورت وشکل الٰہی سے متعلق ایسا ہی عقیدہ منقول ہے۔ ایسا ہی عقیدہ داؤد جوار بی، نعیم بن حماد مصری، اور ان کے سوا اصحاب حدیث سے بھی مروی ہے کہ اللہ کی صورت اور اعضاء ہیں۔

داؤد (جوار بی) سے اس کا یہ قول منقول ہے کہ: ''مجھے (اللہ کی) شرم گاہ اور اس کی داڑھی کے ذکر سے معاف رکھو ان کے علاوہ (اس کے اعضاء کے بارے میں) جو چاہو پوچھو کیونکہ خبروں (اخبار واحادیث) میں ان کا ثبوت موجود ہے (اعفونی عن الفرج و اللحیة و اسئلونی عما وراء ذلک)۔''

محمد بن نعمان نے شیعوں کے لئے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں ''افعل لما فعلت'' اور ''افعل ولا تفعل'' (نامی کتابیں) ہیں۔ اس نے ان میں بیان کیا ہے کہ (مسلمانوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے) بڑے فرقے چار ہیں ۔ پہلا فرقہ القدریہ (معتزلہ)، دوسرا فرقہ الخوارج، تیسرا فرقہ عامۃ (الناس) اور چوتھا فرقہ اس کے نزدیک شیعوں کا ہے ۔ بعد ازاں اس نے ان چاروں فرقوں میں سے شیعوں کو آخرت میں ناجی (نجات پانے والا، درست اور حق) قرار دیا ہے۔

ہشام بن سالم اور محمد بن نعمان کے متعلق مذکور ہے کہ یہ دونوں اللہ کے بارے میں کلام کرنے سے رکتے تھے (باز رہتے تھے اور احتیاط برتتے تھے)۔ اور ان دونوں نے ایک ایسے شخص (امام وقت) سے جس کی تصدیق کو یہ دونوں واجب وضروری سمجھتے ہیں، یہ روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا گیا کہ (ان الی ربك المنتهی یعنی تیرے رب کی جانب منتہی ہے) تو انہوں نے فرمایا: "جب بات اللہ تک جا پہنچے تو اس پر کلام کرنے سے رک جاؤ" اس بناء پر یہ دونوں (ہشام اور محمد بن نعمان) اللہ کے بارے میں گفتگو کرنے اور اس پر غور و فکر کرنے سے رک گئے اور یہ حالت ان دونوں کی موت تک باقی رہی ۔ یہ الوراق کی روایت ہے۔

ی ۔ الیونسیّۃ :-

شیعوں کا یہ فرقہ آل یقطین کے مولیٰ (غلام) یونس بن عبدالرحمٰن قمی کا پیرو ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ عرش (الٰہی) کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش اللہ تعالیٰ کو اٹھائے ہوئے ہے، کیونکہ خبر (حدیث) میں آیا ہے کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کی روندن (بوجھ) سے کبھی کبھی فرشتے کچل جاتے ہیں ۔ یہ شیعوں کے گروہ مشبہہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس نے اس (موضوع) پر ان کے لئے کتابیں تصنیف کی ہیں ۔

ک ۔ النصیریّۃ والاسحاقیّۃ :-

یہ لوگ غلاۃ (غالی) شیعوں میں سے ہیں ۔ ان کی ایک جماعت ہے جو ان کے مذہب کی نصرت اور ان کے اصحاب مقالات (عقائد پر لکھنے والوں) کا دفاع کرتی ہے ۔ اہل بیت کے اماموں پر الاہیت (خدائی) کے نام کے اطلاق کی کیفیت سے متعلق ان لوگوں کے مابین اختلافات ہیں ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ: "روحانی کا جسد جسمانی میں ظاہر ہونا ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔ رہا خیر کی جانب (روحانی کا جسمانی میں ظہور) تو اس کی مثال جبرئیل علیہ السلام کا بعض اشخاص میں ظہور اور ایک اعرابی (بدو) کی صورت اختیار کر لینا ہے۔ جانب شر میں (اس ظہور کی مثال شیطان کا آدمی کی صورت میں ظاہر ہونا ہے کہ وہ اس کی صورت میں برے اعمال کا ارتکاب کرتا ہے۔ (اس کی دوسری مثال) جن کا انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر اس کی زبان میں باتیں کرنا ہے۔سو اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ متعدد اشخاص کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علیؓ سے افضل کوئی نہ تھا اور ان کے بعد ان کی مخصوص اولاد (سے افضل کوئی نہ تھا) اور وہی لوگ دنیا میں سب سے اچھے ہیں (وھم خیر البریۃ) اس لئے حق (اللہ) ان کی شکل میں ظاہر ہوا، ان کی زبان سے بولا اور ان کا ہاتھ پکڑا (یعنی ان کی مدد کی) سو اس سبب سے ہم نے ان پر الاہیت (خدائی) کے نام کا اطلاق کیا (یعنی انہیں اللہ کہا) دوسروں کے بجائے یہ خصوصیت حضرت علی کے لئے اس لئے ثابت کی ہے کہ وہ باطن اسرار سے متعلق (علوم میں) اللہ تعالیٰ کے ہاں سے تائید یافتہ تھے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''میں ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں اور چھپی ہوئے (سرائیر دل کی باتوں) کا مالک اللہ ہے''۔اس بناء پر مشرکین سے قتال نبی ﷺ کو تفویض کیا گیا اور منافقین سے قتال علی کو سونپا گیا۔ اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے تشبیہ دی ۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اگر ایسا نہ ہوتا کہ (اے علی) تمہارے بارے میں بھی لوگ وہی کہنے لگیں جیسا کہ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے،تو میں تمہارے بارے میں کچھ باتیں کہتا''۔

بعض اوقات یہ غلاۃ حضرت علی کے لئے رسالت میں شرکت ثابت کرتے ہیں (یعنی یہ کہ حضرت علی جناب رسول اکرم ﷺ کی رسالت میں ان کے شریک ہیں) چنانچہ (غلاۃ کے مطابق) نبی ﷺ نے فرمایا:''تم میں ایک شخص ایسا ہوگا جو لوگوں سے (قرآن کی) تاویل پر قتال کرے گا، جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل (نزول) پر (منکرین قرآن سے) قتال کیا ہے۔آگاہ ہو جاؤ کہ وہ شخص پیوند لگے ہوئے جوتے پہنے ہوئے ہے۔(اس سے اشارہ حضرت علی کی طرف ہے)۔پس قرآن کی تاویل کا علم، منافقین سے قتال کرنا، جنات سے بات کرنا، خیبر کے دروازے کو جسمانی قوت کے بدون اکھاڑ دینا اس بات کی اولین دلیل ہے کہ علی میں جزء الٰہی اور قوت ربانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ وہی ہیں جن کی صورت میں اللہ ظاہر ہوا۔ انہیں کے دونوں ہاتھوں سے اس نے (عالم) کی تخلیق کی اور انہیں کی زبان سے اس نے حکم دیا۔ اس بناء پر ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علی آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ ہم عرش (الٰہی) کے دائیں جانب سایہ تھے سو ہم نے اللہ کی تسبیح بیان کی تو ہماری اس تسبیح پر فرشتوں نے اس کی تسبیح کی۔ پس وہ سائے اور وہ تصویریں جو ان سایوں کی خبر دیتی ہیں (ان سے ابھریں) یہ علی کی حقیقت ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے یوں منور ہیں کہ اس سے علیحدہ نہیں ہوتیں۔ خواہ اس دنیا میں ہو یا اُس دنیا میں (یعنی دونوں عالموں میں حقیقت علی نور الٰہی سے منور ہے اور اس سے کسی صورت جدا نہیں ہو سکتی)۔ اس لئے علی نے کہا ہے: ''میں احمد سے ایسا ہی ہوں جیسے کہ ضوء (روشنی) ضوء (روشنی) سے ہوتی ہے'' ان دونوں نوروں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ ان میں ایک (یعنی نور محمدی) سابق (پہلے) ہے اور دوسرا (یعنی نور علوی) لاحق (پہلے سے ملا ہوا) اور اس کے بعد آنے والا ہے۔ غلاۃ نے کہا کہ یہ ایک طرح کی شرکت کی دلیل ہے (یعنی یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت علی جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ رسالت میں ایک طرح سے شریک ہیں''

(فرقہ غلاۃ کے) النصیریہ حضرت علی میں جزء الٰہی ثابت کرنے کی جانب زیادہ مائل ہیں اور الاسحاقیہ اس طرف زیادہ مائل ہیں کہ حضرت علی کے لئے (جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ) نبوت میں شرکت کو ثابت کریں۔ ان لوگوں کے مابین دوسرے بھی بہت سے اختلافات ہیں جنہیں یہاں بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔

''شیعوں کے ممتاز افراد اور محدثین میں سے ان کی کتابوں کے مصنفین''

زیدیہ میں سے ابو خالد واسطی، منصور بن اسود اور ہارون بن سعد عجلی ''جارودیہ'' ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ، علی بن صالح، فضل بن دکین ''بتریہ'' ہیں۔ محمد بن عجلان نے محمد الامام (یعنی نفس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکیہ محمد بن عبداللہ حسنی کے ساتھ (المنصور عباسی کے خلاف) خروج کیا تھا۔ (اسی طرح) ابراہیم بن سعد، عباد بن عوام، یزید بن ہارون، علاء بن راشد، ہشیم بن بشیر، عوام بن حوشب اور مقلم بن سعید نے (نفس زکیہ کے بھائی نفس رضیہ) ابراہیم امام کے ساتھ بغاوت میں حصہ لیا تھا۔

امامیہ اور شیعوں کے تمام گروہوں میں سے (مشہور افراد) ہیں سالم بن ابی الجعد، سالم بن ابی حفصہ، سلمہ بن کہیل، ثویر بن ابی فاختہ، حبیب بن ابی ثابت، ابوالمقدام، شعبہ، اعمش، جابر جعفی، ابوعبداللہ جدلی، ابواسحاق سبیعی، مغیرہ، طاؤس، شعبی، علقمہ، ہبیرہ بن بریم حبہ العرنی اور حارث اعور۔

ان کی کتابوں کے مولفین میں سے (اہم نام) ہیں، ہشام بن حکم، علی بن منصور، یونس بن عبدالرحمان، الشکال، فضل بن شاذان، حسین بن اشکاب، محمد بن عبدالرحمان، ابن قبہ، ابو سہل نوبختی اور احمد بن یحییٰ راوندی۔ اور متاخرین میں سے ابوجعفر طوسی۔

اسلامی فرقے ختم ہوئے اور فرقہ باطنیہ کے سوا کوئی اور فرقہ باقی نہ رہا۔ مقالات و عقاید سے متعلق کتابوں میں ارباب تصانیف نے ان لوگوں (فرقہ باطنیہ) کا ذکر یا تو تمام (مسلمان) فرقوں سے خارج یا ان میں داخل کی حیثیت سے کیا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ ایسا گروہ ہے جو بہتر فرقوں کے برخلاف ہے۔

"۵۔ الاسماعیلیہ"

(از صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۸۔ اصل کتاب)

اسماعلیۂ قدیم :-

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسماعیلیہ، اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہونے کی وجہ سے موسویہ اور اثنا عشریہ سے ممتاز و جدا ہیں۔ یہ اسماعیل (امام جعفر (صادق) کا بڑا بیٹا تھا اور شروع میں اس پر امامت کی نص کی گئی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں نے کہا کہ (جعفر) صادق رضی اللہ عنہ نے اسماعیل کی ماں کی حیات میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ کسی باندی سے تمتع کیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں۔

اسماعیل کی اپنے باپ کی زندگی میں موت سے متعلق ہم نے اسماعیلیوں (شیعوں) کے اختلافات کا ذکر کیا ہے۔ سو ان میں سے کچھ نے کہا کہ وہ مرگیا ہے اور اس پر امامت کی نص کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے امامت خاص کر اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہما السلام پر نص کی پھر ہارون اپنے بھائی (موسیٰ) کی زندگی میں انتقال کر گئے اور ان پر نص کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ امامت ان سے ان کی اولاد کی طرف منتقل ہو گئی، کیونکہ نص کی رجعت قہقری نہیں ہوتی (نص الٹی طرف نہیں پلٹتی) یہاں 'بداء' کی بات کرنا محال ہے (یعنی یہ کہ اللہ نے اسماعیل کی امامت کے اپنے فیصلہ کو اس کے بھائی کے حق میں تبدیل کر دیا اور یہ کہ امام اپنی کسی اولاد پر اس وقت تک نص نہیں کرتا جب تک کہ اس بارے میں اپنے آباء سے سن نہ لے۔ اور مبہم و ناواقفیت پر (امام کی) تعین جائز نہیں ہے۔

ان میں سے بعض دوسروں کا خیال ہے کہ اسماعیل مرا نہیں بلکہ اس کی موت کا اعلان بطور تقیہ کے کیا گیا تھا تاکہ اسے (اس کے مخالف عباسی) قتل نہ کر دیں۔ اس عقید کے کچھ دلائل ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ اسماعیل کا ماں جایا بھائی محمد کمسن تھا وہ اس بستر کے پاس گیا جس پر اسماعیل (موت کی نیند) سویا ہوا تھا، اس نے چادر سرکائی تو اسماعیل کو آنکھیں کھولے (زندہ) پایا۔ وہ گھبرا کر اپنے باپ (امام جعفر صادق) کے پاس آیا اور بولا: ''میرا بھائی زندہ ہے، میرا بھائی زندہ ہے۔'' اس پر اس کے والد نے کہا: ''رسول اکرم علیہ السلام کی آل کا ایسا ہی حال آخرت میں ہوگا''۔

(اسماعیل کی حیات پر ایک دلیل یہ بھی قائم کی گئی ہے کہ) اسماعیل کی موت پر گواہی دینا اور اس سلسلہ میں محضر تحریر کیا جانا بھی (اس کے زندہ رہنے کا) ایک سبب ہے کیونکہ ہمیں کسی ایسے مردے کے بارے میں علم نہیں ہے جس کی موت پر کوئی محضر تیار کیا گیا ہو۔ اس وجہ سے جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(خلیفہ) منصور (عباسی) کو یہ اطلاع دی گئی کہ اسماعیل کو بصرہ میں دیکھا گیا ہے اور یہ کہ اسکا ایک اپاہج پر گزر ہوا، اس نے اسے دعا دی سو وہ اللہ کے حکم سے صحت مند ہو گیا، تو منصور نے (امام جعفر) صادق کے پاس آدمی بھیجا کہ اسماعیل زندہ ہے اور اس کو بصرہ میں دیکھا گیا ہے۔ سو (امام جعفر صادق نے) اس کی موت کا محضر تیار کرایا، جس پر مدینہ کے گورنر کی گواہی ثبت تھی۔ (ان وجوہ کی بناء پر اسماعیلیوں کا دعویٰ ہے کہ اسماعیل اپنے والد کی حیات میں زندہ تھا مرا نہیں تھا)

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اسماعیل کے بعد اس کا بیٹا محمد بن اسماعیل السابع ...... (ساتواں سلسلہ امامت کو مکمل کرنے والا امام) ہے۔ اور اس کے ساتھ سات کا دور ختم ہو گیا (مکمل ہو گیا)۔ بعد ازاں اس سے ائمہ مستورین کا آغاز ہوا جو ملکوں میں خفیہ طور سے گھومتے رہتے ہیں اور اپنے داعیوں کو علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ روئے زمین کبھی بھی امام سے جو حیّ و قائم ہے، خالی نہیں رہ سکتی، یہ امام یا تو ظاہر و مکشوف (کھلا ہوا) ہو گا یا باطن و مستور (چھپا ہوا)۔ اگر امام ظاہر ہو تو اس کی حجت کا مستور ہونا جائز ہے اور جو امام مستور ہو تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس کی حجت اور اس کے داعی ظاہر ہوں۔

ان (اسماعیلیوں) کا یہ بھی کہنا ہے کہ ائمہ کے احکام ہفتہ کے دنوں کی طرح سات سات پر گردش کرتے ہیں کیونکہ آسمان سات ہیں اور سیارے بھی سات ہیں۔ رہے نقباء (نقیب) تو ان کے احکام بارہ پر گردش کرتے ہیں (یعنی ائمہ کا ایک دور سات اماموں پر آ کر پورا ہو جاتا ہے، پھر دوسرے سات اماموں کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری رہتا ہے۔ بعینہ نقباء بارہ بارہ ہوتے ہیں، جب بارہ نقیبوں کا ایک دور پورا ہو جاتا ہے تو پھر دوسرے بارہ نقیبوں کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے)۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہیں سے امامیہ قطعیہ کو شبہہ ہو گیا اور انہوں نے نقباء کی تعداد کو ائمہ کی تعداد سمجھ لیا اور بارہ ائمہ کے قائل ہو گئے۔

ائمہ مستورین کے بعد مہدی باللہ، قائم بامر اللہ اور ان کی اولاد کا یوں ظہور ہوا کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام نص کے ذریعہ امام ہوتا رہا۔ ان کے مذہب میں یہ بات بھی ہے کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہ حاصل کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی امام کی بیعت نہیں تھی تو وہ بھی جاہلیت کی موت مرا۔

ان اسماعیلیوں کی ہر زمانے میں ایک دعوت اور ہر زبان میں ایک جدید مقالہ (نئے عقائد) رہے ہیں۔ سو ہم ان کے مقالات قدیم (پرانے عقائد و افکار) کو بیان کرتے ہیں، بعد ازاں ہم دعوۃ جدیدہ کے بانی کی دعوت کا تذکرہ کریں گے۔

ان کا سب سے مشہور لقب، نام الباطنیہ ہے۔ یہ نام ولقب ان کا اس لئے پڑا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے اور ہر تنزیل (قرآنی آیات) کی ایک تاویل (خاص مطلب ومفہوم) ہے۔ اس کے علاوہ مختلف لوگوں کی زبانوں پر ان لوگوں کے بہت سے القاب واسماء ہیں۔ مثلاً عراق میں انہیں الباطنیہ، القرامطہ، اور المزدکیہ کہتے ہیں۔ خراسان میں یہ لوگ التعلیمیہ اور الملحدۃ کہلاتے ہیں۔ خود یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اسماعیلیہ ہیں کیونکہ ہم شیعوں کے دوسرے فرقوں سے اس نام اور اس شخص کی وجہ سے نمایاں وممتاز ہوئے ہیں۔

بعد میں الباطنیہ القدیم نے اپنے کلام کو فلاسفہ کے بعض کلام کے ساتھ خلط ملط کر دیا اور اس نہج پر اپنی کتابیں تصنیف کیں انھوں نے باری تعالیٰ کے متعلق کہا کہ: ''ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ موجود ہے یا وہ لا موجود ہے اور یہ کہ وہ نہ تو عالم ہے اور نہ جاہل ہے اور یہ کہ وہ نہ قادر ہے اور نہ عاجز ہے۔'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے متعلق اسی طرح کی باتیں کہتے ہیں کیونکہ اثبات حقیقی کا (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے صفات کے حقیقی طور پر ثابت کرنے کا) تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور تمام موجودات کے درمیان اس جہت میں جس کا ہم نے اس پر اطلاق کیا ہے ایک طرح کی شرکت ہو (یعنی وہ صفات اللہ میں اور موجودات میں مشترک ہوں) ایسا سمجھنا ایک طرح کی تشبیہ ہے۔ سو (اللہ کے لئے) ان صفات کے مطلق اثبات یا ان کے مطلق نفی کا حکم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ باری تعالیٰ متقابل چیزوں کا الہٰ، متخاصم اشیاء کا خالق اور متضاد امور کے مابین حاکم ہے۔ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے (امام) محمد باقر بن علی کی یہ نص نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: ''اللہ نے جب جاننے والوں کو علم عطاء کیا تو اسے عالم کہا گیا، جب اس نے قدرت والوں کو قدرت دی تو کہا گیا کہ وہ قادر ہے۔ سو وہ اس مفہوم میں قادر و عالم ہے کہ اس نے علم اور قدرت عطا کی ہے اس معنی میں نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ علم وقدرت اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں یا یہ کہ وہ علم وقدرت کے ساتھ موصوف ہے۔'' اس لئے اسماعیلیوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ صفات باری تعالیٰ کی درحقیقت نفی کرتے ہیں اور اس کی ذات کو تمام صفات سے معطل وعلیحدہ خیال کرتے ہیں۔

یہ بھی انہوں نے کہا کہ ہم (اللہ کی صفت) قدامت کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ وہ نہ تو قدیم ہے اور نہ محدث (حادث) ہے بلکہ قدیم اس کا امر (حکم) اور اس کا کلمہ ہے اور محدث (حادث) اس کی خلق (تخلیق) اور فطرت ہے۔

اللہ نے اپنے امر (حکم) سے عقل اول کو پیدا کیا جو بالفعل تام ومکمل ہے۔ پھر اس کے ذریعہ اور توسط سے نفس تالی (بعد میں آنے والی نفس) کو ایجاد کیا جو غیر تام اور نامکمل ہے۔ نفس کی نسبت عقل کی جانب یا تو نطفہ کی نسبت ہے پورے بچے کی جانب، یا انڈے کی نسبت ہے پرند کی جانب، یا بیٹے کی نسبت ہے باپ کی طرف، یا نتیجہ کی نسبت ہے منتج (نتیجہ دینے والا) کی طرف، یا مادہ کی نر کی طرف، یا شوہر کی بیوی کی طرف۔ ان لوگوں نے کہا کہ جب نفس کمال عقل کی آرزومند ہوئی تو اسے نقص سے کمال کی جانب حرکت کی ضرورت پیش آئی اور چونکہ حرکت کو آلہ حرکت کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے افلاک سماویہ وجود میں آئے جو نفس کی تدبیر سے حرکت دوری (چکر میں گھومنا) میں متحرک ہوئے۔ اس کے بعد طبائع بسیط پیدا ہوئیں پھر (افلاک سماویہ) نفس کی تدبیر سے حرکت استقامت (سیدھی حرکت) میں گردش میں آئے۔ اس سے معاون نبات حیوان اور انسان کے مرکبات کی ترکیب وتخلیق ہوئی۔ اور نفوس جزئیہ اجسام سے متصل ہوئیں۔ نوع انسان ان انوار کے فیضان کے باعث ایک حاصل شدہ خاص استعداد وصلاحیت کی وجہ سے تمام موجودات سے نمایاں اور ممتاز تھی اور اس کا عالم تمام عالموں کے بالمقابل تھا۔ (جس طرح) عالم علوی میں (اجسام سے مجرد) عقل ونفس کل ہیں (اسی طرح) یہ بھی ضروری ہے کہ اس عالم (سفلی) میں عقل مشخص ہو (عقل جس کا جسمانی پیکر ہو) جو کل ہو اور جس کا حکم (حیثیت) کامل بالغ شخص کا حکم (حیثیت) ہو۔ اسماعیلیہ اس (شخص) کو ناطق کہتے ہیں اور یہی نبی ہے۔ (اسی طرح یہ بھی واجب و ضروری ہے کہ) نفس مشخص (انسانی صورت میں نفس) بھی ہو اور یہ بھی کل ہو۔ اس کا حکم (حیثیت) اس عقل ناقص کا حکم (حیثیت) ہو جو کمال کی جانب متوجہ ہو۔ یا اس کا حکم اس نطفہ کا حکم ہو جو اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق کی تکمیل کی طرف مائل ہے یا اس کا حکم اس مادہ کی طرح ہو جو نر سے ہم رشتہ ہوئی ہے۔ اسے اسماعیلیہ اساس کا نام دیتے ہیں اور یہی وصی ہے۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح نفس وعقل (مجرد) کی تحریک سے افلاک وطبائع حرکت کرتے ہیں اُسی طرح ہر زمانے میں نبی ووصی کی تحریک سے نفوس واشخاص شرائع (شریعت و قانون) کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ (ان انبیاء واوصیاء کا) سات سات کا ایک دور ہے۔ تا آنکہ یہ (نبوت ووصایت) آخری دور پر جا کر منتہی ہو جائے گی اور قیامت کا زمانہ شروع ہو جائے گا، امور شرعیہ کی پابندی اٹھالی جائے گی اور سنن وشرائع مضمحل واز کار رفتہ ہو جائیں گی۔

یہ حرکات فلکیہ وسنن شرعیہ اس لئے ہیں کہ نفس کمال کی حالت کو پہنچ جائے۔ اور (نفس کا) کمال یہ ہے کہ وہ عقل کے درجہ تک جا پہنچے، اس کے ساتھ اس کا اتحاد ہو جائے اور وہ عقل کے مقام کو عملاً پالے یہی قیامت کبریٰ ہے۔ اس وقت افلاک، عناصر اور مرکبات کی ترکیبیں تحلیل و پراگندہ ہو جائیں گی، آسمان شق ہو جائے گا، ستارے بجھ جائیں گے، زمین ایسی بدل جائے گی کہ زمین نہ رہ جائے گی اور آسمان اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح لکھی ہوئی تحریر کی دستاویز کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اس میں اہل دنیا کا محاسبہ ہوگا خیر وشر اور مطیع وعاصی میں امتیاز ہوگا (خیر کو شر سے اور اطاعت گزار کو گنہ گار اور نافرمان سے علحدہ ومتمیز کیا جائے گا)۔ (اس دن) حق کی جزئیات نفس کل سے اور باطل کی جزئیات گمراہ وگمراہ کن اور باطل شیطان سے جاملیں گی۔ حرکت کے وقت سے سکون کے وقت تک (کا زمانہ) 'مبداء' ہے اور سکون کے وقت سے لیکر اس وقت تک جسکی کوئی انتہا نہیں، کمال ہے۔

اس کے بعد ان (اسماعیلیوں) نے کہا: ''کوئی فرض کوئی سنت اور شرعی احکام کا کوئی حکم، یعنی بیع، اجارہ، ہبہ، نکاح، طلاق، جراح، قصاص اور دیت ایسا نہیں جس کا عالم (دنیا) میں ایک وزان (مساوی و برابر) نہ ہو۔ (یہ وزان) عدد کے مقابلے میں عدد اور حکم کے مطابق حکم میں مساوی اور یکساں ہوتا ہے۔ (یعنی کسی فرض، سنت یا شرعی حکم کے الفاظ وحروف کے جو عدد ہوں گے اس دنیاوی وزان کے بھی اتنے ہی الفاظ وحروف ہوں گے اور ان کا جو حکم ہوگا اسی کے مطابق اس وزان کا بھی وہی حکم ہوگا) (اور وزان کا وجود اس لئے ضروری ہے) کیونکہ شرائع (احکام)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی امری عوالم (عالم) ہیں اور عوالم (دنیاوی) جسمانی خلقی شرائع (احکام) ہیں (اس طور سے شرائع اور عوالم کے مابین یک گونہ اتحاد و ارتباط موجود ہے)۔ اسی طرح حروف وکلمات کی ترکیبیں (ترکیبات) صورتوں اور جسموں (صور و اجسام) کی ترکیبات کے مساوی ہیں۔ حروف...... (الگ الگ حروف مثلاً ا-ب وغیرہ) کی کلمات مرکبہ (مرکب الفاظ مثلاً ابد وغیرہ) سے نسبت و تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ بسائط مجردہ کی اجسام سے مرکب ہونے والی اشیاء سے نسبت ہے۔ (یعنی حروف مجردہ اور کلمات مرکبہ میں جزء وکل کا ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ بسائط مجردہ اور ان سے ترکیب پانے والے اجسام کے مابین جزء وکل کا رشتہ وتعلق ہے) دنیا میں ہر حرف کا ایک مساوی اور برابر (وزان) ہوتا ہے، ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے اور اس خاصیت کے اعتبار سے (لوگوں کے) نفوس میں ایک خاص اثر ونفوذ ہوتا ہے۔

اس بناء پر کلمات تعلیمیہ سے حاصل ہونے والے علوم نفوس (انسانی) کی اسی طرح غذاء ہیں، جس طرح کہ طبائع خلقیہ سے حاصل ہونے والی غذائیں ابدان (اجسام) کی غذاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر کردی ہے کہ ہر موجود کی غذاء اسی چیز سے ہو جس سے وہ تخلیق کیا گیا ہے۔ اسی وزان (مساوی اور برابر) کی بنیاد پر اسماعیلیوں نے (اسلام کے) کلموں اور (قرآن کی) آیتوں کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سات اور بارہ (یعنی انیس حروف) سے مرکب ہے۔ اور یہ کہ تہلیل' (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پہلی شہادت (یعنی لا الہ الا اللہ) میں چار کلمات سے اور دوسری شہادت (یعنی محمد رسول اللہ) میں تین کلمات سے مرکب ہے۔ پہلی (شہادت) میں سات قطع (ٹکڑے یعنی لکھنے میں حروف کا ایک دوسرے سے الگ ہونا) اور دوسری (شہادت) میں چھ قطع ہیں ۱؎۔ اور پہلی شہادت میں بارہ حروف اور دوسری شہادت میں بھی بارہ حروف ہیں۔ ان لوگوں نے قرآن کی تمام آیتوں میں جہاں اس کا استخراج ممکن ہوا ایسا ہی کیا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی صاحب عقل اس پر غور وفکر نہیں کرے گا ورنہ وہ اس (عمل) کے برعکس مقابلے کی صورت میں عاجز ہو کر رہ جائے گا (اس خوف سے غور وفکر نہیں کرے گا کہ اس عمل کے متضاد و مخالف تقابل و مقابلہ کے نتائج بھی برآمد ہوں گے)۔ اس قسم کے عقائد و مقالات اسماعیلیوں کے اسلاف کے مذہب میں شامل تھے۔ اس پر انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر زمانے میں ایک ایسے امام کی دعوت دی جو ان علوم کے موازنہ و تقابل سے باخبر تھا اور ان اوضاع ورسوم کے مدارج کی جانب لوگوں کی رہ نمائی کرتا تھا۔

دعوت جدیدہ :۔

بعدازاں ''دعوت جدیدہ'' کے متبعین ومبلغین نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا۔ ایسا اس وقت ہوا جب حسن بن محمد بن صباح نے دعوت (جدیدہ) کو ظاہر کیا، اپنی بات کو (مخالفیں پر) الزامات (جوابی اعتراضات تک محدود کر دیا) مروان جنگی سے قوی پشت ہوا اور قلعوں کو مستحکم کر کے ان کی حفاظت میں آ گیا۔

(حسن صباح) قلعہ الموت پر ماہ شعبان ۴۸۳ھ میں قابض ہوا اور یہیں سے اسکی دعوت کا آغاز ہوا۔ ایسا اپنے امام (مصر کے فاطمی حکمران المستنصر باللہ) کے شہر (قاہرہ) کی طرف اس کی ہجرت اور ابنائے زمانہ کے لئے دعوت (اسماعیلی) کی تعلیم کے بعد ہوا (حسن صباح) جب (اپنے وطن ایران) لوٹا تو اس نے لوگوں کو سب سے پہلے ایک صادق امام کی تعیین کی، جو ہر زمانے میں قائم ہو، اور تمام فرقوں میں سے ایک نجات پانے والے فرقے کی تمیز کی دعوت، اس نکتہ کے ساتھ دی کہ: (اسماعیلیوں) کا ایک امام ہے جبکہ دوسروں کا کوئی امام موجود نہیں ہے۔ حسن صباح نے عربی و عجمی زبانوں میں اس بارے میں جو کہا ہے وہ اسی بات کی طرف لوٹ آتا ہے (یعنی اپنے مذہب کی صداقت کی وہ یہی مذکورہ بالا دلیل کافی لفظی ہیر پھیر کے بعد پیش کرتا ہے)۔ حسن نے جو باتیں عجمی (فارسی زبان) میں لکھی ہیں ہم (شہرستانی) اسے عربی میں منتقل کرتے ہیں۔ نقل کرنے والے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور صاحب توفیق وہ ہے جس نے حق کی اتباع کی اور باطل سے اجتناب کیا۔ اللہ ہی توفیق ارزانی فرمانے والا اور مددگار ہے۔ ہم (حسن کی) ان چار فصلوں (کے بیان سے) آغاز کرتے ہیں۔ جس سے اس نے اپنی دعوت کی ابتداء کی اور جسے اس نے عجمی (فارسی) میں لکھا ہے۔ اور اسے ہم نے عربی میں لکھ دیا ہے۔

فصل اول :۔

(حسن) کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طالب کے لئے دو باتوں میں سے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات (کا قائل ہونا ضروری) ہے یا تو وہ یہ کہے کہ میں باری تعالیٰ کو اپنی عقل ونظر سے پہچانتا ہوں اوراس (معرفت الٰہی) کے لئے کسی معلم کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ یا پھر وہ یہ کہے کہ (اللہ کی) معرفت کی عقل ونظر سے کوئی سبیل وراہ نہیں بلکہ (یہ) ایک معلم کی تعلیم سے (حاصل ہوتی) ہے۔ (اب حسن نے) کہا جو شخص پہلی بات کا قائل ہے اس کو اپنے سوا دوسرے کی عقل ونظر (کی صداقت) کا انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس نے (اس دوسرے شخص کی اصابت عقل و نظر کا) انکار کیا تو (اس کے معنی یہ ہوئے کہ معرفت الٰہی سے) وہ آگاہ ہوگیا کیونکہ انکار تعلیم ہے اوراس بات کی دلیل ہے کہ جس کا انکار کیا گیا ہے وہ اپنے سوا دوسرے کا محتاج اور ضرورتمند ہے۔ (اور یہی دوسرا شخص امام ہے)۔حسن نے کہا ہے کہ یہ دونوں قسمیں ضروری ہیں کیونکہ جب کوئی آدمی کوئی فتویٰ دیتا ہے یعنی رائے قائم کرتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے تو (وہ فتویٰ یا بات) یا تو اس کی اپنی ذاتی (تحقیق) کی بناء پر یا دوسرے کی (تحقیق) کی بناء پر ہوتی ہے۔ یہ فصل اول ہے اور یہ اصحاب رائے وعقل کا توڑ ہے۔

فصل دوم :

فصل دوم میں حسن نے بیان کیا ہے کہ جب ایک معلم کی ضرورت ثابت ہوگئی تو کیا (بلا لحاظ وامتیاز) ہر معلم (معرفت الٰہی کی تعلیم کی) صلاحیت رکھتا ہے یا کسی معلم صادق کا ہونا ضروری ہے؟ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہر معلم (علی الاطلاق)اس کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کو اپنے مخالف کے معلم کے انکار کا حق نہیں پہنچتا۔ (اپنے مخالف کے معلم کا) انکار کر کے اس نے یہ بات تسلیم کر لی کہ ایک صادق اور قابل اعتماد معلم کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ (دلیل) اصحاب حدیث کے (دعویٰ) کا توڑ ہے۔

فصل سوم :-

فصل سوم میں حسن نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب ایک معلم صادق کی ضرورت ثابت ہوگئی تو کیا پہلے معلم کی معرفت اوراس کے بعد اس سے علم (معرفت الٰہی) حاصل کرنا ضروری ہے یا کہ ہر معلم سے اس کی ذات وشخص کی تعین اوراس کے صدق کی توضیح کئے بغیر حصول علم جائز ہے؟اور دوسری (بات) پہلی (بات) ہی کی طرف لوٹ کر آتی ہے (یعنی یہ کہنا کہ معلم کے صدق اور ذات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعین کے بغیر بھی اس سے تعلیم لینی روا ہے۔ دراصل اس بات کو مستلزم ہے کہ معلم کی تعیین و تصدیق لابدی ہے) کیونکہ کسی پیشوا اور ساتھی کے بغیر راستہ طے کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور سفر سے پہلے ساتھی اور رہنما کا ہونا ضروری ہے۔ یہ (دلیل) شیعوں (امامیہ، اثناعشریہ) کا رد ہے۔

فصل چہارم :-

فصل چہارم میں حسن نے یہ کہا ہے کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ہم کو باری تعالیٰ کی معرفت (کے حصول) کے لئے ایک معلم صادق کی ضرورت ہے، جس کی پہلے تعیین و تشخیص اور اس کے بعد اس سے تعلیم حاصل کرنی واجب ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے ہر معلم اور غیر معلم سے تمام علوم حاصل کئے۔ گزشتہ مقدمات (دلائل) سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حق پہلے گروہ کے ساتھ ہے (فرقہ اولیٰ برسر حق ہے) سو ضروری ہوا کہ اس گروہ کا رئیس اہل حق کا رئیس ہو (رئیس المحققین) جب یہ بات واضح ہوگئی کہ باطل دوسرے فرقے کے ساتھ ہے (دوسرا گروہ برسر باطل ہے) تو ضروری ہوا کہ ان سب کے روساء، ائمہ، پیشوا، مذہبی سربراہ) باطل پرستوں کے رئیس (رئیس المبطلین) ہوں۔

حسن نے کہا یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم نے "محق" کو "حق" سے اجمالی طور پر پہچانا۔ بعد ازاں اس (اجمالی معرفت) سے ہم "حق" کو "محق" سے تفصیلی طور سے پہچانیں گے۔ اس نے "حق" سے یہاں "احتیاج" (ضرورت) کو اور "محق" سے "محتاج الیہ" (جسکی ضرورت ہے) کو مراد لیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہم نے "احتیاج" سے امام کو پہچانا اور امام سے "احتیاج" کی مقداروں (مقادیر) کو پہچانا (یہ ایسا ہی ہے) جیسا کہ جواز سے ہم نے وجوب کو پہچانا یعنی (ممکنات) سے واجب الوجود (اللہ) کی معرفت ہم کو حاصل ہوئی اور اس سے ہم نے جائز امور (جائزات) میں جواز کی مقداروں (مقادیر) کو جانا۔ حسن کا قول ہے کہ بعینہ یہی طریقہ توحید میں بھی ہے (توحید الٰہی کی معرفت بھی اسی نہج سے حاصل ہوتی ہے)۔

(حسن نے) اپنے مذہب کے متعلق کئی فصلیں تحریر کی ہیں (ان میں) یا تو اس نے اپنے مذہب کا اثبات کیا ہے یا پھر دوسرے مذاہب کا رد کیا ہے۔ ان (فصول) میں سے اکثر مخالفین کے رد، الزام یا ان کے (مذاہب) کے بطلان یا پھر (اپنے مذہب کی) صداقت پر مشتمل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں (فصول) میں سے "فصل حق و باطل، صغیر و کبیر" ہے۔ اس میں (حسن) بیان کرتا ہے کہ عالم (دنیا) میں حق و باطل (دونوں) ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ حق کی علامت وحدت ہے اور باطل کی علامت کثرت ہے۔ اور یہ کہ وحدت تعلیم کے ساتھ مقرون (وابستہ) ہے اور کثرت رائے (عقل) کے ساتھ مقارن (وابستہ) ہے۔ تعلیم جماعت کے ساتھ ہے اور جماعت امام کے ساتھ ہے۔ اور رائے مختلف گروہوں کے ساتھ ہے اور یہ (گروہ) اپنے روساء کے ساتھ متفق و متحد ہیں۔

(حسن نے) حق و باطل اور ان کے مابین ایک اعتبار سے مشابہت اور ایک اعتبار سے فرق اور دونوں طرفوں (کناروں) میں سے ایک میں ترتیب کے لئے ایک میزان قرار دی جس کے ذریعہ ان تمام چیزوں کو جن کے بارے میں کلام کیا جاتا ہے، تولا جا سکے۔ اور اس نے کہا کہ میں نے یہ "میزان" کلمۂ شہادت اور اس کی نفی (لا الٰہ) اور اس کے اثبات (الا اللہ) یا نفی اور استثناء سے بنائی ہے۔ اس نے (مزید) کہا کہ جو چیز نفی کی مستحق ہے، وہ باطل ہے اور جو چیز اثبات کی مستحق ہے وہ حق ہے۔ اس نے اس (میزان) سے خیر و شر، صدق و کذب اور تمام متضاد (اعمال و اشیاء) کو وزن کیا۔ اس بات میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ وہ اپنی ہر بات اور ہر مقالہ میں معلم کے اثبات کی طرف رجوع کرے۔ اور یہ کہ توحید، توحید اور نبوت ساتھ ساتھ ہے تا آنکہ (دونوں مل کر) توحید (ایک) ہو جائیں۔ اور یہ کہ نبوت و امامت ساتھ ساتھ ہیں تا آنکہ (دونوں مل کر) نبوت ہو جائیں۔ یہ اس کے کلام کا منتہیٰ ہے (یعنی میزان کا اثبات صرف اس مقصد سے حسن نے کیا ہے کہ وہ ایک معلم صادق کی ضرورت کو ثابت کر سکے، توحید و نبوت کے اتحاد اور پھر نبوت اور امامت کے ایک ہو جانے پر دلائل قائم کر سکے)

حسن نے عوام کو علوم میں غور و فکر کرنے سے منع کیا ہے، اس طرح اس نے خواص کو متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ سے روکا ہے۔ ہاں جو ہر کتاب کے حال اور ہر علم میں مصنفین (رجال) کے درجے اور مقام سے واقف ہو (اسے متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت ہے)

حسن کے پیرو الٰہیات میں اس قول سے تجاوز نہیں کرتے (زیادہ کچھ اور نہیں کہتے) کہ ہمارا اللہ، محمد (ﷺ) کا اللہ ہے۔ اس نے (اپنے مخالفوں سے) کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہمارا اللہ عقل کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہٰ ہے یعنی (ہمارا اللہ وہ ہے) جس کی طرف ہر عقل مند کی عقل رہ نمائی کرے۔ اگر اسماعیلیوں میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ ''تم باری تعالیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ واحد ہے یا کثیر ہے؟ عالم ہے یا نہیں؟ قادر ہے یا نہیں؟'' تو وہ اسماعیلی صرف یہ جواب دے گا کہ ''میرا اللہ محمد (ﷺ) کا اللہ ہے'' اور ''اس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ (اس دین) کو تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے (اس کو) مشرکین ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔'' (توبہ ۳۳)۔ یہ دین رسول اللہ کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

(شہرستانی کہتے ہیں کہ) میں نے بارہا مقدمات مذکورہ پر اسماعیلیوں سے مناظرہ کیا مگر وہ اپنی بات سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے کہ ''کیا ہمیں تمہاری ضرورت ہے؟ یا ہم تم سے یہ سنیں؟ یا تم سے یہ سیکھیں؟'' (یعنی وہ میری بات سننے، سیکھنے اور اپنی روش بدلنے پر تیار نہیں ہیں اور کج بحثی کرتے ہیں)۔ میں نے کئی بار احتیاج کے مسئلہ میں ان لوگوں سے بات کی اور کہا کہ ''جس کی ضرورت ہے وہ کہاں ہے؟ اور کون سی چیز الٰہیات میں میرے لئے ثابت ہوگی؟ اور معقولات میں میرے لئے کیا تحریر کیا جائے گا؟ (یعنی محتاج الیہ یعنی امام مجہول ہے، الٰہیات اور معقولات کا اس سے کوئی درس یا تحقیق ممکن نہیں ہے) کیونکہ معلم کی ذات مقصود نہیں ہے، مقصود تو علم ہے اور تم نے علم کا دروازہ بند کر دیا ہے اور تسلیم و تقلید کا راستہ کھول دیا ہے اور کوئی صاحب عقل ایسے مذہب کو اختیار کرنا پسند نہیں کرتا جو کسی بصیرت اور غور کے بغیر اس پر مسلط کر دیا جائے اور یہ نہیں چاہتا کہ ایسے راستے پر چلے جو واضح نہ ہو اور ایسے مسلک کو اختیار کرے جس کی کوئی دلیل و برہان نہ ہو۔

(اسماعیلیوں) کے کلام کے مبادی تحکیمات (مفروضہ اور موہومہ دلائل) ہیں اور ان کے عواقب (انجام و انتہاء) تسلیمات (بے دلیل بجا آوری اور سپردگی) ہیں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): ''تمہارے رب کی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے آپس کے جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور جو تم فیصلہ کر دو اس سے کسی طرح دل گرفتہ بھی نہ ہوں بلکہ اس کو قبول و تسلیم کر لیں، اس وقت تک یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے''۔ (نساء ۶۴) ۲؎

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی:

1 تفصیل ان ٹکڑوں کی یہ ہے کہ شہادت اولی یعنی **لا ا لـہ ا ا ا للہ** کی صورت یہ ہوگی اور شہادت ثانیہ کی صورت ہوگی **محمد ر سو ل ا للہ**۔

2 شہرستانی نے حسن صباح کی جس دستاویز کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کر کے یہاں درج کیا ہے، اسے صاحب دیوان علاء الدین عطا ملک جوینی مستوفی ہولاکو خان نے، تسخیر الہ اموت اور باطنیوں کی تباہی کے بعد، اصل فارس میں اس کی کتاب ''سیرت سیدنا'' میں بازیاب کرلیا اور تاریخ جہاں کشا کی تیسری جلد میں اسے شامل کر کے الم نشرح کردیا ہے۔ میں نے جہاں..... جلد سوم کا ترجمہ'' تاریخ اسماعیلیہ'' کے نام سے کر کے شائع کردیا ہے۔ یوں شہرستانی کی پیش کردہ تحریر موثق و معتبر ٹھہرتی ہے۔'' (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ہفتم

"اہل فروع"

(از صفحہ ۱۹۸ تا صفحہ ۲۰۷۔ اصل کتاب)

(اہل فروع وہ لوگ ہیں) جن کے مابین شرعی احکام اور اجتہادی مسائل میں اختلاف ہے۔

(ا) اصول و ارکان اجتہاد :-

جاننا چاہئے کہ اجتہاد کے اصول اور ارکان چار ہیں ۔ (یعنی) کتاب، سنت، اجماع، اور قیاس ۔ بعض حالات میں (یہ ارکان و اصول) دو رہ جاتے ہیں (یعنی کتاب و سنت)۔ (امت نے) ان ارکان کی صحت اور ان پر (مسائل اجتہادیہ) کے انحصار کی صحت و درستگی کو صحابہ (کرام) کے اجماع سے لیا (حاصل کیا) ہے۔ انھوں نے اجتہاد و قیاس کی اصل اور اس کے جواز کو بھی انہی سے لیا ہے (حاصل کیا ہے) کیونکہ یہ بات تواتر سے معلوم ہے کہ (صحابہ کرام کو) جب بھی کسی امر پیش آمدہ کی شرعاً حلت یا حرمت میں (اشتباہ ہوتا) تو وہ اجتہاد کی جانب مائل ہوتے تھے۔ وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) سے آغاز کرتے (اس مسئلہ کا حل سب سے پہلے قرآن میں تلاش کرتے)۔ اگر وہ قرآن میں (اس واقعہ سے متعلق) کوئی نص یا ظاہر پالیتے تو اسے حجت قرار دیتے اور اس واقعہ کے حکم کو (قرآن کے) مقتضاء کے مطابق نافذ کرتے تھے (یعنی اس نئے واقعہ کی جو نظیر قرآن میں ملتی اس کے مطابق اس نئے واقعہ پر حکم لگاتے تھے) اگر وہ لوگ قرآن میں کوئی نص یا ظاہر نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر انہیں (اس کے مطابق) کوئی خبر (حدیث) مل جاتی تو اسے لے لیتے اور اس کے حکم کے مطابق (نئے واقعہ پر) حکم لگاتے تھے۔ اگر وہ لوگ کوئی خبر (حدیث) نہ پاتے تو اجتہاد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یوں (صحابہ کے) نزدیک اجتہاد کے ارکان دو یا تین تھے (کتاب و سنت یا کتاب و سنت و قیاس) مگر ہمارے لئے (صحابہ کے) بعد یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ارکان) چار ہیں کیونکہ (صحابہ کے) اجماع اور ان کے (کسی مسئلہ پر) اتفاق پر عمل کرنا اور ان کے اجتہاد کے مناہج (طریقوں) پر کاربند ہونا ہم پر واجب ہے (سو، ہمارے لئے اصول و ارکان چار ہوئے یعنی کتاب، سنت، اجماع صحابہ اور قیاس)۔

کسی واقعہ پر صحابہ کا اجماع کبھی "اجماع اجتہادی" ہوتا تھا اور کبھی "اجماع مطلق" جس میں کسی اجتہاد کی تصریح نہیں ہوتی تھی اور کبھی ان دونوں طریقوں (اجتہادی و مطلق) پر بیک وقت (اجماع کا انعقاد ہوتا تھا)۔ چونکہ اجماع پر عمل کرنے (التمسک بالاجماع) کے متعلق صحابہ کرام کا اجماع ہے، اس لئے وہ حجت شرعی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو ائمہ راشدین ہیں، گمراہی پر اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ نبی (کریم) ﷺ کا ارشاد ہے: "لا تجتمع امتی علی ضلالۃ" میری امت کسی گمراہی کی بات پر اکٹھا نہیں ہو سکتی۔

مگر اجماع، کسی نص خفی یا نص جلی سے جس نے اس کو (خاص) کر دیا ہو خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہمیں اس بات کا قطعی اور یقینی طور پر علم ہے کہ صدر اول (اسلام کے ابتدائی دور کے بزرگ) کسی بات پر تثبت اور توقیف کے بغیر ہم خیال و مجتمع نہیں ہو سکتے تھے۔ سو یا تو نص اس نفس واقعہ سے متعلق ہوتی ہے جس کے حکم پر (صحابہ نے) اس کی سند کا ذکر کئے بغیر اتفاق کیا ہے۔ یا پھر یہ نص اس امر کے بارے میں ہوتی ہے کہ اجماع حجت (دلیل شرعی) ہے اور اس کی مخالفت بدعت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اجماع کی سند لازماً نص خفی یا نص جلی ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو (اجماع) احکام مرسلہ (ایسے احکام جن کی کوئی اساس شرعی نہ ہو) کے اثبات کی جانب منتہی ہوگا۔ اجتہاد و قیاس کی سند "اجماع" ہے۔ اور خود (اجماع) کی سند ایک خاص نص (سنت) ہے جس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یوں یہ اصول چہارگانہ دو رہ جاتے ہیں (یعنی کتاب و سنت) اور کبھی کبھی یہ (اصول) صرف ایک اصل کی جانب کہ کتاب اللہ ہے، راجع ہوتے ہیں۔

ہمیں یقین اور قطعیت کے ساتھ معلوم ہے کہ عبادات اور تصرفات سے متعلق حوادث و وقائع بے حد و شمار ہیں جبکہ ہمیں یہ بھی قطعی طور سے معلوم ہے کہ ہر حادثہ اور واقعہ کے بارے میں ایک علیحدہ نص وارد نہیں ہوتی، اور ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا (کہ ہر واقعہ کے ساتھ ایک خاص نص ضرور موجود ہوگی)۔ چونکہ نصوص متناہی (محدود) اور واقعات غیر متناہی (لامحدود) ہیں، اور غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متناہی (لامحدود) کو متناہی (محدود) ضبط میں نہیں لا سکتی، اس سے یہ بات قطعی طور پر ہمارے علم میں آئی کہ اجتہاد و قیاس واجب الاعتبار (معتبر) ہیں۔ تاکہ ہر (نئے پیش آنے والے) واقعہ (کے حکم کو جاننے کی غرض سے) ایک اجتہاد کیا جا سکے۔

یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ اجتہاد مرسل ہو اور شریعت کی گرفت و ضابطہ سے خارج ہو، کیونکہ قیاس مرسل (ایسا قیاس جسکی کوئی شرعی اساس نہ ہو) ایک الگ شریعت ہے اور کسی سند (سابق) کے بغیر کسی (نئے) حکم کو ثابت کرنا ایک دوسری وضع و روش ہے۔ شارع احکام کا واضع ہے (وہی احکام وضع کرتا ہے) اس لئے مجتہد کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد میں ان (چاروں) ارکان سے تجاوز نہ کرے۔

(ب) شرائط اجتہاد :-

اجتہاد کی شرائط پانچ ہیں (مجتہد کے لئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط لازمی ہیں):-

(۱) عربی زبان :

زبان کا مناسب حد تک علم جس سے عربوں کی لغات (زبان) کو سمجھنا الفاظ و معنی اور الفاظ استعاری (جس مفہوم کی ادائیگی کے لئے وہ لفظ بنایا گیا ہے اور استعارہ و تشبیہ کے طور پر اسے جس مفہوم میں استعمال کیا جا رہا ہے)، نص و ظاہر، عام و خاص، مطلق و مقید، مجمل و مفصل کے درمیان تمیز کرنا ممکن ہو۔ خطاب کے 'مضمون و روش' کلام کے مفہوم اور وہ جو اپنے مفہوم پر بطور مطابقت دلالت کرتا ہے اور وہ جو تضمناً دلالت کرتا ہے اور جو اپنے مفہوم پر بطور استتباع دلالت کرتا ہے، ان سب سے واقف ہونا (مجتہد کے لئے ضروری ہے)، کیونکہ یہ معرفت و واقفیت آلہ (اوزار) کی طرح ہے جس کی مدد سے کوئی چیز بنتی ہے اور جو شخص آلہ و وسیلہ سے بخوبی واقف نہ ہو وہ اس صنعت میں کمال کو نہیں پہونچ سکتا (سو ان سب باتوں کے بغیر جن کا تعلق عربی زبان کی مہارت سے ہے، کوئی شخص درجہ اجتہاد تک نہیں پہونچ سکتا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) تفسیر قرآن :

قرآن کی تفسیر کا علم، خصوصاً ان (آیات) کا جن کا تعلق احکام سے ہے اور جو اخبار (احادیث) ان آیات کے معنی کی وضاحت میں وارد ہوئی ہیں اور جو اس (ضمن میں) معتبر صحابہ سے مروی ہیں (ان سب کا علم) اور یہ کہ (صحابہ نے) ان کے مناہج (طریقوں) کو کس طرح طے کیا اور ان آیات کے مدارج سے کیا مطلب سمجھا؟ اگر (مجتہد) ان تمام آیات کی تفسیر سے جو مواعظ وقصص سے متعلق ہیں، ناواقف ہو تو کہا گیا ہے کہ اس سے اجتہاد میں کوئی نقصان (خلل) واقع نہیں ہوگا۔ کیونکہ صحابہ (کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں ایسے لوگ بھی تھے جو ان مواعظ کی (تفسیر سے) آگاہ نہ تھے مگر پھر بھی وہ اہل اجتہاد سے تھے۔

(۳) معرفت حدیث :

(حدیث سے واقفیت) اخبار (احادیث) کی متون اور اسانید سمیت واقفیت اور انہیں نقل وروایت کرنے والوں کے حالات سے آگاہی کہ کون عادل ہے کون ثقہ ہے، کون مطعون (جس کی عدالت وثقاہت پر طعن کیا گیا ہے) اور کون مردود ہے (جس کی روایت کو رد کر دیا گیا ہے)۔ اور ان (اخبار واحادیث میں مذکور) خاص واقعات سے پوری آگاہی اور یہ کہ کون عام ہے جو کسی حادثہ اور واقعہ (کے موقع) پر وارد ہوئی اور کونسا (واقعہ) خاص ہے جس کے حکم کو عام کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں واجب، مندوب، مباح، محظور ومکروہ میں فرق کرنے کا علم کہ ان وجوہ میں سے کوئی وجہ (اجتہاد کرتے وقت) اس کے علم کے بغیر نہ رہ جائے اور اس کے (فہم پر) ایک باب دوسرے باب سے خلط ملط نہ ہو جائے۔

(٤) اجماع صحابہ وتابعین کا علم :

صحابہ، تابعین اور سلف صالحین میں سے تبع تابعین کے اجماع کے مواقع کا علم۔ تاکہ اس کا اجتہاد ان کے اجماع کے خلاف نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) مواضع قیاس کا علم :

قیاس اور ان پر غور وفکر کرنے کے مواضع (مقامات) کی جانب رہ نمائی اور ان کا علم ہونا یعنی پہلے ''اصل'' کی تلاش، پھر ایسے خیالی مفہوم کی جستجو جس سے استنباط کیا جائے اور جس سے وہ حکم وابستہ و متعلق ہو یا شبہہ (مشابہت) جو ظن (گمان) پر غالب ہو جائے کہ (نئے) حکم کو اس سے ملحق کیا جا سکے۔

یہ وہ پانچ شرائط ہیں جن کو مرعی رکھ کر مجتہد اس مرتبہ کو پہنچتا ہے جس سے وہ واجب الاتباع ہو جاتا ہے۔ عامی (عام آدمی کہ ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو) کے لئے (مجتہد) کی تقلید (واجب) ہے۔ کیونکہ وہ ہر حکم جو کسی قیاس و اجتہاد کی سند نہیں رکھتا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، مرسل اور مہمل ہے۔

اہل فروع کہتے ہیں کہ جب مجتہد کو یہ علم و معارف حاصل ہو جائیں تو اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ اور وہ حکم جس کی جانب اس کے اجتہاد نے رہ نمائی کی، شریعت میں جائز ہوگا، عامی پر اس کی تقلید واجب ہوگی اور اس کے فتویٰ پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے جب حضرت معاذ (ابن جبل رضی اللہ عنہ) کو یمن (کا حاکم و قاضی بنا کر) بھیجا تو فرمایا: ''اے معاذ تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: ''اللہ کی کتاب سے''۔ فرمایا: ''اگر تم اس میں بھی اس مسئلہ کا حل نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟'' کہا: ''تو اللہ کے رسول کی سنت سے (فیصلہ کروں گا)''۔ فرمایا: ''اور جو اس میں بھی؟ (اس مسئلہ کا حل نہ پایا تو)'' بولے: ''تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔'' اب نبی (کریم) ﷺ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اسی خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اُس بات کی توفیق دی جس میں اس کی رضا و خوشنودی ہے۔''

(اسی طرح) امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں لوگوں کے درمیان کیسے فیصلہ کروں گا اور میں کمسن (نوجوان) ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا اور فرمایا: اے میرے اللہ اس کے قلب کو سیدھا راستہ دکھا اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زبان کو ثبات عطا فرما۔اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے مابین فیصلے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ ہوا۔"

"۱۔ اصول و فروع میں اجتہاد کرنے والوں کے احکام۔"

اصول وفروع میں اجتہاد کرنے والے (مجتہدین) کی تصویب میں (کہ ان میں برسر صواب اور صحیح کون ہے اور برسر خطا اور غلطی پر کون ہے) اہل الاصول نے اختلاف کیا ہے۔عامہ اہل الاصول (اصول فقہ کے علماء کی اکثریت) کا یہ خیال ہے کہ اصولی مسائل اور یقینی، قطعی عقلی احکام میں غور وخوض کرنے والوں کے لئے متعین الاصابۃ (صحت ودرستی کی تعین) ہونا ضروری ہے۔سو ان میں مصیب (برسر صواب) ایک ہی ہوگا یہ بات جائز نہیں ہے کہ دو اختلاف کرنے والے کسی عقلی حکم میں نفی اور اثبات کے ساتھ مقابلہ کی شرط پر یوں حقیقی اختلاف کریں کہ ایک اس (عقلی حکم) کی اس طریقے اور ایک ہی وقت میں بالکل اس طرح نفی کرے جس طرح کہ دوسرا اس کا اثبات کر رہا ہے (اور پھر دونوں ہی مصیب اور برسر حق بھی ہوں) سو ان کے درمیان صدق و کذب اور حق و باطل منقسم ہوگا (یعنی ایک سچا اور دوسرا جھوٹا اور ایک برسر حق اور دوسرا برسر باطل ہوگا) خواہ یہ اختلاف اسلام کے اہل الاصول کے درمیان ہو یا اہل اسلام یا اسلام سے خارج مذاہب ومسالک کے متبعین کے مابین ہو (سچا اس میں ایک ہی ہوگا دونوں ایک ہی وقت میں سچے نہیں ہو سکتے) کیونکہ (امر) مختلف فیہ ایک ہی حالت میں صدق و کذب اور خطاء وصواب کا محل نہیں ہوسکتا (جس بات پر اختلاف رائے ہے اس سے متعلق مختلف آراء سب کی سب ایک ہی حالت اور ایک ہی وقت میں سچ بھی اور جھوٹ بھی اور صحیح بھی اور غلط بھی نہیں ہوسکتیں)۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک خبر دینے والا یہ کہے کہ "زید اس وقت گھر میں ہے" اور دوسرا کہے کہ "زید اس وقت گھر میں نہیں ہے"۔ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ان دو خبر دینے والوں میں سے ایک سچا اور دوسرا جھوٹا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ جس کے بارے میں خبر دی گئی ہے اس میں ایک ساتھ دونوں حالتیں اکٹھا نہیں ہوسکتیں کہ زید گھر میں ہو بھی اور نہ بھی ہو۔

کبھی کبھی ایک مسئلہ کے عقلی حکم میں دو اختلاف کرنے والے اختلاف کرتے ہیں اور محل اختلاف مشترک ہوتا ہے اور دونوں قضیوں میں تقابل کی شرط نافذ العمل ہوتی ہے۔ سو اس وقت اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ دونوں اختلاف کرنے والے برسر صواب وحق ہوں اور اشتراک کے ختم ہو جانے کے سبب ان دونوں کے درمیاں نزاع واختلاف جاتا رہے یا پھر نزاع دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹ جائے۔ اس کی مثال کلام (باری) کا مسئلہ ہے۔ اس میں دو اختلاف کرنے والے نفی اور اثبات میں ایک ہی معنی ومفہوم میں متفق نہیں ہیں کیونکہ جو (فریق) یہ کہتا ہے کہ کلام الٰہی (قرآن) مخلوق ہے، اس نے کلام سے زبان کے حروف وآواز اور لکھنے میں خطوط اور کلمات مراد لئے۔ (زبان میں حرف اور اصوات (آواز) اور کتابت (تحریر) میں رقوم (خطوط اور نشانات) اور کلمات مراد لئے) اور کہا کہ (کلام) مخلوق ہے۔ اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ (کلام) مخلوق نہیں ہے اس نے اس سے حروف اور علامتیں مراد نہیں لیں۔ بلکہ اس سے ایک دوسرے معنی و مفہوم کو مراد لیا ہے۔ یوں (کلام کے) مخلوق یا مخلوق نہ ہونے میں نزاع معنی واحد (ایک ہی مفہوم) پر وارد نہیں ہوا۔ یہی صورت رویئت (باری) کے مسئلہ کی ہے۔ کیونکہ جو اس کی نفی کرتا ہے اس کا قول ہے کہ رویئت نام ہے مرئی (جو چیز دیکھی جائے) سے شعاعوں کے اتصال کا، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے (کہ اس کی ذات سے شعاعیں متصل ہو جائیں) اور جو لوگ (رویئت کا) اثبات کرتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ رویئت ایک طرح کا ادراک اور ایک مخصوص علم ہے، اور اسے باری تعالیٰ سے وابستہ کرنا جائز ہے۔ یوں (رویئت کا) انکار اور اثبات ایک معنی و مفہوم پر وارد نہیں ہوا۔ ہاں اگر یہ بات حقیقت رویئت کے اثبات کی طرف راجع ہو، تو دونوں فریق پہلے اس بات پر اتفاق کریں گے کہ رویئت کی ماہیت کیا ہے؟ اور جب اس کی ماہیت پر متفق ہو جائیں گے تو پھر اس کے بارے میں نفی اور اثبات سے متعلق کلام کریں گے۔ بعینہ کلام (باری) کے مسئلہ میں، پہلے کلام کی ماہیت کے (تعین کی) طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ بعد ازاں اس کی نفی و اثبات کے بارے میں گفتگو ہوگی (اگر یہ صورت نہ ہو تو) اس بات کا امکان پیدا ہو جائے گا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں ہی قضیئے درست ہوں۔

ابو الحسن العنبری کی رائے ہے کہ ہر مجتہد جو اصول میں غور و خوض کرتا ہے برسر حق (مصیب) ہے کیونکہ زیر نظر مسئلہ میں غور و فکر میں مبالغہ کرنے کی اس پر جو ذمہ داری عائد کی گئی تھی، اسے اس نے پورا کر دیا، ہرچند کہ مسئلہ زیر نظر نفی و اثبات میں متعین ہو مگر وہ ایک اعتبار سے برسر حق (مصیب) ہے۔ اس نے اس (اصول) کا ذکر اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات کے بارے میں کیا ہے۔ رہے وہ لوگ جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں تو ان کے کفر اور خطاء پر نصوص (قرآن و حدیث) وارد ہیں اور اجماع ہو چکا ہے۔ (العنبری) کے مذہب کا سیاق تو یہ تھا کہ ہر مجتہد مطلقاً (علی الاطلاق) برسر صواب ہے لیکن نصوص و اجماع نے اس کو ہر ناظر (غور و فکر کرنے والے) اور ہر قائل کی تصویب سے روک دیا۔

علمائے اصول (اصولین) کے مابین اہل الاہواء کی تکفیر میں اختلاف ہے۔ اگرچہ یہ ان کی قطعی رائے ہے کہ مصیب (برسر حق) ایک ہی ہوتا ہے، کیونکہ تکفیر ایک شرعی حکم ہے اور تصویب ایک عقلی حکم ہے سو وہ لوگ جو اپنے مذہب کی طرف داری میں مبالغہ کرتے ہیں (اور جو اپنے مذہب کے کٹر حامی ہیں) وہ اپنے مخالفوں کو کافر و گمراہ ٹھہراتے ہیں اور جو متساہل (نرم رو) اور روادار ہیں وہ اپنے مخالفیں کی تکفیر نہیں کرتے۔ جو (اپنے مخالفیں کی) تکفیر کرتے ہیں وہ ان کے ہر مذہب اور ہر عقیدہ کو اہل الاہواء والملل میں سے کسی ایک کے عقیدے کے ساتھ مقارن کر دیتے ہیں، مثلاً قدریہ (معتزلہ) کو مجوس جیسا قرار دینا، مشبہہ کو یہود کے مانند ٹھہرانا اور رافضہ کو نصاریٰ سے قریب گردانا۔ یہ لوگ (مجوس، یہود و نصاریٰ وغیرہ) کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ذبیحہ (ذبح کئے ہوئے جانوروں) کے گوشت کے کھانے کے احکام کو (قدریہ، مشبہہ، رافضہ وغیرہ) پر جاری و نافذ کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے (اپنے مخالفین کو) کافر نہیں ٹھہرایا انہوں نے ان کو گمراہ قرار دیا اور یہ حکم لگایا کہ یہ لوگ آخرت میں ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ (اصولین نے) مخالفوں کی تکفیر و تضلیل میں اختلاف کے بقدر ان پر لعن (لعنت) کرنے کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے۔

اسی طرح جس شخص نے امام برحق کے خلاف بغاوت و سرکشی کی بنا پر خروج کیا تو اگر اس کے خروج کی بنیاد کوئی تاویل یا اجتہاد ہے تو اسے "باغی خطا کار" (باغی مخطی) کا نام دیا جائے گا۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یات کہ بغاوت کے سبب لعنت واجب ہوتی ہے (باغی پر لعنت بھیجنا جائز ہے) تو اہل سنت کے نزدیک اگر باغی بغاوت کے سبب ایمان سے خارج نہ ہو گیا ہو تو وہ لعنت کا سزاوار نہیں ہے۔ مگر معتزلہ کے ہاں وہ فسق کے (ارتکاب کے باعث) لعنت کا مستحق ہے، کیونکہ (بغاوت فسق ہے اور) فاسق (گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے) ایمان سے خارج ہے۔ اور اگر اس باغی کا خروج سرکشی، حسد اور دین سے نکل جانے کے سبب سے ہے تو اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ زبان سے لعنت اور تلوار اور نیزے سے قتل کا سزاوار ہے۔

فروع میں اجتہاد کرنے والوں نے احکام شرعیہ کی حلت وحرمت میں اختلاف کیا ہے۔

ان کے اختلاف کی بنیاد اس طور سے ظن وگمان پر ہے کہ ہر مجتہد کا برسر صواب (مصیب) ہونا ممکن ہے۔ اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے اور میں اس کو یوں بیان کرتا ہوں کہ "کیا ہر حادثہ اور واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ہوتا ہے یا نہیں؟ (هل لله تعالیٰ حکم فی کل حادثة ام لا؟)"۔

(۱) اصولیین (علمائے اصول) میں سے کچھ کی رائے ہے کہ ایسے واقعات میں جن کے جواز (جائز ہونے) حظر (ممنوع ہونے) حلال (ہونے) اور حرام (ہونے) کے معین حکم کو معلوم کرنے کی غرض سے اجتہاد کیا جاتا ہے، اجتہاد سے قبل، اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔ اور اللہ کا حکم وہی ہوتا ہے جس کی جانب مجتہد کے اجتہاد نے رہنمائی کی ہے۔ اور یہ حکم (الٰہی) اس سبب (اجتہاد مجتہد) کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کا سبب موجود نہیں ہوتا اس کا حکم بھی ثابت نہیں ہوتا۔ (یہ بات) خاص طور سے ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جو اس کے قائل ہیں کہ جواز اور حظر صفات فی الذات کی جانب راجع نہیں ہوتے (یعنی ان کا صفات فی الذات سے کوئی تعلق نہیں) بلکہ ان کا تعلق شارع (صاحب شریعت) کے ان اقوال سے ہے کہ یہ کام کرو یا یہ کام نہ کرو۔ (علمائے اصول کے) اس مذہب ومسلک کے مطابق ہر مجتہد حکم میں برسر صواب (مصیب) ہے۔

(۲) علمائے اصول میں سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حادثہ وواقعہ میں مجتہد کے اجتہاد سے قبل اس کے جواز وحظر سے متعلق ایک متعین حکم ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسان کی ہر حرکت میں حرام وحلال سے وابستہ حکم تکلیفی (جس کے کرنے یا نہ کرنے کا آدمی کو مکلف، ذمہ دار اور پابند ٹھہرایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے) موجود ہوتا ہے۔ اور مجتہد طلب و جستجو اور اجتہادی کوشش سے اس کی تلاش کرتا ہے کیونکہ طلب کے لئے ایک مطلوب ضروری ہوتا ہے اور اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک چیز سے دوسری چیز کی جانب ہو، کیونکہ طلب مرسل (ایسی جستجو جس کا کوئی مطلوب نہ ہو) غیر معقول بات ہے۔اس لئے مجتہد نصوص (نص) ظواہر (ظاہر) اور عمومات (عام) اور ایسے مسائل کے درمیان سعی و کاوش کرتا ہے جن پر اجماع ہو چکا ہے اور (نئے مسئلہ اور اجماع شدہ مسائل کے درمیان) معنوی رابطہ و تعلق تلاش کرتا ہے یا پھر (ان کے مابین) احکام وصور (ظاہری مماثلت) کے اعتبار سے تقریب (قرب، نزدیکی) کا کھوج لگاتا ہے تا آنکہ وہ مجتہد فیہ (جس مسئلہ میں وہ اجتہاد کر رہا ہے) میں وہی (حکم) ثابت کرتا ہے۔ جو وہ متفق علیہ (وہ مسئلہ جس پر اتفاق رائے ہے) میں پاتا ہے (یعنی متفق علیہ مسئلہ کے حکم کو نئے مسئلہ پر وہ منطبق کرتا ہے)۔ اگر (مجتہد کا) کوئی معین مطلوب و مقصود نہ ہو تو اس کی طلب و جستجو کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ اس مسلک و مذہب کی رو سے حکم مطلوب میں دو اجتہاد کرنے والوں (مجتہدین) میں سے مصیب (برسر صواب) ایک ہی ہوگا، گو دوسرا ایک طرح سے معذور متصور ہوگا کہ اس نے اجتہاد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ رہی یہ بات کہ (دونوں مجتہدین میں سے جو)مصیب ہے اس کی تعین کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (یعنی کون صحیح ہے اور کون غلط)۔ (علمائے اصول کی) اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ (مصیب کی) تعین نہیں کی جا سکتی۔ گو مصیب ایک ضرور ہے مگر وہ متعین نہیں ہے۔ اصولین میں سے کچھ نے اس بات کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ مجتہد فیہ (جس مسئلہ میں اجتہاد کیا جا رہا ہے) پر غور کیا جائیگا اور اگر دو مجتہدوں میں سے کسی ایک میں نص کے خلاف بات ظاہر و نمایاں ہوگی تو وہ بعینہ مخطی (اس کی غلطی کی تعین کر دی جائے گی) ہوگا مگر یہ خطا اس کی تضلیل و گمراہی تک نہ پہونچے گی۔ (یعنی اس غلطی کے ارتکاب سے مجتہد گمراہ نہ ٹھہرے گا) اسی طرح جو خبر (حدیث) صحیح اور نص ظاہر کا متمسک (عامل) ہوگا وہ بعینہ مصیب و برسر حق ہوگا۔ لیکن اگر نص کی مخالفت ظاہر و نمایاں نہ ہو تو مجتہد مخطی بعینہ (تعین کے ساتھ خطا اور غلطی پر) نہ ہوگا۔ بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد میں مصیب ہوگا اور ان میں سے ایک حکم میں مصیب ہوگا لیکن تعین کے ساتھ نہیں (یعنی یہ بات یقینی ہے کہ ان دو مجتہدوں میں سے ایک صحیح اور دوسرا غلط ہے، لیکن کون صحیح ہے اور کون غلط اس کی تعین نہ کی جا سکے گی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول وفروع کی دونوں اقسام میں اجتہاد کرنے والوں سے متعلق یہ کافی ہے۔ یہ مسئلہ مشکل اور یہ قضیہ پیچیدہ ہے۔

"۲۔ اجتہاد و تقلید اور مجتہد و مقلد کا حکم"

(۱) ضرورت اجتہاد :

(۱)۔ اجتہاد کا شمار فرض کفایہ میں ہے، فرض عین میں نہیں۔ سو اگر ایک شخص بھی اس کی تحصیل میں مشغول ہوا تو یہ فرض سب سے ساقط ہو جائے گا۔ اور جو اس (کی تحصیل) میں ایک عصر (عہد) کے لوگوں نے کوتاہی برتی تو اسے ترک کرنے کی وجہ سے سب کے سب گناہ گار ہوں گے اور بڑے خطرے میں پڑ جائیں گے۔ کیونکہ شرعی اجتہادی احکام یوں اجتہاد پر مترتب ہیں جس طرح مسبب سبب پر مترتب و منحصر ہوتا ہے اور جب سبب (اجتہاد) موجود نہ ہو گا تو (مسبب یعنی) احکام معطل و بیکار اور آراء و افکار فاسد و ضائع ہو جائیں گے۔ اس لئے مجتہد کی موجودگی ضروری ہے۔

(۲)۔ جب دو مجتہد (کسی مسئلہ میں) اجتہاد کریں اور ان میں سے ہر ایک کا اجتہاد دوسرے کے اجتہاد کے خلاف ہو، تو ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کی تقلید جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایک مجتہد کسی حادثہ (واقعہ) میں اجتہاد کرتا ہے اور اس کا یہ اجتہاد جواز یا حظر (ممانعت) کی جانب منتہی ہوتا ہے۔ بعد ازاں بالکل یہی حادثہ (واقعہ) کسی دوسرے وقت پیش آتا ہے تو اب اس (مجتہد) کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے پہلے اجتہاد پر عمل کرے۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ (اس مجتہد کے) دوسرے اجتہاد میں، وہ امر ظاہر ہو جو پہلے اجتہاد میں اس سے چھوٹ گیا اور جس سے وہ پہلے اجتہاد کے وقت غافل تھا اور وہ اس کی نگاہ سے اوجھل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا تھا۔

(۳)۔ عامی (عام آدمی) کے لئے مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ جو سوال وہ پوچھے اس میں اُس کا مذہب اس شخص کا مذہب ہے جس سے وہ سوال پوچھتا ہے۔ یہ بات اصل ہے۔ مگر دونوں فریقوں کے علماء نے اس بات کو جائز نہیں قرار دیا ہے کہ عامی حنفی (امام) ابوحنیفہؒ کے مذہب کے علاوہ کسی اور کا مذہب اختیار کرے اور عامی شافعی (امام) شافعیؒ کے مذہب کے سوا کسی اور کے مذہب پر عمل کرے۔ کیونکہ حکم یہ ہے کہ ''عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا'' (لا مذهب للعامی) اور یہ کہ اس کا مذہب وہی ہوتا ہے جو اس کے مفتی کا ہوتا ہے (وان مذهبه مذهب المفتی) (سو اگر عامی حنفی کو مذہب شافعی پر عمل کرنے کی اور عامی شافعی کو مذہب حنفی پر عمل کرنے کی اجازت دیدی جائے) تو اس سے انتشار پیدا ہوگا۔ اس لئے (فریقین کے علماء نے) اس بات کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ جب ایک شہر میں دو (مختلف المذہب) مجتہد ہوں، تو عامی ان دونوں (کی رائے پر عمل کرنے میں سعی و کوشش کرے گا) تا آنکہ وہ ان (دونوں میں سے) افضل اور اورع (زیادہ صاحب ورع وتقوی) کو اختیار کر لیگا۔ اور اس کے فتوی کے مطابق عمل کرے گا۔

(۴) جب مفتی اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے اور اس کے فتوی کے مطابق کوئی قاضی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ تمام (مفتی) مذاہب کے مطابق ثابت و جاری سمجھا جائے گا، اور جب قضاء (فصل مقدمہ) فتویٰ کے ساتھ متصل ہوگئی (یعنی مجتہد کے فتویٰ کے مطابق قاضی نے کسی امر میں فیصلہ دے دیا) تو حکم لازم و نافذ ہو گیا۔ اسکی مثال قبضہ (قبض) کی ہے جب وہ عقد (معاہدہ) سے متصل ہو۔ (یعنی جس طرح بیع وشراء کے معاہدے کی تکمیل کے بعد قبضہ کا حق خود بخود قائم ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک مجتہد کا فتویٰ جب قاضی کے فیصلے کی بنیاد بن گیا تو وہ فتویٰ تمام مذاہب فقہی کے نزدیک جاری و نافذ متصور ہوگا)۔

(۵) عامی کو یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ مجتہد (اپنے فتویٰ میں) اجتہاد کی حد تک پہنچ گیا (یعنی اس نے شرعی اصول کے مطابق پوری سعی کر لی)۔ اس طرح مجتہد کو کب یہ بات معلوم ہوگی کہ اس نے اجتہاد کی شرائط پوری کر لی ہیں۔ اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے (ففیہ نظر)۔

(٦) اصحاب ظاہر میں سے داؤد اصفہانی جیسے لوگوں نے احکام میں قیاس و اجتہاد کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نہیں رکھا ہے۔(داؤد کا) قول ہے کہ اصول صرف کتاب، سنت اور اجماع ہیں۔اس نے قیاس کو اصل ماننے سے انکار کیا ہے۔اور کہا کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔(شہرستانی کہتے ہیں کہ داؤد نے یہ) خیال کیا کہ قیاس، کتاب وسنت کے مضمون سے الگ کوئی چیز ہے اور یہ نہ جانا کہ شرعی طریقوں (مناہج الشرع) سے کسی شرعی حکم کی تلاش وطلب، قیاس ہے۔اور کبھی بھی کوئی شریعت اجتہاد کو اپنے ساتھ ملائے بغیر منضبط، منظم اور مرتب نہیں ہوتی۔ کیونکہ دنیا میں پھیلاؤ اور وسعت کے لیئے ضروری ہے کہ اجتہاد کا حکم دینا معتبر ہو۔ہم نے صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ انہوں نے کس طرح اجتہاد کیا، کتنی پریشانیاں اٹھائیں اور کتنا قیاس کیا۔خصوصاً میراث کے مسائل میں یعنی دادا (جد) کے ساتھ بھائیوں (اخوۃ) کو وارث ٹھہرانا اور کلالہ کی توریث (وارث قرار دینے) کی کیفیت (وغیرہ) اور یہ ایسی باتیں ہیں جو (صحابہ کے) حالات پر غور کرنے والوں سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہیں۔

''۲۔ مجتہدین کی اقسام اور اصناف''

امت (مسلمہ) کے اماموں میں سے مجتہدین دو صنفوں (قسموں) میں محدود ہیں۔کسی تیسری قسم (صنف) کی طرف یہ تجاوز نہیں کرتے۔ یہ ہیں۔

(۱) اصحاب الحدیث

(۲) اصحاب الرائے

(مجتہدین صرف انہی دونوعوں سے تعلق رکھتے ہیں کسی تیسری نوع سے نہیں)۔

(۱) اصحاب الحدیث :

یہ اہل حجاز ہیں۔(امام) مالک بن انس، (امام) محمد بن ادریس شافعی، سفیان ثوری، (امام) احمد بن حنبل اور داؤد بن علی بن محمد اصفہانی کے ساتھی، شاگرد اور پیرو۔انہیں اصحاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحدیث اس لئے کہا گیا کہ ان لوگوں کی توجہ احادیث کے حصول، اخبار کی روایت، اور نصوص (کتاب وسنت) پر احکام کی بنیاد کی طرف زیادہ رہی ہے۔ ان لوگوں کو جب تک کوئی خبر یا اثر ملتی ہے، نہ تو قیاس جلی کی جانب اور نہ ہی قیاس خفی کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ امام شافعی کا قول ہے کہ "اگر (کسی مسئلہ میں) تم لوگ میری رائے (مذہب) کو پاؤ اور میری رائے (مذہب) کے خلاف کوئی خبر (حدیث) پاؤ تو جان لو کہ میرا مذہب (رائے) وہی خبر (حدیث) ہے۔ (امام شافعی کے اصحاب وتلامذہ میں) ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحیٰی حرنی، ربیع بن سلیمان جیزی، حرملہ بن یحیٰی تجیبی، ربیع بن سلیمان مرادی، ابو یعقوب بویطی، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مصری اور ابوثور ابراہیم بن خالد کلبی ہیں۔ یہ تمام حضرات (امام شافعی کے) اجتہاد پر کسی اجتہاد کا اضافہ نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ ان سے مروی اور منقول ہے اس میں توجیہ اور استنباط کے طور پر تصرف کرتے ہیں۔ ان کی رائے سے بالکل باہر نہیں نکلتے اور ان کی قطعاً مخالفت نہیں کرتے۔

(۲) اصحاب الرائے :

یہ اہل عراق ہیں۔ (امام) ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ساتھی، شاگرد اور پیرو۔ (امام) ابو حنیفہ کے اصحاب وتلامذہ میں محمد بن حسن (شیبانی)، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن محمد قاضی، زفر بن ہذیل، حسن بن زیاد لولوئی، ابن سماعہ، عافیۃ القاضی، ابو مطیع بلخی اور بشیر مریسی ہیں۔

ان حضرات کو اصحاب الرائے کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ قیاس کی وجہ (سبب) کی تحصیل، احکام سے مستنبط ہونے والے معانی اور ان پر حوادث وواقعات کی بنیاد کی جانب رہی ہے۔ کبھی کبھی یہ حضرات اخبار احاد پر قیاس جلی کو مقدم کرتے اور اسے ترجیح دیتے ہیں۔ (امام) ابو حنیفہ کا قول ہے کہ "ہم جانتے ہیں کہ یہ رائے ہے، اور وہ اس رائے میں بہتر ہے جس پر ہم قادر ہوئے، اگر کوئی اس کے غیر وخلاف پر قادر ہو، تو اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کرے اور ہمیں اختیار ہے کہ اپنی رائے پر عمل کریں۔"

(حنفی مجتہدین) اکثر (امام ابو حنیفہ کے) اجتہاد پر ایک اور اجتہاد کا اضافہ کرتے ہیں اور حکم اجتہادی میں ان کے خلاف (رائے رکھتے) ہیں۔ جن مسائل میں ان لوگوں نے (امام ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنیفہ کی) مخالفت کی ہے، وہ معروف ومشہور ہیں۔

(۳) جاننا چاہیئے کہ ان دونوں فریقوں (حنفی اور شافعی) میں فروع (جزئی مسائل) میں بہت زیادہ اختلافات ہیں۔ان میں ان کی متعدد تصانیف ہیں اور ان پر ان کے مابین مناظرے ہوئے ہیں۔ ان مناہج ظنون (ظنی وگمانی) مناہج وطرق میں (ان دونوں فریقوں کے اختلافات) اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو (اپنے فروعی اجتہادات میں) قطعیت اور یقین حاصل ہو گیا ہے (یعنی ان کے اپنے اپنے اجتہادات قطعی اور یقینی طور پر درست اور صحیح ہیں) مگر اس سے (کسی فریق کی) تکفیر اور تضلیل لازم نہیں آتی۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ہر مجتہد برسر صواب وحق ہے (کل مجتہد مصیب)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"باب دوم"

(ازصفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۹ ۔اہل کتاب)

اہل کتاب

وہ لوگ جو ملت حنفی اور اسلامی شریعت سے خارج ہیں اور ایک (علیحدہ) شریعت، احکام، حدود و اعلام کے قائل ہیں وہ (دو گروہوں میں) منقسم ہیں:۔
(ایک گروہ تو وہ) جس کے پاس توریت اور انجیل جیسی محقق کتابیں ہیں۔ اسی بنا پر انہیں تنزیل (قرآن مجید) اہل کتاب (کے نام سے) خطاب کرتا ہے۔
(دوسرا گروہ وہ) جس کے پاس شبہ کتاب ہے جیسے مجوس اور مانوی۔ کیونکہ جو صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کیے گئے تھے مجوس سے سرزد ہونے والے اعمال (احداث) کی وجہ سے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اسی لئے ان کے ساتھ عہد کا انعقاد اور انہیں ذمی (کا درجہ دینا) جائز ہے۔ ان سے یہود و نصاریٰ جیسا برتاؤ کیا جائے گا کیونکہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں۔ لیکن ان (کی عورتوں) سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو کتاب (انہیں دی گئی تھی) وہ ان لوگوں سے اٹھالی گئی (اور اس کے آثار باقی نہیں ہیں)۔

ہم اہل کتاب کا ذکر اس لئے پہلے کرتے ہیں کہ انہیں کتاب (آسمانی) کے سبب تقدم حاصل ہے اور جن لوگوں کے پاس شبہ کتاب ہے ان کے تذکرے کو موخر کرتے ہیں۔

اہل کتاب اور اُمیّون :-

(رسول اکرم ﷺ کی) بعثت سے قبل ایک دوسرے کے مقابل جو دو فرقے تھے وہ اہل کتاب اور امیون (واحد امی) تھے۔ اُمّی وہ ہے جو لکھنا (پڑھنا) نہیں جانتا۔ یہود و نصاریٰ مدینہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں (مدینہ یعنی یثرب میں نصاریٰ نہیں تھے صرف یہود تھے) اور امیون مکہ میں تھے۔اہل کتاب اسباط (اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام) کے دین کی نصرت وحمایت کرتے تھے اور بنو اسرائیل کے مذہب پر چلتے تھے۔امیوں قبائل (عرب) کے دین کی تائید و مدد کرتے تھے اور بنو اسماعیل کے ہم مذہب تھے۔جب 'نور وارد' (آنے والے نور) کا انشعاب (شاخ در شاخ ہونا) حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب ہوا (یعنی وہ نور جو حضرت آدم علیہ السلام کو ودیعت فرمایا گیا تھا اس کا ایک حصہ حضرت ابراہیم کی طرف منتقل ہوا) تو (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے) نکلنے والا نور (نور صادر) دو حصوں (شاخوں) میں بٹ گیا ایک حصہ بنو اسرائیل میں اور ایک حصہ بنو اسماعیل میں (منتقل ہوگیا)۔وہ نور جو (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے) سے بنو اسرائیل کی طرف اترا 'ظاہر' تھا اور جو نور ان سے بنو اسماعیل کی جانب اترا وہ 'مخفی' تھا۔'نور ظاہر' پر اشخاص کے ظہور اور ایک کے بعد دوسرے شخص میں نبوت کے اظہار سے استدلال کیا جاتا تھا۔اور 'نور مخفی' پر مناسک کی وضاحت (ابانت)، علامات اور اشخاص میں حال (نبوت) کے ستر (اخفاء) سے استدلال کیا جاتا تھا۔

پہلے فرقے (بنو اسرائیل) کا قبلہ بیت المقدس تھا جبکہ دوسرے فرقے (بنو اسماعیل) کا قبلہ بیت اللہ الحرام تھا۔جو مکہ میں لوگوں کے لئے بنایا گیا جو برکتوں والا اور اہل عالم کے لئے موجب ہدایت و رہنمائی ہے۔(اسی طرح) پہلے فرقہ (بنو اسرائیل) کی شریعت ظاہری احکام (ظواہر احکام) پر مشتمل ہے۔اور دوسرے فرقہ (بنو اسماعیل) کی شریعت مشاعر حرام کو مرعی رکھنا ہے۔فریق اول (بنو اسرائیل) کے مخالفین کافر ہیں از قبیل فرعون و ہامان اور دوسرے فریق (بنو اسماعیل) کے مخالفین مشرکین ہیں، اصنام (بتوں) اور اوثان کے پرستاروں کی قبیل سے۔سو یہ دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان دونوں تقابلوں کے ساتھ یہ تقسیم درست ہوئی ہے

یہود و نصاریٰ :-

یہ دونوں امتیں اہل کتاب کی بڑی امتوں میں سے ہیں۔امت یہود زیادہ بڑی ہے، کیونکہ شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی اور تمام بنی اسرائیل اسی شریعت کے پیرو اور تورات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے احکام کی اتباع کے مکلف تھے۔

انجیل جو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل کی گئی کسی احکام پر مشتمل نہیں ہے اور اس میں کسی حلال وحرام کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ وہ رموز (رمز، اشارہ)، امثال، مواعظ (وعظ ونصیحت) اور مزاجر (زجر، توبیخ) سے عبارت ہے۔ ان کے علاوہ (انجیل میں) جن شرائع (شریعت) اور احکام کا بیان ہے وہ تورات سے ماخوذ ومستفاد ہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اس قضیہ (مسئلہ، مقدمہ) کی بناء پر یہود نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی اطاعت نہ قبول کی اور ان کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور تورات کی موافقت کرنے پر مامور تھے۔ مگر انہوں نے اسے بدل دیا اور اس میں تغیرات پیدا کر دیئے۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان تغیرات کو شمار کروایا اور ان کی نشاندہی کی ہے سو ان تغیرات میں سے ایک تو یہ ہے کہ سبت (سنیچر کے دن) کو بدل کر احد (اتوار کے دن) کو (عبادت کے لئے مخصوص) کر دیا۔ انہیں تغیرات میں سے سور کا گوشت کھانا ہے جو کہ تورات میں حرام تھا۔ ان تغیرات میں ختنہ کرانا اور غسل کرنا وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اہل اسلام نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ان دونوں امتوں (یہود ونصاریٰ) نے اپنے دین کو بدل دیا اور اس میں تحریف کر دی ہے۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کو مقرر اور ثابت کرنے والے تھے۔ یہ دونوں حضرات ہمارے نبی حضرت محمد نبی رحمت صلوۃ اللہ علیہم اجمعین کی آمد کی بشارت دینے والے تھے۔ (یہود ونصاریٰ) کو ان کے اماموں، نبیوں اور کتاب نے اسی کا حکم دیا تھا اور ان کے اسلاف نے مدینہ کے قریب گڑھیاں اور قلعے نبی آخر الزمان رسول اللہ ﷺ کی نصرت وحمایت کے لئے تعمیر کئے تھے۔ اور انہیں اپنے شام کے وطن سے ہجرت کر کے ان قلعوں اور بستیوں کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

تا آنکہ جب (ہمارے رسول ﷺ) ظاہر ہوئے، فاران پر حق کا اعلان فرمایا اور اپنے مقام ہجرت (مدینہ) کی طرف ہجرت کی۔ تو (یہود ونصاریٰ نے) انہیں چھوڑ دیا اور ان کی نصرت سے دست کش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی کا ذکر ہے:

"اور اس سے پہلے (اس قرآن کی توقع پر) کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعائیں مانگا کرتے تھے تو جب وہ چیز جس کو جانے پہچانے ہوئے تھے آ موجود ہوئی تو اس سے انکار کرنے لگے۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہو"۔ (بقرہ، ۸۹)۔

یہود و نصاریٰ کے مابین اختلاف کو (رسول اللہ ﷺ کے) حکم سے ختم (مرتفع) ہونا تھا، کیونکہ یہود کہتے تھے: "نصاریٰ کسی چیز پر نہیں ہیں (یعنی ان کا مذہب کچھ نہیں ہے)"۔ اور نصاریٰ کہتے تھے: "یہود کسی چیز پر نہیں ہیں، ہر چند کہ وہ دونوں کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں (بقرہ، ۱۱۳) (یعنی یہود کا مذہب ہیچ ہے، حالانکہ دونوں ہی فریق کتاب الٰہی پڑھتے ہیں پھر بھی ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں) اور نبی ﷺ فرماتے تھے: "تم (یہود و نصاریٰ) کسی چیز پر نہیں ہو، تا آنکہ تم لوگ تورات وانجیل کو قائم کرو (مائدہ، ۶۸) (یعنی جب تک تم دونوں تورات وانجیل کو قائم نہ کرو گے دین سے جسکا تم دعویٰ کرتے ہو تمہیں کچھ حصہ نہ ملے گا)۔ مگر یہود و نصاریٰ کے لئے تورات وانجیل کی اقامت، قرآن حکیم کی اقامت، اور نبی رحمت رسول آخر الزمان کے حکم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس جب (یہود و نصاریٰ) نے (اقامت قرآن اور حکم نبی آخر الزمان) سے انکار کیا اور اللہ کی آیتوں کو چھپایا اور اس کی نشانیوں سے انکار کیا تو ان پر ذلت ومحتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے (انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے اور نیز یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے) (البقرہ، ۶۱)۔

❀❀❀

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”فصل اول“

یہود خاص

(ہاد کے معنی رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں، کہتے ہیں) ھـادالـرجـل یعنی وہ رجوع ہوا اور اس نے توبہ کی۔ یہ نام یہود کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی بناء پر پڑا: انـا ھـدنـا الیک یعنی (اے ہمارے رب) ہم تیری طرف لوٹے اور ہم نے تیرے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں اور ان کی کتاب تورات ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جو آسمان سے نازل کی گئی۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر جو (احکام) اتارے گئے انہیں کتاب نہیں کہتے بلکہ صحف (صحیفے) کہتے ہیں۔ نبی (کریم)ﷺ سے یہ خبر وارد ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا، جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا۔“

یوں تورات کی تمام (آسمانی) کتابوں پر ایک اور خصوصیت ثابت ہوئی۔ (تورات) اسفار (الگ الگ رسالوں) پر مشتمل ہے۔ پہلے سفر (رسالہ) میں آغاز تخلیق کا ذکر ہے۔ پھر احکام وحدود (سزاؤں)، احوال وقصص اور مواعظ واذ کار کو علیحدہ علیحدہ سفر (رسالے) میں بیان کیا ہے۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام) پر (اللہ تعالیٰ نے) الواح (لکھی ہوئی تختیاں) جو تورات کے مضامین کے مختصر کے مانند تھیں نازل کیں یہ (الواح) علمی وعملی اقسام پر مشتمل تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ہم نے موسیٰ کے لئے الواح میں ہر چیز سے موعظت ونصیحت لکھی“ (اعراف ۱۴۴) یہ اشارہ ہے تمام اقسام علمی کی جانب۔ (پھر فرمایا): ”(اس میں) ہر شئی کی تفصیل (تحریر کی) (طہ ۳۳)“ یہ اشارہ ہے تمام عملی اقسام کی طرف۔

(یہود اس بات کے قائل ہیں کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات اور الواح کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرار یوشع بن نون کو تفویض کیئے، جو ان کے ''وصی''، ''فتیٰ'' اور ان کے بعد ''قائم بالامر'' تھے (شریعت موسوی کے نافذ و جاری کرنے والے تھے) تا کہ وہ اسرار تورات و الواح کو حضرت ہارون کی اولاد تک پہنچا دیں۔ کیونکہ امر (نبوت) حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام میں مشترک تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو جب ان پر پہلی وحی نازل ہوئی یوں بیان کیا ہے: ''اور (اے میرے رب) (ہارون کو) میری (نبوت) میں میرا شریک کردے۔'' اور ہارون (حضرت موسیٰ کے) ''وصی'' تھے۔ جب حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حیات میں وفات پا گئے تو یہ ''وصیت'' یوشع بن نون کی طرف بطور ''ودیعت'' منتقل ہوگئی تا کہ وہ اسے حضرت ہارون کے بیٹوں شبیر و شبر کو پہنچا دیں جو مستقل طور سے (وصی ہیں) ایسا اس لئے ہوا کہ ''وصیت'' اور ''امامت'' میں سے بعض مستقر (مستقل وصی و امام) اور بعض مستودع (عارضی وصی اور امام) ہیں۔ (یعنی کچھ ائمہ مستقل وصی و امام ہیں اور کچھ عارضی ہیں کہ جب تک امام و وصی مستقل اس منصب کو خود نہ سنبھال نہ لے وہ اسے امانتہً اپنے پاس رکھیں، انھیں اصطلاح میں ''مستقر'' (مستقل امام و وصی) اور ''مستودع'' (عارضی وصی و امام) کہتے ہیں۔

یہود کا یہ دعویٰ ہے کہ شریعت صرف ایک ہی ہوتی ہے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوئی اور انھیں پر ختم بھی ہوگئی۔ ان سے پہلے کوئی شریعت نہ تھی ماسوائے حدود عقلیہ اور احکام معلمیہ (یعنی عقلی تعزیرات اور سزائیں اور مصلحت کے اقتضاء کے مطابق احکام کے سوا) کسی قسم کی کوئی شریعت نہ تھی۔ ان کے ہاں نسخ (شریعت اور احکام کا منسوخ ہو جانا) بالکل جائز نہیں ہے۔ اس لئے (حضرت موسیٰ کے) بعد کوئی شریعت قطعاً نہ ہوگی۔ کیونکہ اوامر میں نسخ ''بداء'' ہے اور اللہ تعالیٰ پر ''بداء'' کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

یہود کے (مذہبی) مسائل ''نسخ'' کے جواز و عدم جواز، ''تشبیہ'' (کے اثبات) اور اس کی نفی، ''قدر'' و ''جبر'' کی بات کے (عقیدے) اور ''رجعت'' کے جائز و محال ہونے کے گرد گھومتے ہیں۔

(۱) ۔نسخ (کے عدم جواز کے عقیدے کا) ہم (پہلے) ذکر کر چکے ہیں۔

(۲) ۔تشبیہ (کے یہود اس بناء پر معتقد ہیں کہ) انہوں نے تورات کو متشابہات سے مملو دپُر پایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً (اللہ کے لئے) صورت، مشافہتہ (آمنے سامنے ہونا) بلند آواز سے گفتگو کرنا، منتقل ہو کر طور سینا پر نزول، عرش پر استقرار کے ساتھ مستوی و متملک ہونا اور اوپر کی جانب رویت (باری) یعنی اللہ کے اوپر کی سمت دیکھنے کو جائز سمجھنے کا جواز وغیرہ۔

(۳)۔ قدر کے عقیدے میں یہود کے مابین ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ اسلام کے دو فریقوں کے درمیان اس مسئلہ میں باہم دگر اختلاف ہے۔ (یہود) ربانیون ہمارے (اہل اسلام کے) معتزلہ کی طرح (قدر کے قائل ہیں) اور (ان کے) قُرّاؤن (ہمارے ہاں کے) المجبرۃ (الجبریہ) اور المشبہ جیسے ہیں (اور جبر کے قائل ہیں)۔

(۴)۔ رجعت کے جواز (کے عقیدے) کے یہود دو باتوں کی وجہ سے (قائل ہوئے ہیں) اول عزیر علیہ السلام کا واقعہ کہ اللہ نے انہیں سو ۱۰۰ سال تک مردہ رہنے کے بعد پھر زندہ کر دیا۔ دوم ہارون علیہ السلام کا قصہ کہ وہ تیہ (صحرائے سینا) میں فوت ہو گئے۔ یہود کا خیال ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے انھیں اپنی الواح سے قتل کر دیا کیونکہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون پر اس لئے حسد کیا کہ یہود ان کے مقابلے میں ہارون کی جانب زیادہ مائل تھے (ہارون بنو اسرائیل میں موسیٰ سے زیادہ مقبول تھے اس لئے موسیٰ نے انھیں مار ڈالا)۔ یہود نے حضرت ہارون کی موت کی کیفیت کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے ان میں سے کچھ کا قول ہے کہ وہ مر گئے مگر جلد ہی واپس آئیں گے اور کچھ کا عقیدہ ہے کہ ہارون غائب ہو گئے ہیں اور جلد ہی رجعت فرمائیں گے۔

جاننا چاہئے کہ تمام تر توارت ایسی علامتوں اور نشانیوں (دلالات و آیات) پر مشتمل ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شریعت کی حقانیت اور صاحب شریعت (آنحضرت ﷺ) کے صادق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ مگر (یہود) نے تورات میں تغیر و تبدل کر دیا (یعنی بشارت محمدی کو محو یا بدل دیا) یہ تحریف یا تو کتابت و ظاہری شکل میں کی گئی ہے یا پھر تورات کی تفسیر د تاویل میں یہ تحریف کی گئی ہے۔

اس تحریف کی واضح و نمایاں مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحب زادہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کا تذکرہ اور (حضرت) ابراہیم کی (اسماعیل) اور ان کی اولاد کے حق میں دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئی (کہ اس نے فرمایا): "میں نے اسماعیل اور ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد کو برکت دی اور ان میں تمام خیر و نیکی رکھی اور میں جلد ہی انھیں تمام قوموں پر غالب کر دوں گا اور جلد ہی ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجوں گا جو ان کے سامنے میری آیتیں تلاوت کرے گا۔'' (اس سارے قصے کو یہود نے تورات میں بدل کر رکھ دیا ہے)۔

یہود اس قضیہ (واقعہ) کی (تورات میں موجودگی کا) اعتراف و اقرار کرتے ہیں مگر اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ نے (حضرت ابراہیم کی) دعا کو ملک (بادشاہی) کے ساتھ قبول کیا تھا نہ کہ نبوت و رسالت کے ساتھ (یعنی اللہ نے حضرت اسماعیل کی اولاد کو بادشاہی دینے کا وعدہ کیا تھا انہیں نبی و رسول بنانے کے بارے میں دعاء ابراہیم قبول نہ کی تھی)۔ (اس سلسلہ میں) یہود پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ (اولاد اسماعیل میں) جس ملک کے بارے میں تم نے (دعائے ابراہیم کی قبولیت کو) تسلیم کیا ہے وہ ملک (بادشاہی) عدل و حق کے ساتھ وابستہ ہے یا نہیں؟ اگر وہ عدل و حق کے ساتھ نہیں ہے تو اللہ یہ ملک (عطاء کر کے) جو ظلم و ستم (پر مبنی) ہے اولاد ابراہیم پر کیسے احسان رکھ سکتا ہے (اور کیسے اسے اپنا انصاف قرار دے سکتا ہے؟) اور اگر تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ یہ ملک عدل و صدق کی رو سے (اولاد اسماعیل کو دیا گیا ہے) تو یہ بات ضروری ہے کہ یہ بادشاہ (ملک) اپنے دعویٰ اور قول میں اللہ تعالیٰ کے متعلق صادق اور سچا ہو، کیونکہ اللہ کے بارے میں کاذب اور جھوٹا شخص صاحب عدل و حق کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے اور اسکی طرف کذب کی نسبت سے زیادہ سخت و شدید کوئی ظلم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اس (بادشاہ) کو جھوٹا کہنے سے اسکا ظلم ظاہر ہونا لازم آتا ہے اور اس کو ظالم قرار دینے کے باعث نعمت کا احساس جاتا رہتا ہے اور یہ بات خلاف واقعہ ہے (یعنی اگر دعائے ابراہیمی کے نتیجے میں منصب بادشاہی پر فائز ہونے والا اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے تو وہ ظالم ہوا اور جب ظالم دجائز ہوا تو اسے بادشاہی دے کر اللہ نے نسل اسماعیل پر کوئی احسان و انعام نہ کیا اور چونکہ یہ بات غلط ہے اس لئے یہود کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اولاد اسماعیل کو صرف بادشاہت کی بشارت دی گئی نبوت و رسالت کی نہیں)۔

ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ تورات میں (مذکور) ہے کہ: اسباط (یہود) بنی اسماعیل کے قبائل کی جانب (حصول علم کی غرض سے) رجوع کرتے تھے اور انھیں یہ معلوم تھا کہ اس گروہ (قبائل بنی اسماعیل) کے پاس ایسا علم لدنی ہے جو تورات میں نہیں ہے۔ تواریخ میں مذکور ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد' آل اللہ اور اہل اللہ' کے نام سے موسوم تھی اور اولاد اسرائیل' آل یعقوب' 'آل موسیٰ' اور' آل ہارون' کے ناموں سے پکاری جاتی تھی۔ یہ بات یہود کے لئے بڑی شکست ہے اور اس بات سے یہود پر بڑی زد پڑتی ہے (جس کا ان کے کوئی جواب نہیں ہے)۔

تورات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا، ساعیر پر ظاہر ہوا اور فاران سے اعلان کیا۔ (طور سینا سے حضرت موسیٰ کو نبوت کی خلعت عطا ہوئی) ساعیر بیت المقدس کی پہاڑیاں ہیں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئے (ان کی نبوت کا آغاز ہوا) اور فاران مکہ کی پہاڑیاں ہیں جہاں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔

چونکہ اسرار الٰہی، وحی، تنزیل اور مناجات میں انوار ربانی اور تاویل کے تین مراتب ہیں، مبدء (آغاز) وسط (درمیانی) اور کمال (تکمیل و انتہاء) اس لئے آمد (مجی)، مبدء (آغاز) کے مانند ہے۔ ظہور وسط کے مشابہ ہے اور اعلان کمال جیسا ہے۔ توریت نے شریعت و تنزیل کی صبح کے طلوع کو ''طور سینا سے آمد'' سے تعبیر کیا ہے، (شریعت و تنزیل) کے آفتاب کے طلوع ہونے کو ''ساعیر پر ظہور'' سے تعبیر کیا ہے اور (اس آفتاب شریعت و تنزیل کے) درجہء کمال پر پہنچنے کو ''فاران پر استواء (سورج کا نصف النہار پر ہونا) اور ''اعلان'' سے تعبیر کیا ہے۔ ان کلمات میں حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا اثبات موجود ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے انجیل میں کہا ہے: ''میں اس لئے نہیں آیا کہ تورات کو باطل کردوں بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ اس کی تکمیل کروں۔ صاحب تورات (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے کہا: ''جان کے بدلے جان، آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے عوض ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کا قصاص لیا جائے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر تیرا بھائی تیرے دائیں گال پر تمانچہ مارے تو اپنا بایاں گال بھی اس کی طرف بڑھاوے (کہ وہ اس پر بھی تمانچہ رسید کرے)۔''

مگر آخری شریعت (شریعت محمدی ﷺ) ان دونوں باتوں کے ساتھ وارد ہوئی ہے (یعنی قصاص اور بدلہ لینے کا حکم بھی دیا گیا اور معاف کردینے کی بھی تلقین کی گئی)۔ قصاص کا حکم اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس قول میں دیا گیا ہے: ''اے ایمان والوں تم پر مقتول کا قصاص فرض کیا گیا ہے۔'' (بقرہ ۱۷۸) اور معاف کرنے کی تلقین اس ارشاد الٰہی میں کی گئی ہے: ''اور اگر تم معاف کردو تو یہ بات تقویٰ اور پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے'' (بقرہ ۲۳۷)۔

تورات کے احکام عام ظاہری سیاست پر مبنی ہیں اور انجیل کے احکام خاص باطنی سیاست پر مشتمل ہیں اور قرآن میں ان دونوں ہی سیاستوں کے احکام اکٹھا وارد ہوئے ہیں (چنانچہ): ''اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے'' (بقرہ ۱۷۹) (کے ارشاد الٰہی) میں اشارہ ہے ظاہری سیاست کے اثبات کی جانب، اور اللہ کے اس ارشاد میں کہ: ''اگر تم معاف کردو تو یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔'' اور نیز اس ارشاد میں کہ: ''درگزر کا شیوہ اختیار کرو، لوگوں کو نیکی کا کام کرنے کا حکم دو اور نادانوں سے کنارہ کش رہو۔'' (اعراف ۱۹۹) باطنی سیاست کی تحقیق کی طرف اشارہ ہے۔ (اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے) جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، جو تمہیں محروم کرے تم اس کو دو اور جو تعلق توڑے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔''

یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ جو آدمی (یعنی یہود) یہ دیکھ رہا ہو کہ غیر (یعنی مسلمان) اس کے اپنے (دین کی) تصدیق کر رہا ہے، اسکی تکمیل کر رہا ہے اور ایک درجہ سے دوسرے درجے پر ترقی دے رہا ہے اس آدمی کے لئے کیسے مناسب ہوگا کہ وہ (اپنے دین کی تصدیق و تکمیل و ترقی دینے والے کی) تکذیب کرے اور اسے جھٹلائے۔ نسخ (اسلام کا دین یہود کو منسوخ کر دینا) حقیقت میں اسے باطل کر دینا نہیں ہے (نسخ ابطال نہیں ہے) بلکہ وہ (دین یہود کی) تکمیل ہے۔

تورات میں عام احکام اور خاص احکام یا تو اشخاص کے ساتھ یا پھر ازمان (زمانے) کے ساتھ (مربوط) ہیں۔ جب زمانہ (یعنی کسی حکم کا وقت) ختم ہو جاتا ہے تو وہ حکم بھی لامحالہ باقی نہیں رہتا اور اس (حکم کے خاتمہ) کو ابطال (اسے باطل قرار دینا) یا بداء (اس حکم کے اجراء میں اللہ کا غلطی کرنا اور یوں اسے واپس لے لینا) نہیں کہا جاتا۔ یہاں (تورات کے منسوخ ہونے کی) یہی صورت ہے۔ جہاں تک ''سبت'' کا تعلق ہے تو اگر یہود یہ جان جاتے کہ ''سبت'' کو اختیار کرنے کا انہیں کیوں مکلف بنایا گیا ہے؟ اور یہ کہ وہ ایک دن یعنی اشخاص میں سے ایک شخص ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حالات میں سے وہ کس حالت کے بالمقابل ہے؟ اور وہ کس زمانے کا جزء ہے؟ تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ آخری شریعت (شریعت محمدی ﷺ) حق ہے۔ اور وہ ''سبت'' کو برقرار رکھنے کے لئے وارد ہوئی ہے۔ اسے باطل کرنے کی غرض سے نہیں آئی ہے۔ یہ یہود ہی تھے جنھوں نے ''سبت'' کے دن اللہ کی عدول حکمی کی جس کے باعث ان کی شکلیں لوگوں سے دور بھگائے ہوئے بندروں جیسی ہو گئیں۔ یہود کو اس بات کا اعتراف ہے۔ انھیں اس (کا بھی اعتراف ہے کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گھر (بیت) تعمیر کرایا جس میں مختلف صورتیں اور اشخاص کی تصویریں بنائیں، ان صورتوں کے درجات و مراتب کو بیان کیا اور ان رموز (کنایوں اور علامتوں) کی جانب اشارہ کیا۔ مگر چونکہ یہود (اس گھر کے) دروازے کو جو ''باب حطہ'' (توبہ کا دروازہ) تھا بھول گئے اور ان کے لئے چوروں کی طرح اس کی دیواروں پر چڑھ کر اندر جانا ممکن نہ ہوا تو وہ حیرت و استعجاب میں مبتلا ہو گئے اسی وجہ سے ان کے مابین اختلافات پیدا ہوئے اور وہ اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔

یہود کے ان فرقوں میں سے جو زیادہ مشہور و نمایاں ہیں ہم یہاں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ باقی (فرقوں) کا تذکرہ چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ ہی توفیق ارزانی فرمانے والا ہے۔

''۱۔ العنانیہ''

یہ گروہ ایک شخص عنان بن داؤد راس الجالوت کی جانب منسوب ہے۔ یہ لوگ اسبات (سبت یا سنیچر کے دن کے اعمال) اور اعیاد (عیدوں اور مذہبی تہواروں) کے بارے میں تمام یہود کے خلاف ہیں۔ عنانیہ پرندوں، ہرنوں، مچھلی اور ٹڈی (کے گوشت کے) کھانے سے منع کرتے ہیں اور جانوروں کو گردن کی طرف سے ذبح کرتے ہیں (جانوروں کا جھٹکا کرتے ہیں)۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے مواعظ و ارشادات میں تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے تورات کی مخالفت نہیں کی بلکہ اسے مقرر و ثابت کیا اور لوگوں کو اس کی پیروی کی دعوت دی۔ وہ بنی اسرائیل ہی میں سے تھے تورات پر ان کا عمل تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں میں سے تھے، مگر یہ لوگ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس حسن عقیدت کے باوجود) ان کی نبوت و رسالت کے قائل نہیں ہیں۔

انہیں (عنانیہ) میں ایک ایسا فرقہ بھی ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اللہ کی جانب سے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور وہ بنی اسرائیل سے نہیں ہیں اور ایسی شریعت لے کر نہیں آئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کر دینے والی ہے، بلکہ وہ اولیاء اللہ میں سے اور تورات کے احکام جاننے والوں میں سے ہیں۔ انجیل ایسی کتاب نہیں جو اللہ کی وحی کی صورت میں (حضرت عیسیٰ پر) نازل کی گئی، بلکہ وہ ان کے آغاز سے کمال تک کے حالات کا مجموعہ ہے جسے ان کے چار حواریوں (ساتھیوں) نے جمع کیا ہے، سو وہ کیونکر (اللہ کی جانب سے) نازل کی ہوئی کتاب ہو سکتی ہے؟

(عنانیہ) نے بھی کہا کہ یہود نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ظلم کیا، کیونکہ ان لوگوں نے پہلے تو انہیں جھٹلایا، ان کے دعویٰ کی تہہ تک نہ پہنچ سکے اور آخر میں انہیں قتل کر دیا اور ان کے مقام و کنہہ کی باریکی کو نہ جان سکے۔ تورات میں ''مشیحا'' کا ذکر بہت سے مقامات پر آیا ہے اور وہ یہی مسیح (حضرت عیسیٰ) ہیں۔ لیکن انہیں نہ تو نبوت دی گئی اور نہ شریعت موسوی کو منسوخ کرنے والی شریعت ہی دی گئی۔ (تورات میں) ''فارقلیط'' کا ذکر آیا ہے جس کے معنی ہیں علم و دانش والا آدمی (الرجل العالم) اسی طرح اس (فارقلیط) کا ذکر انجیل میں بھی ہے۔ اسی لئے (فارقلیط کے لفظ کو) اسی مفہوم پر محمول کرنا ضروری ہے۔ جس پر کہ وہ پایا گیا۔ (یعنی فارقلیط سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہیں اور جو ہیں بھی تو اس سے صرف ایک عالم شخص مراد لیا گیا ہے نہ کہ نبی و رسول، سو حضرت عیسیٰ ایک عالم سے زیادہ نہیں ہیں) جس کا دعویٰ اس کے سوا کچھ اور ہے (یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ عالم ہی نہیں بلکہ نبی مرسل بھی ہیں) تو اسے چاہئے کہ وہ ثابت کرے اور اس کی تحقیق کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۲۔ العیسویہ"

یہ فرقہ ابوعیسیٰ اسحاق بن یعقوب اصفہانی کی طرف منسوب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام تھا عوفید الوہیم یعنی اللہ کی عبادت کرنے والا۔ یہ شخص (عباسی خلیفہ) المنصور کے زمانے میں تھا۔ اس نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا آغاز بنوامیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد (ابن مروان) حمار کے زمانہ (خلافت) میں کیا۔ یہود کی بڑی بھاری جمعیت نے اس کی اتباع کی اور اس کے لئے انہوں نے آیات و معجزات کا ادعاء کیا اس کے پیروؤں کا کہنا ہے کہ اس سے جب کوئی جنگ کرتا تو وہ اپنے ساتھیوں کے گرد آس (ریحان) کی لکڑی سے ایک لکیر کھینچ دیتا تھا (حصار بنا دیتا تھا) اور ان سے کہتا کہ اس لکیر (حصار) میں ٹھہرے رہو، تمہارا دشمن اپنے ہتھیاروں سے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ سو دشمن ان لوگوں پر حملہ کرتے اور جب ان کے گرد کھینچے ہوئے حصار تک پہونچتے تو اس طلسم یا عزیمت (جادو؟) سے جنہیں وہ اکثر گڑھتا تھا، خوف کھا کر لوٹ جاتے تھے۔ اس کے بعد ابوعیسیٰ حصار کی لکیر سے گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا باہر نکلتا اور اپنے دشمنوں سے قتال کر کے بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالتا تھا۔ وہ موسیٰ بن عمران کے ان پیروؤں کے پاس جو نہر مل کے اُس پار رہتے ہیں انہیں اللہ کا کلام سنانے گیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس نے جب (خلیفہ) المنصور (عباسی) کے آدمیوں سے ری کے مقام پر جنگ کی تو وہ اور اس کے ساتھی اسی معرکہ میں کھیت رہے۔ ابوعیسیٰ یہ کہتا تھا کہ وہ نبی ہے اور مسیح منتظر کا رسول و پیام بر (بھی) ہے۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت مسیح (عیسیٰ) کے ایسے پانچ رسول یا پیام بر ہیں جو اس سے پہلے یکے بعد دیگرے آ چکے ہیں۔ اس کا یہ بھی گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا ہے اور اسے اس امر کا مکلف کیا ہے (یعنی اس پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے) کہ وہ بنی اسرائیل کو گناہ گار اقوام اور ظالم حکمرانوں سے نجات دلائے۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ حضرت مسیح حضرت آدم کی اولاد میں سب سے افضل اور گزشتہ نبیوں سے مرتبہ میں سب سے بلند ہیں۔ چونکہ وہ (ابوعیسیٰ) (حضرت مسیح) کا رسول و پیامبر ہے اسی لئے وہ بھی سب (انبیاء) سے افضل ہے۔ اس کے نزدیک حضرت مسیح کی تصدیق واجب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ وہ داعی کی دعوت کو اہمیت دیتا اور اس کی تعظیم کرتا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ یہ داعی مسیح ہی ہیں۔

اس نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اور ہر جاندار کے (گوشت) کے کھانے کو خواہ وہ پرندہ ہو خواہ وہ چرندہ ہو بالکلیہ حرام قرار دیا۔ اس نے (ایک دن رات میں) دس نمازیں واجب کیں اور اپنے پیروؤں کو ان کے قائم کرنے اور ان کے اوقات کے بیان کرنے کا حکم دیا۔ (ابوعیسیٰ) نے تورات میں مذکور بہت سے شرعی احکام کی مخالفت کی۔

لوگوں (کے ہاتھوں میں جو) تورات ہے وہ وہی ہے جسے تیس یہودی عالموں (احبار) نے بعض رومی بادشاہوں کے لئے اس وجہ سے جمع کیا تھا تاکہ اس میں ہر جاہل اس کے احکام کے مواضع و مقامات میں تصرف (کمی بیشی) نہ کر سکے۔ اور اللہ ہی توفیق عطاء کرنے والا ہے۔

۳۔ ''المقاربة و اليوذعانيه''

یہ لوگ ہمدان کے باشندے یوزعان کی جانب منسوب ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس شخص کا نام یہوذا تھا۔ وہ (اپنے متبعین کو) زہد اور کثرت سے نماز کی ادائیگی پر آمادہ کرتا اور ہر قسم کے گوشت (کے کھانے) اور ہر طرح کی نبیذ (کے پینے) سے منع کرتا تھا۔ جو باتیں اس شخص سے منقول ہیں ان میں داعی کے حکم کی تعظیم بھی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ تورات (کی عبارت) کا ایک ظاہر (ظاہری مفہوم) اور ایک باطن (باطنی مفہوم) ہے یوں ایک تنزیل ہے اور ایک تاویل۔ اس نے (تورات کی) تاویلیں کرنے میں عام یہودیوں کی مخالفت کی۔ اس نے تشبیہ کے (مسئلہ) میں بھی ان کی مخالفت کی اور قدر (کے عقاید) کی جانب مائل ہو گیا۔ اس نے ثابت کیا کہ فعل کا واقعی صدور بندے سے ہی ہوتا ہے اور وہ ثواب یا عذاب کا مستحق ہے۔ اس نے اس (عقیدے) میں بے تشدد سے کام لیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الموشکانیہ:۔

انہیں میں الموشکانیہ کا بھی گروہ (شامل) ہے۔ یہ لوگ موشکان نامی شخص کے پیرو ہیں یہ شخص یوذعان کے مذہب پر تھا (موشکان کے عقائد وہی تھے جو فرقہ یوذعانیہ کے ہیں) مگر فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف خروج کو ضروری سمجھتا تھا۔ (ان سے جنگ کرنے کو ضروری سمجھتا تھا) اس نے اپنے انیس ۱۹ ساتھیوں کے ساتھ (حکومت کے خلاف بقصد بغاوت) خروج کیا اور قم کے نواح (مضافات) میں مارا گیا۔ موشکانیہ کے ایک گروہ کے متعلق یہ مذکور ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو عرب اور یہود کے علاوہ تمام انسانوں کا نبی مانتا ہے (یہود کو اس سے مستثنیٰ اس لئے کیا ہے) کیونکہ ان کی اپنی ایک الگ ملت اور ایک الگ کتاب ہے۔

القاربہ کے ایک فرقے کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے براہ راست نہیں بلکہ) ایک فرشتہ (ملک) کے واسطہ سے خطاب فرمایا۔ اللہ نے (اس فرشتہ کو) منتخب کیا، تمام مخلوقات پر اسے مقدم کیا اور ان پر اس کو اپنا خلیفہ و نائب مقرر کیا۔ ان لوگوں کا قول ہے کہ تورات اور تمام دوسری (آسمانی) کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کا وصف مذکور ہے وہی اس فرشتہ کے بارے میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی وصف کے ساتھ متصف کرنا جائز نہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت موسیٰ سے (وادی سینا میں) جس نے کلام فرمایا وہ (اللہ نہیں بلکہ) وہی فرشتہ تھا اور تورات میں جس درخت (شجرۃ: نخل طور) کا بیان ہے وہ بھی وہی فرشتہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ برتر و بلند ہے اس بات سے کہ کسی انسان سے کلام کرے۔ تورات میں مذکور رویت (باری) کی طلب (حضرت موسیٰ کا اللہ کے جلوے کی طلب کرنا) (طلب الرویۃ) اور (حضرت موسیٰ کا قول کہ میں نے اللہ سے رودررو ملاقات کی (شافهت الله) اور یہ کہ اللہ آیا (جاء الله) اور اللہ بادلوں میں ظاہر ہوا (طلع الله فی السحاب) اور یہ کہ اللہ نے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی (کتب التورٰۃ بیدہ) اور یہ کہ وہ عرش پر مستوی ہو گیا (استقرار کے ساتھ فروکش ہوا) (استوی علی العرش استقرارا) اور یہ کہ اس کی شکل آدم جیسی ہے (ولہ صورۃ آدم) اور یہ کہ اس کے بال گھنگھریالے (اشعر قطط) ہیں اور یہ کہ اس کے گیسو سیاہ ہیں (وفرہ سوداء) اور یہ کہ وہ طوفان نوح (کی تباہ کاریوں) پر اتنا رویا کہ اس کی آنکھیں دکھنے کو آ گئیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بکی علی طوفان نوح حتی رمدت عیناہ) اور یہ کہ وہ یوں ہنسا کہ اس کے دانت دکھائی دیئے یعنی کھلکھلا کر ہنسا (ضحك الجبار حتی بدت نواجذہ) وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور ان جیسے دوسرے امور کو اس فرقے نے (اللہ کے بجائے) اس فرشتے پر محمول کیا ہے (یعنی ان سارے واقعات میں اللہ نہیں بلکہ وہی فرشتہ کارفرما ہے) اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ بات عادتاً جائز ہے کہ اللہ اپنے خاص فرشتوں میں سے کسی ایک روحانی فرشتہ کو مبعوث کرے، اور اسے اپنا نام دے دے اور کہے کہ یہ میرا رسول ہے، تم لوگوں میں اس کا مقام میرا مقام ہے (اس کی حیثیت میرے برابر ہے) اور اس کا قول میرا قول ہے، اس کی بات میری بات ہے اس کا امر و حکم میرا امر و حکم ہے اور تم پر اس کا ظاہر ہونا (ظہور) میرا ظہور ہے۔ ایسا ہی حال اس فرشتہ (ملک) کا بھی ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ ارنوس نے حضرت مسیح کے متعلق جو یہ کہا کہ وہ اللہ ہے، وہ دنیا کا خلاصہ و برگزیدہ ذات ہے (انہ صفوۃ العالم) تو اس نے یہ بات انھیں (القاربہ) سے اخذ کی ہے۔

یہ گروہ (مقاربہ) ارنوس سے چار سو سال پہلے گزرا ہے، یہ لوگ صاحب زہد و تقشف ہوتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مقالہ (عقیدہ) کا خالق بنیامین نہاوندی تھا۔ اسی نے ان لوگوں کے لئے یہ مذہب مقرر کیا اور اسی نے ان کو یہ بتایا کہ تورات کی تمام آیات متشابہات کی ایک تاویل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اوصاف بشری سے متصف نہیں کیا جا سکتا اور وہ مخلوقات میں سے کسی شئے کے مشابہ نہیں ہے اور نہ کوئی شے اس کے مشابہ و مانند ہے۔ سو تورات میں وارد ان کلمات سے وہی ملک معظم (فرشتہ بزرگ) مراد ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن میں (لفظ) مجئی (آمد) اور اتیان (آمد) کو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی آمد پر محمول کیا گیا ہے۔ و نیز یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں فرمایا: "(ونفخنا فیھا من روحنا) (انبیاء ۹۱) اور ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا"۔ اور ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا: "(فنفخنا فیہ من روحنا ۔تحریم ۱۲) اور ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا" (تو اگر چہ یہاں اللہ تعالیٰ نے نفخ روح کو اپنی جانب منسوب کیا ہے مگر دراصل) یہ نافخ (پھونکنے والے) حضرت جبرائیل علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے جب وہ حضرت مریم کی نگاہ میں ایک بھرے پورے انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے تا کہ انہیں ایک پاک بچہ عطاء کریں (مریم ۱۸،۱۹)۔

"٤ ۔ السامرة"

یہ لوگ بیت المقدس کی پہاڑیوں اور مصر کے دیہاتوں میں سکونت پذیر ہیں اور طہارت میں تمام یہود سے زیادہ تقشف (سختی واحتیاط) کرتے ہیں ۔ یہ لوگ حضرات موسیٰ، ہارون اور یوشع بن نون علیہم السلام کی نبوت کے قائل ہیں مگر ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء کے ماسوا ایک نبی کے منکر ہیں ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تورات نے صرف ایک نبی کی آمد کی بشارت دی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد آئیں گے، تورات کی تصدیق کریں گے، اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس کی بالکل مخالفت نہ کریں گے ۔

سامرہ (کے فرقہ) میں الغان نامی ایک شخص ظاہر ہوا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہی (نبی) ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی ۔ اور وہ وہی چمکدار ستارہ (الکوکب الدری) ہے جس کے متعلق تورات میں مذکور ہے کہ وہ چاند کی روشنی کو بھی روشن کر دیگا (جس کے آگے چاند کی چمک ماند پڑ جائے گی) اور جو چاند کی طرح روشن ہوگا ۔ اس شخص کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سو سال پہلے ہوا تھا ۔

سامرہ کا (فرقہ) دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا ۔ ایک دوستانیہ جو الغانیہ ہے اور دوسرا کوستانیہ ۔ دوستانیہ کے معنی ہیں متفرق جھوٹے فرقے (الفرقة المتفرقة الكاذبة) اور کوستانیہ کے معنی ہیں سچی جماعت (الجماعة الصادقة) یہ لوگ آخرت کے اور اس میں ثواب وعذاب کے قائل ہیں ۔ دوستانیہ کا خیال ہے کہ عذاب و ثواب دنیا ہی میں ہوگا ۔ ان دونوں فریقوں کے درمیان احکام وشرائع میں اختلافات ہیں ۔

سامرہ کا قبلہ غریزیم نامی پہاڑ ہے جو بیت المقدس اور نابلس کے درمیان واقع ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کو نابلس کے پہاڑ پر تعمیر کریں کیونکہ یہی پہاڑ طور ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ مگر حضرت داؤد ایلیا کی جانب پلٹ گئے اور وہیں بیت المقدس تعمیر کیا اس طرح انہوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ سامرہ تمام یہود کے برخلاف اسی قبلہ (جبل نابلس) کا رخ کرتے ہیں۔ ان کی زبان یہود کی زبان سے مختلف ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ تورات انہی کی زبان میں نازل ہوئی تھی جو عبرانی سے زیادہ قریب ہے اور بعد ازاں اس سے سریانی میں منتقل کی گئی۔ سو یہ یہود کے چار بڑے فرقے ہیں۔ اور انہیں سے اکہتر فرقے پھوٹے۔

ان سب (یہود) کا اس امر پر اجماع ہے کہ تورات میں حضرت موسیٰ کے بعد ایک اور نبی کی (آمد کی) بشارت دی گئی ہے۔ مگر ان میں اختلاف یا تو اس ایک نبی کے تعین میں ہے (کہ وہ ایک کون ہے) یا اس ایک پر اضافے (سے متعلق ان میں اختلاف ہے)۔ تورات کے رسایل (اسفار) میں مشیحا اور ان کے آثار و علامات کا ذکر ظاہر و باہر ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی یہود میں متفق علیہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک ایسے شخص کا ظہور و خروج ہوگا جو روشن ستارہ ہوگا اور جس کے نور سے زمین منور ہو جائے گی۔ یہود اس شخص کے منتظر ہیں۔ "سبت" اسی شخص کا دن ہے یہ سبت کائنات کی تخلیق کے بعد استواء (اللہ کے عرش پر متمکن ہونے) کا دن ہے۔

سبھی یہودیوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے فارغ ہوا تو اپنے عرش (تخت) پر یوں مستوی (متمکن ہوا) کہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اور اپنا ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے ہوئے تھا۔

ان میں سے ایک فرقے کا قول ہے کہ وہ چھ دن جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ ہزار سال ہیں، کیونکہ اللہ کے ہاں ایک دن آدمیوں کے شمار کے ایک ہزار قمری سالوں کے مانند اور برابر ہے، یہ وہ طریقہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے عہد تک جاری ہے اور اسی پر تخلیق کی تکمیل ہو جائے گی۔ جب تخلیق کی انتہا ہو جائے گی تو پیدائش کا ہم شروع ہوگا۔ آغاز کار میں اللہ عرش پر مستوی و متمکن اور تخلیق سے فارغ ہوگا یہ ایسی بات نہیں جو ہو چکی اور قصہ ماضی ہو گئی بلکہ مستقبل میں بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا بشرطیکہ ہم دنوں کو ہزاروں میں شمار کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فصل دوم"

(ازصفحہ ۲۲۰ تاصفحہ ۲۲۸۔اصل کتاب)

نصاریٰ

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں، جو مریم کے بیٹے، اللہ کے رسول اور اس کے کلمہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وہی نبی (مبعوث) تھے اور تورات میں ان کی (آمد نبوت) کی بشارت دی گئی تھی۔ ان کو واضح نشانیاں، روشن براہین اور ممتاز دلائل عطا کئے گئے تھے، مثلاً مردوں کو زندہ کر دینا، مادر زاد نابینا اور کوڑھی کو صحت مند کر دینا خود ان کا وجود اور ان کی تخلیق ان کی سچائی کی پوری پوری نشانی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ کسی سابق نطفہ کے بغیر وجود میں آئے، اور پہلے سے سکھائے بغیر صاف و واضح انداز میں انہوں نے کلام کیا۔ تمام انبیاء پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور انطاق (نطق وگویائی دے کر) گہوارہ میں اور بطور ابلاغ تیس سال کے سن میں وحی نازل کی۔ ان کی دعوت کی مدت تین سال، تین ماہ اور تین دن تھی۔

جب وہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے تو حواریوں وغیرہ نے ان کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان کے اختلاف کا مرجع دو امور ہیں:۔

اول:۔ ان کے (زمین پر) نازل ہونے، اپنی ماں سے متصل ہونے کی کیفیت اور کلمہ کے جسمانی صورت اختیار کرنے (تجسد الکلمۃ) (کا معاملہ وقضیہ)

دوم:۔ ان کے (آسمان پر) صعود (چڑھ جانے)، ملائکہ (فرشتوں) سے اتصال کی کیفیت اور کلمہ کے ایک ہو جانے (توحد الکلمۃ) (کا قضیہ)

رہی پہلی بات تو (اس کی تفصیل یہ ہے کہ تجسد الکلمۃ (یعنی حضرت عیسیٰ کے جسمانی قالب اختیار کرنے کے متعلق نصاریٰ کا متفقہ فیصلہ ہے جبکہ اتحاد (کلمہ) وتجسد کے سلسلہ میں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اقوال مختلف ہیں۔سو ان میں سے کچھ کا قول ہے کہ: حضرت عیسیٰ (کلمہ) جسد و جسم پر یوں نور افشاں ہوئے جس طرح کہ شفاف روشنی جسم پر ضوفشاں ہوتی ہے۔اور ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ (کلمہ) جسم میں یوں چھپ گیا جیسے کہ نقش موم میں چھپ جاتا ہے ان میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ وہ اس کے ساتھ یوں ظاہر ہوا جس طرح کہ روحانی جسمانی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ (نصاریٰ) میں سے کچھ کا یہ قول ہے کہ (کلمۃ اللہ) لاہوت نے ناسوت کا لباس زیب تن کرلیا۔ اور بعض نے یہ کہا کہ کلمہ مسیح کے جسم سے یوں گھل مل گیا جیسے کہ دودھ پانی میں اور پانی دودھ میں گھل مل جاتا ہے۔

(نصاریٰ نے) اللہ تعالیٰ کے لئے تین ''اقانیم'' کا اثبات کیا۔انھوں نے کہا: ''باری تعالیٰ جوہر واحد ہے''۔اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ قائم ہے (قائم بالذات ہے) اس میں تحیز اور حجم نہیں ہے۔سو وہ جوہریت کے ساتھ ایک (واحد) ہے۔اقنومیت کے ساتھ تین (ثلثہ) ہے۔اقانیم (اقنوم کی جمع) سے وجود، حیات اور علم کی صفات مراد ہیں۔نصاریٰ ان کو باپ (الاب)، بیٹا (الابن) اور روح القدس کا نام دیتے ہیں۔تمام اقانیم کے برخلاف (اقنوم) علم نے جسمانی پیکر اختیار کرلیا۔

صعود (حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے) کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا اور سولی دے دی گئی۔انہیں یہود نے حسد سرکشی اور ان کے نبوت و مقام کے انکار کی وجہ سے مار ڈالا۔لیکن یہ قتل ان کے جزء لاہوتی (خدائی جزء) پر واقع نہ ہوا بلکہ ان کے جزء ناسوتی (انسانی جزء) پر واقع ہوا۔ان لوگوں نے کہا کہ: شخص انسانی کا کمال تین اشیاء نبوت، امامت اور ملکہ میں ہے۔حضرت عیسیٰ کے سوا دوسرے انبیاء ان تینوں یا ان میں سے بعض صفات کے ساتھ موصوف تھے۔مگر مسیح علیہ السّلام کا مقام اس سے بلند ہے کیونکہ وہ (اللہ کے) اکلوتے بیٹے ہیں اور کوئی ان کا نظیر نہیں ہے۔اس کے علاوہ دوسرے نبیوں پر انھیں قیاس نہیں کیا جا سکتا۔یہ وہی تھے جن کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش معاف کردی گئی اور یہ وہی ہیں جو مخلوق کا محاسبہ (حساب و کتاب) کریں گے۔

نزول (حضرت عیسیٰ کا زمین پر دوبارہ صورت بشری میں آنا) کے بارے میں نصاریٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے جیسا کہ اہل اسلام (کا ایک گروہ بھی) قائل ہے۔ ان میں سے ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ وہ یوم الحساب (یعنی قیامت کے دن) زمین پر اتریں گے۔ مقتول اور مصلوب ہونے کے بعد وہ زمین پر اترے انہیں ''شمعون الصفا'' نے دیکھا ان سے بات کی اور انھوں نے اسے وصیت کی۔ بعد ازاں انھوں نے دنیا چھوڑ دی اور آسمان پر چلے گئے۔ اس لئے شمعون الصفا ان کا وصی ہے اور وہ حواریوں میں علم، زہد و ادب کے لحاظ سے سب سے بزرگ ہے، مگر 'پولوس' نے اس کے امر کو گنجلک کر دیا اپنے کو اس کا شریک قرار دیا اس کے کلام کے اوضاع وطرق کو بدل دیا اور اسے فلسفیوں اور اپنی طبیعت کے وسوسوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا

میں (شہرستانی) نے پولوس کا وہ رسالہ (مکتوب) جو اس نے اہل یونان کو تحریر کیا تھا دیکھا ہے (اس نے اس میں لکھا ہے (: ''تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ تمام انبیاء جیسا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی مثال ''ملکیز داق'' جیسی ہے، جو ''ملک السلام'' (امن وسلامتی کا بادشاہ تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے ''عشور'' (مال تجارت کی زکوۃ) اداء کرتے تھے اور وہ حضرت ابراہیم کو دعاء (برکت) دیتا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا''۔ (شہرستانی کا بیان ہے کہ) بڑی حیرت کی بات ہے کہ پولوس کے بقول انجیل میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰ سے) کہا: ''تم میرے اکلوتے بیٹے ہو'' (انک انت الابن الوحید) تو جو اکلوتا ہوگا وہ کسی آدمی کے مانند و مشابہ کیسے ہوسکتا ہے؟ (یعنی ملکیز داق ایک انسان تھا، عیسیٰ جو اللہ کے اکلوتے بیٹے تھے وہ اس انسان کے مثل و مشابہ کیسے ہو سکتے تھے)

بعد ازاں (حضرت عیسیٰ کے) چار حواری اکٹھا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے ایک مجموعہ تیار کیا اور اس کو انجیل کا نام دیا۔ یہ حواری متیٰ، لوقا، مرقس اور یوحنا تھے۔ متیٰ کی انجیل کا خاتمہ (حضرت عیسیٰ کے ان الفاظ پر) ہوتا ہے: ''میں تم لوگوں کو قوموں کے پاس بھیج رہا ہوں، جس طرح میرے باپ نے مجھے تم لوگوں کی جانب بھیجا، جاؤ لوگوں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام سے پکارو (ان کی دعوت دو)''۔ یوحنا کی انجیل کا فاتحہ (آغاز) یوں ہے: ''قدیم ازلی پر کلمہ ہے۔ وہی وہ کلمہ ہے جو اللہ کے ہاں تھا۔ اللہ کلمہ ہے اور کُل (ہر چیز) اسی کے ہاتھ میں ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ مگر ان کے بڑے فرقے تین ہیں، ملکانیہ، نسطوریہ، اور یعقوبیہ، ان میں سے الیانیہ، البلیاریسیہ، المقدانوسیہ، السبالیہ، البوطینوسیہ اور البولیہ اور دوسرے تمام فرقے وجود میں آئے۔

"۱۔ الملکانیة"

یہ لوگ ملکا کے پیرو ہیں جو سرزمین روم میں ظاہر ہوا اور اس پر مستولی ہو گیا۔ رومیوں کی بھاری اکثریت ملکانیہ ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ: کلمہ مسیح کے جسد (جسم) کے ساتھ متحد ہو گیا اور اس کے ناسوت کا جامہ پہن لیا۔ کلمہ سے ان لوگوں کی مراد اقنوم علم ہے اور روح القدس سے مراد اقنوم حیات ہے۔ یہ لوگ علم کو جامہ (ناسوتی) زیب تن کرنے سے پہلے "ابن" نہیں کہتے، بلکہ مسیح اپنے جامہ (ناسوتی) کے ساتھ "ابن" ہے۔ سو ان میں سے بعض کا قول ہے کہ کلمہ مسیح کے جسم سے یوں گھل مل گیا (مخلوط ہو گیا) جس طرح دودھ میں شراب یا پانی گھل مل جاتا ہے۔ ملکانیہ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ "جوہر" اقانیم کے علاوہ اور اس سے الگ چیز ہے۔ وہ موصوف اور صفت کی طرح ہے۔ یہاں سے انہوں نے تثلیث کے اثبات کی تصریح کی ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کی خبر یوں دی ہے: "کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔" (المائدہ ۷۳) اور ملکانیہ نے کہا: "مسیح ناسوت کلی ہیں نہ کہ جزئی (مسیح تمام کا تمام ناسوت ہیں ایسا نہیں ہے کہ ان کا ایک جزء ناسوت ہے اور دوسرا جزء لاھوت ہے) اور وہ قدیم ازلی کے (توسط و ذریعہ سے) قدیم ازلی ہیں مریم علیہا السلام نے ازلی اللہ (الٰہاً ازلیاً) کو جنم دیا تھا (پیدا کیا تھا) قتل اور سولی دینے کا عمل ناسوت اور لاھوت پر ایک ساتھ واقع ہوا۔ انھوں نے "ابوۃ" (پدری باپ ہونے) کے لفظ کا اطلاق اللہ عزوجل پر اور "بنوۃ" (پسری بیٹا ہونے) کے لفظ کا اطلاق حضرت مسیح پر انجیل کے اس قول کی بناء پر کہ: "اے مسیح تو اکلوتا بیٹا ہے" اور شمعون صفا کے اس قول کی وجہ سے کہ "بے شک تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعی اللہ کا بیٹا ہے۔'' کیا ہے۔

شاید یہ (بیٹا کہنا) لغت کے معنی مجازی کی وجہ سے ہے جیسا کہ طالبان دنیا کو ''ابناء الدنیا'' (دنیا کے بیٹے) اور طالبین آخرت کو ابناء الآخرت (آخرت کے بیٹے) کہا جاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا: ''میں تم لوگوں سے کہتا ہوں اپنے دشمنوں سے محبت کرو، اپنے پر لعنت کرنے والوں کو برکت کی دعا دو، اپنی برائی چاہنے والوں کے ساتھ بھلائی کرو، اور جو تم کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دعا کرو تا کہ یہ لوگ تمہارے اس باپ کے بیٹے بن جائیں جس کا سورج نیکوکاروں اور بدکاروں پر یکساں چمکتا ہے اور جس کی بارش کے قطرے بھلوں اور بروں دونوں ہی پر برستے ہیں۔ اور تم لوگ ''تام'' یعنی مکمل ہو جاؤ جیسا کہ تمہارا آسمانی باپ ''تام'' اور مکمل ہے۔'' (حضرت مسیح نے مزید) فرمایا: ''اپنے صدقات پر نگاہ رکھو، دکھاوے (نمائش) کی غرض سے لوگوں کے سامنے نہ دو ورنہ تمہارے آسمانی باپ کے ہاں تمہیں کوئی ثواب نہ ملے گا''۔ جب انہیں سولی دی جانے لگی تو انھوں نے کہا: ''میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کے پاس جا رہا ہوں۔''

جب اریوس نے کہا: ''قدیم صرف اللہ ہے اور مسیح مخلوق (حادث) ہیں'' تو تمام بطریق (ایک معین علاقہ کے اسقفوں کا رئیس) مطران (کاہنوں کا رئیس عہدہ میں اسقف سے اوپر مگر بطریق سے نیچے) اور اسقف (ایک عہدہ جو قسیس سے بڑا مگر مطران سے کم ہے) قسطنطنیہ میں اپنے بادشاہ کے حضور جمع ہوئے۔ ان کی تعداد تین سو اٹھارہ تھی۔ یہ سب اس کلمہ (بات) پر اعتقاداً اور دعوۃً متفق ہوئے ان کا قول یہ ہے:۔

''ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر جو ایک ہے، باپ ہے، ہر چیز کا مالک ہے، جو چیز ہو چکی ہے اور دیکھی جا چکی ہے اس کا اور اس چیز کا جو نہیں ہوئی ہے اور ابھی دیکھی نہیں گئی ہے ان سبھی کا صانع ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں اکلوتے بیٹے یسوع مسیح پر، جو خدائے واحد کے بیٹے ہیں اور تمام مخلوقات سے پہلے ان کی تخلیق ہوئی۔ جو اپنے باپ کے ذریعہ تمام عالموں سے پہلے پیدا ہوئے، وہ مصنوع (مخلوق) نہیں ہیں وہ سچے اللہ ہیں سچے اللہ (کی ذریت و نسل) سے، وہ اپنے باپ کے جوہر سے ہیں جس کے ہاتھ سے تمام عوالم مستحکم و مضبوط ہوئے۔ جس نے ہمارے لئے اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانوں کے لئے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ جو ہماری نجات ہی غرض سے آسمان سے نازل ہوا اور روح القدس سے ہم جسد ہوا (جسمانی قالب میں آیا) جو اس (روح القدس) سے حمل میں آیا اور کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوا۔ فیلاطوس کے عہد میں اسے قتل کیا گیا، سولی دی گئی اور دفن کر دیا گیا۔ پھر وہ تیسرے دن اٹھ کھڑا ہوا (زندہ ہو گیا) اور آسمان پر چڑھ گیا اور اپنے باپ کے دائیں جانب بیٹھا، مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلے کی غرض سے وہ ایک بار اور (اس دنیا میں آنے کے لئے مستعد ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں روح القدس پر جو واحد ہے وہ حق کی روح ہے جو اپنے باپ سے نکلتی ہے، اور ہم ایمان لاتے ہیں گناہوں سے بخشائش کے لئے معمودیۃ واحدۃ پر۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں ایک کیتھولک مسیحی مقدس جماعت پر اور ہم ایمان لاتے ہیں (مرنے کے بعد) اپنے جسموں کے قیام پر اور ہم ایمان لاتے ہیں ایسی زندگی پر جو ابد الآباد تک رہے گی۔"

ان کلمات پر نصرانیوں کا یہ پہلا اتفاق ہے اس میں اشارہ ہے حشر ابدان کی طرف (یعنی مرنے کے بعد آدمی اپنے انھیں جسموں کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوگا اور اس کا حشر جسمانی ہوگا)۔

نصاریٰ میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حشر ارواح کا قائل ہے حشر ابدان کا نہیں۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ قیامت میں اشرار (برے لوگوں) کا انجام غم اور جہالت کا رنج ہے۔ اور اخیار (اچھے لوگوں) کا انجام سرور اور علم کی فرحت ہے۔ ان لوگون نے اس بات سے انکار کیا کہ جنت میں نکاح، کھانا اور پینا ہوگا۔

ان نصاریٰ میں سے مار اسحاق کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزاروں سے (جزائے خیر کے) وعدے کئے ہیں اور گناہ گاروں کو (برے بدلے کی) وعید اور دھمکی دی ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ وعدہ خلافی کرے کیونکہ یہ اس کی شان کریمی کے منافی ہے، مگر یہ بات جائز ہے کہ وہ وعید کے خلاف کرے (یعنی گناہ گاروں کو عذاب کی جو وعید اور دھمکی دی ہے اس پر عمل نہ کرے اور انہیں بخش دے) اور گناہ گاروں کو عذاب نہ دے اور مخلوقات سرور، سعادت و نعیم کی جانب لوٹ جائیں اور یہ سب کو عام ہو کیونکہ عتاب ابدی (ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں آدمی کا مبتلا رہنا) حق تعالیٰ کے، جو جواد ہے، شایان شان نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ:۔

(۱) معمودیہ ، دین مسیحی کا پہلا سر اور نصرانیت کا باب ، یعنی یہ کہ نومولود عیسائی کو باپ ، بیٹے اور روح القدس کے ناموں پر غسل دیا جائے ۔(دیکھئے المنجد زیر مادہ ''عمد'')

''۲ ۔ النسطوریة''

یہ لوگ حکیم (فلسفی) نسطور کے پیرو ہیں جس کا ظہور (خلیفہ المامون ۲۱۸ ۔ ۱۹۸) کے دور (خلافت) میں ہوا ۔ (شہرستانی کا یہ بیان محل نظر ہے ۔ حکیم نسطور کا زمانہ نہایت قدیم ہے) اس نے اپنی رائے سے انجیل میں تصرف کیا (کمی بیشی کی) نصاریٰ میں اس کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسی کہ اس شریعت (محمدی) میں معتزلہ کی حیثیت ہے ۔۔ اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ واحد ہے جس کے تین اقنوم ہیں ، وجود ، علم اور حیات ۔ یہ اقانیم (اقنوم کی جمع) اللہ کی ذات پر اضافہ اور اس سے زاید نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اقانیم خود اللہ ہیں ۔ کلمہ حضرت عیسیٰ کے جسم کے ساتھ متحد ہو گیا ۔ یہ اختلاط ، امتزاج (گھل مل جانا) کے طریقے پر نہیں ہوا جیسا کہ ملکانیہ کا عقیدہ ہے اور نہ اس کے ساتھ ظہور (ظاہر ہونے) کے انداز پر جیسا کہ یعقوبیہ کا قول ہے ، بلکہ (کلمہ کا جسد عیسیٰ کے ساتھ اختلاط) بلور کے شیشے پر ، جو روشن دان میں ہو سورج کی شعاعوں کی مانند ہے (یعنی جس طرح بلور پر سورج کی شعاعیں عکس ریز ہوتی ہیں اسی طرح جسد عیسیٰ پر کلمہ الٰہی عکس ریز ہوا) ۔ اور (یہ اختلاط) موم پر مہر (خاتم) کے نقش کے ظہور کی طرح ہے (یعنی جب موم پر مہر چھاپ دی جائے تو اس کا نقش موم پر ابھر آتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کے جسم پر کلمہ الٰہی منقش و ممہور ہو گیا)''

اقانیم کے بارے میں نسطور کے مذہب سے سب سے زیادہ ملتے جلتے معتزلہ کے ابو ہاشم کے احوال ہیں ، کیونکہ وہ ایک ہی چیز کے لئے مختلف خواص کا اثبات کرتا ہے اور اپنے قول واحد سے اس کی مراد ''الالہ'' ہے جس کے بارے میں اس کا قول ہے کہ ''واحد بالجوہر'' ہے یعنی وہ دو جنسوں سے مرکب نہیں ہے بلکہ وہ بسیط (سادہ) اور واحد ہے ۔ (نسطور کی) حیاۃ اور علم سے مراد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو اقنوم جوہر ہیں۔ یعنی دو ایسی اصلیں جو عالم (دنیا) کی ابتداء اور آغاز کرنے والی ہیں۔ بعد ازاں اس نے علم کی تفسیر و تشریح نطق اور کلمہ سے کی۔ (نسطور) کے کلام کا معنی و مقصود یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، حی ہے اور ناطق ہے۔ یعنی اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود، حی اور ناطق ہے)۔ یہی بات فلاسفہ انسان کی تعریف میں کہتے ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ جوہر مرکب ہونے کے باعث یہ معانی و مفاہیم (یعنی وجود، حیات و نطق) انسان میں بدلتے رہتے ہیں جبکہ اللہ جوہر بسیط ہے جو مرکب نہیں ہے (سو اس میں یہ مفاہیم و معانی وجود، حیات و نطق متغائیر و متبدل نہیں ہوتے)

(نسطوریہ میں سے) بعض (گروہ) اللہ تعالیٰ کے لئے قدرت، ارادہ وغیرہ جیسی صفات بھی ثابت کرتے ہیں (یعنی یہ کہ اللہ قادر ہے، صاحب ارادہ ہے وغیرہ) مگر یہ لوگ ان صفات کو اس طرح اقانیم میں شمار نہیں کرتے جس طرح کہ انہوں نے حیات اور علم کو دو اقنوم کہا ہے۔

(نسطوریہ میں) ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تینوں اقانیم میں سے ہر اقنوم حی (زندہ) ناطق (کلام کرنے والا) اور الہ (خدا) ہے باقی (نسطوریوں) کا خیال ہے کہ ہر اقنوم پر اللہ کے نام کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

(نسطوریوں) کا خیال ہے کہ ''ابن'' ''اب'' سے پیدا ہوا ہے۔ اور پیدائش کے بعد اس نے جسمانی قالب اختیار کیا اور مسیح کے جسد کے ساتھ متحد ہو گیا۔ حدوث (فنا) کا مرجع جسد اور ناسوت ہے (یعنی مسیح کے اس جزء کو فنا ہے جو جسمانی اور لاہوتی ہے) سو (ابن، بیٹا، مسیح) الہ (خدا) اور انسان متحدہ طور پر ہے، وہ دو اقنوم ہے، دو طبیعت ہے یعنی وہ جوہر قدیم اور جوہر محدث (حادث و فانی) ہے وہ مکمل الہ (خدا) اور مکمل انسان ہے۔ اس (خدائی و انسانی) اتحاد سے نہ تو قدیم کی قدرت باطل ہوئی اور نہ حادث کا حدوث و فنا ہی باطل ہوا بلکہ یہ دونوں (الہ و انسان، قدیم و حادث) ایک مسیح اور ایک طبیعت ہو گئے۔ کبھی کبھی (نسطوری) اس عبارت (اصطلاح) کو بدل کر جوہر کے بجائے طبیعت اور اقنوم کے بجائے شخص (کی اصطلاح) استعمال کرتے ہیں۔

(نسطوریہ کے ہاں حضرت مسیح کے) قتل اور مصلوب کئے جانے کا عقیدہ ملکانیہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعقوبیہ سے مختلف ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ مسیح پر قتل ان کی ناسوتیت کی حیثیت پر واقع ہوا نہ کہ ان کی لاہوتیت کی حیثیت پر کیونکہ اللہ آلام اور رنج سے دوچار نہیں ہوتا۔

بوطیوس اور پولس شمشاطی کا قول ہے کہ اللہ واحد ہے، مسیح کی ابتداء حضرت مریم علیہا السلام سے ہوئی، وہ ایک صالح بندے تھے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، الا یہ کہ اللہ نے ان کی فرمانبرداری کے سبب انہیں شرف و عزت عطاء فرمائی اور انھیں ولادت اور اتحاد کے باعث نہیں بلکہ بطور تبنی کے بیٹا کیا۔

نسطوریہ میں ایک جماعت، جسے مصلین کہا جاتا ہے، حضرت مسیح کے متعلق وہی باتیں کہتی ہے جو (دوسرے) نسطوری کہتے ہیں مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب آدمی عبادت میں سعی (بلیغ) کرتا ہے، گوشت اور چربی (گھی، مکھن اور چربی) کھانا ترک کر دیتا ہے اور حیوانی اور نفسانی شہوتوں کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا جوہر صاف و شفاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ آسمانوں کے ملکوت تک جا پہنچتا ہے اور اللہ کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور جو کچھ غیب میں ہے اس پر منکشف ہو جاتا ہے سو اس پر نہ تو زمین کی پوشیدہ چیز مخفی رہتی ہے اور نہ آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز مخفی رہ جاتی ہے۔

نسطوریہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تشبیہ کا انکار کرتے ہیں اور قدریہ کی طرح قدر کا خواہ، وہ خیر ہو یا شر ہو بندوں سے اثبات کرتے ہیں (یعنی انسان ہر اچھی عادت اور ہر بری بات کا خود خالق ہے، اسے اپنے فعل پر اختیار حاصل ہے)۔

"۳۔ الیعقوبیۃ"

یہ لوگ یعقوب (نامی شخص) کے پیرو ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے یہ لوگ اقانیم ثلاثہ (تین اقنوموں) کے قایل ہیں، مگر (دوسرے عیسائی فرقوں سے اختلاف کرتے ہوئے) ان لوگوں نے کہا کہ: کلمہ گوشت و خون میں بدل گیا سو الہٰ (خدا) مسیح ہو گیا۔ اور وہ ہر چند کہ اپنے جسد کے ساتھ ظاہر ہے مگر وہ وہی ہے (یعنی الہٰ ہے)۔ قرآن کریم نے انھیں کے متعلق ہمیں (اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت میں) خبر دی ہے کہ: '' وہ لوگ کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے''
(مائدہ ۔ ۷۲) پس ان میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ کہا کہ: ''مسیح اللہ تعالیٰ ہے۔''

ان (یعقوبیہ) میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ: '' لاہوت ، ناسوت میں ظاہر ہوا، سو مسیح کا ناسوت جوہر کا مظہر (ظاہر کرنے والا) ہو گیا ، مگر (یہ ظہور) اس طریقے پر نہ ہوا کہ (مسیح) میں (لاہوت یعنی اللہ کا) کوئی جزء حلول کر گیا اور نہ کلمہ کے اتحاد کے طریق پر جو صفت کے حکم میں ہے (یہ ظہور) ہوا ۔ بلکہ (اللہ) (مسیح) ہو گیا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ''فرشتہ کسی انسان کی صورت میں ظہور پذیر ہوا یا شیطان کسی حیوان کی شکل میں ظاہر ہوا ۔''
(شہرستانی کا بیان ہے کہ) یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے جبریل علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ (حضرت مریم کے روبرو) وہ بھرپور مکمل انسان کی صورت میں ظاہر ہوئے (مریم ۔ ۱۸)

فرقہ یعقوبیہ کے اکثر لوگوں کا قول ہے کہ: ''مسیح جوہر واحد اور اقنوم واحد ہیں، مگر وہ دو جوہروں سے (تعلق رکھتے) ہیں ۔ کبھی کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''مسیح ایک طبیعت ہیں، دو طبیعتوں سے ، سو قدیم جو اللہ کا جوہر ہے اور حادث جو انسان کا جوہر ہے اس طرح مرکب ہو گئے جیسے کہ نفس (جان) اور بدن مرکب ہو جاتے ہیں ، یوں یہ دونوں جوہر واحد و اقنوم واحد ہو گئے ۔ اور وہ کل کا کل (تمام ، سرتاسر) انسان بھی ہے اور وہ کل کا کل اللہ بھی ہے ۔ پس کہا جائے گا کہ انسان اللہ ہو گیا مگر اس کا الٹ درست نہیں ہے کہ کہا جائے کہ اللہ انسان ہو گیا ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئلہ کو آگ میں ڈال دیا جائے تو کہا جائے گا کہ کوئلہ آگ ہو گیا مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ آگ کوئلہ بن گئی دراصل (اس وقت) نہ تو آگ ہی ہو گا اور نہ کوئلہ ہی ، بلکہ وہ چنگاری ہو گا ۔'' ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کلمہ (الٰہی) انسان کلی کے ساتھ نہیں بلکہ انسان جزئی کے ساتھ متحد ہو گیا ۔ کبھی کبھی اتحاد سے امتزاج اور ادراع کو تعبیر کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ صاف وشفاف آئینے میں انسان کی صورت متشکل ہو جائے ۔

تثلیث کے تمام ماننے والوں کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ قدیم کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ محدث (فانی) کے ساتھ متحد ہو جائے ۔ مگر اقنوم ثانی جو کلمہ ہے دوسرے اقانیم کے برخلاف (محدث و فانی) کے ساتھ متحد ہو گیا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سب کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ حضرت مسیح حضرت مریم علیہا السلام (کے بطن) سے پیدا ہوئے، انھیں قتل کیا گیا اور پھانسی دی گئی۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اس (قتل، صلب و ولادت) کی کیفیت میں اختلاف کیا۔ پس ملکانیہ اور یعقوبیہ نے کہا کہ: "جو مریم (کے بطن) سے پیدا ہوا وہی اللہ ہے۔" چونکہ ملکانیہ کا اعتقاد ہے کہ مسیح ناسوت کل ازلی ہیں اسی لئے انہوں نے کہا کہ: "مریم جزئی انسان ہیں اور جزئی، کلی کو جنم نہیں دے سکتا۔ سو (مسیح کو) اقنوم قدیم نے جنم دیا اور پیدا کیا۔" یعقوبیہ کا یہ اعتقاد ہے کہ "مسیح دو جوہروں کا ایک جوہر ہے، وہ اللہ ہے، وہ مولود ہے، (یعنی پیدا ہوا ہے) سوان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ: "مریم نے اللہ کو جنم دیا"۔ (شہرستانی کہتے ہیں) اللہ ان لوگوں کے اس قول سے بہت بلند ہے۔

اسی طرح ان لوگوں نے (حضرت مسیح) کے قتل وصلب کے متعلق کہا ہے کہ: "وہ اس جوہر پر واقع ہوئے جو دو جوہروں سے (نکلا) ہے۔ ان لوگوں کا قول ہے کہ اگر یہ (قتل و صلب) دونوں جوہروں میں سے کسی ایک جوہر پر واقع ہوتے تو ان کا اتحاد باطل ہو جاتا۔ ان میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ: "ہم جوہر قدیم کی دو جہتوں کا اثبات کرتے ہیں سو مسیح ایک جہت (پہلو) سے قدیم اور ایک جہت (پہلو) سے محدث (حادث) ہیں۔

فرقہ الیعقوبیہ کے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ: "کلمہ الٰہی نے مریم سے کچھ نہ لیا مگر وہ ان کے پاس سے یوں گزرا جیسے کہ پانی پرنالہ سے گزرتا ہے اور اس سے مسیح کے مانند لوگوں کی آنکھوں میں جو چیز ظاہر ہوئی وہ خیال یا آئینہ میں عکس کے مانند ہے۔ وگرنہ وہ (مسیح) درحقیقت مجسم وکثیف نہ تھے۔ اسی طرح قتل وسولی خیال وگمان پر واقع ہوئی" اس فرقہ کو الیانیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ شام، یمن، اور ارمینیہ میں آباد ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ "اللہ (مسیح) کو ہماری وجہ سے سولی دی گئی تاکہ وہ ہمیں نجات دلائے"۔ ان میں سے کچھ کا قول ہے کہ کلمہ کبھی کبھی حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم میں داخل ہو جاتا تھا، سوان سے آیات (نشانیاں) ظاہر ہوتی تھیں جیسے مردوں کو زندہ کر دینا، مادرزاد نابینا اور برص زدہ کو صحت مند کر دینا۔ اور کبھی کبھی (کلمہ) ان سے جدا ہو جاتا تھا سوان پر (اس حالت میں) مصائب وتکالیف وارد ہوتی تھیں۔

انہیں لوگوں میں بلیارس اور اس کے پیرو ہیں۔ اس شخص کے بارے میں منقول ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ کہا کرتا تھا: ''جب لوگ ملکوت اعلیٰ کی جانب جائیں گے تو وہ ہزار سال تک کھائیں پئیں گے اور شادی بیاہ کریں گے پھر وہ ان نعمتوں کی جانب منتقل ہو جائیں گے جن کا ان سے آریوس نے وعدہ کیا ہے اور (یہ نعمتیں) سب کی سب لذت، راحت، سرور اور مسرت ہیں، ان میں کسی قسم کا کھانا پینا یا نکاح نہیں ہوگا۔''

مقدانیوس کا کہنا ہے کہ: ''جوہر قدیم صرف دو اقنوم ہیں (اور وہ ہیں) اب (باپ) اور ابن (بیٹا) اور روح (القدس) مخلوق ہے۔''

سبالیوس کا خیال ہے کہ: ''قدیم صرف ایک جوہر ہے، ایک اقنوم ہے، جس کے تین خواص (خاصیتیں) ہیں اور یہ بالکلیۃ (تمام تر) عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے جسد کے ساتھ متحد ہو گیا۔

آریوس کا خیال ہے کہ: ''اللہ ایک ہے جس کو باپ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ مسیح اللہ کا کلمہ اور اس حیثیت سے کہ اللہ نے انہیں اختیار کیا اس کے بیٹے ہیں۔ وہ عالم (دنیا) کی تخلیق سے پہلے پیدا کئے گئے۔ وہ اشیاء کے خالق (پیدا کرنے والے) ہیں۔'' اس (آریوس) نے یہ بھی کہا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے لئے ایک روح مخلوق ہے (پیدا کی ہوئی روح ہے) جو دوسری تمام ارواح سے بڑی ہے اور یہ (روح اکبر) اب (باپ) اور ابن (بیٹے) کے درمیاں وسیلہ و واسطہ کا کام دیتی اور (بیٹے کی) طرف وحی پہونچاتی ہے۔''

(آریوس) کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: مسیح شروع میں ایک ایسا جوہر تھے جو لطیف، روحانی، خالص اور غیر مرکب تھا اور وہ طبائع اربعہ (چار عناصر) سے ممزوج (مخلوط) نہ تھا مگر وہ اس جسم سے اتحاد کے وقت جو مریم سے ماخوذ تھا طبائع اربعہ کے جامے میں ملبوس ہو گئے۔

یہ آریوس (نصرانیوں کے مذکورہ بالا) تینوں فرقوں سے پہلے گزرا ہے، اسی لئے ان (تینوں فرقوں، نسطوریہ، ملکانیہ اور یعقوبیہ) نے اس سے اظہار برائت کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ مذہب (عقاید) کے بارے میں اس کے مخالف تھے اور مذہبی اختلاف کے سبب ان لوگوں نے اس سے برائت اور لاتعلقی کا اظہار کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''باب سوم''

''شبہ اہل کتاب''

(از صفحہ ۲۲۹ تا صفحہ ۲۳۲۔ اصل کتاب)

شبہِ کتاب کی حقیقت :۔

ہم ''کتاب'' کی حقیقت کا حال بیان کر چکے ہیں (اسی طرح) ہم ''کتاب کی حقیقت'' اور ''کتاب کے شبہہ'' کے فرق کو واضح کر چکے ہیں اور یہ کہ وہ صحیفے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اترے وہ ''شبہ کتاب'' تھے اور ان (صحیفوں) میں علمی مناہج اور عملی مسالک مذکور ہیں۔

(الف) صحف ابراھیمی :۔

لے رہا (صحف ابراہیمی میں) علمیات (علمی مناہج و مباحث) کا بیان تو (ان میں سے ایک) تخلیق و ایجاد (کائنات) کی کیفیت اور مخلوقات کو ایک ایسے نظام و ساخت پر منظم کرنے کا ذکر ہے جس سے اللہ کی حکمت ازلی کا حصول متحقق ہو اور اس کی ہمیشہ باقی رہنے والی (سرمدی) مشیت لوگوں میں نافذ و جاری ہو۔ بعد ازاں (دوسرا) ذکر تقدیر اور اس پر ہدایت کا ہے تاکہ (مخلوقات کی) ہر نوع اور ہر صنف (اللہ) کے قطعی اور فیصلہ شدہ اندازے (قدر) سے اپنی (حیثیت کا) اندازہ کرے (اپنی راہ متعین کرے) اور عالم (کائنات) میں اپنی استعداد و صلاحیت کے بقدر (اللہ کی) ہدایت و رہنمائی کو قبول کرے۔ ان دونوعوں (قسموں) سے کسی طرح کا علم بھی باہر نہیں اور یہی اللہ کا ارشاد ہے: ''پاکی بیان کیجئے اپنے اعلیٰ و برتر پروردگار کے نام کی، جس نے (کائنات کو) پیدا کیا اور پھر اسے درست کیا۔ اور جس نے (ہر شخص کی صلاحیتوں کا) اندازہ لگایا اور (اسی کے مطابق) اسے راستہ پر لگایا (اس کی ہدایت کی)'' (اعلیٰ، آیت:۔۳) اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کے متعلق خبر دیتے ہوئے (انکا یہ قول) بیان فرمایا: ''جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔'' (الشعراء ۷۸) اور حضرت موسیٰ کے متعلق اطلاع دیتے ہوئے (ان کی زبان سے فرمایا): ''اللہ وہی ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص طرح کی بناوٹ۔ عطا کی پھر ان اغراض کو پورا کرنے کی اسے راہ دکھائی۔'' (طہ۔۵۰)

۲۔ عملیات (جن کا صحف ابراہیمی میں بیان ہے) وہ یہ ہیں (اول) شبہات وشکوک کی آلائشوں سے نفس کو پاک صاف رکھنا (تزکیہء نفس) اور (دوم) عبادات کو قائم کر کے، دنیوی خواہشات (شہوات) کو ترک کر کے اور آخرت کی کامرانیوں کو (دنیوی خوش حالی پر) ترجیح دے کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا (ذکر اللہ)۔ معاد (آخرت) کے کمال تک پہونچنا ان دونوں ارکان کو قائم کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (ان دو ارکان سے) ہماری مراد طہارت اور شہادت ہے۔ ہر طرح کا عمل ان دونوعوں سے متجاوز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''فلاح پا گیا وہ جو (کفر وشرک کی گندگی سے) پاک صاف رہا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔'' (اعلیٰ ۱۴۔۱۷) اس کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا: ''یہ بات پہلے صحیفوں میں بھی مذکور ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی۔'' (اعلیٰ ۱۸۔۱۹) یہاں اللہ نے یہ بیان فرما دیا اور واضح کر دیا کہ جن (مباحث) پر صحف (ابراہیم) مشتمل ہیں وہ وہی ہیں جن پر یہ سورہ (الاعلیٰ) مشتمل ہے۔ دراصل یہی حقیقی اعجاز (معجزہ) ہے۔

(ب) مجوس، ثنوی و مانوی مجوس، دو خداؤں کو ماننے والے (ثنوی) مانی کے پیرو اور ان کے تمام فرقے

مجوسیت:۔

اس کو بڑا دین (الدین الاکبر) وعظیم ملت (الملۃ العظمیٰ) کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بعد (آنے والے) انبیاء علیہم السلام کی دعوتیں حضرت خلیل کی دعوت کی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمومی نہ تھیں اور انھیں ملت حنیفیہ جیسی قوت ،شوکت ، ملک (حکومت واقتدار) تلوار (عسکری طاقت) نہیں حاصل ہوئیں ۔ نیز تمام بادشاہان عجم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر تھے ۔ اور ان بادشاہوں میں سے ہر ایک کے زمانے میں ان ملکوں میں جو رعایا تھی وہ اپنے بادشاہوں کے دین پر تھی اور (اہل عجم کے) بادشاہوں کا ایک مرجع (پیشوا) تھا جسے "موبد موبدان" یعنی علماء میں سب سے بڑا عالم اور حکماء (فلاسفہ) میں سب سے مقدم کہا جاتا تھا ۔ یہ لوگ اس کے حکم پر چلتے تھے اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے اور اسی کی رائے کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ اور اس کی ایسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسی کہ سلاطین (اسلام) خلفائے (عباسی) کی کرتے ہیں ۔

بنو اسرائیل کی زیادہ تر دعوت بلاد شام اور اس کے پرے مغرب (شمالی افریقہ) میں تھی اور بلاد عجم میں اس کا نفوذ بہت کم تھا ۔

صابئہ و حنفاء :۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زمانے میں دو ہی (مذہبی) گروہ تھے ۔ ایک صابئہ ، دوسرا حنفاء ۔

الصابئہ کے اقوال :۔

الصابئہ کا کہنا تھا کہ "اللہ تعالٰی کی معرفت ، اسکی فرماں برداری اور اس کے اوامر واحکام کی معرفت کے (حصول کے) لئے ہم کو ایک درمیانی (متوسط) کی احتیاج ہوتی ہے ۔ اس متوسط کا جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہونا ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ روحانیات پاک صاف وظاہر اور رب الارباب (پروردگاروں کے پروردگار) سے قریب تر ہوتی ہیں ۔ جبکہ جسمانی ہمارے ہی جیسا بشر (آدمی) ہوتا ہے ، ہماری ہی طرح کھاتا پیتا ہے اور مادہ وصورت میں ہمیں جیسا ہوتا ہے (انہی لوگوں کا بیان نقل کرتے ہوئے) اللہ تعالٰی فرماتا ہے "اگر تم لوگوں نے اپنے ہی جیسے آدمی (نبی و رسول) کی اطاعت کی تو تم نقصان اٹھانے والے ہو ۔" (مومنون ۔۳۴) ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحنفاء کے اقوال :۔

الحنفاء کہتے تھے کہ معرفت و اطاعت (الٰہی) میں ہمیں ایک درمیانی (متوسط) کی ضرورت پڑتی ہے یہ جنس بشری ہی سے ہوتا ہے مگر طہارت، عصمت (گناہوں سے پاکی) تائید (حمایت و نصرت الٰہی) اور حکمت و دانائی میں روحانیات (ارباب روحانی) سے اس کا درجہ اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے، وہ بشریت میں ہمارے جیسا ہوتا ہے مگر روحانیت کے اعتبار سے ہم سے ممتاز و نمایاں (علیحدہ و جدا) ہوتا ہے۔ وہ روحانیت کی حیثیت سے (اللہ سے) وحی حاصل کرتا ہے اور بشریت کی حیثیت سے اسے نوع بشری تک پہنچاتا ہے۔ اسی کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ: ''کہہ دیجئے، کہ میں تمہارے ہی جیسا بشر (انسان) ہوں (مگر فرق یہ ہے کہ) میری طرف اللہ نے یہ وحی کی ہے کہ تم لوگوں کا اللہ ایک اللہ ہے'' (کہف۔۱۱۰) اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''کہہ دیجئے کہ پاک و مقدس ہے میرا رب، میں ایک بشر ہوں جسے رسول و پیغمبر بنایا گیا ہے۔'' (اسراء،۹۳)۔

صابئین کی ستارہ پرستی :۔

بعد ازاں جب صابئین کے لئے مجرد روحانیات پر انحصار اور ان کے اعیان کے واسطہ سے ان کا تقرب اور ان کی ذات کے وسیلہ سے ان تک پہنچنا ممکن نہ رہا تو ان کے ایک گروہ نے ان (روحانیات) کے مجسموں اور بتوں (ہیاکل، واحد ہیکل) کی طرف، جو سات گردش کرنے والے (سبعہ سیار) اور کچھ نہ گردش کرنے والے ستارے (ثوابت) ہیں، رجوع کیا اور ان ستاروں کے فرضی مجسمے بنا کر انھیں روحانیات کی جسمانی صورتیں سمجھا اور ہیکلوں یعنی مندروں میں رکھ کر ان کو پوجنے لگے۔ سو وہ صابئین جو نبطی، فارسی، اور رومی ہیں ان کا ملجاء و ماویٰ سیارے ہیں (یعنی وہ سیاروں کی پرستش کرتے ہیں) اور ہندوستان کے صابئین کا مرجع ثوابت ہیں (یعنی وہ ثوابت کی پوجا کرتے ہیں)۔

ان (صابئین) کے مذاہب کا ہم بقدر امکان اور بتوفیق خداوندی تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔ بعض اوقات ان لوگوں نے (ستاروں کے) ہیکلوں سے نیچے اتر کر ایسے انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجسموں (کی پرستش کرنی شروع کی) جو نہ تو سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی طرح کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ پہلا فرقہ ستاروں (کواکب) کی پرستش کرتا ہے اور دوسرا فرقہ بتوں (اصنام) کی پوجا کرتا ہے۔

چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام صابئین کے ان فرقوں (کے عقائد) کا رد کرنے اور دین حنفی کی جو سادہ وسہل ہے حقانیت کو ثابت کرنے کے مکلف (پابند) تھے انہوں نے بتوں کے خلاف قول وفعل سے دلائل قائم کئے، اور قول وفعل سے ان کی تردید کی۔ اس لئے انہوں نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''اے میرے باپ تم کیوں اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ تمہیں کوئی فائدہ ہی پہنچاتا ہے۔ (مریم۔۴۲) (یہ قول سے تردید والزام تھا) (پھر حضرت ابراہیم نے موقع پاکر) ان تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر بڑے بت کو چھوڑ دیا۔'' (انبیاء۔۵۸) یہ صابئین کے خلاف فعل سے الزام واعتراض تھا اور ان کے (دعووں کو) توڑ کر ان کو لاجواب کر دینا تھا۔ سو (آزر) اس سے ڈر گیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ''یہ ہماری حجت ودلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی (ستارہ و بت پرست) قوم کے خلاف سجھائی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب حکمت وعلم والا ہے۔'' (انعام ۸۳)

صابئین کا ابطال :-

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) ستارہ پرستوں کے مذاہب کے ابطال کی ابتداء صیغہ موافقت سے کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان وزمین کے ملکوت دکھائے (انعام ۷۵) یعنی جس طرح ہم نے انہیں حجت سجھائی اسی طرح ہم نے انہیں محجت دکھائی۔ پس انہوں نے ابتداء میں ہیکل (مجسموں) کے پرستاروں کے خلاف الزام کو موافقت کے طور پر عائد اور ثابت کیا اور آخر میں (ان پر اعتراض والزام) مخالفت کے انداز میں لگایا۔ تاکہ الزام زیادہ بلیغ اور اعتراض زیادہ قوی ہو۔ ورنہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے (ستاروں چاند اور سورج کو) (انعام ۷۶) اپنا رب کہہ کر شرک کا ارتکاب نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح کہ انھوں نے (مشرکین کے پوچھنے پر کہ ان کے بتوں کو کس نے توڑا ہے) یہ کہہ کر کہ: ''یہ توڑ پھوڑ اس بڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بت نے کیا ہے'' (انبیاء ۶۳) انھوں نے کذب کا ارتکاب نہیں کیا کیونکہ الزام واعتراض کی غرض سے کلام کرنا التزام وقبول کرنے کی غرض سے کلام کرنے سے مختلف ہوتا ہے۔ ؎

سو جب (حضرت ابراہیم نے) حجت ظاہر کی اور محجہ کو واضح کیا، تو انہوں نے (مذہب) حنیفیہ کو ثابت کیا جو ملت کبریٰ، شریعت عظمیٰ اور صحیح دین ہے۔ (حضرت ابراہیم کی) اولاد میں سے جو لوگ نبی ہوئے وہ سب کے سب (مذہب) حنیفیہ کا اثبات کرتے تھے۔ ان میں بالخصوص ہماری شریعت کے لانے والے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) صلوات اللہ علیہ (مذہب حنیفیہ کے) اثبات میں اور درازنشانے تک پہوچے اور انہوں نے درست وصحیح نشانے پر تیر مارا (یعنی آنحضرت ﷺ نے مذہب حنیفیہ کے اثبات واستحکام میں انتہائی کوشش کی اور اس کوشش میں نہایت کامیاب رہے) (مذہب) حنیفیہ کے ارکان میں توحید کو سب سے زیادہ خصوصیت حاصل ہے اس لئے (قرآن میں) جہاں کہیں بھی (مذہب) حنیفیہ کا ذکر آیا ہے اسے شرک کی نفی کے ساتھ متصل کر دیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا: '' (حضرت ابراہیم) حنیف (مذہب حنیفیہ کے پیرو) تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔'' (آل عمران ۶۷) اور (فرمایا): '' (اے اہل ایمان) اللہ کے حنفاء رہو (ایک اللہ کے ہو رہو) اس کے ساتھ شرک کرنے والے نہ ہو (حج ۳۱)۔

ثنویت :۔

بعدازاں تثنیہ (دو خداؤں کو ماننا) مجوس کے ساتھ مختص ہوگئی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے دو اصلیں ثابت کیں جو دنیا کی تدبیر وتنظیم کرتی ہیں اور قدیم ہیں۔ خیر وشر، نفع ونقصان، صلاح وفساد ان دونوں (اصلوں) کے مابین منقسم ہے۔ یہ لوگ ایک کو نور اور دوسرے کو ظلمت کا نام دیتے ہیں۔ فارسی میں (اسے) یزدان (نور) اور اہرمن (ظلمت) کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کے بارے میں ان کے ہاں بڑی تفصیلیں ہیں۔ مجوس کے تمام مسائل دو قاعدوں اور اصولوں پر گردش کرتے ہیں۔

اول : نور کے ظلمت کے ساتھ امتزاج (خلط ملط) ہو جانے کا بیان وکیفیت۔

دوم : نور کے ظلمت سے چھٹکارا (نجات) پانے کا بیان وکیفیت۔

ان لوگوں نے (نور وظلمت کے) امتزاج کو مبداء (آغاز، ابتداء) اور (نور کے ظلمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے) خلاص (چھٹکارا) پانے کو معاد (آخرت، انتہاء) کہا ہے۔

حواشی :۔

۱ ستارے کہاں دیکھتے اور سنتے ہیں اور کیسے نفع پہنچا سکتے ہیں؟ وہ بھی بتوں کی طرح مجبور محض ہیں۔ غالباً شہرستانی تاثیر کواکب کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔(مترجم)

۲ یعنی حضرت ابراہیم نے صابئین کے مذہب پر پہلے ان کے عقائد کی موافقت کر کے اعتراض کیا اور ستاروں، چاند، اور سورج کو باری باری کہا کہ: ''یہ میرا رب ہے'' پھر جب وہ ڈوب گئے تو کہا: ''میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور میں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا جو سب کا رب ہے۔'' ان لوگوں کے عقائد مان کر ان کی تردید کر دی کہ یہ سب فانی ہیں اس لئے اللہ و معبو کیسے ہو سکتے ہیں۔ سو ابتداء میں ان کے عقائد کی موافقت کر کے اور پھر ان کی مخالفت کر کے انہیں لاجواب کر دیا، ورنہ وہ مشرک نہ تھے کہ ستاروں، چاند اور سورج کو اپنا رب کہتے، اسی طرح صابئین کو قائل کرنے کے لئے انھوں نے ان کے تمام بت توڑ ڈالے مگر بڑے بت کو باقی رکھا اور جب انہوں نے یہ پوچھا کہ انھیں کس نے توڑا ہے تو کہہ دیا کہ اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے، اس بات سے مخالفیں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ جو مجبور ہو کہ کچھ کر ہی نہ سکے وہ اللہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ساری باتیں ان لوگوں پر الزام عائد کرنے کی غرض سے کہی گئیں اس لئے نہیں کہ انھیں قبول و اختیار کر لیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔(مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فصل اول"

(ازصفحہ ۲۳۳ تاصفحہ ۲۴۴۔اصل کتاب)

مجوس

جیسا کہ ہم نے بیان کیا (مجوس) دو اصلوں کا اثبات کرتے ہیں (اور ان کے قائل ہیں)۔مگر اصل مجوس (المجوس الاصلیہ) کا عقیدہ ہے کہ دونوں اصلون کا قدیم وازلی ہونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ (صرف) نور ازلی ہے (یعنی قدیم ہے اور فنا نہیں ہوگا) اور ظلمت حادث (مخلوق، محدث وفانی) ہے۔پھر ان کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے کہ (ظلمت کے) مخلوق، حادث وفانی ہونے کا سبب کیا ہے؟ کیا یہ (ظلمت) نور سے حادث ہے (نکلی ہے)؟ جبکہ احداث (پیدا کرنے) اور قدم (قدیم ہونے) میں کوئی شئی نور کی شریک نہیں ہے۔ اس بات سے مجوس کا خبط ظاہر ہوتا ہے۔

(مجوس) اس بات کے قائل ہیں کہ اشخاص میں سے مبدء اول (سب سے پہلے پیدا ہونے والا شخص) گیومرث ہے، اور کبھی کبھی کہتے ہیں کہ (سب سے پہلے وجود میں آنے والا فرد) زروان کبیر ہے۔ اور دوسرا نبی زردشت ہے۔ گیومرثیہ (فرقے) کا کہنا ہے کہ گیومرث ہی حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ گیومرث کی تفصیل وتوضیح اور اس کے معنی ہیں حی (زندہ) ناطق (بولنے والا)۔اہل ہند وعجم کی تاریخ میں مذکور ہے کہ گیومرث ہی آدم علیہ السلام ہے۔مگر تمام مورخین (اصحاب تاریخ) اس امر میں (اہل ہند وعجم) کے خلاف ہیں (یعنی ہندیوں اور عجمیوں کا یہ بیان تمام مورخین کے نزدیک درست نہیں ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''۱۔گیو مرثیہ''

یہ لوگ مقدم اول (سب سے پہلے پیدا ہونے والے) گیومرث کے پیرو ہیں۔ یہ دو اصلوں یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یزدان ازلی اور قدیم ہیں جبکہ اہرمن محدث (فانی) اور مخلوق ہے۔ ان کا قول ہے کہ: ''اہرمن کی تخلیق کا سبب یہ ہوا کہ یزدان نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میرا کوئی مخالف (منازع، نزاع کرنے والا) ہوتا تو کیسا ہوتا؟ یہ سوچ بیکار تھی، اور نور کی طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی تھی، سو اس سوچ سے ظلمت (تاریکی) پیدا ہوئی جس کا نام اہرمن رکھا گیا۔ اس کی طبیعت میں شر، فتنہ، فساد، فسق، ضرر اٹھانا اور ضرر پہنچانا شامل تھے (اس لئے اس نے نور کے خلاف بغاوت کی اور طبیعت اور فعل سے اس کی مخالفت کی۔ یوں نور اور ظلمت کی فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ بعدازاں ملائکہ نے بیچ میں پڑ کر اس بات پر صلح کرادی کہ عالم اسفل سات ہزار سال تک اہرمن کے تصرف اور ملکیت میں ہوگا، بعدازاں وہ عالم (اسفل) کو خالی کرکے نور کے سپرد کردے گا۔ جو لوگ اس صلح سے پہلے اس دنیا میں تھے (اہرمن نے) انہیں برباد و ہلاک کردیا۔ پھر گیومرث نامی شخص اور 'ثور' نامی جانور سے اس نے (دنیا کا) آغاز کیا۔ بعدازاں اس نے ان دونوں (آدمی اور جانور) کو قتل کردیا۔ پس اس شخص کے مسقط (گرنے کی جگہ) سے ''ریباس'' اگا (پیدا ہوا) اور ''ریباس'' کی جڑ سے ایک مرد جس کا نام ''میشۃ'' تھا اور ایک عورت جس کا نام ''میشانۃ'' تھا نکلے اور یہی دونوں تمام انسانوں کے باپ (ابوالبشر) ہیں۔ اور ''ثور'' کے مسقط سے چوپائے (انعام) اور تمام حیوانات پیدا ہوئے۔

ان لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ نور نے انسانوں کو جب کہ ابھی وہ بے جسم کی روح (ارواح مجردہ) تھے ان دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیا۔ اور وہ یہ کہ یا تو انہیں اہرمن کے مقامات (اقتدار و تسلط) سے اٹھا لے یا پھر یہ کہ وہ انہیں جسم کا لباس پہنا دے اور وہ لوگ اہرمن سے جنگ و جدال کریں، تو انسانوں نے جسم کے جامہ کو زیب تن کرنے اور اہرمن سے جنگ و جدال کو اس شرط پر اختیار کیا کہ نور ان کی مدد کرے گا اور اہرمن کی سپاہ کے خلاف انہیں فتح و کامیابی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہم کنار کریگا اور ان کا انجام بخیر (حسن العاقبۃ) ہوگا۔ (اہرمن پر) فتح وظفر اور اس کی افواج کی ہلاکت (کے بعد) قیامت واقع ہو جائے گی۔

سو وہ (نور وظلمت کے) امتزاج وخلط ملط کا سبب تھا اور یہ (نور کے ظلمت سے) خلاص ونجات کا سبب ہے۔

''۲۔ الزروانیہ''

(الزروانیہ نے) کہا کہ نور نے چند نوری اشخاص کو ایجاد کیا۔ یہ سب کے سب نورانی روحانی اور ربانی تھے۔ لیکن ان میں سے جو سب سے بڑا شخص تھا اور جس کا نام زروان تھا، اس نے کسی چیز کے متعلق شک کیا، سو اس شک سے اہرمن شیطان یعنی ابلیس پیدا ہوا۔

ان میں سے کچھ کا قول ہے کہ نہیں، بلکہ زروان کبیر، نو ہزار نو سو ننانوے سال تک بیٹے کی ولادت کی دعا ومناجات (زمزمہ سرائی) کرتا رہا مگر ایسا نہ ہوا (یعنی اس کے کوئی بیٹا نہ ہوا پھر (زروان کبیر) نے خود سے بات کی سوچا اور بولا: ''شاید کہ یہ علم کسی کام کا نہیں ہے'' پس اس پہلے فکر وغم (الہم الواحد) سے اہرمن پیدا ہوا اور اس علم سے ہرمز کی آفرینش ہوئی۔ یہ دونوں (اہرمن اور ہرمز) ایک ہی شکم (بطن) میں ایک ساتھ تھے ہرمز باہر نکلنے کے دروازے (باب الخروج) سے زیادہ نزدیک وقریب تھا۔ تو اہرمن شیطان نے ایک چال چلی اور اپنی ماں کا پیٹ چاک کر کے (ہرمز سے) پہلے باہر نکل آیا اور تمام دنیا پر قبضہ کر لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب (اہرمن شیطان) زروان کے سامنے کھڑا ہوا اور اس پر اسکی نگاہ پڑی اور اس نے اس کی خباثت، شرارت اور فساد کو دیکھا تو اسے سخت ناپسند کیا، اس پر لعنت کی اور اسے بھگا دیا۔ سو وہ جا کر دنیا پر قابض ہوگیا۔ مگر ہرمز کو ایک مدت تک اس پر کسی قسم کی قدرت حاصل نہ ہو سکی۔ یہ وہی (ہرمز) ہے جسکی، نیکی، پاکی، صلاح اور حسن اخلاق کی وجہ سے لوگوں نے اسکو اپنا رب بنا لیا اور اسکی پرستش کی۔

زروانیہ میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ کے ساتھ ہمیشہ ایک ردی اور بیکار چیز تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی (اور یہ) یا تو کوئی بیکار سوچ (فکر ردی) تھی یا ردی و بیکار بدبو (عفونت ردئیہ)۔ اس سے شیطان کا صدور ہوا (نکلا)۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا شر، آفت اور فتنے سے پاک تھی اور یہاں کے لوگ خیر محض اور نعیم خالص میں تھے۔ مگر جب اہرمن پیدا ہوا تو برائیاں، آفتیں، فتنے اور تکلیفیں بھی پیدا ہوئیں (اہرمن) آسمان سے دور تھا مگر اس نے چال چلی (حیلہ سازی کی) اور آسمان چیر کر اوپر چڑھ گیا۔

(زروانیہ میں سے) کچھ کا عقیدہ ہے کہ: "(اہرمن) آسمان میں تھا اور زمین اس سے خالی تھی، اس نے فریب سے آسمان کو چیرا اور اپنی ساری فوج کے ساتھ زمین پر اتر آیا۔ سو نور اپنے فرشتوں (ملائکہ) کے ساتھ (اہرمن سے) بھاگا۔ شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور اس کی جنت میں اسے گھیر لیا اور تین ہزار سال تک نور سے جنگ کرتا رہا مگر شیطان خدائے تعالیٰ تک نہ پہونچ پایا۔ بعد ازاں فرشتوں نے بیچ میں پڑ کر یہ طے کرایا کہ ابلیس اور اس کا لشکر نو ہزار سال تک زمین پر رہیں گے اس میں تین ہزار سال کی وہ مدت بھی شامل ہوگی جس میں اس نے نور سے جنگ کی تھی۔ اس کے بعد (اہرمن شیطان) اپنی جگہ واپس چلا جائے گا۔ رب (اللہ) نے، کہ ان لوگوں کے اس قول سے برتر و بلند ہے، ابلیس اور اس کے لشکر کی تکالیف کو برداشت کرنے ہی میں اور صلح کی ضروری مدت کے اختتام تک شرط کو نہ توڑنے ہی میں بہتری، بھلائی (مصلحت) اور عافیت سمجھی۔ سو لوگ اس مدت کے پورے ہونے تک مصیبتوں، فتنوں، رسوائیوں اور آزمائشوں میں مبتلا رہیں گے۔ اس کے بعد وہ پہلی نعمت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ابلیس نے اللہ سے یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اسے چند چیزیں کرنے پر قادر کرے گا اور وہ جو برے کام کر رہا ہے اس کے کرنے کی اس کو آزادی دے گا۔ جب یہ دونوں (نور اور اہرمن شیطان) اس شرط سے فارغ ہوئے تو انھوں نے دو عادل گواہوں کو اس کا شاہد بنایا اور اپنی اپنی تلواریں ان کے حوالے کر کے ان سے کہا کہ (ہم میں سے) جو عہد و پیمان توڑے اس سے وہ دونوں اس تلوار سے لڑیں۔

میں (شہرستانی) یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی صاحب عقل شخص ایسی کمزور رائے پر اعتقاد رکھے گا اور ایسے باطل وفضول عقیدے کا قائل ہوگا (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) یہ ساری باتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ عقل سوچ سکتی ہے رمز و اشارہ ہیں۔ جس نے اللہ پاک و برتر کو اس کے جلال و بزرگی سے پہچانا تو یہ خرافات اسکی عقل میں راہ نہیں پاسکتیں اور اس طرح کے لغویات وہ سن بھی نہیں سکتا۔

اسی بیان سے قریب وہ بات ہے جس کو ابو حامد زوزنی نے نقل کیا ہے کہ مجوس کا خیال ہے کہ ابلیس برابر ظلمت (تاریکی) میں تھا اور فضاء اللہ کی سلطنت و حکمرانی سے خالی تھی ، سو (ابلیس) اپنے حیلے اور فریب سے اس (فضاء) کے قریب ہوتا گیا تا آنکہ اس نے نور (روشنی) کو دیکھا ، پس اس نے ایک جست لگائی (زقند بھری) اور وہ نور میں جو اللہ کی سلطنت وحکومت میں تھا داخل ہو گیا۔ اور اپنے ساتھ ان آفتوں اور برائیوں کو بھی داخل کر دیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو جال کے طور پر پیدا کیا سو (ابلیس) اس جال میں پھنس گیا اور اس میں ایسا الجھا کہ اس کے لئے اپنی سلطنت میں واپس جانا ممکن نہ رہا۔ وہ اس دنیا میں مقید ہے اور قید میں بے قرار و مضطرب ہے ، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی طرف مصیبتوں اور پریشانیوں کو پھینکتا رہتا ہے۔ تو جس کو اللہ زندگی دیتا ہے (ابلیس) اس کو موت کی مار مارتا ہے ، جسے اللہ صحت دیتا ہے وہ اس کو بیماری کے تیر مارتا ہے ، جس کو اللہ خوشی دیتا ہے (ابلیس) اس کو غم دیتا ہے۔ قیامت تک یہی صورتحال رہے گی۔ ہر روز (ابلیس کی) سلطنت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ (ایک دن ایسا آئے گا) اسکی کوئی طاقت باقی نہ رہ جائے گی۔ جب قیامت آئے گی تو اس کی سلطنت جاتی رہے گی ، اس کی آگ بجھ جائے گی ، اس کی طاقت زائل ہو جائے گی ، اس کی قوت مضمحل ہو جائے گی اور وہ (ابلیس) فضاء میں جا گرے گا (اللہ اس کو فضاء میں پھینک دے گا) یہ فضاء ایک ایسی ظلمت ہے جس کی نہ تو کوئی حد ہے اور نہ اس کی کوئی انتہاء ہی ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ تمام ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کو جمع کر کے ان کا محاسبہ کرے گا اور شیطان کی اطاعت نافرمانی (عصیان) پر انہیں بدلہ دے گا۔

رہا (مجوس کا فرقہ) مسخیہ تو اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نور جب اکیلا تھا تو نور محض (خالص نور) تھا بعد ازاں اس کا کچھ حصہ مسخ ہو کر (صورت بدل کر) ظلمت ہو گیا۔

اسی طرح (مجوس کے فرقے) خرمدینیہ نے دو اصلوں (نور و ظلمت ، یزدان و اہرمن) کی بات کی۔ یہ لوگ تناسخ اور حلول کی جانب مائل ہیں اور احکام ، حلال و حرام کے قائل نہیں ہیں۔

امتوں میں سے ہر امت میں اباحیہ ، مزدکیہ ، زنادقہ اور قرامطہ جیسے فرقے اور گروہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزرے ہیں۔ انھیں لوگوں کی بدولت اس دین میں پریشانی اور خرابی پیدا ہوئی اور لوگوں کو فتنہ و گمراہی میں مبتلا کرنا انھیں لوگوں پر منحصر و محدود ہے۔

"۲۔ الزردشتیہ"

یہ لوگ زردشت پسر پورشسپ کے پیرو ہیں، یہ گشتاسپ بن لہراسپ بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ اس کا باپ (پورشسپ) آذربیجان کا اور اس کی ماں جس کا نام دغدویہ تھا، ری کی رہنے والی تھی۔

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان میں متعدد انبیاء اور بادشاہ گزرے ہیں۔ ان میں پہلا گیومرث تھا (جس کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ) وہ زمین کا پہلا حکمران تھا۔ اس کا قیام اصطخر (کے شہر) میں تھا۔ اس کے بعد اوشہنگ بن فرادک ہوا، وہ سرزمین ہند کی طرف چلا گیا اور اس کی دعوت (مذہب) وہیں ہے۔ بعد ازاں طہمورث (کا ظہور ہوا) اس کی بادشاہت کے پہلے سال (مذہب) صابئہ کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی جم (جمشید) بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد متعدد انبیاء و ملوک آئے جن میں منوچہر بھی تھا وہ بابل چلا گیا اور وہیں طرح اقامت ڈالی۔ زردشتیوں کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسی عہد میں نشو نما ہوا۔ (انبیاء و ملوک کا یہ سلسلہ جاری رہا) تا آنکہ یہ بادشاہی گشتاسپ بن لہراسپ پر آ کر ختم ہوگئی۔ اسی کے زمانے میں زردشت حکیم (فلسفی) کا ظہور ہوا۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ عزوجل نے پہلی آسمانی کتابوں (الصحف الاولیٰ) اور کتاب اعلیٰ میں کسی وقت و زمانہ میں اپنے ملکوت (قوت و اقتدار) سے ایک روحانی مخلوق پیدا کی۔ جب تین ہزار سال گزر گئے تو اس نے اپنی مشیت (ارادہ) کو ایک چمکدار نور کی صورت میں جو انسان کی شکل پر ترکیب پایا تھا، نافذ کیا، اور ستر ملائکہ مکرمین کو اس کے گرد حلقہ زن کیا (یعنی ستر فرشتے اس نور کو گھیرے رہے) پھر اس نے سورج، چاند، ستارے اور زمین کو پیدا کیا۔ بنی آدم تین سو سال تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر متحرک رہا بعد ازاں اللہ نے زردشت کی روح کو ایک درخت میں ڈال دیا جسے اس نے اعلیٰ علیین میں اگایا تھا، اس کے ارد گرد بھی ستر فرشتوں کو حلقہ زن کیا پھر (اللہ نے) اس کو آذر بائی جان کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر جس کا نام اسمو یذ خر تھا بو دیا۔ اس کے بعد اس نے زردشت کی شبیہ (ہیولیٰ) کو گائے کے دودھ میں ملا دیا، اسے زردشت کے باپ نے پی لیا تو وہ نطفہ ہو گیا اور وہاں سے اپنی ماں کے رحم میں وہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا (زردشت کی ماں کے حاملہ ہونے پر) شیطان اس کے پاس آیا اور اس نے اسکو غیرت دلائی، تو اس کی ماں نے آسمان سے ایک آواز سنی جس میں اس کی برائت (پاک دامنی) کی دلیل تھی سو وہ پاک صاف ہو گئی۔ پھر جب وہ زردشت پیدا ہوا تو وہ (رونے کے بجائے) ایسا ہنسا کہ جو (عورتیں) وہاں موجود تھیں انھوں نے بھی اس کو سنا۔ (اس ملک کا بادشاہ دوران سرون جادوگر اور اہرمن پرست تھا اسے پہلے سے معلوم تھا کہ زردشت پیدا ہونے والا ہے۔ اور وہ کیش اہرمنی کو برباد کر کے مذہب حقہ کی تبلیغ و اشاعت کرے گا اس لئے اس نے جادوگروں اور دیووں کو زردشت کو ہلاک کرنے پر مامور کیا) سو انھوں نے (اسے ہلاک کرنے کی) یہ ترکیب نکالی کہ (پہلے) اس کو ایسے تنگ راستے پر ڈال دیا جہاں سے گائیں گزرتی تھیں (تاکہ ان کی رودن میں آکر زردشت جو بچہ تھا ہلاک ہو جائے پھر) اس کو گھوڑوں کی گزرگاہ میں اور (سب کے بعد) بھیڑیوں (کے بھٹ کے پاس) پھینک دیا گیا مگر (ہلاک کرنے کے بجائے) ان میں سے ہر ایک نے اس کی حفاظت کی (اور اسے کوئی گزند نہ پہنچایا)۔ اس کے بعد وہ نشو نما پاتا رہا اور جب تیس سال کا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے نبی و رسول بنا کر انسانوں کے پاس (ان کی ہدایت کی غرض سے) بھیجا۔ اس نے گشتاسپ بادشاہ کو (اپنے دین کی) دعوت دی۔ جس نے اس کو قبول کر لیا۔ زردشت کا دین تھا اللہ کی عبادت، شیطان کا انکار، (کفر) معروف کا حکم دینا، منکر سے منع کرنا اور برائیوں سے پرہیز کرنا۔

(زردشت نے) کہا کہ نور اور ظلمت دو باہم دگر متضاد اصلیں ہیں۔ اسی طرح یزدان و اہرمن (بھی دو باہم دگر متضاد اصلیں ہیں) اور یہ دونوں موجودات عالم کی خالق (مبدء) اور آغاز ہیں۔ انہی دونوں کے امتزاج سے (عالم کی) تمام ترکیبیں وجود میں آئی ہیں۔ اور صورتیں مختلف ترکیبوں سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ باری تعالیٰ نور و ظلمت کا خالق اور ان کا موجد ہے۔ وہ واحد ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا کوئی شریک نہیں ، نہ کوئی اس کا مقابل ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہی ہے ۔ اس کی جانب ظلمت کے وجود کی نسبت جیسا کہ الزردانیہ کا خیال ہے ، جائز نہیں ۔ مگر خیر و شر ، صلاح و فساد ، طہارت و ناپاکی ، نور و ظلمت کے امتزاج سے حاصل ہوئی ہیں اور جو یہ امتزاج نہ ہوتا تو دنیا کا وجود بھی نہ ہوتا ۔ یہ دونوں جنگ و مقابلہ اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے رہیں گے ۔ یہاں تک کہ نور ، ظلمت پر اور خیر ، شر پر غالب آجائے گا ۔ پھر خیر اپنے عالم کی طرف رہائی پا کر چلا جائے گا اور شر اپنے عالم کی طرف اتر جائے گا ۔ یہی خلاص و نجات کا سبب ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہی نے تراکیب (عالم) میں حکمت و مصلحت کی بناء پر ان دونوں کو خلط ملط کر دیا اور باہم ملا دیا ہے ۔ (زردشت نے) کبھی کبھی نور کو اصل گردان کر کہا: ''اس کا وجود حقیقی ہے اور ظلمت اس کے تابع ہے اسکی مثال آدمی کے سائے کی ہے ۔ کیونکہ بظاہر یہ دکھائی دیتا ہے کہ سایہ موجود ہے لیکن وہ حقیقت میں موجود نہیں ہوتا ۔ سو (اللہ نے) نور کو ایجاد کیا (پیدا کیا) اور ظلمت اس کے نتیجے میں خود بخود آموجود ہوئی ۔ کیونکہ وجود کے لئے تضاد ضروری ہے ، سو (ظلمت کا) وجود مخلوق میں ضروری ہے مگر قصد اول سے نہیں جیسا کہ ہم نے شخص اور اس کے سائے (کی مثال) میں بیان کیا ہے ۔ (یعنی اللہ نے صرف نور کو پیدا کیا مگر چونکہ ہر شئے کا ضد و عکس بھی ہوتا ہے اس لئے ظلمت خود بخود وجود میں آگئی ۔ مگر اس کا وجود نتیجہ تھا نور کے وجود کا بعینہ اسی طرح کہ کسی جسم کے وجود کے ساتھ اس کا سایہ از خود پیدا ہو جاتا ہے مگر جس طرح سایہ کا وجود غیر حقیقی ہوتا ہے ظلمت کا وجود بھی غیر حقیقی ہے) ۔

زردشت کی تصنیف سے ایک کتاب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس پر نازل ہوئی ہے (اس کا نام) ''زنداوستا'' ہے ۔ اس (کتاب کی رو سے) ''عالم'' دو قسموں میں منقسم ہے ''مینہ'' اور ''گیتی'' یعنی ''روحانی'' اور ''جسمانی'' یا ''روح'' اور ''شخص'' ۔ جس طرح اس نے مخلوق کو دو عالموں میں تقسیم کیا یہ بھی کہتا ہے کہ عالم میں جو کچھ بھی ہے وہ بھی دو قسموں میں منقسم ہے ''بخشش'' اور ''کنش'' اس سے اس کی مراد ''تقدیر'' اور ''فعل'' ہے ۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر مقدر و منحصر ہے ۔ بعد ازاں (زردشت) ''موارد تکلیف'' (جن امور کے کرنے یا نہ کرنے کا اسے پابند کیا گیا ہے) کے متعلق جو انسانی حرکات ہیں کلام کرتا ہے اور انھیں تین قسموں میں تقسیم کرتا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''منش''، ''گویش''، و''کنش'' یعنی ''اعتقاد''، ''قول'' اور ''عمل''۔ اور انہی تینوں کے ساتھ تکلیف (شرعی) تمام ہوتی ہے۔ سو اگر انسان ان میں کوتاہی کرے گا تو وہ دین واطاعت سے خارج ہو جائے گا۔ اور اگر ان حرکات میں امر اور شریعت کے مقتضٰی کے مطابق عمل پیرا ہوگا تو اسے فوزِ کبیر (بڑی کامیابی) حاصل ہوگی۔

زردشتیہ (اپنے پیغمبر زردشت) کے متعلق بہت سے معجزوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں سے گشتاسپ کے گھوڑے کی چاروں ٹانگوں کا اس کے پیٹ میں گھس جانا ہے۔ اس وقت زردشت (گشتاسپ) کی قید میں تھا سو اس نے (زردشت کو) رہا کر دیا اور گھوڑے کی ٹانگیں بھی نکل آئیں۔

انھیں معجزوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دینور شہر میں ایک نابینا کے پاس سے گزرا، اس نے لوگوں کو ایک خاص قسم کی گھاس لانے اور اس کے عرق کو نچوڑ کر (نابینا کی) آنکھوں میں ڈالنے کو کہا (لوگوں نے ایسا ہی کیا) اور اس کی بینائی واپس آ گئی۔ (شہرستانی کا کہنا ہے کہ) اس بات کا معجزے سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو اس گھاس کی خاصیت کے بارے میں اس کی واقفیت کا پتا دیتی ہے اس کا معجزے سے کوئی تعلق نہیں۔

رزدشتی مجوس کا ایک فرقہ ''سیسانیہ'' اور بہ آفریدیہ'' ہے۔ اس کا رئیس ''سیسان'' نیشاپور کے قصبات میں سے خواف نامی قصبہ کا باشندہ تھا۔ اسی نے (عباسی داعی) ابو مسلم (خراسانی) کے دور (ولایتِ خراسان) میں خروج کیا (اور اپنے عقائد کا اعلان کیا)۔ وہ اصلا ''زمزمی'' تھا اور آگ کی پرستش کرتا تھا۔ مگر اس نے بعد میں اس (عقیدے) کو چھوڑ دیا اور مجوس کو ''زمزمہ'' کے ترک اور آتش پرستی کے انکار کی دعوت دی۔ اس شخص نے (مجوس) کے لئے ایک کتاب گھڑی اور انھیں بالوں کے بڑھانے (زلفیں رکھنے) کا حکم دیا۔ اس نے (مجوس کے لئے) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں (کے ساتھ نکاح) کو حرام قرار دیا (اسی طرح) شراب کو بھی حرام ٹھہرایا۔ اس نے (اپنے پیروؤں کو) حکم دیا کہ سجدہ کرتے وقت ایک گھٹنے کے بل (ہو کر) سورج کی جانب منہ کریں۔ یہ لوگ رباطیں (خان قاہیں) بناتے اور مال خرچ کرتے ہیں۔ مردار (جانور) نہیں کھاتے اور جانور کو صرف اسی وقت ذبح کرتے ہیں جب وہ بڈھا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ ''زمزمی مجوس'' کے سخت دشمن ہیں۔ مجوس کے موبد (بڑے مذہبی پیشوا) نے اس کی ابو مسلم سے شکایت کی۔ سو اس نے (سیسان کو) نیشا پور کی جامع مسجد کے دروازے پر قتل کرادیا۔ (اس موقع پر) اس کے پیروؤں نے کہا کہ وہ زرد رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ وہ جلد ہی ترکی گھوڑے پر بیٹھ کر (زمین پر) اترے گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ یہ لوگ زردشت کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور ان بادشاہوں کی تعظیم کرتے ہیں جن کی زردشت نے تعظیم وتکریم کی ہے۔

زردشت نے اپنی کتاب ''زنداوستا'' میں جن باتوں کی خبر دی ہے ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آخری زمانے میں ایک آدمی ظاہر ہوگا جس کا نام ''اشیزریکا'' ہوگا۔ اس کے معنی ہیں مرددانا (الرجل العالم) ۔ (یہ شخص) دنیا کو دین وعدل سے آراستہ کرے گا۔ بعدازاں اس کے زمانے میں ''بتیارہ'' نامی شخص ظاہر ہوگا۔ یہ شخص (اشیزریکا کی) حکومت اور ملک میں بیس سال تک فتنہ وفساد پھیلاتا اور مصیبت وتکلیف لاتا رہے گا۔ پھر اشیزریکا اہل عالم پر غالب آجائے گا، انصاف کو بحال کرے گا، ظلم کو ختم کردے گا اور تبدیل شدہ طریقوں کو ان کی پہلی وضع پر واپس لائے گا۔ بادشاہ اس کے مطیع فرمان ہوں گے، معاملات اس کے لئے سہل ہو جائیں گے، وہ دین اور حق کی نصرت کریگا، اس کے دور میں امن وآسائش حاصل ہوگی۔ فتنے ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور بلائیں زائل ہو جائیں گی۔

'' مقالۂ زردشت درمبادی ''

جیہانی نے مبادی سے متعلق زردشت کے ایک مقالہ کو نقل کیا ہے وہ (مندرجہ ذیل) ہے: ''زردشت کے دین (کی حقیقت یہ) ہے کہ وہ ''مارسیان'' کے دین کی دعوت ہے۔ اور یہ کہ اس کا معبود ''اورمزد'' (ہرمزد) ہے۔ وہ فرشتے جو (اورمزد) کے پیام (رسالات) (زردشت) کی طرف پہنچانے کا ذریعہ وواسطہ تھے (یہ ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بہمن ۲۔ اردی بہشت ۳۔ شہر یور

۴۔ اسفندارمز ۵۔ خرداد ۶۔ مرداد

زردشت نے ان فرشتوں کو دیکھا اور ان سے علوم سیکھے۔ (زردشت) اور اورمز کے درمیاں کسی توسط (ذریعہ و واسطہ) کے بغیر چند سوال و جواب (مسائلات) ہوئے (وہ مکالمہ درج ذیل ہے)

سوال اول :-

زردشت نے سوال کیا: وہ کونسی چیز ہے جو (ماضی میں) تھی (مستقبل میں) ہوگی اور وہ اس وقت بھی موجود ہے؟

اورمزد نے جوب دیا: میں، دین اور کلام۔ سو دین اورمزد کا عمل، کلام اور ایمان ہے۔ رہا کلام تو وہ اورمزد کا کلام ہے۔ دین کلام سے افضل ہے، کیونکہ عمل قول سے افضل ہے۔ اس نے فرشتوں میں سب سے پہلے بہمن کو پیدا کیا، اسے دین کی تعلیم دی، نور کے مقام میں اس کے لئے ایک جگہ مخصوص کر دی (موضع نور میں بہمن کے قیام کے لئے ایک مقام خاص کر دیا) اور اپنی ذات کے ساتھ ایک ذات کے بطور اسے بلند وارفع کر دیا۔ سو اس رائے کے مطابق مبادی تین ہیں (اورمزد، دین اورمزد اور کلامِ اورمزد)۔

سوال دوم :-

زردشت نے پوچھا: تو نے تمام اشیاء کو غیر متناہی زمانے میں کیوں نہ پیدا کیا؟ کیونکہ تو نے زمانے کو دو نصفوں میں بانٹ کر ایک نصف کو متناہی اور دوسرے نصف کو غیر متناہی قرار دیا اگر تو نے تمام اشیاء کو غیر متناہی زمانے میں پیدا کیا ہوتا تو ان میں سے کوئی شےء بھی قابل استحالہ نہ ہوتی۔ (یعنی ہر شے اپنی حالت پر ہوتی اور اس پر کوئی تبدیلی نہ آتی)۔

اورمزد نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو یہاں (دنیا میں) ابلیس گناہگار کی آفات (شرارتیں اور بلائیں) کبھی ختم ہی نہ ہوتیں (غیر متناہی ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ باقی رہتیں، انسان ان کی زد میں ہوتا اور مصائب کی کڑیاں جھیلتا رہتا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال سوم :۔

(زردشت نے) کہا: تو نے اس عالم کو کس چیز سے پیدا کیا ہے؟

اورمزد نے جواب دیا: میں نے اس سارے عالم کو اپنے نفس (ذات) سے پیدا کیا ہے۔ابرار (نیکوکاروں) کے نفوس میرے سر کے بال سے، آسمان میرے دماغ (یا دماغ کی جھلی) سے، ناخن اور پٹھے میری پیشانی سے، سورج میری آنکھ سے، چاند میری ناک سے، ستارے میری زبان سے، سروش اور تمام فرشتے میرے کان سے، زمین میرے پاؤں کے پٹھے سے (پیدا ہوئے)۔ میں نے اس دین کو پہلے گیومرث کو دکھایا، سو اس نے اس کا احساس کیا اور اسے بغیر سکھائے پڑھائے یاد کر لیا۔

زردشت نے پوچھا: تو نے اس دین کو گیومرث کو وہم و خیال کے ذریعہ کیوں دکھایا، جبکہ تو نے اسے مجھ پر قول سے القاء کیا (یعنی گیومرث کے وہم میں اس دین کی باتیں ڈالیں جبکہ مجھے زبان سے اسے سکھایا)

اورمزد نے کہا: (ایسا اس لئے کیا) کہ تجھے اس دین کے سیکھنے اور دوسروں کے سکھانے کی ضرورت ہے اور گیومرث کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اس کے (دین) کو قبول کرتا، اس لئے وہ تکلم (یعنی اس دین کو بیان کرنے) سے رک گیا۔، اور یہ بات تیرے لئے اچھی ہے، کیونکہ میں کہتا ہوں اور تو سنتا ہے اور تو کہتا ہے اور لوگ سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں (اور میں کہوں گا، تو سنے گا، تو کہے گا، لوگ سنیں گے اور قبول کریں گے)۔ زردشت نے اورمزد سے کہا: کیا تو نے اس دین کو مجھ سے پہلے گیومرث کے علاوہ کسی اور بھی دکھایا؟ (اورمزد نے) کہا: میں نے یہ دین جم (جمشید) کو ضحاک (کی بالا دستی قبول کرنے) سے انکار کی وجہ سے پانچ پانچ کے ٹکروں میں پچاس بار دکھایا۔

(زردشت نے) کہا: جب تجھے معلوم تھا کہ وہ اس (دین) کو قبول نہیں کرے گا تو تو نے اسے کیوں دکھایا؟

(اورمزد نے) جواب دیا: اگر میں اس دین کو (جمشید کو) نہ دکھاتا تو یہ (دین) تجھ تک نہ پہنچتا میں نے اسے افریدون، کیکاوس، کیقباد اور گشتاسپ کو بھی دکھایا تھا۔

زردشت نے پوچھا: تیرا عالم کو پیدا کرنا اور دین کو رائج کرنا کس کے لئے ہے؟ (تخلیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم اور ترویج دین کا سبب کیا ہے؟)

(اورمزد نے) کہا: اس لئے کہ گنہگار بھوت (عفریت اثیم) کو فنا کرنا، تخلیق عالم اور ترویج دین کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اگر دین کی بات رائج نہ ہوگی تو عالم کے امور کا رائج ہونا بھی ممکن نہ ہوگا۔

زردشت اور کون الاثیم کی کشمکش :-

زردشت نے اورمزد بخشایندہ (وہّاب) سے دین کو حاصل کیا، اسے مستحکم کیا اور اس پر عمل کیا اور اپنے باپ کے گھر میں اس کے روبرو بھجن گایا (زمزمفی بیت ابیه علیه) تو اس پر ''کون الاثیم'' (ملعون و گنہگار شیطان) کو غصہ آیا اور وہ مضطرب ہوا، کیونکہ وہ شریر موت ظلمت اور محنت (آزمائش) سے مملو (بھرا ہوا) تھا۔ اس نے اپنے شیطانوں (دیوؤں) کو جن کا نام ''پری دیو ائیاخ''، ''دویہمان زوش'' اور ''نومر بقنار دیو'' تھے بلایا اور ان سب کو حکم دیا کہ زردشت کے پاس جا کر اسے قتل کر دیں۔ جب زردشت کو اس کا علم ہوا تو اس نے (ادستا ژند) کے (اشلوک) پڑھے اور بھجن گایا اور ''مارسیان'' کے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا، اس سے (یہ سب دیو رشیطان) شکست کھا کر بھاگ گئے۔ دوسرے معرکے اور لڑائیاں بھی ہوئیں مگر زردشت نے اپنی کتاب اوستا کی اکیس آیتوں (کی تلاوت) سے انہیں شکست دیدی اور شیاطین (دیوان) لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

زردشت، گشتاسپ کے دربار میں :-

جب زردشت چالیس سال کے سن میں درجہ کمال کو پہنچا اور اورمزد کے حضور سات بار کی حضوری میں اس کے لئے وہ مخاطبات (خطاب و گفتگو) پورے ہو گئے جن میں اللہ کے دین کی شرائع (قوانین) فرائض اور سنن (سنتیں) کی تکمیل کی گئی تو اس کو اللہ نے حکم دیا کہ گشتاسپ بادشاہ کے پاس جائے اور اللہ کے ذکر اور نام کا اعلان کر دے۔ سو (زردشت نے) اللہ کے حکم کی تعمیل کی (اور روانہ ہو گیا) (اثنائے راہ میں) اس نے اس خطہ کے دو بادشاہوں کو جن کے نام

کتاب الملل والنحل ... از ... شہرستانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''فوریمارائی'' اور'' بیویدست'' تھے۔ اللہ کے دین، شیطان کے انکار، اچھے کام کرنے اور برے کام سے بچنے کی دعوت دی، مگر ان دونوں نے زردشت کی بات نہ مانی اور گناہ سے چمٹے رہنے میں انھیں بڑائی محسوس ہوئی۔ ان پر آندھی آئی جس نے ان کو زمین سے اوپر اٹھالیا اور وہ ہوا میں معلق ہو گئے، لوگ جمع ہو کر ان دونوں کو دیکھنے لگے، انھیں ہر سمت سے پرندوں نے گھیر لیا، ان کے گوشت کھا گئے اور ان کی ہڈیاں زمین پر گر گئیں (یعنی زردشت کی دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ دونوں بادشاہ عبرت ناک طور پر ہلاک ہو گئے)۔

جب (زردشت) گشتاسپ کے ہاں پہنچا تو اس کو (گشتاسپ) کے ہاتھوں قید اور آزمائشوں کے تمام مصائب سے، جن کی اورمزد نے اس کو خبر دی تھی، دوچار ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ اس گھوڑے کا واقعہ پیش آیا جس کی ٹانگیں اس کے پیٹ میں اس طرح گھس گئی تھیں کہ ان کا نشان بھی اس کے جسم میں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لوگ اس (گھوڑے) کے حال سے عاجز اور حیران رہ گئے تھے۔ سو گشتاسپ نے (زردشت کو) قید سے نکالا اور (گھوڑے کی ٹانگوں کے غائب ہونے کا) حال پوچھا۔ (زردشت نے) کہا یہ میری سچائی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کی میرے اللہ اور میرے خالق نے مجھے خبر دی ہے۔ اس نے (گشتاسپ اور اس کے اہل خاندان سے) شرط لگائی کہ اگر اس نے دعا کی اور گھوڑے کی ٹانگیں باہر نکل آئیں تو وہ لوگ اس پر ایمان لائیں گے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ سو (زردشت نے) اللہ کا نام لے کر پکارا تو گھوڑے کی ٹانگیں (پیٹ سے) نکل کر جیسی تھیں ویسی ہی ہو گئیں۔ چنانچہ اس پر گشتاسپ ایمان لایا اس نے اپنے وقت کے تمام علماء کو جو بابل اور ایران شہر میں تھے اکٹھا کرنے اور زردشت سے گفتگو (مذاکرات) کرنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے اس سے مناظرہ کیا اور اس کی فضیلت و برتری کا اعتراف کیا۔

زردشت کے عقائد و افکار :۔

زردشت برگزیدہ مارسیان کے دین کے جو (عقائد) لے کر آیا ان میں سے یہ بھی ہے کہ :۔

(۱)۔ اس کا خدا ہرمز وازل سے ہے اور ازل ہی سے اس کے ساتھ ایک چیز ہے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام اس نے ''اسنی اسنہ'' رکھا۔ یہ وہ چیز ہے جس کا ماحول روشن ومنور ہے اور وہ اوپر (فوق) ہے۔ ابلیس کے ساتھ بھی ہمیشہ سے ایک چیز ہے جس کا اس نے ''استا استاہ'' نام رکھا ہے اس کا ماحول تاریک ہے اور وہ نیچے (اسفل) ہے۔

(۲)۔ اللہ نے فرشتوں میں سب سے پہلے ''بہمن'' جبرئیل کو، بعد ازاں ''اردی بہشت'' کو اس کے بعد ''شہر یور'' کو اور اس کے بعد ''اسفندارمز'' کو پھر ''خرداد'' کو اور بعد ازاں ''مرداد'' کو پیدا کیا۔ اس نے ان (فرشتوں) میں سے بعض کو بعض سے (ایک دوسرے سے) اس طرح پیدا کیا جس طرح چراغ سے چراغ جلایا جاتا ہے اور پہلے (چراغ) سے کچھ کم نہیں ہوتا (یعنی ایک فرشتہ دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے اسی طرح تمام فرشتے ایک دوسرے سے پیدا ہوئے) اس نے ان (فرشتوں) سے پوچھا: ''تمہارا رب اور خالق کون ہے؟'' انھوں نے جواب دیا ''تو ہمارا رب اور خالق ہے''۔

(۳)۔ اورمزد کو یہ معلوم ہوا کہ ابلیس جلد ہی اپنی ظلمت سے حرکت میں آئے گا۔ سو اس نے یہ بات فرشتوں کو بتادی اور اس سے انھیں آگاہ کر دیا اور (ابلیس کو) پھانسنے، اپنے عالم سے اس کی اذیت وشر کو دفع کرنے اور اس کے ارادہ کو باطل کرنے کے اسباب کی فراہمی کا آغاز کیا۔ سو (اس مقصد سے) اس نے آسمان کو پینتالیس (۴۵) دنوں میں پیدا کیا اور اس کا نام ''کاہنازی شورم'' رکھا جس کے معنی ہیں اہل دنیا کے ضمیروں (خفیہ باتوں) کے ظہور کے۔ اسی طرح (اس نے) تمام ''کاہنازوں'' کو جن کا ان کے ہاں ذکر ہے (اس ۴۵ دن کی مدت میں پیدا کیا)۔ زمین کو بھی پینتالیس (۴۵) دن میں پیدا کیا۔

(۴)۔ اورمزد نے سب سے پہلے جس کو زمین پر بھیجا وہ گیومرث تھا۔ وہ تین ہزار سال تک ہوا سونگھتا رہا۔ پھر اسے تین آدمیوں کے قامت (شکل) میں نکالا۔ (ظاہر کیا) جب اپنی ظلمت میں ابلیس کے حرکت میں آنے کا وقت آپہنچا تو وہ بلند ہوا اور اس نے نور دیکھا اس کے دل میں یہ لالچ پیدا ہوا کہ وہ ''اسنا اورمزد'' پر قبضہ کر کے اسے تاریک بنادے۔ پھر (ابلیس) آسمان میں داخل ہوگیا جب گیومرث تیس ۳۰ سال کا ہوا تو اس کے نطفہ کی تین قسمیں ہوگئیں، ایک قسم جس کی حفاظت کا اللہ نے زمین کو حکم دیا، دوسری قسم وہ جس کی حفاظت کا سروش فرشتہ کو حکم دیا اور تیسری قسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے شیاطین (دیواں) اچک لے گئے (اڑا لے گئے) اورمزد نے ان شگافوں کے بند کر دینے کا حکم دیا جن سے ابلیس (آسمان پر) چڑھ گیا تھا سو وہ آسمان کے اندر اپنی اصل اور قوت سے کٹ کر رہ گیا، اس لئے وہ اورمزد کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور جنت کی طرف چڑھنے کا ارادہ کیا۔ تین ہزار سال کی مدت کے بقدر (اورمزد نے) اسے (جنت میں داخل ہونے سے) روکے رکھا۔ پھر ابلیس کو (اورمزد) نے یہ بات بتائی کہ وہ باطل اور نقصان کی کوشش و جدو جہد کر رہا ہے اور اس چیز (کے حصول) کا قصد کر رہا ہے جس پر وہ قادر نہیں ہوگا۔ (بہر کیف) ان دونوں کے مابین اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ ابلیس اور اس کا لشکر روشنی (ضوء) میں نو ہزار سال یا بروایت دیگر سات ہزار سال تک رہیں گے، پھر وہ باطل ہو جائے گا (وہ ضوء سے نکل جائے گا اور یہ صورت ختم ہو جائے گی) (اس مدت میں) اورمزد کی مخلوق (ابلیس کی) اذیت و مصیبت کو برداشت کرتی رہے گی وہ ان (اذیتوں) اور فقر، بلاء، موت اور دوسری مصیبتوں پر صبر کرتی رہے گی تاکہ (اورمزد) اسے ان کے عوض جنت کی دائمی زندگی عطاء کرے۔

(۵)۔ ابلیس نے اپنے اور شیاطین (دیوؤں) کے لئے (اورمزد سے) اٹھارہ شرطیں منوائیں (جو درج ذیل ہیں)۔

اول: اس کی مخلوق کی روزی اللہ کی مخلوق سے ہوگی۔ (یعنی اللہ کی مخلوق جو کمائے گی ابلیس کی مخلوق اس سے چھین کر بے محنت و مزد کھائے گی)

دوم: جو مخلوق وہ پیدا کرے گا وہ اللہ کی مخلوق جیسی ہوگی۔

سوم: وہ اپنی مخلوق کو اللہ کی مخلوق پر مسلط کر دے گا۔

چہارم: وہ اپنی مخلوق کے جوہر کو اللہ کی مخلوق کے جوہر کے ساتھ خلط ملط کر دے گا۔

پنجم: اسے اس بات کی اجازت ہوگی (طاقت ہوگی) کہ وہ اس گندھی ہوئی مٹی (طین) کو لے لے جو اللہ کی مخلوق میں ہے (جس گندھی ہوئی مٹی سے اللہ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اسے استعمال کرنے کا اسے بھی حق ہوگا)۔

ششم: جو نور اللہ کی مخلوق میں ہے اس میں سے وہ جتنا چاہے اس کے لئے ہوگا۔

ہفتم: جو ہوا اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے، اس میں سے بقدر ضرورت اس کے لئے بھی حصہ ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہشتم: وہ رطوبت (نمی) جو اللہ کی مخلوق میں ہے اس میں سے اس کے لئے بھی حصہ ہوگا۔

نہم: اللہ نے جو آگ پیدا کی ہے اس میں سے اسے بھی (حصہ) ملے گا۔

دہم: اللہ کی مخلوق میں جو محبت اور رشتہ ازدواج ہے اس میں سے اسے بھی (حصہ) ملے گا تا کہ وہ اشرار (بدکاروں) کو اخیار (نیکوکاروں) کے ساتھ مخلوط کر دے۔

یازدہم: وہ عقل وبصیرت جو اللہ کی مخلوق میں ہے اس میں سے اسے بھی (حصہ ملے گا) تا کہ وہ اپنی مخلوق کو نفع ونقصان کے راستے بتا سکے۔

دوازدہم: جو انصاف وعدل اللہ کی مخلوق میں ہے اس میں سے اسے بھی (نصیب) ہو تا کہ اشرار (بدکاروں) کو بھی وہ اس میں سے حصہ دے سکے۔

سیزدہم: لوگوں سے روز قیامت وحساب تک نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال کی معرفت مخفی اور پوشیدہ ہے۔

چہاردہم: اس کو اس بات کا موقع حاصل ہوگا کہ وہ شریروں اور خبیثوں کو حد درجہ مال ومرتبہ تک پہنچائے۔

پانزدہم: اسے یہ اختیار ہوگا کہ وہ بدکاروں کے جھوٹ کو نیکوکاروں کے برخلاف مقبول بنائے۔

شانزدہم: اس کو یہ اجازت ہوگی کہ وہ اہل دنیا میں سے اپنی مخلوق کے جن لوگوں کو چاہے ایک ہزار سال تک یا تین ہزار کی عمر بخشے۔ انھیں مالدار، طاقت ور اور جو چاہیں ان کے کرنے کی قوت عطاء کرے۔ اور ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دے کہ وہ نیکوکاروں کے مقابلے میں بدکاروں کو زیادہ سخاوت اور خوش دلی سے عطیات دیں۔

ہفدہم: صالح اور نیکوکار خاندانوں کو فنا وبرباد کرنے کا اس کو اختیار ہو یہاں تک کہ تین سو پچاس سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی پہچانا نہ جاسکے

ہیجدہم: وہ روز قیامت تک ان لوگوں کے معاملے کا مالک ہو جو مردوں کو زندہ کرتے، نیکوکاروں کو باقی رکھتے اور بدکاروں کو فنا کرتے ہیں۔

یوں یہ معاہدہ مکمل ہوا اور دونوں (ابلیس واورمزد) اسکے پابند ہوئے انہوں نے اپنی اپنی تلواریں اس شرط کے ساتھ دو عادل گواہوں (ثالثوں) کے حوالے کر دیں کہ جو اپنی شرط سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جائے اس کو وہ قتل کر دیں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ (اور مزد) نے سورج ، چاند اور ستاروں کو چلتے رہنے کا حکم دیا تاکہ دن مہینے اور سال جنھیں اس نے مہلت کی مدت کے لئے مقرر کیا ہے جانے جائیں اور ان کی معرفت حاصل ہو۔

جن باتوں کو زردشت نے نص کیا (بیان کیا) ان میں سے یہ بات بھی ہے کہ عالم میں ایک قوت الٰہی ہے جو عالم کی تمام چیزوں کی مدبر و منتظم ہے اور جس کے مبادی اس کے کمالات کی طرف منتہی ہوتے ہیں ۔ اس قوت (الٰہی) کا نام ''مشاسبند'' ہے ۔ اس کو صابنہ کی زبان میں ''المدبر الاقرب'' کہتے ہیں اور فلاسفہ کی زبان میں یہ ''العقل الفعال'' کہلاتی ہے ۔ اس سے فیض الٰہی اور عنایت ربانی (کا ظہور و صدور) ہوتا ہے ۔ (فرقہ) مانویہ کی زبان میں (اس قوت الٰہی کو) ''الارواح الطیبۃ'' کہتے ہیں ۔ عربوں کی زبان میں یہ ''الملائکۃ'' ہیں ۔ اور شرع (محمدیؐ) و کتاب الٰہی (قرآن مجید) کی اصلاح میں یہ ''الروح'' ہے ۔ (چنانچہ اللہ فرماتا ہے) شب قدر میں ''روح'' اور ''ملائکہ'' زمین پر اترتے ہیں ۔ (القدر ۵)

اس کے علاوہ دوسرے ''مشا'' اور ''مشایہ'' کا اثبات کرتے ہیں اور اس کے قائل ہیں ان (دونوں) سے عالم جسمانی میں آدم و حواء اور عالم روحانی میں عقل و نفس مراد ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" فصل دوم "

(از صفحہ ۲۴۴ تا صفحہ ۲۵۵۔ختم کتاب)

" الثنوية "

یہ وہ لوگ ہیں جو دو ازلی (خداؤں) کے ماننے والے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ نور وظلمت دو ازلی اور قدیم (طاقتیں) ہیں (ان لوگوں کا یہ عقیدہ) مجوس کے بر خلاف ہے کیونکہ وہ ظلمت کے حدوث (فناء پذیر) ہونے کے قائل ہیں (اور صرف نور کو قدیم ازلی مانتے ہیں) اور انھوں نے (ظلمت کے) حدوث وفنا کے اسباب بیان کئے ہیں ۔

(مگر) (ثنویہ) اس بات کے قائل ہیں کہ (نور وظلمت) قدیم ہونے میں مساوی ہیں اور ان میں جوہر، طبیعت، فعل، حیز (جگہ) مکان اور اجناس، ارواح وابدان میں اختلاف ہے۔

(ثنویہ کے فرقوں میں مندرجہ ذیل فرقے اہم ہیں)

المانوية :۔

یہ لوگ مانی بن فاتک نامی فلسفی کے پیرو ہیں جو سابور بن اردشیر کے عہد میں ظاہر ہوا اور جسے بہرام بن ہرمز بن سابور نے مروا دیا ۔ یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظاہر ہوا، اس شخص نے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا جو مجوسیت اور نصرانیت کے بین بین ہے ۔ (مانی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا قائل تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی نہیں مانتا تھا ۔

محمد بن ہارون معروف بابی عیسیٰ الوراق نے ، کہ خود بھی اصلاً مجوسی اور ان کے مذاہب سے واقف تھا ، بیان کیا ہے کہ حکیم (فلسفی) مانی کا خیال تھا کہ عالم دو قدیم اصلوں سے مرکب و مصنوع ہے ، ان میں ایک نور ہے اور دوسری ظلمت ۔ یہ دونوں ازلی ہیں ، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیں گی ۔ اور کسی شئی کا وجود کسی ایک اصل قدیم (نور یا ظلمت) کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ (مانی) کے خیال میں یہ دونوں (نور و ظلمت) ہمیشہ سے قوی ، حساس ، ادراک کرنے والے ، سننے والے اور دیکھنے والے ہیں ۔ اس اتحاد کے باوجود نفس ، صورت ، فعل و تدبر میں یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ حیز میں یہ دونوں ایک دوسرے کے اسی طرح آمنے سامنے (متحاذی) ہیں جیسے کہ شخص (جسم) اور ظل (سایہ) (آمنے سامنے) ہوتے ہیں ۔

(نور و ظلمت کے) جواہر اور افعال کی وضاحت اس نقشہ (جدول) سے ہوگی :۔

	نور (روشنی)	ظلمت (تاریکی)
(۱) جوہر	**نور کا جوہر :۔** حسن (اچھا) ، فاضل (پورا) کریم (شریف) ، صاف نقی (پاکیزہ) خوش بو اور خوشنما ہے	**ظلمت کا جوہر :۔** قبیح (برا) ، ناقص (ادھورا) لئیم (کمینہ) ، کدر (گدلا) خبیث ، (ناپاک) ، بدبو اور بدنما ہے
(۲) نفس	**نفس نور :۔** خیرہ (نیکوکار) ، کریم (شریف) ، حکیمہ (عقل مند) نافعہ (نفع بخش) ، عالمہ (دانا) نور (روشنی)	**نفس ظلمت :۔** شریرہ (بدکار) لئیمہ (کمینی) سفیہہ (احمق) ، ضارۃ (نقصان رساں) ، جاہلہ (نادان) ہے ظلمت (تاریکی)
(۳) فعل	**نور کا فعل** خیر (نیکی) ، صلاح (سدھار) نفع (فائدہ) ، سرور (خوشی) ترتیب (سگھڑ) نظام (سلیقہ)	**ظلمت کا فعل** شر (برائی) ، فساد (بگاڑ) ضرر (نقصان) ، غم (رنج) تشویش (پھوہڑ پن) ، تبتیر

کتاب الملل والنحل از شہرستانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	اور اتفاق ہے۔	(توڑ پھوڑ، ہلاکت) اور اختلاف ہے۔
(۴)	**نور کی جہت (سمت)**	**ظلمت کی جہت (سمت)**
حیز	جہت فوق (اوپری سمت) اکثر مانویہ کا کہنا ہے کہ نور شمالی جانب سے بلند ہے۔ اور بعض مانویہ کا خیال ہے کہ وہ ظلمت (تاریکی) کے پہلو (برابر) میں ہے۔	جہت تحت (نچلی سمت) اکثر مانویہ کا خیال ہے کہ وہ جنوب کی سمت سے جھکی ہوئی ہے۔ اور بعض (مانویہ) کا کہنا ہے کہ وہ نور کے پہلو میں ہے (برابر ہے)
(۵) (جنس)	(نور کی) پانچ جنسیں (اجناس) ہیں ان میں سے چار ابدان (اجسام) ہیں اور پانچویں (نور کی) روح ہے۔ سو ابدان (اجسام) ہیں: نار (آگ)، نور (روشنی)، ریح (ہوا) اور پانی، ان (ابدان) کی روح نسیم (لطیف ہوا) ہے اور یہی ان جسموں میں رواں دواں رہتی ہے۔	(ظلمت) کی پانچ جنسیں (اجناس) ہیں ان میں سے چار ابدان (اجسام) ہیں اور پانچویں (ظلمت کی) روح ہے۔ سو ابدان (اجسام) ہیں: حریق (سوزش)، ظلمت (تاریکی) سموم (لو)، ضباب (کہر و دھند) ان (ابدان) کی روح دخان (دھواں) ہے اور اس کو ہامہ (زہریلا سانپ وغیرہ) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور یہی ان جسموں میں رواں دواں رہتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)	(نور کی صفات)	(ظلمت کی صفات)
صفات	حیۃ (زندہ)، خیرہ (نیکوکار) طاہرۃ (پاک)، زکیہ (پاکیزہ) بعض (مانویۃ) کا خیال ہے کہ نور ہمیشہ سے اس عالم (دنیا) کی مثال پر ہے (مانند ہے)، اس کی ایک زمین (ارض) اور ایک فضا (جوء) ہے، سو نور کی زمین ہمیشہ سے لطیف (صاف شفاف) ہے وہ اس زمین کی شکل کی نہیں ہے بلکہ وہ سورج (شمس) کے جسم (جرم) کی شکل کی ہے، اس کی کرنیں (شعاع) سورج کی کرنوں جیسی ہیں۔ اس کی مہک ساری خوشبوؤں سے زیادہ خوش گوار ہے اور اس کے رنگ قوس وقزح (دھنک) کے رنگ ہیں۔	میتۃ (مردہ)، شریرۃ (بدکار) نجسۃ (ناپاک)، دنیۃ (گندی) بعض (مانویۃ) کا قول ہے کہ ظلمت ازل سے اس عالم (دنیا) کے مثل (مانند) ہے، اس کی اپنی علیحدہ زمین (ارض) اور اپنی ایک فضاء (جوء) ہے، سو ظلمت کی زمین ہمیشہ کثیف (ناصاف) ہے۔ اور اس زمین کی شکل کی نہیں ہے، بلکہ وہ (اس دنیوی زمین سے) زیادہ کثیف اور زیادہ سخت ہے۔ اس کی مہک نہایت بری اور تمام مہکوں سے زیادہ بدبودار ہے اور اس کے رنگ سیاہی کے رنگ ہیں۔
	بعض (مانویہ) کا کہنا ہے کہ: (دنیا میں) جسم کے سوا کوئی اور شے نہیں ہے اور جسم کی تین اقسام ہیں۔ ۱۔ نور کی زمین اور یہ پانچ	بعض (مانویہ) کا قول ہے کہ: (دنیا میں) جسم کے سوا کوئی اور شے نہیں ہے اور جسم کی تین اقسام ہیں: ۱۔ ظلمت کی زمین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ۲۔ وہاں ایک اور جسم ہے جو اس (زمین) سے بھی زیادہ لطیف ہے اور وہ جو (فضاء) ہے۔	۲۔ اور ایک اور جسم ہے جو (ظلمت سے) بھی زیادہ تاریک ہے اور وہ جو (فضاء) ہے۔
۳۔ ایک اور جسم ہے وہ (جو) سے بھی زیادہ لطیف (شفاف) ہے اور وہ نسیم ہے اور یہی نور کی روح ہے (نور کے تین اجسام ہیں: ارض (زمین)، جو (فضاء) اور نسیم (باد لطیف)۔	۳۔ ایک اور جسم بھی ہے اور وہ (جو) سے بھی زیادہ تاریک ہے اور وہ سموم (لوں، ہوائے گرم تر) ہے (یعنی ظلمت کے تین اجسام اسکی ارض (زمین) اس کی جو (فضا) اور اسکی سموم (لوں) ہے۔
(مانی نے) کہا: نور سے ہمیشہ ملائکہ، آلہ (دیوتا) اور اولیاء پیدا ہوتے ہیں، (یہ ولادت) شادی بیاہ کے ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ جس طرح حکمت و دانائی، حکیم و دانا سے اور اچھی گفتگو کرنے والے سے پیدا ہوتی ہیں (اسی طرح یہ لوگ نور سے پیدا ہوتے ہیں)	(مانی نے) کہا: ظلمت سے ہمیشہ شیاطین، مقدم اور عفاریت (عفریت، بھوت) پیدا ہوتے ہیں مگر (یہ ولادت) نکاح و شادی کے ذریعہ سے نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح بدبودار گلی سڑی نجاستوں سے کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں (اسی طرح یہ شیاطین، عفاریت وغیرہ ظلمت کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں)
(مانی نے) کہا: اس عالم کا فرشتہ اسکی روح ہے اور اس کے عالم میں خیر، حمد و نور ہیں (یہ عالم سرتا سر نیکی، تعریف اور نور ہے)۔	(مانی نے) کہا: اس عالم کا فرشتہ کہ وہی اس کی روح ہے اس کا عالم شر، برائی اور ظلمت کا مجموعہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعدازاں (فرقہ) مانویہ نے مزاج (یعنی نور کے ظلمت سے خلط ملط ومخلوط ہو جانے) اوراس کے سبب میں اور خلاص (نور کے ظلمت کی آمیزش سے رہائی پانے کی کیفیت) اوراس کے سبب کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے کچھ نے کہا کہ: ''نور وظلمت کا امتزاج اٹکل پچھو اور اتفاقیہ طور پر ہوا، ایسا ارادہ واختیار سے نہیں ہوا بلکہ خبط اور اتفاقاً ہوا۔'' ان میں سے اکثر کا یہ قول ہے کہ اس امتزاج کا سبب یہ ہوا کہ ظلمت کے ابدان (اجسام) اپنی روح سے کسی قدر غافل و بے پروا ہو گئے، (اس خالی) روح نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے نور نظر آیا اس نے اپنے ابدان کو نور کے ساتھ خلط ملط ہونے کے لئے آمادہ کیا چونکہ یہ (ابدان) شر کی طرف سرعت سے مائل ہو جاتے تھے اس لئے انھوں نے (اپنی روح کی) اس بات کو قبول کیا (اور نور سے مخلوط ہونے کی کوشش کی) سو جب اس بات کو فرشتہ نور نے دیکھا تو اس نے (اس امتزاج ظلمت ونور کو روکنے کی غرض سے) اپنے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ان کی پانچوں جنسوں میں سے ہر جنس (یعنی مختلف جنسوں کے پانچ فرشتوں) کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ پانچ نوری فرشتے پانچ ظلامی (تاریکی) والوں کے ساتھ مل جل گئے یوں دخان (دھواں) نسیم (ہوائے لطیف) سے مخلوط ہو گیا۔ اس عالم (دنیا) میں حیات (زندگی) اور روح (جان) نسیم کی بدولت ہے اور ہلاکت و آفات دخان سے ہے۔ حریق (سوزش) نار (آگ) سے، نور ظلمت سے، سموم (لوں) ہوا سے، کہر پانی سے خلط ملط ہو گئے۔ سو دنیا میں جو منفعت اور خیر وبرکت ہے وہ نور کی جنسوں (اجناس) کے دم سے ہے اور (دنیا میں) جو مضرت، شر اور فساد ہے وہ سبھی ظلمت کی جنسوں (اجناس) کی بدولت ہے۔

جب فرشتہ نور نے (نور وظلمت کے) اس امتزاج کو دیکھا تو اپنے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو حکم دیا سو اس نے اس عالم کو اس ماہیت (شکل) پر پیدا کیا، تاکہ نور کی اجناس کو ظلمت کی اجناس سے چھٹکارا مل جائے۔ سورج، چاند، تمام نجوم وکواکب نور کے اجزاء کو ظلمت کے اجزاء سے پاک صاف کرنے کی غرض سے حرکت میں آگئے اور گردش کرنے لگے۔ سو سورج اس نور کو صاف کرتا ہے جو گرمی (حر) کے شیاطین کے ساتھ مخلوط ہو گیا ہے، چاند (قمر) اس نور کی صفائی میں مصروف ہے جو سردی (برد) کے شیاطین کے ساتھ مخلوط ہو گیا ہے، اور وہ نسیم جو زمین میں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلسل بلند ہو رہی ہے کیونکہ اپنے عالم کی طرف بلند ہونا ہی زمین کی شان (خصوصیت) ہے اسی طرح نور کے تمام اجزاء اوپر چڑھ رہے (صعود) اور بلند ہو رہے ہیں اور ظلمت کے اجزاء نیچے اتر رہے اور پست ہو رہے ہیں یہاں تک کہ اجزاء (نور) اجزاء (ظلمت) سے علیحدہ ہو جائیں گے اور (نور و ظلمت کا) امتزاج و اختلاط باطل ہو جائے گا (ختم ہو جائے گا) تراکیب حل ہو جائیں گی اور جاتی رہیں گی ہر کل اپنے کل اور اپنے عالم سے جا ملے گا یہی قیامت و معاد ہے۔

(مانی نے) کہا: (نور کے ظلمت سے) نجات پانے، اس کے الگ ہو جانے اور نور کے اجزاء کے بلند ہو جانے میں جو چیز مدد و معاون ہوتی ہے، وہ ہے تسبیح، تقدیس، اچھی بات (الکلام الطیب) اور نیکی کے کام (اعمال البر)۔ ان کی وجہ سے نوری اجزاء (الاجزاء النوریہ) صبح کے عمود میں فلک قمر (چاند والے آسمان) کی جانب بلند ہوتے ہیں، قمر (چاند) یکم ماہ سے نصف ماہ تک ان (اجزاء نوریہ) کو قبول کرتا رہتا ہے اور ان سے مملو (پُر) ہو کر بدر (چودھویں کا چاند) بن جاتا ہے۔ بعد ازاں (ان اجزاء نوریہ کو) آخر ماہ تک شمس (سورج) کو دیتا رہتا ہے۔ اور شمس (سورج) انھیں اپنے اوپر کے نور کو دے دیتا ہے۔ سو عالم میں یہ (طریقہ) رائج اور جاری ہے یہاں تک کہ وہ نور اعلیٰ کی طرف جو خالص ہے پہونچ جائے گا۔ یہ عمل ہمیشہ جاری رہے گا تا آں کہ اس عالم (دنیا) میں نور کے اجزاء میں سے معمولی مقدار کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ جس کو (ظلمت سے) صاف کرنے پر شمس و قمر قادر نہ ہوں گے۔ اس وقت وہ فرشتہ جو زمین کو اٹھائے ہوئے ہے بلند ہوگا اور اس فرشتہ کو جو آسمانوں کو کھینچے ہوئے ہے بلائے گا۔ سو جو چیز اوپر ہے (الاعلیٰ) وہ اس چیز پر جو نیچے ہے (الاسفل) گر جائے گی۔ پھر آگ بھڑک اٹھے گی اور اعلیٰ و اسفل کو جلا ڈالے گی۔ یہ جلنے کا عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ (ظلمت میں بچا کچھا) نور تحلیل ہو کر (ختم نہ ہو جائے)۔ یہ آتش زنی کی مدت ایک ہزار چار سو اڑسٹھ ۱۴۶۸ سال ہے۔

حکیم مانی نے اپنی کتاب ''جبلت اولیٰ'' کے ''باب الالف'' میں اور ''شابرقان'' (شاپورگاں) کے آغاز میں بیان کیا ہے کہ: ''عالم نور کی ساری زمین میں اس سے کوئی چیز خالی نہ ہوگی کہ وہ ظاہر ہے، وہ باطن ہے، اس کے دشمن کی زمین سے جہاں اس کی زمین کی انتہائی (سرحد) ملتی ہے، اس کے سوا اس کی کوئی نہایت (انتہاء) نہیں ہے''۔ مانی نے یہ بھی کہا کہ: ''عالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نور کا فرشتہ اپنی زمین کے وسط میں (ناف زمین) میں رہتا ہے''۔ اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ''قدیم امتزاج حرارت (گرمی) اور برودت (سردی) کا اور رطوبت (نمی) اور یبوست (خشکی) کا امتزاج تھا جبکہ نیا امتزاج (المزاج المحدث) خیر وشر (کا امتزاج) ہے''۔

مانی نے اپنے پیروؤں کے تمام اموال میں عشر کو، رات دن میں چار نمازوں کو، حق کی دعوت کو، جھوٹ، قتل، چوری، زنا، بخل، جادو، اور بت پرستی سے اجتناب کو اور ہر ایسی بات کو جس سے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچے چھوڑ دینے کو فرض قرار دیا ہے۔

شریعتوں اور انبیاء کے متعلق (مانی کا) یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس کو علم وحکمت کے ساتھ مبعوث فرمایا وہ آدم ہیں جو ابوالبشر (تمام انسانوں کے باپ ہیں)۔ ان کے بعد اس نے شیث کو پھر نوح کو بعد ازاں ابراہیم کو مبعوث فرمایا، ان سب پر اللہ کا صلوٰۃ وسلام ہو۔ اس نے سرزمین ہند کے لئے بودھ کو، ملک فارس کے لئے زردشت کو، کلمۃ اللہ وروح اللہ مسیح کو سرزمین روم ومغرب کے لئے اور مسیح (علیہ السلام) کے بعد ان لوگوں (اہل روم ومغرب) کے لئے پولس کو مبعوث فرمایا (نبی بنا کر بھیجا)۔ (ان سب کے بعد) خاتم النبیین (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) سرزمین عرب کی جانب (نبی ہوکر) آئیں گے۔

ابوسعید مانوی نے جو (فرقہ مانویہ کے) روساء میں سے ایک رئیس (مذہبی پیشوا) تھا کہا ہے کہ: ''اس کے زمانے یعنی ۲۷۱ھ تک (نور وظلمت کے) امتزاج کو گیارہ ہزار سات سو سال ہو چکے ہیں اور ان کے الگ ہونے میں تین سو سال اور باقی ہیں۔''

اس (ابوسعید) کے مذہب کے مطابق (نور وظلمت کے) امتزاج واختلاط کی مدت بارہ ہزار سال ہوئی اور میرے (شہرستانی کے) زمانہ (تصنیف) تک کہ ۵۲۱ھ ہے، مدت مذکورہ میں صرف پچاس سال باقی بچ رہے ہیں۔ سو ہم امتزاج کے آخری زمانے اور نجات وخلاص کے آغاز ابتدائی زمانے میں ہیں اور مکمل نجات اور عالم کی تراکیب (وجود) کے انحلال واختتام میں صرف پچاس سال باقی ہیں۔ (اب جب کہ ۱۴۲۳ھ ہے دنیا قائم ہے اور مانی کا ڈھکوسلہ مکروفریب سے زیادہ نہیں۔ مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۲۔ المزدکیة"

(یہ لوگ) مزدک کے پیرو ہیں۔ مزدک کا ظہور انوشیرواں کے باپ قباد کے زمانے میں ہوا۔ اس نے قباد کو اپنے مذہب کی دعوت دی جسے اس نے قبول کر لیا۔ جب انوشیرواں کو (مزدک کے) رسوا کن اعمال (کرتوتوں) اور تہمت تراشیوں (افتراء) کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو ڈھونڈا، پکڑا اور مار ڈالا۔

وراق کا بیان ہے کہ کونین (دو کونوں / دو جود / عالم) اور اصلین (دو اصلوں / نور و ظلمت) کے بارے میں فرقہ مزدکیہ، مانویہ فرقہ کی اکثریت کا ہم خیال و ہم عقیدہ ہے، بجز اس کے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور کا فعل قصد و اختیار سے انجام پاتا ہے جبکہ ظلمت کا فعل خبط (اٹکل پچھو) اور اتفاق (اتفاقیہ طور) سے صادر ہوتا ہے۔ اور نور دانا (عالم) و حساس ہے جبکہ ظلمت جاہل و نابینا ہے ان دونوں (نور و ظلمت) کا امتزاج اتفاقاً اور اٹکل پچھو ہوا، قصد و اختیار سے نہیں ہوا۔ اسی طرح ان کا خلاص (نجات و رہائی) بھی اختیار کے بغیر اتفاقی طور پر ہوگا۔

مزدک لوگوں کو مخالفت، دشمنی اور قتل سے منع کرتا تھا اور چونکہ (مخالفت، عداوت و قتل) زیادہ تر عورتوں اور مال کے سبب سے ہوتے ہیں اس لئے اس نے عورتوں کو (سب کے لئے) جائز و حلال قرار دیا اور مال کو (سب کے لئے) مباح کر دیا۔ اس نے تمام لوگوں کو (عورت و مال میں) اس طرح شریک ٹھہرایا جیسے کہ پانی، آگ اور گھاس میں سب لوگ شریک ہیں (سبھی آزادانہ اس کا ستعمال کرتے ہیں اور یہ چیزیں شخصی ملکیت میں نہیں دی گئی ہیں)۔ (مزدک سے) یہ بھی مذکور ہے کہ اس نے انفس (جانوں) کو قتل کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ شر اور ظلمت کے ساتھ مخلوط ہونے سے نجات پا جائیں۔

اصول و ارکان کے متعلق اس کا مذہب یہ ہے کہ وہ تین ہیں، پانی، زمین اور آگ۔ جب یہ تینوں باہم دگر مخلوط ہوئیں تو ان سے مدبر خیر و مدبر شر پیدا ہوئے۔ سو جو ان (تینوں ارکان) کے صاف و پاک (اجزاء) سے (حدوث پذیر) ہوا وہ مدبر خیر ہے اور جو ان (تینوں ارکان) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گندے اور میل کچیل والے (اجزاء) سے نکلا وہ مدبر شر ہے۔

(مزدک سے اس کا یہ بیان) روایت کیا گیا ہے کہ: "اسکا معبود عالم اعلیٰ میں اپنی کرسی (تخت) پر اس طرح بیٹھا ہوا ہے جس طرح کہ عالم اسفل میں خسرو (بادشاہ) بیٹھتا ہے۔ اس کے حضور چار قویٰ (قوتیں) یعنی ۱۔ قوت تمیز، ۲۔ قوت فہم، ۳۔ قوت حفظ، ۴۔ اور قوت سرور یوں (حاضر ہیں) جیسے کہ خسرو (بادشاہ) کے سامنے چار اشخاص یعنی ۱۔ موبد موبدان، ۲۔ ہربد بزرگ، ۳۔ اصبہبد، ۴۔ رامشگر (حاضر رہتے ہیں)۔ یہ چار (قوتیں) عالم کے انتظام کو سات (اشخاص) کی مدد سے جو ان کے پیچھے (ان سے کمتر اور ان کے ماتحت) ہیں چلاتی ہیں۔ (یہ سات ہیں) ۱۔ سالار، ۲۔ پیشکار، ۳۔ بالون، ۴۔ بردان، ۵۔ کاردان، ۶۔ دستور، ۷۔ کودک۔ اور یہ سات بارہ روحانی (افراد) میں گردش کرتے ہیں (یہ بارہ روحانی ہیں) ۱۔ خوانندہ، ۲۔ دہندہ، ۳۔ ستانندہ، ۴۔ برندہ خورندہ، ۵۔ دوندہ، ۶۔ خیزندہ، ۷۔ کشندہ، ۸۔ زنندہ، ۹۔ کنندہ، ۱۰۔ آیندہ، ۱۱۔ شوندہ، ۱۲۔ پایندہ۔

جس انسان میں یہ چار، سات اور بارہ قوتیں (صلاحیتیں) اکٹھا ہو جاتی ہیں وہ عالم سفلی میں "ربانی" ہو جاتا ہے اور اس سے تکلیف (مذہبی پابندیاں، اعمال و افعال کی ادائیگی) اٹھالی جاتی ہے"۔ (مزدک نے کہا:" عالم اعلیٰ کا خسرو (بادشاہ) ان حروف کے ذریعہ جن کا مجموعہ اسم اعظم ہے۔ (اپنے عالم کا) انتظام و انصرام کرتا ہے۔ ان حروف کے بارے میں جسے تھوڑا سا بھی معلوم ہو جاتا ہے اس پر سرا کبر کھل جاتا ہے اور جو اس سے محروم رہتا ہے وہ نادانی، بھول چوک اور بے وقوفی کے اندھے پن اور چاروں قوتوں کے مقابلے میں غم (رنج والم) میں باقی رہتا ہے۔"

(مزدکیہ کے) فرقے ہیں: الکوذیۃ، ابومسلمیہ، الماہانیۃ، والاسبید خامکیۃ (سفید جامکیہ؟ (مبیضہ) کوذکیہ اہواز، فارس اور شہرزدر کے اطراف میں رہتے ہیں۔ اور دوسرے (فرقوں کے ماننے والے) سغد سمرقند، شاش اور ایلاق کے آس پاس (آباد) ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۳۔ الدیصانیۃ"

دیصانیہ پیرو ہیں دیصان کے۔ یہ لوگ دو اصلوں یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ نور قصد و اختیار سے افعال خیر سرانجام دیتا ہے جبکہ ظلمت اپنی طبعیت اور اضطرار (بے اختیاری ڈر) سے اعمال شر کا ارتکاب کرتی ہے۔ خیر (نیکی) نفع، طیب (خوشبو)، حسن (اچھائی) کی قسم کے جو (افعال) ہیں وہ نور کی جانب سے ہیں۔ اور شر (برائی) ضرر، نتن (بدبو) و قبح (بدی) کے جو (کام) ہیں وہ سب ظلمت (تاریکی) کی طرف سے ہوتے ہیں۔ (دیصانیہ کا) قول ہے کہ نور، زندہ (حی)، عالم، قادر، حساس اور ادراک کرنے والا ہے اور حرکت و حیات اسی کی وجہ سے ہے۔ ظلمت مردہ، جاہل، عاجز، جماد، اور موات (بنجر زمین، مردہ و بے کارشے) ہے نہ اس کا کوئی فعل ہے اور نہ اسے کسی چیز کی تمیز ہی ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ (ظلمت سے) شر طبعًا اور حماقۃً سرزد ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نور جنس واحد ہے، اسی طرح ظلمت بھی جنس واحد ہے۔ اور نور کا ادراک ایک متفق ادراک ہے۔ کیونکہ اس کی سماعت، اس کی بصارت اور اس کے تمام حواس شیء واحد ہیں۔ سو اسکی سماعت ہی اسکی بصارت ہے اور اس کی بصارت اس کے حواس ہیں۔ اور جو (نور کو) سمیع و بصیر کہا گیا ہے تو ایسا تراکیب کے اختلاف کے باعث ہے، اس لئے نہیں کہ یہ دونوں (سماعت و بصارت) دو مختلف چیزیں ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ لون (رنگ) طعم (مزہ) ہے اور وہ رائحہ (بو) اور احساس ہے۔ لوگوں نے جو اس کو لون (رنگ) پایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ظلمت یک گونہ خلط ملط ہوگئی اور لوگوں نے جو اسے طعم (مزہ) جانا تو اس کا سبب یہ ہے کہ (ظلمت) اس سے اس قسم (نوع) کے برخلاف مخلوط ہوگئی ہے۔ ایسی ہی بات (دیصانیہ) ظلمت کے لون (رنگ) طعم (مزہ) رائحہ (بو) و حس کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ نور سرتاسر سفید (بیاض) ہے اور ظلمت سرتاسر سیاہ ہے۔ (دیصانیہ) یہ بھی کہتے ہیں کہ نور ظلمت سے اس کے سب سے نچلے صفحہ (سامنے کا حصہ) سے ملتا ہے اور ظلمت نور سے اس کے سب سے اونچے صفحہ (سامنے کا حصہ) سے جا ملتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں نے (نور وظلمت کے) امتزاج ونجات وعلیحدگی کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

ان میں سے کچھ (دانش وروں) کا قول ہے کہ نور ظلمت میں داخل ہے ظلمت اس سے خشونت (بد مزاجی، سختی) اور خفگی سے ملی اس سے (نور کو) اذیت وتکلیف پہونچی اور اس نے (ظلمت کو) نرم و رقیق کرنا چاہا، تاکہ اس کے بعد اس سے نجات حاصل کرلے (نور نے ظلمت سے چھٹکارا پانے کے لئے اسے رقیق ونرم کرنا مناسب سمجھا) اور ایسا اس لئے نہیں ہے کہ (ظلمت ونور کی) جنسیں مختلف ہیں بلکہ جس طرح آری (منشار) کی جنس لوہا (حدید) ہے اور اس کا صفحہ (سامنے کا حصہ) نرم ہوتا ہے اور اس کے دندانے سخت اور کھردرے ہوتے ہیں اسی طرح نور میں نرمی ہے اور ظلمت میں سختی ہے اور وہ دونوں ایک ہی جنس ہیں۔ پس نور نے اس شگاف میں داخل ہونے کی غرض سے نرمی و ملائمت سے کام لیا مگر ایسا کرنا سختی کے بغیر اس کے لئے ممکن نہ ہوا۔ اس لئے وجود کے کمال تک پہونچنے کا تصور صرف نرمی وسختی (کے امتزاج) ہی سے کیا جاسکتا ہے۔

بعض (دیصانی فضلاء) کا خیال ہے کہ جب ظلمت نے حیلہ کیا اور نور کے نچلے کنارے سے لٹک گیا تو نور نے اس سے نجات پانے اور اپنی ذات کی مدافعت وحفاظت کی کوشش کی اور اس پر تکیہ کیا جس کی وجہ سے وہ اس میں پھنس گیا۔ یہ بات اس آدمی کی مانند ہے جو کیچڑ (دلدل) سے جس میں وہ گر پڑا ہو نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور (دلدل سے) باہر نکلنے کی غرض سے اپنے پیروں پر اعتماد کرتا ہے مگر اس (کوشش میں) اس کے اندر اور پھنس جاتا ہے۔ سو نور کو نجات کے حصول کی تدبیر کرنے اور اپنے عالم میں تنہا رہنے کے لئے کچھ عرصہ اور مدت کی ضرورت ہوئی۔

بعض (دیصانیہ) کا خیال ہے کہ نور وظلمت کے اجزاء میں اپنی مرضی سے اس کی اصلاح اور اس میں سے اپنے عالم کے لائق اجزاء کو نکالنے کی غرض سے داخل ہوا۔ مگر جب وہ (ظلمت میں) داخل ہوا تو ایک عرصہ تک وہ نور سے لپٹ گئی، سو (نور) اضطراراً (اپنی مرضی واختیار کے برعکس اضطراری طور پر) ظلم اور برائی کا ارتکاب کرنے لگا۔ اگر وہ اپنے عالم میں تنہا رہتا تو اس سے خیر محض اور حسن خالص کے سوا کچھ اور صادر نہ ہوتا۔ مگر اضطراری فعل اور اختیاری فعل میں ایک طرح کا فرق ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"٤ ـ المرقيونية"

یہ لوگ مرقیون کے پیرو ہیں ۔ یہ دو قدیم و متضاد اصل کے قائل ہیں ۔ان میں سے ایک نور ہے اور دوسری ظلمت ۔ یہ لوگ ایک تیسری اصل کا بھی اثبات کرتے ہیں وہ المعدل الجامع (مکمل تعدیل و توازن کرنے والی) ہے اور وہی (نور و ظلمت کے) امتزاج و اختلاط کا سبب بھی ہے، کیونکہ دو متنافر (ایک دوسرے کی الٹ اور مخالف) متضاد چیزیں صرف اسی صورت میں آپس میں امتزاج پذیر ہوسکتی ہیں ، جب کوئی جامع (جمع کرنے والا) ہو ۔ان لوگوں کے بقول یہ جامع مرتبہ میں نور سے فروتر مگر ظلمت سے بلند تر ہے ۔انہیں کے اجتماع اور امتزاج سے یہ عالم وجود میں آیا۔

ان میں سے ایک گروہ کا قول ہے کہ :امتزاج ،ظلمت اور معدل کے درمیان پیدا ہوا کیونکہ یہ (معدل) ظلمت سے قریب تر تھا۔ پس ظلمت اس (معدل) سے خوشی اور لذت کی خاطر مخلوط ہوگئی ۔سو نور نے اس مخلوط عالم (العالم الممتزج) کی جانب روح مسیحی کو، جو اللہ کی روح (روح اللہ) اور اس کا بیٹا ہے ،بھیجا۔اور (نور نے ایسا اس لئے کیا کہ اس کو) المعدل الجامع پر، جو سلیم الفطرت تھا اور مردود ظلمت کے جال میں پھنس گیا تھا، رحم آیا اور (اس روح مسیحی کے ذریعہ) وہ اس (المعدل الجامع) کو شیاطین کی فریب کاریوں سے رہائی دلانا چاہتا تھا۔سو جس نے اس کی اتباع کی ،عورتوں سے سروکار نہ رکھا اور گندگی کے پاس نہ پھٹکا ، اسے چھٹکارا مل گیا اور اس نے نجات پالی اور جس کسی نے اس کی مخالفت کی نقصان میں رہا اور ہلاک ہوگیا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم المعدل (الجامع) کا اس لئے اثبات کرتے ہیں کہ نور جو اللہ تعالیٰ ہے شیاطین سے خلط ملط ہونا اس کے لئے جائز نہیں ہے ۔ (اس کا ایک سبب) یہ بھی ہے کہ دو متضاد چیزیں طبعاً ایک دوسرے سے متنفر ہوتی ہیں اور ذات و نفس کے اعتبار سے آپس میں (میل جول سے) رکتی ہیں ۔ اس لئے ان دونوں کا اجتماع (اکٹھا ہونا) اور ان کا امتزاج (باہم دگر مل جانا) کیسے ممکن و جائز ہوسکتا ہے؟ سو (اس امتزاج کے لئے) ایک معدل کا ہونا ضروری ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مرتبہ میں نور سے فروتر اور ظلمت سے بالاتر ہو، تا کہ اس سے امتزاج واقع ہو۔ یہ بات مانویہ کے عقیدہ کے خلاف ہے ہرچند کہ دیصان (مانی سے) زیادہ قدیم ہے (اور اس سے پہلے گزرا ہے) اور مانی نے اسی سے اپنا مذہب حاصل و اخذ کیا ہے مگر اس نے معدل کے متعلق اس سے اختلاف کیا ہے۔ (معدل کی یہ بات) زردشت کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ نور اور ظلمت کے مابین تضاد کا اثبات کرتا ہے اور کو دو فریقوں (خصموں) پر حاکم (ثالث) کے اور دو متضاد اشیاء کے مابین اتحاد و اجتماع کرانے والے کے بطور معدل کا قائل ہے۔ سو یہ بات کہ اس (معدل) کی طبیعت و جوہر (نور و ظلمت کی) دوضدوں میں سے ایک سے (حاصل) ہو جائز نہیں ہے وہ (معدل) اللہ عزوجل ہے جس کی کوئی نہ ضد ہے اور نہ ند (مقابل و شریک)۔

محمد بن شبیب نے دیصانیہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک معدل انسان ہے جو حساس اور ادراک کرنے والا ہے، کیونکہ وہ نہ تو نور محض ہے اور نہ ظلام محض۔ (محمد بن شبیب نے) انھیں لوگوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وہ شادی بیاہ (مناکحت) اور ان تمام چیزوں کو جن میں (آدمی کے) جسم اور روح کی منفعت ہو حرام سمجھتے ہیں اور جانوروں کو ذبح کرنے سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ اس سے (جانوروں کو) اذیت و تکلیف ہوتی ہے۔

ثنویہ کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ نور و ظلمت ازل سے حی (زندہ) ہیں (فرق یہ ہے کہ) نور حساس اور دانا ہے جبکہ ظلمت نادان و نابینا ہے۔ نور کی حرکت مستوی و مستقیم (سیدھی) ہوتی ہے اور ظلمت کی حرکت بگٹٹ (بے سوچے سمجھے تیز چال) دہشت زدہ اور ٹیڑھی ہے۔ (نور وظلمت) اس حال میں تھے کہ تاریکی کے بعض زہریلے حشرات الارض (سانپ بچھو وغیرہ) نے نور کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ہجوم کیا تو نور نے نادانی سے ارادہ اور جانے بغیر اس کا ایک ٹکڑا نگل لیا۔ اور یہ اس بچے کی مانند ہے جو آگ کے انگارے (جمرۃ) اور کھجور (تمرۃ) میں کوئی فرق نہیں کرتا (جو ملے اسے منہ میں رکھ لیتا ہے) اور یہی (نور و ظلمت کے) امتزاج و اختلاط کا سبب ہے۔ بعد ازاں نور اعظم نے (ظلمت سے) چھٹکارا پانے کی تدبیر کی اور نور کے جو (اجزاء) ظلمت سے مخلوط ہو گئے تھے انھیں چھڑانے کی غرض سے اس عالم (دنیا) کو پیدا کیا۔ اس تدبیر کے سوا (نور کا ظلمت سے) نجات پانا اور چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۵۔ (الف) ۔ الكينونية"

متکلمین کے ایک گروہ نے بیان کیا ہے کہ الکینونیہ کا خیال ہے کہ اصول تین ہیں، نار (آگ)، ارض (زمین)، اور ماء (پانی)۔ تمام موجودات ان دو اصلوں (نور وظلمت) سے نہیں جن کا مثنویہ اثبات کرتے ہیں (بلکہ) انھیں (تین) اصول سے وجود میں آئی ہیں۔ ان لوگوں کا قول ہے کہ نار (آگ) بالطبع (اپنی طبیعت میں) نیکوکار اور نورانی ہے اور پانی اپنی طبیعت میں (نار کی) ضد ہے۔ سو اس عالم (دنیا) میں جو نیکی اور بھلائی ہے وہ نار (آگ) سے ہے اور جو برائی اور شر ہے وہ ماء (پانی) کی بدولت ہے۔ الارض (زمین) خیر وشر کے (درمیان) متوسط ہے۔ (الکینویۃ) آگ (نار) کی بہت حمایت کرتے ہیں کیونکہ وہ علوی (اعلیٰ، اوپر کو جانے والی) نورانی ولطیف (پاک شفاف) ہے۔ تمام وجود اسی کے دم سے ہیں، اور اس کی مدد کے بغیر کوئی بقا ممکن نہیں ہے۔ ماء (پانی) چونکہ نار (آگ) کا بالطبع مخالف ہے اس لئے عمل میں بھی اس کا مخالف ہے۔ ارض (زمین) ان دونوں (آگ اور پانی) کے درمیان متوسط ہے (یعنی نہ تو بالکل خیر ہے اور نہ بالکل شر ہی ہے)۔ پس انہیں اصول سے عالم (دنیا) کی ترکیب (وجود وبقا) ہے۔

"۵۔ (ب) الصيامية"

ان (مجوس) کا (فرقہ) صیامیہ اچھی روزی (کے استعمال) سے رکتا ہے (اچھا کھانا پینا ان کے نزدیک معیوب ہے اور معمولی کھاتے اور موٹا جھوٹا پہنتے ہیں)۔ یہ لوگ (دنیا سے) الگ تھلگ ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنی عبادات میں تعظیم کی غرض سے آگ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ شادی بیاہ اور جانوروں کو ذبح کرنے سے باز رہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’ ۵۔(ج)۔التناسخیۃ ‘‘

یہ (فرقہ) اجسام میں روح کے تناسخ اور اس کے ایک شخص سے دوسرے شخص کی جانب منتقل ہونے کا قائل ہے۔ آدمی جو آرام، تھکن، فراخی وتنگی سے دوچار ہوتا ہے وہ جزاء اور بدلہ ہوتی ہیں ان اعمال کا جنھیں وہ اس وقت انجام دیتا ہے جب وہ ایک دوسرے بدن میں ہوتا ہے۔ (آدمی موجودہ زندگی میں جو آسائشیں، تکلیف، کشادگی یا تنگی سہتا ہے وہ اس کے ان اچھے یا برے اعمال کی جزاء ہیں جنھیں اس نے موجودہ جسم میں آنے سے پہلے اس وقت انجام دیا تھا جب وہ ایک دوسرے جسم میں تھا) انسان ہمیشہ دو حالتوں میں سے ایک حالت میں ہوتا ہے یا تو وہ فعل (کام کرنے کے مرحلہ) میں ہوتا ہے یا (فعل کے صدور کے بعد) اس کی جزاء (کے مرحلہ میں) اس کی موجودہ حالت یا تو اس کے پہلے (جنم) کے اعمال کا بدلہ (مکافات) ہوتی ہے یا پھر وہ اعمال ہوتے ہیں جن پر مکافات کا وہ منتظر ہوتا ہے۔ جنت ودوزخ انہیں جسموں (ابدان) میں ہیں۔ ’’اعلی علیین‘‘ نبوت کا درجہ ہے اور ’’اسفل السافلین‘‘ سانپ کی تھاہ (انتہائی نچلی سطح جس کے نیچے کچھ اور نہ ہو) ہے۔ پس درجہ رسالۃ سے زیادہ اعلیٰ وبلند کوئی اور درجہ نہیں ہے اور درکتہ الحیۃ (سانپ کی تھاہ) سے زیادہ اسفل اور نیچے کوئی وجود نہیں ہے۔

ان (التناسخیۃ) میں سے بعض (علماء) کا قول ہے کہ درجہ اعلیٰ، فرشتوں کا درجہ ہے اور درجہ اسفل شیاطین کی تھاہ (درکتہ) ہے۔

یہ لوگ اس مذہب کی بناء پر تمام مثنویۃ کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایام خلاص (نجات کا زمانہ) سے مراد نور کے اجزاء کا اپنے شریف وستودہ عالم کی جانب لوٹ جانا (رجوع ہو جانا) اور ظلمت کے اجزاء کا اپنے کمینہ وناستودہ عالم میں باقی رہنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مجوس کے آتش کدے
(بیوت النیران)"

پہلا گھر (آتش کدہ) جسے افریدوں نے تعمیر کیا وہ طوس کا آتش کدہ ہے اور دوسرا (آتشکدہ) بخارا کے شہر میں بردسون (نامی) ہے

بہمن نے بجستان میں ایک آتش کدہ بنایا جس کو "کرکو" کہا جاتا ہے۔ (مجوس کا) ایک دوسرا آتشکدہ بخارا کے نواح میں "قباذان" نامی ہے۔

"کویسہ" نامی آتش کدہ فارس اور اصفہان کے درمیان ہے۔ اس کو کیخسرو بادشاہ نے بنوایا تھا۔ ایک اور (آتش کدہ) "جربز" نامی قومس (کے مقام پر) ہے۔ ایک آتش کدہ جس کا نام "کنکدز" ہے اسے سیاوش نے چین کے مشرق میں تعمیر کرایا۔ ایک دوسرا آتش کدہ فارس کے (مقام) ارجان میں ہے، اس کو گشتاسپ کے دادا ارجان نے بنوایا ہے۔ یہ تمام آتش کدے زردشت سے پہلے (تعمیر) ہوئے۔

بعد ازاں زردشت نے ایک آتش کدہ نیشاپور میں اور دوسرا نسا میں بنوایا۔ اور گشتاسپ بادشاہ کو حکم دیا کہ وہ اس آگ کو تلاش کرے جس کی جمشید تعظیم کرتا تھا، اس نے اس (آگ) کو شہر خوارزم میں پایا اور (وہاں سے) داراب جرد میں اسے منتقل کر دیا۔ (اس آگ کا) نام "آذر خرہ" ہے۔ مجوس اس (آگ) کی دوسری آگوں سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں (چنانچہ) جب کیخسرو افراسیاب سے جنگ کی غرض سے روانہ ہوا تو اس نے اس (آگ) کی تعظیم کی اور اسے سجدہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس (آتش مقدس) کو انوشیرواں نے کاریان میں منتقل کیا، سو (مجوس نے) اس آگ میں سے کچھ وہیں چھوڑ دی اور کچھ کو نسا اٹھا کر لے گئے۔

بلاد روم میں (شہر) قسطنطنیہ کے دروازاں پر ایک آتش کدہ تھا جس کو سابور بن اردشیر نے بنوایا تھا، وہ (عباسی خلیفہ) المہدی (۱۵۹۔۱۶۹ھ) کے عہد تک موجود تھا۔ مدینۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام (بغداد غربی) کے قریب پوران (دخت) دختر کسریٰ کا (تعمیر کردہ) ایک آتش کدہ استیا میں ہے۔

اسی طرح ہندوستان اور چین میں بھی آتش کدے ہیں۔

یونانیوں کے تین عبادت کدے تھے جن میں آگ نہیں تھی۔ (یونانی آتش پرست نہیں تھے)

آگ کی تعظیم :-

مجوس آگ کی تعظیم اس کی چند خوبیوں اور خصوصیتوں کے سبب کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک (وصف) یہ ہے کہ (آگ) ایک شریف (پاکیزہ) علوی (اعلی وبلند) جوہر ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ آگ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نہیں جلایا تھا۔ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مجوس کا یہ خیال ہے کہ اگر وہ (اس زندگی میں) آگ کی تعظیم کریں گے تو اس سے انھیں معاد (قیامت) میں آگ کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔

مختصر یہ کہ (آگ مجوس کا) قبلۂ وسیلہء (نجات) اور امتیاز (علامت) ہے۔ واللہ اعلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
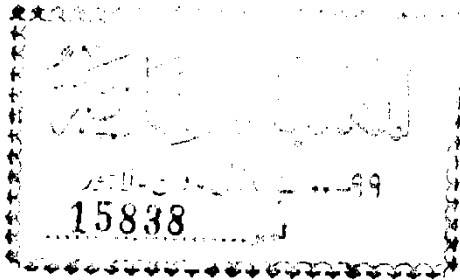
عباسی عہد کے مشہور و معروف عالم امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کی متعدد تصانیف میں سے "کتاب الملل والنحل" کو انتہائی شہرت نصیب ہوئی۔ اس لاجواب کتاب کی تحسین و تعریف میں کسی عہد کے علماء نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور ہر دور میں اس کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔
کتاب الملل والنحل ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۷ء میں تصنیف ہوئی۔

کتاب بنیادی طور پر مسلمان فرقوں ان کے عقائد و حالات سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا قاری، اس اہم تصنیف کے ذریعہ اسلامی فرقوں کی نشو و ارتقا کی تاریخ سے آگاہ ہو سکے گا اور ان اصولی اور فروعی اختلافات کو جان سکے گا جو ان فرقوں کے مابین تھے۔ امام شہرستانی نے مسلمانوں کے چھ فرقوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، جن کے درمیان اصولی اختلافات موجود ہیں مثلاً معتزلہ، جبریہ، صفاتیہ، خوارج، مرجئہ، شیعہ اور اہل سنت والجماعت، پھر ان فرقوں کی مزید شاخوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

مسلمان فرقوں کے علاوہ کتاب میں نصاریٰ، یہود، مجوس اور ثنویہ فرقوں کا بھی ذکر ہے۔ اس کتاب کا ہر اہم زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ فارسی اور ترکی میں بھی اس کے تراجم دستیاب ہیں۔ تاہم اردو زبان میں اس کا ترجمہ پہلی بار پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب نے کیا ہے اور یہ کتاب ادارہ قرطاس کے توسط سے پیش کی جا رہی ہے۔

ادارہ قرطاس

ISBN
969 - 8448 - 39 - X

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ